فتاویٰ محمودیہ

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی نور اللہ مرقدہ

تبویب، تخریج اور تعلیق

زیرِ سرپرستی

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب زید مجدہم

زیرِ نگرانی

دار الافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست عنوانات

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	بقیۃ کتاب النکاح	
	باب النکاح الفاسد	
	(نکاحِ فاسد کا بیان)	

فصل فی النکاح الموقّت

(نکاحِ موقت کا بیان)

فصل فی نکاح زوجة المفقود و الغائب

(مفقود الخبر اور غائب شخص کی بیوی کے نکاح کا بیان)

فصل فی نکاح منکوحة الغیر

(منکوحۂ غیر سے نکاح کا بیان)

فصل فی نکاح الحاملة والمزنیة

(حاملہ اور زانیہ کے نکاح کا بیان)

فصل فی نکاح المعتدة

(عدت میں نکاح کا بیان)

باب وعد النکاح

(منگنی کا بیان)

باب المتفرقات

باب مایتعلق بالرسوم عند الزفاف

(شادی بیاہ کی رسومات کا بیان)

باب من یحل نکاحه

(جس سے نکاح جائز ہے)

باب المحرمات

الفصل الأول فی المحرمات من النسب

(نسبی محرمات کا بیان)

الفصل الثانی فی المحرمات من الرضاع

(حرمتِ رضاعت کا بیان)

الفصل الثالث فی حرمۃ المصاہرۃ

(حرمتِ مصاہرت کا بیان)

الفصل الرابع فی المحرمات بالجمع

(محرمات کو ایک نکاح میں جمع کرنے کا بیان)

الفصل الخامس فی المحرمات بالشرک

(غیر مسلموں سے نکاح کا بیان)

باب ولایۃ النکاح

(ولایتِ نکاح کا بیان)

فصل فی التوکیل بالنکاح

(نکاح میں وکالت کا بیان)

باب استیمار المرأة للنکاح

(عورت سے اجازتِ نکاح طلب کرنے کا بیان)

باب خیار البلوغ وحدّہ

(خیارِ بلوغ اور اس کی حد کا بیان)

باب الکفاءۃ

(کفاءت کا بیان)

بقیة کتاب النکاح

باب النکاح الفاسد

(نکاحِ فاسد کا بیان)

نکاحِ فاسد اور اس کے احکام

سوال[۵۳۵۳]: ۱...... زید نے ہندہ کے ساتھ نکاح کیا دو گواہوں کے سامنے، مگر ان میں ایک بالغ ہے، دوسرا نابالغ مگر سمجھدار۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

۲...... ہندہ مذکورہ بیوہ ہے اس نے نکاح کی قبولیت اقرار سے نہیں ظاہر کی، بلکہ کنواری کی طرح سکوت کیا، ہاں اس کے بعد مباشرت وغیرہ میں رضا متحقق ہوئی۔ یہ نکاح صحیح ہے یا فاسد؟

۳...... اگر دونوں گواہ انکار کردیں کہ ہمارے سامنے نکاح نہیں ہوا تو نکاح فسخ ہوجائے گا یا نہیں؟

۴...... اس نکاح کے بعد زید نے کئی مہینہ ہندہ کو پاس رکھا اور مجامعت کی، اس جماع کو زنا کہیں گے یا مشتبہ قابلِ عفو؟ اور مہر مسمی واجب ہوگا یا نہیں؟

۵...... مہر کے ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... یہ نکاح صحیح نہیں ہوا کیونکہ دونوں گواہوں کا عاقل بالغ ہونا شرط ہے: "و شرط فی الشاهد أربعة أمور: الحرية والعقل والبلوغ والإسلام". عالمگیری: ۲/۲۷۵(۱) اور ایک گواہ کالعدم ہے۔

۲...... قول اور فعل دونوں سے رضا متحقق ہوجاتی ہے: "فإن استأذنها (أي البكر) غير الأقرب

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۱/۲۶۷، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح: ۱/۳۲۰، ۳۲۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

كأجنبي أو ولي بعيد فلا عبرة لسكوتها، بل لا بد من القول كالثيب البالغة، لافرق بينهما إلا في السكوت؛ لأن رضاهما يكون بالدلالة كما ذكره بقوله: أو ما هو معناه من فعل يدل على الرضا كطلب مهرها و نفقتها و تمكينها من الوطئ". ص: ٤٦٥(١)۔

لیکن فقط رضا کا متحقق ہونا کافی نہیں، گواہوں کا نصاب بھی شرط ہے اور وہ موجود نہیں، لہذا نکاح نہیں ہوا۔

۳......اگر گواہ اقرار بھی کریں تب بھی یہ نکاح صحیح نہیں، علیحدگی واجب ہے، یا از سرِ نو نکاح صحیح کیا جاوے تکمیل شہادت کے ساتھ(۲)۔

۴......اس مجامعت کو زنا موجبِ حد نہیں کہا جاوے گا: "وإن كان النكاح مختلفاً فيه كالنكاح بلا شهود أو بلا ولي، فلا حد عليه اتفاقاً، لتمكن الشبهة عند الكل". عالمگیری: ۲/۷۵٦(۳)۔

مہرِ مسمّی اور مہرِ مثل میں سے اقل واجب ہوگا:" وإن كان قد دخل بها، فلها الأقل مما سمي لها ومن مهر مثلها"(٤)۔

۵......ہندہ کے سامنے رکھدے، وہ اٹھائے یا نہ اٹھائے، زید بری ہوجائے گا، یا کسی ذریعہ سے اس تک پہونچادیوے خواہ اس کو علم ہو دینِ مہر ہونے کا یا نہ ہو(۵)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، سہارنپور ۲۰/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۲/ ذیقعدہ/۵۳ھ۔

---

(١) (ردالمحتار، باب الولي: ٦٢/٣، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب الأولياء والأكفاء: ٣٣٤/١، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) ایک گواہ نابالغ ہے جس کی شہادت درست نہیں ہے (فليراجع، ص: ٢٧، رقم الحاشية: ١)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه: ١٤٩/٢، رشيديه)

(۴) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ٣٣٠/١، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب الوطء الذي يوجب الحد، مطلب في بيان شبهة العقد: ٢٤/٤، سعيد)

(۵) "التخلية تسليمٌ إلا في مسائل". (الأشباه والنظائر، كتاب البيوع، الفن الثاني: ١٤٦/٢، إدارة القرآن كراچی) .... =

نکاحِ فاسد و باطل

سوال[۵۳۵۴]: ایک شخص کی زبان سے کلمۂ کفر نکلا، اس کے بعد اس نے تجدید ایمان کیا، مگر نکاح کی صورت یہ ہوئی کہ ایک شخص کے سامنے اپنی اہلیہ سے یہ کہا کہ میں تم سے نکاح کرنا چاہتا ہوں، تمہیں نکاح منظور ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ مجھے منظور ہے۔ الفاظِ ایجاب وقبول اس شخص نے سنے اور اس شخص نے مسجد میں جاکر دو گواہوں کے روبرو کہا کہ عورت نے میرے سامنے کہا ہے کہ مجھے مثلاً زید سے نکاح منظور ہے اور ہاں راضی ہوں، چنانچہ اس شخص نے ان ہی دو گواہوں کے سامنے زید کا نکاح کردیا۔ یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو نکاح فاسد ہوا یا باطل؟ اور اس حالت میں جو بچہ پیدا ہوجائے تو ثابت النسب ہوگا یا نہیں، حلال ہوگا یا حرامی؟

پھر کچھ مدت کے بعد اس شخص کو مسئلہ معلوم ہوا کہ اس طرح نکاح صحیح نہیں ہوا تو اس کو معلوم ہوا کہ عورت اگر کسی کو وکیل بنادے کہ میرا نکاح تو روبرو ان دو گواہوں کے اپنے سے کرلے تو نکاح صحیح ہوجائے گا۔ اس شخص نے دو گواہوں کے سامنے یہ کہا کہ عورت نے مجھے وکیل بنایا ہے کہ میرا نکاح اپنے سے کرلو، چنانچہ اس شخص نے عورت کا وکیل بنتے ہوئے کہا کہ میں نے اس سے اپنا نکاح کرلیا، تم گواہ رہو، اور گواہ بالکل اجنبی ہیں۔ کیا گواہوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ زوجین کو جانتے ہوں؟ یا کم از کم دو گواہوں کا تحقق ضروری ہے خواہ وہ پہچانیں یا نہ؟ اب اس شخص نے اپنا نکاح دو اجنبی گواہوں کے سامنے کیا تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں، اگر نہیں تو نکاح کے صحیح ہونے کی کیا صورت ہے؟

مفصل جواب مرحمت فرمائیں، براہِ کرم کچھ مثالیں نکاحِ باطل وفاسد کی تحریر فرماویں، نیز یہ کہ مہر کس نکاح میں ثابت ہوگا؟

= "وحاصله أن التخلية قبض حكماً لو مع القدرة عليه بلا كلفة ...... و في نحو حنطة في بيت مثلاً فدفع المفتاح إذا أمكنه الفتح بلا كلفة قبض. وفي نحو بقر في مرعى، فكونه بحيث يرى و يشار إليه قبض. و في نحو ثوب، فكونه بحيث لو مد يده تصل إليه قبض. وفي نحو فرس أو طير في بيت إمكان أخذه منه بلا معين قبض. (قوله: بلا مانع) بأن يكون مفرزاً غير مشغول بحق غيره". (ردالمحتار، كتاب البيوع، فصل فيما يدخل في البيع تبعاً ومالا يدخل، مطلب في شروط التخلية: ۴/۵۶۲، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں عورت نے نکاح کی اجازت دے دی ہے گویا کہ اس مرد کو نکاح کا وکیل بنا دیا ہے تو وکیل بالنکاح کیلئے شہادت شرط نہیں، کمافی رد المحتار: ۲/ ۴۱۹ (۱)۔ پس جن گواہوں کے روبرو نکاح پڑھایا گیا، اگر وہ اس عورت کو پہلے سے پہچانتے ہیں تو شرعاً نکاح صحیح ہوگیا، یا ان کے سامنے عورت کا نام اور اس کے باپ کا نام اس طرح لیا گیا ہو جس سے وہ متمیز ہوگئی تب بھی درست ہوگیا۔

اگر گواہ پہچانتے نہیں وہ ان کے نزدیک مجہولہ ہے، نہ عورت کا نام لیا گیا نہ باپ دادا کا، بلکہ اس طرح کہا گیا کہ ایک عورت مجھ سے نکاح کرنے پر رضامند ہے اور اس نے مجھے نکاح کی اجازت دیدی ہے، میں اس کا وکیل ہوں، پھر ایجاب وقبول ہوا ہے تب بھی خصاف، قاضی خان، حاکم شہید کے نزدیک نکاح درست ہوگیا، مگر مفتیٰ بہ قول کے مطابق درست نہیں ہوا، یا عورت سامنے ہو یا گواہ اس کو پہچانتے ہوں تب نکاح درست ہوگا (۲)۔

---

(۱) "واعلم أنه لا تشترط الشهادة على الوكالة بالنكاح بل على عقد الوكيل، وإنما ينبغي أن يشهد على الوكالة، إذا خيف جحد المؤكل إياها، الخ". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ۹۵/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، الفصل الثاني: ۲۴۱/۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في الوكالة بالنكاح: ۶۹/۳، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "ثم قال في البحر: وإن كانت غائبةً و لم يسمعوا كلامها بأن عقد لها وكيلها، فإن كان الشهود يعرفونها، كفى ذكر اسمها إذا علموا أنه أرادها. وإن لم يعرفوها، لابد من ذكر اسمها واسم أبيها وجدّها. وجوّز الخصاف النكاح مطلقاً، حتى لو وكلته فقال بحضرتها: زوّجت نفسي من مؤكلتي، أو من امرأة جعلت أمرها بيدي، فإنه يصح عنده. قال قاضي خان: والخصاف كان كبيراً في العلم، يجوز الاقتداء به، و ذكر الحاكم الشهيد في المنتقى، كما قال الخصاف اهـ.

قلت: في التتارخانية عن المضمرات: أن الأول هو الصحيح، وعليه الفتوى، وكذا قال في البحر في فصل الوكيل والفضولي: إن المختار في المذهب خلاف ما قاله الخصاف وإن كان الخصاف كبيراً".

(رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب: الخصاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به: ۲۲/۳، سعيد) ...... =

صورتِ مسئولہ میں اگر عدمِ جواز کی کوئی شق ہو تب بھی جو بچہ پیدا ہوگا، وہ ثابت النسب ہوگا، کیوں کہ یہ نکاح باطل نہیں ہوگا بلکہ فاسد ہوگا، نکاحِ فاسد میں جو اولاد ہوتی ہے وہ حرامی نہیں کہلاتی بلکہ ثابت النسب ہوتی ہے(۱)۔

بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ نکاح میں فاسد اور باطل دونوں ایک ہیں کچھ فرق نہیں، بعض علماء فرق کرتے ہیں کہ نکاحِ باطل پر وجوبِ مہر کا، ثبوتِ نسب، وجوبِ عدت، وغیرہ احکام مرتب نہیں ہوتے، اور فاسد پر قبل الدخول مرتب نہیں ہوتے، بعد الدخول مرتب ہوجاتے ہیں۔

نکاحِ فاسد اُسے کہتے ہیں جس کی صحت کی کوئی شرط مفقود ہو، جیسے مثلاً: بلا گواہ ہونے کے نکاح کرلیا، یا ایک بہن کی عدت میں دوسری بہن سے نکاح کیا، یا چوتھی کی عدت میں پانچویں سے نکاح کرلیا، یا حرہ پر اَمہ سے کرلیا۔ یہ سب انکحۂ فاسدہ ہیں۔ بعض نے یہ تعریف کی ہے: ”جس کے جواز میں علماء کا اختلاف ہے وہ فاسد ہے اور جو بالاجماع حرام ہے وہ باطل ہے“۔ پس منکوحۂ غیر یا معتدۂ غیر سے باوجود علم کے نکاح کرنا باطل ہوگا کیونکہ وہ زنائے محض ہے(۲)۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، الفصل الثاني: ۲۴۱/۳، رشيديه)

(۱) ”و يثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد، الخ“. (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في النكاح الفاسد: ۲۱۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه: ۲۲۸/۳، غفاريه كوئته)

(۲) ”و يجب مهر المثل في نكاح فاسد، وهو الذي فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود، الخ“. (الدر المختار). ”(قوله: كشهود) ومثله تزوج الأختين معاً، ونكاح الأخت في عدة الأخت، و نكاح المعتدة، والخامسة في عدة الرابعة، والأمة على الحرة .... أن نكاح المحارم باطل أو فاسد ...... و فسر القهستاني هنا الفاسد بالباطل .... أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً“. (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۱/۳، ۱۳۲، سعيد)

نکاح مذکورہ مسئولہ میں اگر گواہ عورت کو پہچانتے تھے، یا ان کے سامنے عورت موجود تھی، یا اس کا پورا نام مع ولدیت بتایا گیا ہے تب تو وہ نکاح صحیح ہے، اگر گواہ جانتے نہیں تھے تو مختار قول کی بنا پر وہ نکاح فاسد ہوا(۱)۔ بعد دخول مہر لازم ہوگا اور وہ مہر مثل اور مہر مسمّٰی میں سے اقل لازم ہوگا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/ربیع الثانی/۵۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف۔

قبول سے پہلے لڑکا مجلس سے اٹھ کر چلا گیا، اس کا نکاح ہوا یا نہیں؟

سوال[۵۳۵۵]: محمد تقی (بالغ) ولد محمد شفیع کی بارات بنارس آئی، نیاز احمد صاحب (محمد شفیع کے بڑے بھائی) سے لوگوں نے کہا کہ ماسٹر صاحب! آپ کو نکاح پڑھانے کیلئے تلاش کر رہے تھے۔ لوگوں نے دو گواہ اور لڑکی کی طرف سے ایک وکیل دے کر نیاز احمد کو لڑکی کے نکاح کے لئے بھیجا، لڑکی سے قبولیت کرائی۔ بعدہ محمد تقی کے پاس نیاز احمد نے خطبہ پڑھا اور چند کلمات محمد تقی کو پڑھایا، قبولیت باقی تھی کہ محمد تقی اٹھ کر جھگڑے والوں میں چلا گیا، بعدہ بارات واپس ہوگئی، بعدہ افضل ولد محمد عمر صاحب سے لڑکی کا نکاح ہوگیا۔ علماء کے دو طبقے ہیں: ایک طبقہ محمد تقی کے نکاح کو درست کہتا ہے، اور دوسرا طبقہ افضل کے نکاح کو۔ کون سا نکاح درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد تقی قبول کرنے سے پہلے اٹھ کر چلا گیا تو نکاح نہیں ہوا(۳)، افضل ولد محمد عمر سے نکاح کے لیے

---

(۱) (رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: الخصاف کبیر في العلم یجوز الاقتداء به: ۲۱/۳، سعید)

(۲) "وإن کان قد دخل بها، فلها الأقل مما سمی لها و من مهر مثلها، الخ". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثامن في النکاح الفاسد وأحکامه: ۳۳۰/۱، رشیدیه)

(وکذا في بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في النکاح الفاسد: ۲۱۵/۳، دار الکتب العلمیه بیروت)

(وکذا في رد المحتار، باب المهر، مطلب في النکاح الفاسد: ۱۳۱/۳، سعید)

(۳) "ومن شرائط الإیجاب والقبول: اتحادُ المجلس لو حاضرین وإن طال کمخیرة، الخ". (الدر المختار). "(قوله: اتحاد المجلس) قال في البحر: فلو اختلف المجلس لم ینعقد، فلو أوجب أحدهما فقام الآخر أو اشتغل بعمل آخر، بطل الإیجاب، الخ". (رد المحتار، کتاب النکاح، مطلب: =

لڑکی نے اجازت نہیں دی نہ اس کو خبر ہے، تو نکاح کی خبر سن کر اگر لڑکی نے نا منظور کر دیا تو وہ بھی نکاح نہیں ہوا۔ اگر لڑکی نے منظور کرلیا تو نکاح صحیح ہو گیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۶/۱۳۹۶ھ۔

ایجاب کے بعد قبول کے بغیر نکاح کا حکم

سوال [۵۳۵۶]: ۱…… زید بکر کی دختر کی نکاح کی نسبت بکر سے جا کر سوال کرتا ہے کہ اپنی دختر کا نکاح میرے ہمراہ کر دو اور بکر سن کر کہتا ہے کہ ہم لوگ سب خوش ہیں، تُو دوسری مرتبہ آنا، نہیں، خود آدمی بھیج کر بلوالوں گا، مشورہ بھی کرلوں گا، زید واپس چلا آتا ہے، عرصہ بیس یوم کے بعد بکر ایک مرد مسلمان کو بھیج کر زید کو بغرضِ عقدِ دختر طلب کرتا ہے، زید ہمراہ بکر چلا آتا ہے۔

بکر زید سے کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و قرآن شریف کو ضامن دے کر، و حاضر و ناظر جان کر سامنے گواہوں کے کہتا ہوں کہ میں نے لڑکی تجھ کو دیدی ہے۔ بعد ازاں زید دختر بکر کی رضامندی دریافت کرتا ہے کہ تُو بھی رضامند ہے یا نہیں؟ دختر بکر عاقل و بالغ سترہ سالہ طلاق شدہ جواب دیتی ہے کہ مجھ کو قبول ہے اور زید سے اپنی کفالت و خرچ وغیرہ کا حلفیہ اقرار روبروگواہان کے لے لیتی ہے۔ کیا یہ عقد اس طرح بروئے شرعِ محمدی جائز ہے؟

۲…… چند یوم کے بعد منکر ہو جاتا ہے کہ میں اپنے پیر سے دریافت کرلوں، بعد ازاں یہ شرط قائم

= التزوج بارسال کتاب: ۳/ ۱۴، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/ ۱۴۸، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الأول: ۱/ ۲۶۹، رشیدیہ)

(۱) "لایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک، فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء والأکفاء: ۱/ ۲۸۷، رشیدیہ)

"وإن زوجها بغیر استیمار، فقد أخطأ السنة وتوقف علی رضاها". (البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/ ۱۹۹، رشیدیہ)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/ ۵۸، سعید)

کردی، خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن شریف کا کوئی پاس نہ رہا، بلکہ پیر کی ذات پر انحصار رہا، جب کہ ایجاب وقبول ہو گیا تھا تو اب اجازت کی کیا ضرورت رہی؟ دوسرے دختر بکر عاقل بالغہ ہے بااختیار ہے، شرعاً اس پر بدعہدی کا کیا حکم ہے؟

سوال نمبر: امیں تو کوئی فرق نہیں آتا، یا آتا ہے، جب زید کو دختر بکر کو بکر کے منکر ہونے کا حال معلوم ہوا تو زید نے دختر بکر کے پاس جا کر دریافت کیا ہے: تیری کیا رائے ہے اور تو رضامند ہے؟ دختر بکر کہتی ہے کہ میں تو بہت خوش ہوں اور پہلے بھی میں نے تو خوش ہوتے ہوئے قبول کیا تھا اور اب بھی تجھ سے خوش ہوں۔ اور قبول کرتی ہوں، بلکہ آپس میں حلفیہ ایجاب وقبول کر کے زید کہتا ہے کہ بہت بہتر ہے۔ دختر بکر زید کے ہاتھ پر قرآن شریف رکھ کر روبرو گواہان کہتی ہے کہ تجھ کو میری ہر بات کا کفیل ہونا پڑے گا، تجھ کو قبول ہے؟ زید تین مرتبہ قبول کرتا ہے۔

بعد ازاں دختر بکر جب کہ عاقلہ بالغہ سترہ سالہ طلاق شدہ ہے روبرو گواہان اپنے ہاتھ پر کلام الٰہی رکھ کر اور کلمہ طیبہ پڑھ کر اور گواہان کا نام لے کر کہتی ہے کہ مجھ کو قبول اور منظور ہے کیونکہ میں بااختیار ہوں، قسم ہے خدا و رسول وقرآن شریف کی اور حاضر وناظر جان کر کہتی ہوں اور اپنے باپ کو کہہ دونگی کہ ہم نے اپنا ایجاب وقبول کر لیا ہے، یہی شرائط نکاح کے اندر ہوتی ہیں وہ پوری ہو گئیں اور میں اپنا نکاح سوائے زید کے دوسری جگہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اگر باپ جبراً زید کو نہیں دے گا تو نکاح ہو چکا ہے، مکان ہی پر تمام عمر گزار دینی ہے، حرام نہیں کھانا ہے کیونکہ دوسری جگہ نکاح نہیں ہو سکتا ہے۔

۳... کیا شرعاً نکاح ہو گیا یا نہیں؟

۴... اگر زید نکاح تصور کرتے ہوئے دختر بکر سے ہمبستری کرے یا کر لی ہو تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۵...... کیا سترہ سالہ عاقلہ بالغہ طلاق شدہ لڑکی بااختیار ہوتی ہے، شرع محمدی میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ا... عبارت مذکورہ میں لڑکی کے باپ بکر کا قول کہ ''میں نے لڑکی تجھے دیدی ہے'' تو مذکور ہے، لیکن اس کے جواب میں زید کا کوئی قول نہیں مذکور ہے، نہ معلوم زید نے اس کے جواب میں قبول کیا ہے یا نہیں؟ اگر زید نے قبول نہیں کیا تو شرعاً نکاح منعقد نہیں ہوا، اگر قبول کیا ہے تو اس کے الفاظ لکھ کر دریافت کیجئے کیونکہ

نکاح صرف ایک کے قول سے منعقد نہیں ہوتا، بلکہ ایک ہی مجلس میں ایک کا ایجاب اور دوسرے کا قبول گواہوں کے سامنے ضروری ہوتا ہے(۱)۔ خدا کے سوا کسی کو حاضر وناظر جاننا بہت بڑا گناہ اور شرک ہے(۲)۔

۲... نمبر:۲ کا جواب متفرع ہے نمبر:۱ کی تنقیح پر۔ البتہ بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے(۳)، لیکن محض وعدۂ نکاح سے نکاح نہیں ہوتا(۴)۔

۳......اگر دونوں نے گواہوں کے سامنے یہی الفاظ کہے ہیں جو سوال میں تحریر ہیں تو اس سے نکاح نہیں ہوا، کیونکہ زید نے نکاح کو قبول نہیں کیا، نہ لفظ نکاح کا ذکر آیا، بلکہ ہر بات کا کفیل ہونے کو قبول کیا ہے جس کا دختر بکر کے کلام میں ذکر ہے اور اس سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، اگر کچھ اور الفاظ کہے ہیں تو وہ لکھ کر دریافت کیا جائے(۵)۔

---

(۱) "ومن شرائط الإيجاب والقبول: اتحاد المجلس ...... وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر ليتحقق رضاهما، وشرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما معاً، الخ". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/ ۱۴، ۲۱، ۲۲، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح: ۱/ ۳۱۷-۳۲۰، داراحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/ ۱۵۵، رشيديه)

(۲) "قال علماء نا: من قال: أرواح المشايخ حاضرة، يكفر. الخ". (الفتاوى البزازية، الفصل الثاني فيما يكون كفراً من المسلم وما لا يكون، الفصل الثاني فيما يتعلق بالله تعالى: ۶/ ۳۲۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، باب أحكام المرتدين: ۵/ ۲۰۹، رشيديه)

(۳) ﴿يا أيها الذين آمنوا أوفوا بالعقود﴾، (أوفوا بالعقود) قال: هي عقدة النكاح والبيع والحلف والعهد، الخ". (أحكام القرآن للجصاص، سورة المائدة، مطلب في عقود الجاهلية وعقود الإسلام: ۲/ ۴۲۰، ۴۲۱، قديمي)

(۴) "لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: نعم، وإن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح". (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/ ۱۴۷، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب: كثيرا ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة: ۳/ ۱۲، سعيد)

(۵) [illegible]

۴.....نمبر:۴ کا جواب متفرع ہے نمبر:۱،اور۳ کی تنقیح پر۔

۵.....سترہ سال کی لڑکی خودمختار ہوتی ہے،شرعاً اس کا نکاح جب کہ وہ اپنی برادری میں مہرمثل پر کرے باپ کی اجازت پر موقوف نہیں رہتا بلکہ خود کرسکتی ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۳/۵/۵۶ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبداللطیف،۳/ جمادی الاولیٰ/۵۶ھ۔

مجلسِ عقد میں قبول سے انکار کے بعد قبول

سوال[۵۳۵۷]: زید کی بارات عمر کے گھر گئی،قاضی نے نکاح پڑھنا شروع کیا،مہر کی زیادتی کی وجہ سے لڑکے نے انکار کردیا،اس کے والد نے سمجھایا تو وہ راضی ہوگیا۔قاضی صاحب بھی اس دوران ان میں اٹھ کر چلے گئے تھے،پھر واپس آکر لڑکی کے والد کو بلایا کہ نکاح پڑھوا لیجئے،اس نے کہا کل فیصلہ ہوگا۔اب سوال یہ ہے کہ لڑکے نے دوبارہ آکر قبول کرنے کا اقرار کرلیا،لڑکی کے والد نے قاضی کو بالکلیہ اختیار دیدیا تھا۔یہ نکاح درست ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

قاضی صاحب نے نکاح کا ایجاب لڑکی کی طرف سے لڑکے کے سامنے پیش کیا،اس نے قبول کرنے سے انکار کردیا،پھر لڑکے کے والد صاحب وہاں سے اٹھ کر دوسری مجلس میں اس کو لے کر گئے،ادھر قاضی صاحب مجلس سے اٹھ کر چلے گئے تو پہلا ایجاب بیکار ہوگیا، اب لڑکے کے قبول کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوگا، جب تک لڑکی کی طرف سے اعادہ نہ ہو۔غرض ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے(۲)۔طرفین کی

(۱) "وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وإن لم يعقد عليها ولي بكراً كانت أو ثيبة عند أبي حنيفة رحمه الله، الخ". (الهداية، باب في الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۳، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۹۲، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۳۳۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "ومن شرائط الإيجاب والقبول: اتحاد المجلس لو حاضرين". (الدرالمختار، كتاب النكاح، مطلب التزوج بإرسال كتاب: ۳/۱۴، سعيد) .... =

رضامندی ہوتو دوبارہ ایجاب وقبول کرادیا جائے گا، نکاح درست ہوجائے گا۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۴/۴ھ۔

اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کردینے کے بعد بالغ ہونے پر دوسری جگہ نکاح کردینا

سوال [۵۳۵۸]: خلاصۂ سوال یہ ہے کہ مسمی انوار نے اپنی نابالغ لڑکیوں کا عقد کردیا تھا، لیکن آمنے سامنے کی وجہ سے لڑکیاں جب بالغ ہوگئیں تو کلکٹر سے اجازت لے کر اور رقم لے کر دوسری جگہ نکاح کردیا۔ پھر تقریباً تین چار سال بعد جبکہ ان کے دو بچے بھی پیدا ہو چکے تھے، برادری کے لوگوں نے جمع ہوکر جہاں پہلے نکاح ہوا تھا وہیں پر بھجوادی اور ہر سہ فریقین پر جرمانہ کیا اور سزا بھی دی۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ انوار کی دونوں لڑکیاں کس کیلئے جائز ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب انوار اپنی دونوں نابالغ لڑکیوں کا خود نکاح کر چکا تھا تو وہ صحیح اور لازم ہوگیا تھا(۱)، پھر ان کے بالغ ہونے پر کلکٹر سے بلاوجہ اجازت لے کر دوسری جگہ نکاح کردیا وہ غلط اور گناہ کیا، دوسرا نکاح ہرگز درست نہیں ہوا(۲)، برادری کو اس وقت لازم تھا کہ اس دوسرے نکاح کی پوری مخالفت کرتی (۳)، اب وہاں سے علیحدہ

= (وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، الباب الأول، الخ: ۳/۱۴۸، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة کتاب النکاح، الباب الأول: ۱/۲۶۹، رشیدیه)

(۱) "(وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة) جبراً (ولو ثیباً، ولزم النکاح)". (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۶۵، ۶۶، سعید)

(وکذا فی ملتقی الأبحر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۴۹۴، غفاریه)

(وکذا فی الهدایة، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۲/۳۱۷، شرکة علمیة)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهتکم .... والمحصنات من النساء﴾ الآیة. (سورة النساء: ۲۳، ۲۴)

(۳) "عن أبی سعید الخدری رضی الله تعالیٰ عنه عن رسول الله صلی الله علیه وسلم: "من رآی منکم منکراً فلیغیره بیده، فإن لم یستطع فبلسانه، فإن لم یستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإیمان". (مشکوٰة المصابیح، کتاب الأدب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی)

کر کے پہلی جگہ دونوں کو بھجوادیا یہ ٹھیک کیا۔ سب کو اپنی غلط حرکت پر توبہ واستغفار لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ۔

بیویوں کا تبادلہ ہوگیا تین بچے ہونے پر علم ہوا

سوال[۵۳۵۹]: بکر کی شادی پانچ کوس کے فاصلہ پر شمیمہ خاتون سے ہوئی، اب لڑکی والوں نے شمیمہ نام کی دوسری لڑکی کو بکر کے یہاں رخصت کردیا ہے۔ بکر کو اس وقت معلوم ہوا جبکہ تین بچے ہوگئے تھے تو اب بکر کیا کرے؟ اور بکر والی شمیمہ زید کے یہاں بھیج دی۔ اس کے بچے ہوئے تو اب دونوں کو بدلہ کرنا چاہیئے یا نہیں؟ اور جو بچے ہیں وہ حرامی کہلائیں گے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اور بکر دونوں اپنی اپنی اصل منکوحہ شمیمہ کو طلاق دیدیں، پھر جو شمیمہ جس کے پاس غلطی سے پہونچادی گئی اور ہر ایک کے بچے ہوگئے ہیں دونوں اسی شمیمہ سے نکاح کرلیں (۲)۔ باقی یہ بہت حیرت کی بات ہے کہ صرف پانچ کوس کے فاصلہ پر شادی ہوئی اور ایک شمیمہ دوسری شمیمہ سے بدل گئی اور تین بچوں کی ماں ہونے

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا أیها الذین آمنوا توبوا إلی اللہ توبةً نصوحاً﴾ (التحریم: ۸)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿و من یعمل سوءً ا أو یظلم نفسه، ثم یستغفر اللہ، یجد اللہ غفوراً رحیماً﴾ (النساء: ۱۱۰)

(۲) "وکان أبو حنیفة –رحمه اللہ تعالی– فی ولیمة فی الکوفة ، و فیها العلماء والأشراف ، وقد زوّج صاحبها ابنیه من أختین فغلطت النساء ، فزفت کل بنت إلی غیر زوجها و دخل بها ، فأفتی سفیان بقضاء علیّ رضی اللہ تعالیٰ عنهما علی کل منهما المهر ، وترجع کل إلی زوجها. فسئل الإمام ، فقال: علیّ بالغلامین، فأتی بهما، فقال: أیحب کلٌّ منکما أن یکون المصاب عنده؟ قالا: نعم ، فقال لکل منهما: طلّقْ التی عند أخیک ففعل ، ثم أمر بتجدید النکاح. فقام سفیانُ، فقبّل بین عینیه". (الأشباه والنظائر، الفن السابع: الحکایات والمراسلات: ، ص: ۴۱۵، قدیمی)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب الطلاق ، باب العدة ، مطلب: حکایة أبی حنیفة رحمه اللہ تعالیٰ فی الموطوء ة بشبهة: ۵۰۷/۳ ، سعید)

پر پتہ چلا، اس سے پہلے خبر ہی نہیں ہوئی کہ جس سے نکاح کیا تھا وہ نہیں ہے، کیا دونوں کے والد کا نام بھی ایک ہی تھا! اور کیا دونوں کی شادی بھی ایک ہی روز ہوئی تھی، یا لڑکی والوں نے عمداً ایسا کیا ہے؟

اگر انہوں نے اپنی لڑکی کو بغیر نکاح کئے ایک اجنبی شخص کے حوالہ کردیا اور اس کو حرام کاری میں مبتلا کیا تو وہ پرلے درجہ کے دیوث اور بے غیرت ہیں۔ بہر حال وہ اولاد مستحق میراث نہیں ہوگی، لأن الأولاد للفراش وهو ليس بثابت۔ لاعلمی کی وجہ سے شوہر کو زانی قرار دیکر مستحقِ رجم نہیں کیا جائے گا، اور واقعۃً فراش ثابت نہ ہونے کی بناء پر ان بچوں کا نسب ثابت نہیں ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۴/۴/۹۰ھ۔

رشتہ چھوٹی لڑکی سے ہوا اور رخصت بڑی کو کردیا

سوال[۵۳۶۰]: زید کی دولڑکیاں تھیں، دونوں بالغ تھیں، اسے اپنی ایک لڑکی کی شادی کرنی تھی، جو عمر کے لحاظ سے بڑی تھی۔ نکاح کے وقت غلطی سے چھوٹی لڑکی کا نام لیا گیا اور پھر رخصت بڑی ہی لڑکی کو کردی۔ تو ایسی صورت میں نکاح میں کون سی لڑکی رہے گی؟ اور میاں بیوی سے مخالطت سے گنہگار تو نہیں ہوئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لڑکی کو شوہر نے قبول کیا ہے، نکاح اسی سے ہوا یعنی چھوٹی لڑکی سے (۱)، پھر بڑی لڑکی کو رخصت کرنا اور اس سے تعلق زوجیت قائم کرنا بہت بڑی غلطی ہے، اس سے توبہ واستغفار کریں (۲)، اب بہتر صورت

---

(۱) "غلط وكيلها بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، وكذا لو غلط في اسم بنته، إلا إذا كانت حاضرةً وأشار إليها فيصح. ولو بنتان أراد تزوج الكبرى فغلط فسماها باسم الصغرى، صح للصغرى". (الدرالمختار، كتاب النكاح، مطلب في عطف الخاص على العام: ۲۶/۳، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول، الفصل الأول: ۳۲۴/۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۵۰/۳، رشيديه)

(وكذا في خير الفتاوى، كتاب النكاح: ۲۷۲/۴، خير المدارس ملتان)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ومن يعمل سوءً أو يظلم نفسه ثم يستغفر الله، يجد الله غفوراً رحيماً﴾ وقال أبو الليث السمرقندي: فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسي". (تنبيه الغافلين، =

یہ ہے کہ چھوٹی لڑکی جس کو قبول کیا ہے طلاق دے دے اور بڑی لڑکی سے دوبارہ ایجاب وقبول کرا کے نکاح کرادیا جائے اور چھوٹی لڑکی کو قبول کرتے وقت جو مہر تجویز کیا گیا وہ لڑکی اپنا مہر بعوضِ طلاق کے معاف کردے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۴/۴/۲۵ھ۔

دو بہنوں کا عقد دو بھائیوں سے رخصتی میں ادل بدل

سوال [۵۳۶۱]: دو بہنوں کا عقد دو بھائیوں سے ہوا، ایک ہی ساتھ ہوا اور غلطی یہ ہوگئی کہ جس لڑکے کی شادی جس لڑکی سے ہوئی، وہ لڑکی دوسرے لڑکے کے پاس رد کرآپس میں شوہر و بیوی کے تعلقات ہوگئے اور دوسری کے تعلقات دوسرے لڑکے سے زن وشوہر کے ہوئے، صبح کو معلوم ہوا کہ عقد جس لڑکے سے ہوا تھا، غلطی سے ادل بدل ہوگئی۔ اس بارے میں حکم شرعی بتلائیے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس غلطی کی اصلاح کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس سے عقد ہوا ہے اس کو اس سے طلاق دلوادی جائے اور ہر ایک اپنا مہر معاف کردے، پھر جو جس کے پاس غلطی سے پہونچ گئی اور مغالطہ میں تعلق بھی ہوگیا اس کا اس سے عقد کردیا جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نکاح میں ایک بہن کی جگہ دوسری کا نام لیا گیا

سوال [۵۳۶۲]: انواراحمد کا نکاح صفیہ بیگم سے ہونا تھا مگر بوقتِ نکاح منجانبِ ولی اندراج رجسٹر

= باب آخر من التوبة : ۲۰، مکتبة حقانیه پشاور)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على صحيح المسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني تحت الآية: ﴿يا أيها الذين آمنو توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث بيروت)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "بیویوں کا تبادلہ ہوگیا تین بچے پیدا ہونے کے بعد علم ہوا".)

میں بجائے صفیہ بیگم کے ذکیہ بیگم لکھایا گیا اور اسی نام سے ایجاب وقبول ہوگیا۔ بعد ایجاب وقبول رجسٹر میں صفیہ بیگم نے اپنا نام لکھا تو لوگوں کو تنبہ ہوا۔ وکیلِ عقد نے آکر بتایا کہ یہ غلطی ہوگئی ہے، لہذا قاضی نکاح خواں نے رجسٹر میں بھی اصلاح کردی اور بغرضِ تصحیح نوشہ کو بھی بتلایا کہ ذکیہ بیگم نہیں بلکہ صفیہ بیگم زوجہ کا نام ہے اور عوام کو بھی بروقت اس کی تصحیح کی اطلاع کردی گئی۔ تو اس نکاح میں کوئی خلل تو واقع نہیں ہوا؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر صفیہ بیگم کی جگہ زکیہ بیگم کا نام لیکر ایجاب وقبول کرادیا گیا اور یہ دونوں بہنیں ہیں تو نکاح زکیہ بیگم کا ہوا ہے صفیہ بیگم کا نہیں ہوا، ایسی حالت میں صفیہ بیگم سے تعلقِ زوجیت قائم کرنا جائز نہیں (۱)، اگر صفیہ بیگم سے تعلق قائم کرنا ہے تو انوار احمد کو چاہیئے کہ وہ زکیہ بیگم کو طلاق دیدے، بعد طلاق صفیہ بیگم سے ایجاب وقبول کرایا جائے (۲)۔ یہ طلاق اگر خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی دیدی ہے تو زکیہ بیگم پر عدت واجب نہیں اور فوراً بعد صفیہ بیگم سے نکاح جائز ہوگا (۳)۔

---

(۱) "ولو له بنتان أراد تزوج الكبرى فغلط، فسماها باسم الصغرى، صح للصغرى". (الدر المختار: ۲۶/۳، كتاب النكاح، مطلب: عطف الخاص على العام، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۳۲۴/۱، كتاب النكاح، الباب الأول، الفصل الأول، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۵۰/۳، كتاب النكاح، رشيديه)

(وكذا في خير الفتاوى: ۲۷۲/۴، كتاب النكاح، خير المدارس، ملتان)

(۲) "يحرم على الرجل .... والجمع بين الأختين نكاحاً ولو في عدة .... حتى يحرم الأخرى، فإن كانت منكوحةً فحرمتها بالطلاق أو الخلع أو الردة مع انقضاء العدة". (مجمع الأنهر: ۴۷۵/۱، ۴۷۹، غفارية كوئته)

(وكذا في الدر المختار: ۴۰/۳، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، سعيد)

(۳) "الخلوة بلا مانع حسي و طبعي و شرعي ..... كالوطئ .... في .... العدة وحرمة نكاح أختها، اهـ". (الدر المختار: ۱۱۴/۳ – ۱۱۸، كتاب النكاح، مطلب في أحكام الخلوة، سعيد)

قال الله تعالىٰ: ﴿ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن فمالكم عليهن من عدة تعتدونها﴾ (الأحزاب: ۴۹)

اگر زکیہ بیگم کوئی صفیہ بیگم کی بہن نہیں ہے تو ایجاب وقبول لغو ہوگا، صفیہ بیگم سے ایجاب وقبول مستقلاً کرایا جائے، بعد کو محض اطلاع کرنا کافی نہیں، نہ رجسٹر میں نام کی تصحیح کافی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۶ھ۔

بیوی کی جگہ دوسری لڑکی کا نام لیا

سوال [۵۳۶۳]: میری شادی کی منگنی معروف طریقہ پر ہوئی، پھر مقررہ تاریخ میں بارات گئی۔ ہمارے خسر طفیل احمد صاحب کی دو لڑکیاں ہیں: بڑی لڑکی مسماۃ رخسانہ خاتون جو قریب البلوغ ہے جس سے میری شادی کی نسبت طے ہوئی تھی، دوسری چھوٹی لڑکی کا نام عمرانہ ہے۔ نکاح خواں نے بوقتِ نکاح ولی سے اجازت نہیں لی اور نہ کسی وکیل کا پتہ چلا، بلکہ مجمع میں سے ایک دو آدمیوں نے کہا کہ نکاح پڑھاؤ۔ نکاح خواں نے بوقتِ قبولیت بجائے ''رخسانہ خاتون بنت طفیل احمد'' کہنے کے ''ریحانہ بنت طفیل احمد'' کہا اور میں نے قبول بھی کرلیا، حالانکہ مجھے معلوم تھا کہ اس لڑکی کا نام رخسانہ خاتون ہے ریحانہ نہیں ہے، نکاح خواں کی آواز پست ہونے کے سبب دو تین احباب نے ہی سنا، لیکن بعد میں کسی نے کوئی نکیر نہیں کی اور نہ کوئی تنازعہ ہے، بلکہ کھانا وغیرہ کھانے کے بعد اسی طور پر بیوی رخصت ہوکر میرے مکان پر بھی آگئی۔ صورت مسئولہ میں میرا یہ نکاح شرعاً ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ کی منگنی رخسانہ خاتون سے طے ہوئی تھی، مگر اس کا آپ سے ایجاب وقبول نہیں کرایا گیا تو اس

---

(۱) "یجب أن لاینعقد العقد علی إحداهما؛ لأنه لیس له ابنة کبری بهذا الاسم". (ردالمحتار: ۳/۲۶، کتاب النکاح، الباب الأول، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/۲۷۰، کتاب النکاح، الباب الأول، رشیدیه)

"رجل له ابنة واحدة واسمها عائشة، فقال الأب وقت العقد: زوّجت منک ابنتی فاطمة، لاینعقد النکاح بینهما". (فتاوی قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة: ۱/۳۲۶، کتاب النکاح، الباب الأول، الفصل الأول، رشیدیه)

کا آپ سے نکاح نہیں ہوا(۱)، اگر وہ رخصت ہوکر آپ کے یہاں آئی تو غلط آئی، آپ اس سے الگ رہیں، یہاں تک کہ کم از کم دو آدمیوں کے سامنے ایجاب وقبول ہوجائے تو آپ کا اس سے شرعاً نکاح درست ہوجائیگا۔ عمرانہ سے نہ آپ کی منگنی ہوئی، نہ ایجاب وقبول ہوا، نہ وہ رخصت ہوکر آئی (۲)، وہ اپنی جگہ پر جہاں تھی ویسی ہی ہے، ریحانہ نام کی کوئی بچی نہیں جس کو آپ نے قبول کیا، تو یہ قبول کرنا بیکار ہوگیا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

نام بدل کر نکاح کرنا

سوال[۵۳۶۴]: زید نے گواہوں کو اس لڑکی ہندہ کا نام خالدہ بنت ولید بتلایا حالانکہ وہ ہندہ بنت بکر تھی، یا یہ کیا کہ ہندہ بنت بکر کا نام زینب بنت بکر بتایا یعنی اس کے نام کے بجائے اس کی بہن کا نام لیا اور گواہ چونکہ نہ ہندہ سے واقف تھے اور نہ زینب وخالدہ سے اس لئے وہ کچھ نہ جان سکے کہ کون ہے؟ البتہ چونکہ ہندہ

---

(۱) "ولو له بنتان أراد تزويج الكبرىٰ فغلط، فسماها باسم الصغرى، صح للصغرى". (الدر المختار).

"هذا إذا لم يصفها بالكبرى، أما لو قال: زوّجتک بنتی الكبرى فاطمة، ففي الولوالجية: يجب أن لا ينعقد العقد على إحداهما؛ لأنه ليس له ابنة كبرى بهذا الاسم". (ردالمحتار: ۲۶/۳، كتاب النكاح، مطلب في عطف الخاص على العام. سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۷۰، كتاب النكاح، الباب الأول، رشيديه)

"رجل له ابنة واحدة واسمها عائشة، فقال الأب وقت العقد: زوّجت منک ابنتي فاطمة، لاينعقد النكاح بينهما". (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، ۱/۳۲۴، كتاب النكاح، الباب الأول، الفصل الأول، رشيديه)

(۲) "(وينعقد) متلبساً (بإيجاب) من أحدهما (و قبول) من الآخر .... (وشرط سماع كل من العاقدين لفظ الآخر) ليتحقق رضاهما (و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حرٍّ وحرتين، الخ".

(الدر المختار: ۹/۳، ۲۱، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۶۷، كتاب النكاح، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۳۶/۳، كتاب النكاح، رشيديه)

(۳) (راجع الحاشية رقمها: ۱)

سامنے بے نقاب یا آنکھوں پر پٹی باندھ کر آئی تھی اس لئے اس کے کل یا بعض چہرہ کو پہچان گئے تھے اور انہوں نے اس کا چہرہ دیکھا تھا۔ تو کیا ایسی صورت میں نکاح کا انعقاد ہوگا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

امیر علی صاحب، معرفت حامد میاں، مدرسہ شاہی مرادآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر گواہوں نے اس کو دیکھ کر پہچان لیا ہے تو نکاح صحیح ہے، زوجہ یا اس کے والد کا نام غلط لینے سے کوئی اثر نہیں ہوگا:

"غلط وكيل بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، وكذا لو غلط في اسم بنته، إلا إذا كانت حاضرةً، وأشار إليها فيصح، اهـ". درمختار۔ "(قوله: إلا إذا كانت حاضرةً، الخ) راجعٌ إلى المسئلتين أي: فإنها لو كانت مشاراً إليها و غلط في اسم أبيها أو اسمها لا يضر؛ لأن تعريف الإشارة الحسية أقوىٰ من التسمية لما في التسمية من الاشتراك العارض، فتلغو التسمية عندها، كما لو قال: اقتديت بزيدهذا، فإذا هو عمرو، فإنه يصح، اهـ". شامی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ذیقعدہ/ ۷۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

نکاح کے ایجاب وقبول میں نام بدلا گیا

سوال [۵۳۲۵]: مقصود احمد ولد اشفاق احمد سے سلمیٰ بیگم دختر امیر احمد کا رجسٹر قاضی میں نکاح لکھا گیا

(۱) (ردالمحتار، مطلب في عطف الخاص على العام: ۲۶/۳، سعيد)

"غلط وكيلها بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح، وكذا لو غلط باسم بنته، ولو كانت حاضرةً، صح. الخ". (الدرالمنتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح: ۳۲۲/۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في منحة الخالق على هامش البحرالرائق، كتاب النكاح: ۱۵۰/۳، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب النكاح: ۱۲/۲، دار المعرفة بيروت)

ہے۔جس وقت وکیل اور گواہان سلمیٰ بیگم کے پاس قبولیت کیلئے گئے تو وکیل عباس احمد اور گواہان منظور احمد اور شکور احمد نے سلمیٰ بیگم کے سامنے تفصیلات بتلانے کے وقت مقصود احمد کا نام بتلانے کے بجائے افضال احمد بتلایا، نکاح جو پڑھایا گیا وہ مقصود احمد سے پڑھایا گیا ہے جس سے طے پایا تھا، افضال احمد جو صاحب معلومات پہونچنے پر پتہ لیا کہ مقصود احمد کا بھائی ہے، اب وکیل اور گواہان کو افضال احمد کا نام زبان پر کیوں آیا۔

جس وقت وکیل نے رجسٹر نکاح پر دستخط کئے تو افضال احمد کا نام لکھا ہوا، ان کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی کہ لڑکے کا نام افضال احمد ہے جبکہ شاہد افضال احمد ایک گواہ کی حیثیت سے ان کا نام رجسٹر نکاح میں ہے۔ یہ بات کہنے کا سبب یہ ہے کہ سلمیٰ بیگم کے پاس دو لڑکیاں جو کہ بالغ تھیں، وہ مقصود احمد کی طرف سے ہیں۔

نکاح سے فارغ ہونے کے بعد مقصود احمد کی بہن شرما بیگم نے ظاہر کیا کہ یہ نکاح مقصود احمد سے نہیں بلکہ افضال سے ہوا ہے، مگر وکیل اور گواہان مغالطہ میں تھے اور لڑکی کے دماغ میں مقصود احمد ہی ہے، نام صرف زبان سے نکل گیا۔ اس صورت میں نکاح افضال احمد سے ہوا یا مقصود احمد سے یا کسی سے بھی نہیں ہوا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی نے نکاح کی اجازت دی افضال احمد کیلئے، اور نکاح ہوا مقصود احمد سے، پھر معلوم ہونے پر اگر لڑکی نے اس مقصود احمد سے نکاح پر رضامندی ظاہر کردی تو نکاح مقصود احمد سے صحیح ہو گیا۔ اگر رضامندی ظاہر نہیں کی بلکہ وہ اپنے نزدیک افضال احمد سے ہی نکاح پر قائم ہے تو یہ مقصود کا نکاح صحیح نہیں ہوا(۱) اور افضال احمد سے تو ایجاب وقبول کرایا ہی نہیں گیا، اس کا نکاح منعقد ہی نہیں ہوا(۲)۔ اب اگر لڑکی کی رضامندی بھی افضال

---

(۱) "وتزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف. فإن أجاز المولى جاز، وإن رده بطل. وكذلك لو زوج رجل امرأةً بغير رضاها أو رجلاً بغير رضاه، وهذا عندنا. فإن كل عقد صدر من الفضولي، وله مجيز، انعقد موقوفاً على الإجازة". (الهداية، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح: ۳۲۲/۲، شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها: ۲۹۹/۱، رشيديه)

(۲) لأن ركن النكاح الإيجاب والقبول، وهو مفقود. كما في الدر المختار: "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۰، رشيديه) =

احمد سے ہوتو اس سے ایجاب وقبول کرادیا جائے بشرطیکہ افضال احمد بھی اس نکاح پر آمادہ ہواور کوئی دوسرا مانع نہ ہو۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نکاح پڑھاتے وقت غلطی سے نام بدلا گیا

سوال[۵۳۲۶]: کچھ ماہ پہلے میری شادی ہوئی تھی، میری بیوی کا اصلی نام کوثر حسین ہے لیکن نکاح میں اقرار کے وقت قیصر جہاں کے نام سے اقرار کرایا گیا، قاضی صاحب سے قیصر جہاں ہی نام لیکر مجھ سے تین مرتبہ اقرار کرایا، اور رسید میں بھی قیصر جہاں نام ہے۔ ذہنی الجھن میں مبتلا ہوں کہ یہ نکاح ہوا ہے یا اس میں کچھ خامی ہے؟ شرعی اعتبار سے مجھے کیا کرنا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اصلی نام قیصر جہاں تھا، لیکن صحیح تلفظ نہ ہونے کی وجہ سے کوثر حسین کہنے لگے، یا اصلی نام کوثر حسین تھا، اسی کو قیصر جہاں کہنے لگے، یا دونوں ہی نام ہیں، کوئی کوثر حسین کہتا ہے کوئی قیصر جہاں، تو ان سب صورتوں میں نکاح صحیح ہوگیا۔ اگر نام ایک ہی ہے اور وہی لیا جاتا ہے اور جس نام سے قبول کرایا جاتا ہے اور جس نام سے قبول کرایا گیا ہے وہ نام نہیں ہے اور غلطی سے نام بدل گیا تو دو گواہوں کے سامنے دوبارہ ایجاب وقبول کرلیا جائے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/ ۷/ ۹۵ھ۔

= (وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/ ۳۰۵، شركة علمية ملتان)

(۱) یہ حکم اس وقت ہے جبکہ گواہوں نے زوجہ کو نہ پہچانا ہو، لیکن اگر زوجہ کو گواہوں نے پہچان لیا ہواور پھر نام لینے میں غلطی ہوتو اس سے نکاح پر کوئی اثر نہ پڑے گا، جیسا کہ اس مسئلہ کی تفصیل عنوان: "نام بدل کر نکاح" کے تحت گزر چکی ہے، وأيضاً قال العلامة الحصكفي: "غلط وكيلها في اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، وغلط في اسم بنته، إلا إذا كانت حاضرةً وأشار إليها فيصح". (الدرالمختار). "(قوله: إلا إذا كانت حاضرةً) راجعٌ إلى المسئلتين: أي فإنها لو كانت مشاراً إليها و غلط في اسم أبيها أو اسمها، لا يضر؛ لأن تعريف الإشارة الحسية أقوى من التسمية، لما في التسمية من الاشتراك العارض، فتلغو التسمية عندها، كمالوقال: =

نکاح میں بجائے مخطوبہ کے شادی شدہ لڑکی کا نام لینے سے نکاح

سوال [۵۳۶۷]: زید کے یہاں دولڑکیاں ہیں، بڑی لڑکی کا عقد پہلے ہو چکا تھا، مگر شوہر کی نالائقی کی وجہ سے قریباً آٹھ سال سے بڑی لڑکی بھی ماں باپ کے یہاں ہے۔ اب زید نے اپنی چھوٹی لڑکی کا نکاح بکر کے ساتھ کیا مگر سہواً نکاح خوانی کے وقت وکیل اور گواہاں کو جو نام بتلایا گیا وہ بجائے چھوٹی کے بڑی لڑکی کا بتلا دیا اور ناکح نے یہی نام لے کر ایجاب وقبول دولہا کو کروا دیا۔ نکاح خوانی کے رجسٹر پر جس وقت دولہن نے دستخط کیے تو اس غلطی کا احساس ہوا کہ نام صحیح نہیں۔ اس صورت میں یہ نکاح چھوٹی لڑکی کا بکر کے ساتھ صحیح ہو گیا کہ نہیں؟ "خلاصة الفتاوی" کی عبارت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نکاح درست نہیں ہوا اور بڑی کا نکاح ہو گیا، دولہا دلہن میں خلوت بھی ہو چکی، نکاح چھوٹی لڑکی کا دوبارہ پڑھانا چاہیے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح کے وقت بڑی لڑکی کا نام لے کر قبول کرایا گیا جس کا کہ پہلے نکاح ہو چکا ہے اور اب والد کے گھر پر ہے تو یہ نکاح کسی کا بھی نہیں ہوا، بڑی کا تو اس لئے کہ وہ محلِ نکاح ہی نہیں کیونکہ وہ شادی شدہ ہے (۱)،

= اقتديت بزيد هذا، فإذا هو عمرو، فإنه يصح". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب في عطف الخاص على العام: ۳/۲۶، سعيد)

(وكذا في الدرالمنتقى على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح: ۱/۳۲۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحرالرائق مع منحة الخالق، كتاب النكاح: ۳/۱۵۰، رشيديه)

"أولم تكن، ووقع في قلبه صدقها، فلا بأس بأن تزوجها، الخ". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة: ۳/۵۲۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الفصل الثاني في العمل بخبر الواحد في المعاملات: ۵/۳۱۳، رشيديه)

(۱) "ومنها المحل القابل و هي المرأة التي أحلها الشرع بالنكاح". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح: ۱/۲۶۷، رشيديه)

"لا يجوز لرجل أن يتزوج زوجة غيره". (الفتاوى العالمكيرية، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه) .... =

چھوٹی کا اس لئے کہ اس کا نام لے کر قبول نہیں کرایا گیا اس لئے دوبارہ نکاح کرایا جائے، اس کے لئے چند گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کافی ہے، رجسٹر نکاح میں بھی اندراج صحیح کرایا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۸/ ۸۸ھ۔

طلاقِ رجعی میں دوحیض کے بعد نکاح

سوال[۵۳۶۸]: زید نے اپنی بیوی کو ایک طلاقِ رجعی دی تھی، صرف دوحیض عورت کو آئے تھے کہ لڑکی کے ولی نے دوسری شادی کردی، کیونکہ گھر والوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی شادی ہوگئی ہے، حالانکہ پہلا نکاح اگرچہ پوشیدہ ہوا تھا لیکن ایسے دو گواہوں کے سامنے ہوا تھا جو لڑکے والوں کو جانتے ہیں، اور لڑکی کے گھر والوں کو ایک گواہ اچھی طرح جانتا ہے، دوسرے گواہ کو مقام وغیرہ کا نام اور لڑکی کے باپ کا نام بتا کر شناخت دیدی گئی تھی، لہٰذا وہ بھی واقف ہوگیا۔

اب جواب طلب امر یہ ہے کہ نکاحِ اول ہوا یا نہیں؟ اور لڑکے نے محبت میں آ کر اس خیال سے شادی

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير: ۳/ ۴۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، ما يجوز من الأنكحة وما لا يجوز: ۳/ ۴، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "غلط وكيلها بالنكاح في اسم أبيها بغير حضورها، لم يصح للجهالة، وكذا لو غلط في اسم بنته، إلا إذا كانت حاضرةً، وأشار إليها، فيصح". (الدرالمختار). "(قوله: ولو له بنتان، الخ): أي بأن كان اسم الكبرىٰ مثلاً عائشة، والصغرى فاطمة، فقال: زوّجتك بنتي الكبرىٰ فاطمة، وقبل، صح العقد عليها وإن كانت عائشة هي المرادة. وهذا إذا لم يصفها بالكبرىٰ، أما لو قال: زوّجتك بنتي الكبرى فاطمة، ففي الولوالجية: يجب أن لا ينعقد على إحداهما؛ لأنه ليس له ابنة كبرى بهذا الاسم". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب في عطف الخاص على العام: ۳/ ۲۶، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح: ۱/ ۳۲۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح الفصل الأول: ۲/ ۵، امجد اكيڈمي لاهور)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/ ۱۵۰، رشيديه)

کرلی کہ یہ جنت میں میرے ساتھ رہے گی، اگر چہ اس کو معلوم تھا کہ کچھ روز بعد یہ لڑکی الگ ہوسکتی ہے بوجہ لاعلمیٔ والدین کے، اور یہ بھی خیال تھا کہ شاید کوئی صورت ساتھ رہنے کی بن جائے۔ یہ نکاح کیا حکم رکھتا ہے؟ اگر یہ جائز ہوا تو دوسرا نکاح عدت کے اندر جو ہوا وہ باطل ہوگیا یا نہیں؟ اور مہر وغیرہ کا بغیر احکام نکاح کیا حکم ہے؟ اپنی عزت بچانے کیلئے نہ لڑکی نے بتلایا نہ لڑکے نے، حالانکہ لڑکا دینی تعلیم سے قدرے واقف ہے اور خوف خدا بھی ہے۔ اب آپ شریعت کی روشنی میں کوئی صورت بتلائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلا نکاح دو گواہوں کے سامنے کفو میں ہوا تو وہ صحیح ہوگیا (۱)، پھر اگر بعد وطی کے طلاقِ رجعی دی تو اسکی عدت (تین حیض) لازم تھی (۲)، صرف دو حیض آنے پر دوسرا نکاح غلط ہوا، فاسد ہوا (۳) دونوں میں علیحدگی لازم ہے (۴)، جب تیسرا حیض آجائے تب اس دوسرے شخص سے دوبارہ نکاح کیا جائے۔ نکاح فاسد میں وطی

---

(۱) "النکاح ینعقد متلبساً بایجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار، کتاب النکاح: ۳/۹، سعید)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۴۴، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة، کتاب النکاح: ۲/۳۰۵، شرکة علمیه ملتان)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التی تحیض للطلاق أو الفسخ أو الرفع .... ثلاثة قروء: أی حیض لقوله تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾". (مجمع الأنهر، کتاب الطلاق، باب العدة: ۱/۴۶۴، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(أنظر أیضاً الهدایة، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲/۴۲۲، شرکة علمیة ملتان)

(۳) "لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وکذافی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۴) "بل یجب علی القاضی التفریق بینهما، الخ". (الدر المختار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعید)

کی صورت میں مہر لازم ہوتا ہے(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۶/۱۴۰۱ھ۔

ساس سے نکاح

سوال[۵۳۶۹]: ایک شخص بمبئی میں رہتا ہے اس نے ایک شخص کو اپنے نکاح کا وکیل بنا کر وطن بھیج دیا، وکیل نے نکاح کرادیا، اس کے بعد اس نے بمبئی سے طلاق دیدی بغیر خلوت کے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ شخص اپنی غیر مدخولہ مطلقہ زوجہ کی ماں سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح بالتوکیل صحیح ہے اور نکاحِ صحیح کے بعد زوجہ کی ماں حرام ہوجاتی ہے، خلوت سے پہلے طلاق دی ہو یا بعد میں کما فی القرآن ﴿وأمهات نسائكم﴾. الآية(۲)۔ وكما فی الحديث. "أيما رجل نكح امرأةً، فلا يحل له أن ينكح أمها، دخل بها أو لم يدخل بها". مشكوة شريف، ص: ۳۷۵(۳)۔ "وحرم بالمصاهرة بنت زوجته الموطوءة وأمّ زوجته وجدّتها مطلقاً بمجرد العقد الصحيح، وإن

= (وكذا فی الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن فی النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا فی المحيط البرهانی، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر فی النكاح الفاسد وأحكامه: ۲۴۸/۳، مكتبه غفارية كوئٹه)

(۱) "ويجب مهر المثل فی نكاح فاسد". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب فی النكاح الفاسد، ۱۳۱/۳، سعيد)

(وكذافی بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فی النكاح الفاسد: ۶۱۵/۳، دارالكتب العلميةبيروت)

(وكذا فی الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن فی النكاح الفاسد و أحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(۲) (سورة النساء: ۲۳)

(۳) (مشكوة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الثالث، ص: ۲۷۵، قديمی)

(وكذا فی بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فی المحرمات بالمصاهرة: ۴۱۲/۳، ۴۱۳، دار الكتب العلمية بيروت)

لم توطأ الزوجة". شامی: ۲/۳۷۸(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندہ کا نکاح دوسری عورت کی اجازت سے

سوال[۵۳۷۰]: ہندہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کیا گیا، وکیل اور گواہ سب اجازت لینے کے لئے گئے تو ہندہ کی بجائے دوسری عورت نے کہہ دیا کہ نکاح پڑھا دیا جائے۔ بعدہ اس شخص کے ہمراہ چلی گئی اور صرف دورات وہاں رہی۔ اس بات کو تقریباً دوسال ہوگئے ہیں۔ اب ہندہ وہاں جانے کیلئے تیار نہیں، کہتی ہے کہ میرا نکاح اس سے نہیں ہوا تھا، میں نے اجازت نہیں دی تھی۔ تو کیا عندالشرع ہندہ کا نکاح معتبر ہے یا بغیر اجازت نکاح ہوا ہی نہیں تھا؟ جبراً دورات وہاں گذاری تھی۔ نیز ہندہ کو دوسرا نکاح کرنے سے پہلے زوج سے طلاق کی اجازت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ نے نکاح کے وقت اجازت نہیں دی بلکہ دوسری عورت نے اجازت دی تو وہ اجازت معتبر نہیں، پھر نکاح ہونے کے بعد جب ہندہ کو خبر ہوئی اور اس نے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں تو شرعاً وہ نکاح نہیں ہوا(۲)، پھر اگر اس کو ظلماً وزبردستی بھیجا گیا اور وہ انکار کرتی رہی اور وہاں پہنچ کر بھی ہندہ نے کہہ دیا کہ میں نے اس نکاح کو نامنظور کر دیا، میرا نکاح نہیں ہوا تو یہ اس کو زبردستی بھیجنا بہت بڑا ظلم ہے اور سخت

---

(۱) (الدرالمختار، فصل في المحرمات: ۳/۳۰، کتاب النکاح، سعید)

(۲) "لا يجوز نكاح أحد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها، بكراً كانت أو ثيباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، كذا في السراج الوهاج". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۷، رشیدیہ)

"و لا تجبر البالغة البكر على النكاح، لانقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استأذنها هو: أي الولي، وهو السنة". (الدرالمختار). "وإن زوجها بغير استيمار، فقد أخطأ السنة، و توقف على رضاها، بحر عن المحيط، الخ". (رد المحتار، باب الولي: ۳/۵۸، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۹۴، رشیدیہ)

گناہ ہوا، اب وہاں اس کو ہرگز نہ بھیجا جائے، دوسری جگہ اس کی مرضی کے موافق نکاح کردیا جائے۔ جن لوگوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا وہ بھی سب گناہ گار ہوئے سب کو توبہ کرنا ضروری ہے(۱)۔

اگر ہندہ نے اجازت لینے کے وقت تو خاموشی اختیار کی مگر نکاح ہوجانے پر اس کو نامنظور نہیں کیا اور نہ رخصتی کے وقت نامنظوری کا اظہار کیا بلکہ خاموشی سے رخصت ہوگئی تو شرعاً وہ صحیح اور لازم ہوگیا، اب انکار سے کچھ نہیں ہوگا(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۷/ ۸۸ھ۔

بلانکاح میاں بیوی کی طرح رہنا

سوال[۵۳۷۱]: ایک مرد اور عورت میں تعلق قائم ہوا، جب لوگوں کو اس کا علم ہوا تو کہتی ہے کہ میری شادی ہوچکی ہے، دوچار بچے بھی ہوچکے ہیں، مگر اب وہ شخص کہتا ہے کہ ہم نے تو جھوٹ بول دیا تھا۔ اب کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعۃً نکاح نہیں ہوا بلکہ جھوٹ بولا ہے تو فوراً ایجاب وقبول کم از کم دو گواہوں کے سامنے کرلیں (۳) اور اپنے گناہوں سے توبہ کریں (۴)، اب تک سخت معصیت میں پھنسے رہے۔ جب خدا کے

---

(۱) مذکورہ لڑکی جب نکاح پر رضامند نہیں تو اس لڑکی کو وہاں زبردستی بھیجنا درست نہیں:

"واتفقوا علی أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً، والتوبة من مهمات الإسلام والقواعد المتأكدة، ووجوبها عند أهل السنة بالشرع". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(۲) "ولو كانت البكر قد دخل بها زوجها، ثم قالت: لم أرض، لم تصدق على ذلك، وكان تمكينها إياه من الدخول بها رضا، إلا إذا دخل بها وهي مكرهة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۹، رشيديه)

(وكذا في مبسوط السرخسي، باب نكاح البكر: ۳/۷، غفاريه كوئته)

(۳) "وينعقد بإيجاب وقبول ... عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين ... ولنا قوله عليه الصلوة السلام: "لانكاح إلا بشهود، الخ". (تبيين الحقائق، كتاب النكاح: ۲/ ۴۴۸، ۴۵۳: دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۴، ۱۵۵، رشيديه) ...

سامنے آدمی صدق دل سے توبہ کرتا ہے، روتا ہے، نادم ہوتا ہے، معافی مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرما لیتے ہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۵ھ۔

بلا نکاح عورت کو اپنے پاس رکھنا

سوال [۵۳۷۲]: ایک صاحب نے ایک عورت کو اپنی زوجیت میں بلا نکاح عرصہ تک رکھا جس سے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس کی بیوی ہے، لیکن حال ہی میں اس عورت نے کسی دوسرے سے زنا کیا جب اس کے موجودہ شوہر کو پتہ چلا تو اس نے زدوکوب کیا۔ بعد میں اس عورت نے کہا کہ میں ان کے پاس نہیں رہوں گی بلکہ اس کے ساتھ رہوں گی، اس سے بڑا چرچا ہوا، موجودہ شوہر نے اس کو اجازت دیدی کہ تمہاری جہاں مرضی ہو رہو۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے نکاح پڑھوانے کے لئے امام صاحب کو بلایا، لیکن امام صاحب نے کہا کہ جب تک عورت عدت نہ گذارے گی نکاح درست نہیں ہوگا، شوہر نے کہا کہ میں نے اس کو بلا نکاح اپنی زوجیت میں اب تک رکھا تھا، پھر امام صاحب نے نکاح پڑھا دیا۔ تو اب اس کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اگر عدت ضروری تھی تو پھر وہ نکاح درست نہ ہوا، اب کیا کریں؟ بتلایا جائے۔ فقط۔

= (وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، ۳۰۶، شركة علميه ملتان)

(۴) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً، الخ". (النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، تحت آية ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿غافر الذنب وقابل التوب شديد العقاب﴾ (سورة المؤمن: ۳). ﴿غافر الذنب وقابل التوب﴾: أي يغفر ماسلف من الذنب ويقبل التوبة في المستقبل لمن تاب إليه وخضع لديه، وقوله جل وعلا: ﴿شديد العقاب﴾ الخ". (تفسير ابن كثير: ۴/۹۰، سورة غافر، دارالفيحاء بيروت)

(وكذا في روح المعاني: ۲۴/۴۲، دارإحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا نکاح کئے یہ کہنا کہ ''اپنی زوجیت میں رکھا'' مفہومِ زوجیت کا استہزاء ہے جو کہ خطرناک ہے، ایسی باتوں سے کلی پرہیز کیا جاوے، یہ زوجیت نہیں بلکہ زنا کاری ہے جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، زوجیت کی ترغیب اور بعض صورتوں میں وجوب ہے، سنتِ متواترہ سے ثابت ہے (۱) اور زنا کرنا حرام ہے ممنوع ہے، اس پر سخت سزا ہے (۲)۔ ہر دو کو توبہ استغفار لازم ہے کہ کبھی ایسی حرکت نہ کریں (۳)۔ جب وہ عورت کسی کے نکاح یا عدت میں نہیں ہے تو اس کا نکاح درست ہے، عدت زنا سے لازم نہیں ہوتی بلکہ نکاح کے بعد خاص اسباب کے تحت لازم ہوتی ہے (۴)۔

اگر عورت زنا سے حاملہ ہو تو اس کا نکاح اس حالت میں بھی درست ہے، پھر اگر اس شخص سے نکاح ہو جس کا وہ حمل ہے تو اس کو صحبت بھی درست ہے، اگر دوسرے سے ہو تو وضع حمل سے پہلے صحبت وغیرہ درست نہیں ہے (۵)۔ جو بچہ نکاح سے چھ ماہ گذرنے پر پیدا ہوا وہ شوہر سے ثابت النسب ہوگا، اگر چھ ماہ گذرنے سے

---

(۱) "وهو سنة، وعند التوقان واجب -بيانٌ لصفته- أما الأول، فالمراد به السنة المؤكدة على الأصح". (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۴۲/۳، رشيديه)

(وكذافي بدائع الصنائع، كتاب النكاح: ۳/۳۱۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذافي ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: كثيراً مايتساهل في إطلاق المستحب على السنة: ۳/۷، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولاتقربوا الزنى إنه كان فاحشةً وساء سبيلاً﴾ (سورة بنى إسرائيل: ۳۲)

(۳) "اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، الخ". (روح المعاني، سورة التحريم: ۱۵۹/۲۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

(۴) "(قوله: لتمحضه زنا)؛ لأنه لاشبهة ملك فيه، بل سقط الحد لظنه فضلاً من الله تعالىٰ، وهو راجع إليه: أي إلى الواطى، لا إلى المحل، فكان المحل ليس فيه شبهة حل، فلايثبت النسب، بهذا الوطء ولذا لاتثبت به عدة؛ لأنه لاعدة من الزنا". (ردالمحتار، كتاب الحدود، مطلب: الحكم المذكور في بابه أولىٰ، الخ: ۲۳/۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب الوطئ الذى يوجب الحد، الخ: ۳۰/۵، رشيديه)

(۵) (راجع ص: ۵۵، رقم الحاشية: ۲)

پہلے پیدا ہوا تو وہ اپنی ماں کا ہوگا، اس شوہر سے نسب ثابت نہ ہوگا (۱)۔

"وصح نكاح حبلى من زنا، وإن حرم وطؤها حتى تضع. لونكحها الزاني، حل له وطؤها اتفاقاً، والولد له، اھ". درمختار۔ "(قوله: والولدله): أي إن جاء ت بعد النكاح لستة أشهر، فلولأ قل من ستة أشهر من وقت النكاح، لايثبت النسب، ولا يرث منه، اھ". ردالمحتار: ۲/۲۲(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

بیوی کو فروخت کر کے عدت پوری ہونے پر خریدار کا زبردستی نکاح کرنا، کورٹ کے فیصلہ کے بعد زید کے حوالہ کردینے سے نکاح کا حکم؟

سوال [۵۳۷۳]: ایک لڑکی مسماۃ خالدہ کا اس کے والد نے بقاعدۂ شرعی رشید سے نکاح کردیا، رشید نے کچھ مدت کے بعد اپنے دوست بکر سے کچھ روپیہ لیکر لڑکی کو بکر کے حوالہ کردیا، بکر نے جس وقت روپیہ ادا کیا رشید نے لڑکی کو فارغ خطی لکھدی۔ لڑکی نے اپنی عدت مقررہ بکر کے گھر پوری کی، اس کے بعد بکر کے وکیل اور گواہ نے لڑکی سے اجازت مانگی کہ وہ بکر سے نکاح کرلے، لیکن لڑکی کی رضامندی نہیں تھی، اس کو رضامند کرنے کیلئے بکر نے اس لڑکی پر جبر وتشدد کیا، مارپیٹ تک کی نوبت آئی، لڑکی نے اپنی جان بچانے کی خاطر بلا ارادہ اجازت دیدی اور بکر سے بقاعدۂ شرعی نکاح ہوگیا۔ لڑکی موقعہ پاکر کسی بھی صورت سے بکر کے یہاں سے نکل کر اپنے باپ کے گھر آگئی۔ باپ نے بکر پر عدالتی کاروائی کی، عدالت نے اپنے قانون کے مطابق لڑکی کو بکر

---

(۱) (سیأتی فی رقم : ۲)

(۲) (ردالمحتار، كتاب النكاح ،باب المحرمات،مطلب مهم في وطئ السراري الخ : ۴۸/۳، ۴۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب ،كتاب الطلاق : ۵۳۶/۱، رشيديه)

(وكذافي فتح القدير ،كتاب الطلاق،باب ثبوت النسب : ۳۵۸/۴، ۳۵۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح ،باب المحرمات : ۳۲۹/۱، دارإحياء التراث بيروت)

سے الگ کیا اور اس کو نکاحِ ثانی کی اجازت دے دی۔

لڑکی کے باپ نے تیسرے شخص زید کے یہاں بلا نکاح لڑکی کو بھیج دیا، لڑکی تقریباً چھ سال سے زید کے یہاں رہتی ہے اور زید سے دو بچے بھی ہیں جو کہ اس لڑکی سے پیدا ہوئے۔ یہ چھ سال کی مدت جو لڑکی نے گذاری، یہ اس طرح سے دو سال مقدمہ کے دوران جو بکر سے چلتا رہا اس وقت رہی، اور چار سال مقدمہ سے فراغت کے بعد بھی اب تک رہتی رہی، اور ایک بچہ پہلے دو سال میں پیدا ہوا اور دوسرا اس چار سال کے عرصہ میں پیدا ہوا اب یہ لڑکی اس زید سے اپنا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اس صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ زید سے نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یہ عدالتی کاروائی سے جدا ہونا شرعی طور پر جائز ہوا یا نہیں؟ اور اب اتنی مدت یعنی چھ سال کا عرصہ گذرنے کے بعد اب زید سے نکاح (باوجود نسب زید سے ثابت ہونے کے) ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مفصل و مدلل جواب تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ صورتِ حال نہایت افسوسناک اور بے غیرتی کا مظاہرہ ہے، اس میں پہلا ظلم رشید کا ہے، دوسرا ظلم بکر کا ہے۔ رشید نے جب طلاق دی تو اس نے اپنا حقِ زوجیت قطع کر دیا، تیسرا ظلم والدین کا ہے کہ ان کی لڑکی کو بے غیرت داماد نے فروخت کر کے اجنبی آدمی کے حوالہ کر دیا اور انہوں نے اس کی خبر نہ لی بعد عدت بکر نے اس پر ظلم وتشدد کر کے اس سے اجازت لے کر نکاح کر لیا تو اس ظلم وتشدد کے باوجود نکاح منعقد ہوگیا (۱)۔ چوتھا ظلم لڑکی کا

---

(۱) "طلاق وإيلاء وظهار ورجعة ونكاح". "يشمل ما إذا أكره الزوج أو الزوجة على عقد النكاح كما مقتضى إطلاقهم". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي تصح مع الإكراه: ۳/۲۳۶، سعيد)

"(قوله: ليتحقق رضاهما): أي ليصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا؛ إذ حقيقة الرضا غير مشروط في النكاح لصحته مع الإكراه والهزل". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۳/۱۲، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب النكاح: ۲/۱۰، دار المعرفة بيروت)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "ثلث جدهن جد وهزلهن جدٌ: النكاح والطلاق والرجعة". (مشكوٰة المصابيح، باب الخلع والطلاق، الفصل الثاني: ۲/۲۸۴، قديمي)

ہے کہ وہ غیر محرم کے مکان پر فروخت ہوکر رہی اور اس نے وہاں الگ ہونے کی کوشش نہیں کی اور جب بقاعدۂ شرعی اس کا نکاح ہوگیا تو وہاں سے نکل کر اپنے ماں باپ کے گھر آ گئی، باپ ایسا دیوث نکلا کہ اس نے بغیر نکاح کے لڑکی کو زید کے حوالہ کردیا، لڑکی کو یہاں بلا نکاح رہتے ہوئے کوئی غیرت نہیں آئی۔

زید بھی ایسا کمینہ ہے کہ غیر عورت کو بلا نکاح چھ سال تک استعمال کرتا رہا جس سے دو بچے بھی پیدا ہوئے۔ یہ سب معاشرہ میں غضبِ الٰہی کا مورد ہے۔ اللہ تعالیٰ بڑے ہی حلیم ہیں جو غضب نازل نہیں فرماتے۔ اب اگر اپنی اصلاح چاہتے ہیں تو یہ سب کے سب افراد خدا کے سامنے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، توبہ کریں (۱) اور لڑکی کو زید سے علیحدہ کردیا جائے (۲)، کوئی تعلق نہ رہے تاوقتیکہ اس سے بکر کا تعلق زوجیت منقطع ہوکر اس کی عدت پوری نہ ہوجائے، اس کے بعد زید سے نکاح کی اجازت ہوگی (۳)۔ معلوم ہوتا ہے کہ بکر اس

(۱) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً، الخ". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمى)

(وكذا في روح المعاني تحت آية: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما". (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/۱۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/۲۴۸، غفارية)

(۳) "ومنها ألا تكون معتدة الغير (أيضاً) لقوله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ [البقرة: ۲۳۵]: أي ماكتب عليها من التربص، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

کو جدا کرنا نہیں چاہتا، اسی لئے دوسال تک مقدمہ چلا، جب شوہر حقوقِ زوجیت ادا کرے تو بیوی کو تفریق کا حق نہیں(۱) اور ایسی صورت میں نکاح ثانی کی اجازت نہیں دی جائے گی(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۵/۹۰ھ۔

=(وکذا فی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعید)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان﴾ (البقرة: ۲۲۹)

"حتی لو عجز عن حق النفقة، لا یثبت لها حق المطالبة بالتفریق". (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فیما یبطل به الخیار: ۳/۶۰۳، بیروت)

(۲) کیونکہ منکوحۃ الغیر ہے اور منکوحۃ الغیر سے نکاح درست نہیں:"لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تکون منکوحة الغیر: ۳/۴۵۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعید)

فصل فی النکاح الموقّت

(نکاحِ مؤقّت کا بیان)

نکاحِ متعہ کے احکام

سوال [۵۳۷۴]: اگر کوئی عالم نکاح متعہ کررہا ہے، جانتے ہوئے بھی کہ نکاحِ مؤقت حرام ہے، پھر اس سے وطی کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس پر حدزنا ثابت ہونی چاہیئے۔ پھر اس سے نسب ثابت ہوگا یا نہیں؟ اور منجانبِ شریعت حدزنا کے علاوہ کوئی دوسرا حکم لگایا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"نكاح المتعة باطل لا يفيد الحل ولايقع عليها طلاق، ولا إيلاء ولا ظهار، ولا يرث أحدهما من صاحبه، هكذا في فتاوى قاضي خان. في ألفاظ النكاح، وهوأن يقول لامرأة خالية من الموانع: أتمتع بك كذا مدةً: عشرة أيام مثلاً، أو يقول: أياماً، ومتعني نفسك أياماً أو عشرة أيام،أولم يذكره أياماً بكذا من المال، كذا في فتح القدير". فتاوى عالمگیری: ۲/ ۳۲۰(۱)۔

نکاحِ متعہ باطل ہے، اس سے عورت حلال نہیں ہوگی اور اس پر نکاح کے شرعی احکام مرتب نہیں ہوں گے۔ حدزنا جاری کرنے کیلئے جو شرائط ہیں، وہ یہاں موجود نہیں (۲)، اگر ترکِ تعلقات اصلاح کیلئے مفید ہو تو وہ

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات ومما یتصل بذلک مسائل: ۱/ ۲۸۲، ۲۸۳، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۱۸۹، ۱۹۰، رشیدیة)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/ ۵۱، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/ ۲۴۶، بیروت)

(۲) شرائطِ حدود میں سے ایک شرط قاضیٔ مختار اور قاضی شرعی ہونا اور دارالاسلام کا ہونا بھی ضروری ہے، لیکن چونکہ ہندوستان دارالحرب ہے اس لئے دارالحرب ہونے کی وجہ سے یہاں پر حدودِ زنا جاری نہیں کی جاسکتیں: قال رحمه الله: =

بھی ایک سزا ہے (۱)۔ عالم سے بعید ہے کہ وہ نکاحِ باطل اور حرام کو ختیار کرے، تحقیق ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۱/۹۲ھ۔

اگر منکوحہ کو مرد کی نیت توقیت کا علم نہ ہو تو کیا نکاح مؤقت ہوگا؟

سوال[۵۳۷۵]: زید نے ایک عقد خفیہ طور پر دو گواہوں کے روبرو کیا، اور عقد کے وقت ارادہ کرلیا کہ اس عقد کو اس وقت تک کیلئے کرتا ہوں جب تک کہ منکوحہ کا اچھا پیام دوسری جگہ سے آوے، کیونکہ اس عقد کا حال بوجہ خفیہ ہونے کے معلوم نہ ہوگا تو کوئی نہ کوئی ضرور پیام بھیجے گا اور اس شرط پر عقد کے مؤقت کو ایک گواہ کے سامنے تو بیان کیا اور دوسرے گواہ نے اس شرط کو ثقلِ سماعت یا عدمِ توجہی یا بُعدِ مقام کی وجہ سے نہیں سنا حالانکہ وہ وہاں موجود تھا مگر وہ گواہ اس شرط کو سننے کا منکر ہے (پھر بھی یہ شرط عقدِ مؤقت اس منکر گواہ کو دوسرے

= "(وبزنا في دارحرب أو بغي): أي لا يجب الحد بزنا في دارالحرب أو في دارالبغي ..... لقوله عليه الصلاة والسلام: "لاتقام الحدود في دارالحرب". (تبيين الحقائق، كتاب الحدود، باب الوطئ الذي يوجب الحد و الذي لا يوجبه: ۳/۵۸۰، دارالكتب العلمية بيروت)

دوسری وجہ: مستاجرہ پر حدِ زنا جاری نہیں کی جاتی جبکہ نکاحِ متعہ بھی ایک قسم کا اجارہ ہے: "ولا حد بالزنا بالمستأجر له: أي للزنا، والحق وجوب الحد.

(الدرالمختار، كتاب الحدود باب الوطئ الذي يوجب الحد والذي لايوجبه. مطلب لاتكون اللواط في الجنة، ۴/۲۹، سعيد)

تیسری وجہ: اقامت حد کیلئے امام شرط ہے جبکہ دورِ حاضر میں اسلامی حکومت نہیں ہے: "وركنه إقامته الإمام أو نائبه في الإقامة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الأول: ۲/۱۴۳، رشيديه)

(۱) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال، لقلّته، ولا يجوز فوقها إلا إذا كان الهجران في حقٍ من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة و الرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب البر والصلة، باب الهجرة: ۲۲/۲۲۱، دارالكتب العلميه بيروت)

موقع پر تنہائی میں سنادی گئی تھی)۔ خیر! تو یہ شرط عقدِ موقت ایک گواہ کو سنادی گئی، تو اس کے بعد بغیر تبدیلِ مقام دو گواہوں کے روبرو زید مذکورہ ولی مستورہ کے مابین ایجاب وقبول ہو گیا، مگر عینِ ایجاب وقبول میں یہ کوئی شرط مذکور نہیں ہوئی۔ تو از راہ کرم آگاہ فرمایئے کہ یہ عقد از روئے شریعت منعقد ہو گیا یا نہیں؟ نیز منکوحہ کی والدہ زید کی محرم ہوئی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سائل نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس مخفی شرط کو مخطوبہ یا ولی مخطوبہ کے سامنے بھی پیش کیا ہے یا نہیں، اگر مخطوبہ کے سامنے اس شرط کو پیش کیا اور اس نے اس کو قبول کیا، یا اس کے نابالغ ہونے کی صورت میں اس کے ولی کے سامنے پیش کیا اور اس نے قبول کیا تو شرعاً یہ عقد صحیح نہیں ہوا، بلکہ باطل ہوا، اس پر نکاح کے احکام مرتب نہیں ہوں گے اور محض عقد کی وجہ سے بغیر ہمبستری کے اسکی والدہ محرم نہیں ہوگی: "وبطل نکاح متعة وموقت وإن جهل المدة". در مختار (۱)۔

اور اگر مخطوبہ اور ولی مخطوبہ کے سامنے یہ شرط پیش نہیں کی، وہ اس سے بالکل بے خبر ہے تو محض نیت کرنے یا خفیہ طور پر گواہوں سے کہہ دینے کی بناء پر یہ نکاح مؤقت نہیں ہوا، بلکہ نکاح درست ہو گیا، جیسے کوئی اس نیت سے نکاح کرے کہ میں اتنی مدت کے بعد اس کو علیحدہ کر دوں گا، یہ نکاح مؤقت میں داخل نہیں بلکہ یہ نکاح صحیح ہے اور اس صورت میں اس کی والدہ محض نکاح کی وجہ سے بغیر ہمبستری کے بھی زید کی محرم ہو جاوے گی اور اس کے اوپر کل نکاح کے احکام مرتب ہوں گے:

"ولیس منه مالو نکحها علی أن یطلّقها بعد شهر أو نوی مکثه معها مدةً معینة". در مختار (۲)۔

---

(۱) (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/ ۵۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۱۸۹، ۱۹۰، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/ ۳۳۱، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

(۲) (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/ ۵۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۱۹۰، رشیدیه) ...... =

"وحرم المصاهرة بنت زوجته الموطوءة وأمّ زوجته وجدتها مطلقاً بمجرد العقد الصحيح وإن لم تؤطأ الزوجة، لما تقرر أن وطئ الأمهات يحرم البنات، و نكاح البنات يحرم الأمهات". درمختار (۱)۔

"(قوله: بمجرد العقد) أى: بالعقد المجرد عن الوطئ، وقدبيّن ذلك بقوله: و إن لم توطأ أخرج بالصحيح العقدَ الفاسدة، فإن أمها لاتحرم بمجرده بل بالوطئ أوما يقوم مقامه من المس بشهوة ونظر الشهوة". طحطاوی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۱۲/۱۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/ ۳۳۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/ ۳۰، ۳۱، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۶۵، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/ ۴۶۰، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/ ۱۴، دارالمعرفة بيروت)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/ ۱۴، دارالمعرفة بيروت)

فصل فی نکاح زوجة المفقود والغائب

(مفقود الخبر اور غائب شخص کی بیوی کے نکاح کا بیان)

زوجۂ مفقود کے نکاحِ ثانی کے بعد زوجِ اول کا جوگی بن کر آنا

سوال[۵۳۷۶]: آمنہ کا نکاح منظور احمد سے ہوا، لیکن کچھ عرصہ کے بعد منظور احمد لا پتہ ہوگیا، تقریباً ۹/ سال کے بعد آمنہ نے دار العلوم دیوبند سے استفسار کرنے کے بعد عقدِ ثانی کرلیا۔ اب نکاحِ ثانی کے ۱۶/ سال بعد ایک شخص جوگی کی حالت میں آیا ہے جس کے بارے میں لوگوں کا گمان ہے کہ یہی منظور احمد ہے، منظور احمد اس وقت بحالتِ جوگی زندگی گذار رہا ہے۔ گاؤں کی عورتیں آمنہ سے کہتی ہیں کہ تم زوجِ ثانی کیلئے جائز نہیں رہی، جس سے آمنہ بہت پریشان ہے، زوجِ ثانی سے تین چار بچے بھی ہیں، اس لئے جواب سے جلد نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس جوگی سے دریافت کرلیا جائے کہ وہ واقعۃً منظور احمد ہی ہے یا اور کوئی ہے؟ اور کیا اس نے مذہبِ اسلام ترک کرکے نعوذ باللہ کفر اختیار کرلیا ہے، اگر ایسا ہے تو کتنی مدت سے؟ اگر خدانخواستہ یہی صورت پیش آئی ہے اور اس کی تبدیلیٔ مذہب کے بعد اس کی بیوی نے قاعدۂ شرعی کے موافق دوسرا نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے اور اولاد بھی سب صحیح ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۶/۳/۹۴ھ۔

---

(۱) اگر واقعتاً شوہر مرتد ہوگیا ہے تو مذکورہ عورت کا بعد از عدت دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے: "وارتداد أحدهما أي: الزوجين فسخٌ، فلا ينقص عدداً عاجلٌ بلا قضاء: أي بلا توقف على قضاء القاضي". (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۹۳/۳، ۱۹۴، سعيد)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب العاشر في نكاح الكفار: ۳۳۹/۱، رشيديه) ... =

زوجۂ مفقود الخبر کے نکاحِ ثانی کے بعد کسی شخص پر شوہر اول کا شبہ

سوال[۵۳۷۷]: منظور احمد قبل تقسیمِ ملک مشرقی پاکستان چلا گیا تھا اور وہیں بیمار ہو کر اسپتال میں داخل ہو گیا تھا، جس کی اطلاع ایک آدمی نے وہاں سے آکر دی تھی۔ تقسیم ملک کے بعد خط وکتابت کا سلسلہ بند ہو گیا تھا، جب خط وکتابت کا سلسلہ جاری ہوا تو اس نے گھر پر اپنے زندہ ہونے کا کوئی خط تحریر نہیں کیا۔ اس پر نو سال کا عرصہ گذر گیا۔ پھر دارالعلوم دیوبند سے استفسار کیا گیا، دارالافتاء نے جواب دیا کہ:''معاملہ سے واقف پانچ آدمیوں کی ایک پنچایت مقرر کی جائے جس میں ایک عالم بھی ہو، اور وہ اخبار وغیرہ میں اشتہار دیں کہ منظور احمد جہاں کہیں بھی ہو فوراً گھر آوے، یا اپنی خیریت سے مطلع کرو، ورنہ تمہیں مردہ تصور کر کے تمہاری بیوی عدتِ وفات گذار کر دوسرا نکاح کرے گی''۔ چنانچہ اس پر عمل کرنے کے بعد آمنہ نے دوسرا نکاح کر لیا۔

۱۷/ سال بعد ایک شخص منظور احمد نامی بحالتِ جوگی آیا، جس کے بارے میں لوگوں کو شبہ ہے کہ یہ آمنہ کا پہلا شوہر ہے، لیکن خود اس جوگی نے گاؤں کے معزز آدمیوں کے سامنے قسم کھا کر کہا کہ میں آمنہ کا شوہر نہیں ہوں، لیکن جب دوسرے لوگوں نے کہا کہ پہلے تو تم کہتے تھے میں آمنہ کا شوہر ہوں، تو جواب دیا کہ کسی مجبوری پر قسم کھا لیا تھا۔ منظور احمد کے والد فیض اللہ صاحب شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہ میرا لڑکا ہے۔ منظور احمد پھر لاپتہ ہو گیا، اس لئے مزید اس سے کچھ پوچھا نہیں جا سکتا۔ اگر مان لیا جائے کہ وہ منظور احمد ہی تھا اور اسلام ترک نہیں کیا تو آمنہ دوسرے شوہر کیلئے جائز رہی یا نہیں، جبکہ پنچایت کے فیصلہ کے بعد عقدِ ثانی کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بھی ممکن ہے کہ وہ منظور احمد نہ ہو، کیونکہ نہ اس نے اقرار کیا، نہ اس کو قطعی طور پر کسی نے پہچانا، حتی کہ اس کے والد نے بھی صرف شبہ ظاہر کیا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ منظور احمد ہو، اور اس نے اسلام ترک کر کے جوگ اختیار کیا ہو، اسی وجہ سے اس نے قسم کھائی ہو کہ میں آمنہ کا شوہر نہیں ہوں، غرض احتمالات کی بناء پر آمنہ کے

= (وكذافي مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳۷۲/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذافي البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳۷۳/۳، رشيديه)

دوسرے نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا کیونکہ شرعی فتوے اور فیصلہ کے بعد ہوا ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۳/ ۵/ ۹۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/ ۵/ ۹۴ھ۔

شوہر کے لاپتہ ہونے پر اس کو مردہ سمجھ کر اس کی بیوی سے نکاح

سوال [۵۳۷۸]: زید اپنی بیوی سے ناراض ہو کر چلا گیا، چار سال ہوگئے۔ زید کے بھائی بکر نے یوں خیال کر کے کہ شاید زید مر گیا ہو، زید کی عدم موجودگی میں بھاوج سے خود شادی کر لی۔ جب زید کو معلوم ہوا تو زید نے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دیا، جب بکر کو معلوم ہوا تو زید سے کہا کہ چونکہ تم موجود ہو اس لئے تم اس کے مالک ہو، میں چھوڑ دیتا ہوں۔ اب یہ کس طرح نکاح میں ہے، حلالہ کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس بھائی نے اپنے بھائی کی عدم موجودگی میں نکاح کیا تھا یہ جائز نہیں تھا (۲)، پھر اس کی زندگی معلوم ہونے پر اس نے اس کی بیوی کو چھوڑ دیا تو اس سے اصلی نکاح ختم نہیں ہو گیا تھا، اس لئے حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اگر وہ تین طلاق لکھ کر بھیج چکا ہے تو طلاق مغلظہ ہوگئی (۳)، اب بغیر حلالہ کے اس کے لئے جائز نہیں ہوسکتی (۴)،

---

(۱) (قد مر تخريجه تحت عنوان: ''زوجۂ مفقود کے نکاح ثانی کے بعد زوجِ اول کا جوگی بن کر آنا''۔)

(۲) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(وكذافي بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألاتكون منكوحة الغير: ۳/ ۴۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "وإن كانت مرسومةً يقع الطلاق، نوى أو لم ينو. ثم المرسومة لا تخلوا: إما إن أرسل الطلاق بأن كتب: أما بعد! فأنت طالق، فكما كتب هذا يقع الطلاق، وتلزمها العدة من وقت الكتابة". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الفصل السادس في الطلاق بالكتابة: ۱/ ۳۷۸، رشيديه)

(وكذافي ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الطلاق بالكتابة: ۳/ ۲۴۶، سعيد)

(۴) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، الخ". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق فصل فيما تحل به المطلقة: ۱/ ۴۷۳، رشيديه) .... =

اس صورت میں اس بھاگ جانے والے کے بھائی کو چاہیئے کہ بعد عدت اس عورت سے نکاح کرلے، یہ نکاح جائز ہوجائے گا(۱) اور جو بچے پیدا ہو چکے ہیں ان کی پرورش کا بھی انتظام ہوجائے گا۔

اگر اصلی شوہر نے تین طلاق لکھ کر نہیں بھیجی بلکہ طلاق رجعی بھیجی ہے تو عدت کے اندر اس کو رجعت کا حق حاصل ہے(۲)، بعد عدت بائنہ ہوجائے گی، پھر طرفین کی رضامندی سے دوبارہ نکاح کی اجازت ہوگی، حلالہ کی ضرورت نہ ہوگی(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۵/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ ۲۴/۵/۸۸ھ۔

زوجۂ مفقود کا نکاحِ ثانی اور بچہ

سوال[۵۳۷۹]: ہندہ کے خاوند زید نے برائے طلبِ روزی جہاز کا سفر کیا تھا، آج تین سال

= (وكذافي النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۱/۴۳۸، إمداديه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۱/۴۳۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقرة: ۲۳۵)

(۲) "وإذا طلق الرجل امرأته تطليقةً رجعيةً أو تطليقتين، فله أن يراجعها في عدتها، رضيت بذلك أو لم ترض". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة وفيما تحل به المطلقة: ۱/۴۷۰، رشيديه)

(وكذافي التاتارخانيه، كتاب الطلاق، مسائل المحلل وغيرها، الفصل الثالث والعشرون: ۳/۴۰۳، إدارة القرآن كراتشي)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۴۱۳، ۴۱۴، إمداديه ملتان)

(۳) "إذا كان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۱/۴۷۲، ۴۷۳، رشيديه)

(وكذافي تبيين الحقائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۳/۱۶۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذافي النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/۴۲۰، ۴۲۱، امداديه ملتان)

گذر گئے زید کا کچھ پتہ نہیں آیا، زید زندہ ہے یا مردہ، لیکن غالب گمان ہے کہ زید زندہ نہیں۔ اور ہندہ نے شدتِ خوف، ابتلائے معاصی وغیرہ کے دوڈھائی سال انتظار کر کے بدونِ حکمِ حاکم گورنمنٹ، بدونِ حکم پنچایت زوجِ آخر سے نکاح کیا اور چھ مہینہ میں ہندہ کے بطن سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ زید شرعاً مفقود ہے یا نہیں؟ اگر مفقود ہے تو ہندہ کا بدونِ پنچایت وبدونِ حکم حاکم فسخِ نکاح میں خودمختار ہو کر مدتِ مذکورہ بالا میں زوجِ آخر سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو اب شرعاً ان پر کیا حکم ہے؟ نیز اس بچہ کا کیا حکم ہے؟ واضح ہو کہ زوجِ آخر کو بھی زید کے لاپتہ ہونے کا علم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ زید کا کوئی پتہ نہیں تو وہ مفقود ہے:"هو (أي المفقود) غائب لم يدر أحيٌّ هو فيتوقع، أم ميت، أودع اللحد، اه". تنویر: ۳/ ۵۰۷(۱)۔ ہندہ کا صورت مسئولہ میں نکاح زوجِ آخر سے شرعاً صحیح نہیں بلکہ فاسد ہے اور اس نکاح کا فسخ اور مفارقت ومتارکت واجب ہے اور یہ بچہ شبہۃ العقد یا شبہۃ المحل کی وجہ سے ثابت النسب ہے، مگر زوجِ ثانی سے میراث کا مستحق نہیں:

"ولا حد بشبهة العقد عنده كوطء محرم نكحها، وحرر في الفتح أنها من شبهة المحل، وفيها يثبت النسب، اه". درمختار۔ "(قوله: كوطء محرم نكحها) أي: عقد عليها، أطلق في المحرم نسباً ورضاعاً وصهريةً، وأشار إلى أنه لو عقد على منكوحة الغير أو معتدته .... فإنه لا حد بالاتفاق، اه". ردالمحتار مختصراً: ۲/ ۲۳۶(۲)۔

"ويجب مهر المثل في نكاح فاسد بالوطء لا بغيره .... ولكل واحد منهما

---

(۱) (تنوير الأبصار مع الدر المختار: ۴/ ۲۹۲، كتاب المفقود، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن: ۱۳/ ۳۹، كتاب المفقود، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في المبسوط للسرخسي: ۱۱/ ۳۶، كتاب المفقود، غفاريه كوئٹه)

(۲) (رد المحتار على الدر المختار: ۴/ ۲۳، ۲۴، كتاب الحدود، مطلب: الحكم المذكور في بابه أولى من المذكور في غير بابه، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۵/ ۱۹، ۲۵، كتاب الحدود، باب الوطئ، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲/ ۴۷، كتاب الحدود، الباب الرابع في الوطئ الخ، رشيديه)

فسخه ...... وتجب العدة .... من وقت التفريق أو متاركة الزوج، ويثبت النسب احتياطاً، وتعتبر مدته وهي ستة أشهر من الوطء، اه". در مختار مختصراً۔ "أما الإرث فلا يثبت فيه (قوله: احتياطاً): أي في إثباته لإحياء الولد، اه". شامی: ۵۷۷/۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۶/۶۴ھ۔

زوجۂ غائب کے نکاح کی صورت

سوال[۵۳۸۰]: زید نے نابالغہ لڑکی کا نکاح بعمر چھ سال کر دیا تھا۔ اس وقت لڑکے کی عمر دس سال کی تھی۔ جب لڑکی بالغہ ہوئی اور لڑکا بھی بالغ ہو گیا تو بغیر اطلاع کئے وہ لڑکا کہیں فرار ہو گیا، جب تین سال گزر گئے تو لڑکے کے والد نے کہا کہ شاید میرا لڑکا مر گیا، تم اپنی لڑکی کی شادی کہیں اور کر دو۔ چار سال میں ایک ماہ کم تھا کہ دوسری جگہ نکاح پڑھا دیا۔ اب وہ لڑکی دوسرے شوہر کے گھر ایک ہفتہ سے تھی کہ پہلا شوہر آ گیا، لیکن اب وہ لوگوں کے بہکانے سے طلاق نہیں دیتا۔ لڑکی نہایت شریف ہے۔ ایسی صورت میں یہ عورت کون سے شوہر کی ہے؟ جو لوگ دوسرے نکاح میں تھے ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۱......دوسرا نکاح درست تھا یا نہیں؟

۲......دوسرے شوہر کی عدت ہوگی یا نہیں جب کہ صحبت بھی ہو چکی ہو؟

۳......یہ عورت کون سے شوہر کی ہے؟

۴...... جس نکاح خواں نے دوبارہ نکاح پڑھایا اس کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱......دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا(۲)۔

---

(۱) (رد المحتار على الدر المختار: ۱۳۱/۳-۱۳۲، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۳۰/۱، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانيه: ۱۱/۳، الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۰/۱، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه) .... =

۲.....اگر دوسرے شوہر کو معلوم نہیں تھا کہ اس کا نکاح کسی اَور سے ہو چکا، نہ اس نے طلاق دی ہے، نہ تفریق شرعی کرائی گئی، نہ شوہر کے انتقال کی تحقیق ہے تو اس سے جدائی کرا کے لڑکی کی عدت بھی پوری کرائی جائے (۱)۔

۳.....یہ عورت پہلے شوہر کی بیوی ہے (۲)۔

۴.....اس کی عورت نکاح سے خارج نہیں ہوئی، البتہ اگر اس نے باوجود علم کے ایسا کیا تو وہ گناہ گار ہے، اس کو توبہ لازم ہے۔ جو لوگ دوسرے نکاح میں تھے ان کو بھی دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں، پہلا نکاح سب

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير: ۳۵۱/۴، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في رد المحتار: ۲۳۲/۳، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد، سعيد)

(وكذافي التاتارخانيه: ۱۱/۳، كتاب النكاح، الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "لو كان النكاح فاسداً، ففرق القاضي، إن قبل الدخول، لا تجب العدة .... وإن فرق بعد الدخول، كان عليها الاعتداد من وقت التفريق، وكذا لو كانت الفرقة بغيرقضاء". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵۲۶/۱، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۵۴۹/۱، كتاب الطلاق، باب العدة، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانيه: ۱۱/۳، الفصل التاسع في النكاح الفاسد وأحكامه، إدارة القرآن كراچي)

(۲) "وقد صح رجوعه (أي رجوع عمر رضي الله تعالىٰ عنه) إلى قول علي رضي الله عنه، فإنه كان يقول: ترد إلى زوجها الأول، ويفرق بينها وبين الآخر، لها المهر بما استحل من فرجها، ولا يقربها الأول حتى تنقضي عدتها من الآخر. بهذا كان يأخذ إبراهيم رحمه الله، وبه نأخذ أيضاً؛ لأنه تبين أنها تزوجت وهي منكوحة، ومنكوحة الغير ليست من المحللات، بل هي من المحرمات في حق سائر الناس". (مبسوط السرخسي: ۴۰/۱۱، كتاب المفقود، غفاريه)

(وكذا في إعلاء السنن: ۶۲/۱۳، باب: إذا قدم المفقود الخ، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۳۰۰/۲، كتاب المفقود، رشيديه)

(وكذا في التاتار خانيه: ۲۱۲/۵، الفصل الأول في تفسير المفقود، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الحيلة الناجزة، ص: ۶۷ – ۶۹، واپسی مفقود کے اُحکام، دارالاشاعت کراچی)

کا باقی ہے، توبہ سب کو لازم ہے(۱)۔

پہلے شوہر کو لازم ہے کہ اس کو شرعی طور پر آباد کرے، اس پر کوئی تہمت نہ لگائے، ورنہ سخت گنہ گار ہوگا۔ اگر اس کو آباد کرنا منظور نہیں تو طلاق دیدے تا کہ اس کی زندگی تباہ نہ ہو(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/ ۸۸ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---
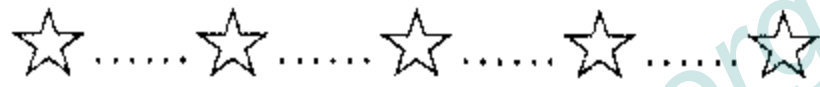
(۱) "اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على صحيح مسلم: ۲/ ۳۵۴، كتاب التوبة، قديمي)

(وكذا في روح المعاني: ۲۸/ ۱۵۹، مبحث في: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ [التحريم: ۸]، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) قال الله تعالى ﴿فإمساك بمعروف أو تسريح بإحسان﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"يجب (الطلاق) لَوْ فاتَ الإمساك بالمعروف". (الدر المختار: ۳/ ۲۲۹، كتاب الطلاق، سعيد)

فصل فی نکاح منکوحۃ الغیر
(منکوحۂ غیر سے نکاح کا بیان)

شوہر والی عورت کا بغیر طلاق کے نکاح

سوال[۵۳۸۱]: ۱.....ایک نکاح بغیر طلاق کے ہوا اور دلہن بھی تخمیناً چار ماہ سے مطلقہ ہوئی ہے۔ آیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

۲.....اگر دولہا سے کہا جاتا ہے کہ تمہارا نکاح حرام ہوا تو وہ کہتا ہے کہ سب کا نکاح ناجائز اور میرا جائز ہے۔ اب آیا اس کے کہنے کا کچھ تدارک بھی ہے یا نہیں، جب کہ وہ کہنے پر سرکشی کرتا ہے؟

۳.....جو باراتی اس نکاح میں شامل تھے ان کے نکاح میں کچھ فرق آیا یا نہیں، جب کہ سمجھتے تھے کہ دلہن مطلقہ بھی نہیں ہے؟

۴.....بعض باراتیوں کو بالکل علم نہیں تھا کہ نکاح ہوا ہے یا نہیں، اب اس میں عمداً یا سہواً کا فرق لگایا جائیگا یا نہیں؟ دلہن کے گاؤں کے پیش امام صاحب نے نکاح بھی نہیں پڑھایا، بلکہ دوسرے گاؤں کے آدمی کو رشوت دے کر نکاح پڑھوایا۔ کچھ جہلاء کا یہ خیال یہ سمجھ کر کوشش کی، کچھ لوگ حقیقۃً مکروہ سمجھتے تھے مگر اس قدر مکروہ نہیں سمجھتے تھے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....کسی دوسرے کی منکوحہ سے نکاح کرنا حرام ہے جب تک پہلا شوہر طلاق نہ دیدے اور مدخولہ ہونے کی صورت میں عدت نہ گذر جائے (۱)۔

(۱) "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وكذلك المعتدة". (الفتاوی العالمکیریة، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألاتكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت) ....=

۲.....حرام کوحلال کہنا سخت گناہ ہے اسی طرح حلال کوحرام کہنا جرمِ عظیم ہے(۱)، ایسا کہنے والے کوتوبہ کرنالازم ہےاورتجدیدایمان اورتجدیدنکاح بھی کرلیناچاہیے(۲)۔

۳.....باوجودعلم کےاورمکروہ سمجھ کرایسا کرنا گناہ عظیم ہے جوشخص کسی حرام قطعی کوحلال اعتقاد کرے اس کوتجدیدایمان اورتجدیدنکاح کرنالازم ہے، كما صرح به في البحر و ردالمحتار و غير هما من الكتب الفقهية"(۳)۔

۴.....جس کوعورت کے غیر مطلقہ ہونے کاعلم نہیں تھااس کا نکاح نہیں ٹوٹااورگناہ بھی نہیں ہوااورجس کو علم تھاپھربھی وہ شریک ہوااس کابھی نکاح نہیں ٹوٹامگروہ گنہ گار ہواہےاس کوتوبہ کرناچاہیے(۴)۔اورجواس حرام

= (وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث، المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۴۲، رشيديه)

(وكذافي التفسير المظهري، (پ: ۵): ۲/۶۴، حافظ كتب خانه كوئته)

(۱) "والأصل أن من اعتقد الحرام حلالاً، فإن كان حراماً لغيره كمال الغير، لا يكفر. وإن كان لعينه، فإن كان دليله قطعياً كفر، وإلا فلا". (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۶، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، مطلب: إذا استحل المحرم على وجه الظن الخ: ۴/۲۴، سعيد)

(وكذا في الدر المختار، باب المرتد، مطلب: جملة من لا يقتل إذا ارتد: ۴/۲۴۶، ۲۴۷، سعيد)

(۲) "ما كان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح بينه وبين امرأته، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط". (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المرتد: ۱/۶۸۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"مايكون كفراً اتفاقاً، يبطل العمل والنكاح، وأولاده أولاد زنا. وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح". (الدرالمختار، كتاب الجهاد، باب المرتد: ۴/۲۴۶-۲۴۷، سعيد)

(۳) (راجع الحاشية رقمها: ۱، ۲)

(۴) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على صحيح لمسلم. ۲/۳۵۴، كتاب التوبة، قديمي) ..... =

نکاح کو حلال قطعی اعتقاد کر کے شریک ہوا ہے اس کو دوبارہ نکاح کرنا چاہیے، اور تجدید ایمان بھی کر لے(۱)۔ اور اس عورت کو اس شخص سے علیحدہ کرنا ضروری ہے، تاوقتیکہ اس کو طلاق ہو کر عدت نہ گذر جائے (۲)، جب طلاق ہو جائے اور عدت بھی گزر جائے تو دوبارہ نکاح کر کے رکھنا درست ہے (۳)۔ اور اس بات کو نہ مانے تو اس سے قطع تعلق کر دیا جائے (۴)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۵/۳/۲۷ھ۔

بغیر طلاق دوسرے شخص سے نکاح

سوال[۵۳۸۲]: لڑکی کی شادی گاؤں میں ہوئی تھی، لڑکی جب شوہر کے گھر گئی تو شوہر نے بیوی کی

= قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یعمل سوءً ا أو یظلم نفسه، ثم یستغفر اللہ، یجداللہ غفوراً رحیماً﴾ "قالوا: یجب علی کل مسلم أن یتوب إلی اللہ حین یصبح وحین یمسی". (تنبیه الغافلین، ص: ۲۰، باب آخر من التوبة، مکتبه حقانیه پشاور)

(۱) (راجع، ص: ۷۲، رقم الحاشیة: ۱)

(۲) "بل یجب علی القاضی التفریق بینهما، الخ". (الدر المختار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحکامه: ۱/۳۳۰، رشیدیه)

(وکذا فی المحیط البرهانی، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحکامه: ۳/۲۴۸، غفاریه کوئٹه)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التی تحیض ثلاثة قروء: أی حیض، لقوله تعالی: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾". (مجمع الأنهر، باب العدة: ۱/۴۶۴، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

(۴) "قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولایجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حقٍ من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علی مر الأوقات ما لم یظهر منه التوبة والرجوع إلی الحق". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰة المصابیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، رشیدیه) ....=

طرف توجہ نہیں کی، پتہ چلا کہ لڑکے کا تعلق بھاوج سے ہے، لڑکی کو اس بارے میں جب پورا اطمینان ہوگیا تو اس نے روکنے کی تدبیر کی مگر کامیاب نہ ہوئی، مجبوراً لڑکی جب اپنے گھر آئی تو والدہ سے یہ قصہ بیان کیا۔ داماد کو بلایا گیا، سمجھایا گیا مگر وہ باز نہیں آیا۔

لڑکی نے سسرال جانے سے انکار کردیا، کئی مرتبہ لڑکے والے لینے کیلئے آئے مگر لڑکی قطعاً تیار نہیں ہوئی، پنچایتیں ہوئیں، طے پایا کہ لڑکا بھی یہیں رہے گا جس کے لئے لڑکا تیار نہیں ہوا۔ لڑکے نے بدمعاش کے ذریعہ لے جانے کی سعی کی۔ لڑکی غریب گھرانے کی تھی، ذرائع نہ بنے، پریشان ہوکر ایک دوسری جگہ انتظام کردیا۔ لڑکے نے وہاں بھی سعی کی، بذریعہ پولیس گرفتاری کی سعی کی، مگر لڑکی پر قابو نہیں پاسکے۔ لڑکا نہ طلاق دینے کے لئے تیار ہے نہ فیصلے کے لئے۔ لڑکی کا باپ کل سامان بھی واپس کرنے کے لئے تیار ہے۔ کیا ان تمام مجبوریوں میں جہاں وہ لڑکی ہے نکاح ہوسکتا ہے؟

منشی نذیر احمد مرادآباد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح کردیا ہے تو نکاح بالکل درست نہیں ہوا، فوراً ان کو علیحدہ کردیا جائے، جب تک شوہر طلاق نہ دے، یا شرعی طور پر تفریق نہ ہوجائے دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا (۱)۔ اگر لڑکا تعلقِ زوجیت رکھنے اور حقوق ادا

= (وكذا في عمدة القاري، كتاب البر والصلة، باب ما ينهى عنه من التحاسد والتدابر: ۲۲/۲۱۴، ۲۲۱، ۲۲۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) ﴿والمحصنات من النساء﴾ عطف على أمهاتكم يعني حرمت عليكم المحصنات من النساء: أي ذوات الأزواج، لا يحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها أو يطلقها وتنقضي عدتها من الوفاة أو الطلاق". (التفسير المظهري: ۲/۶۴، حافظ كتب خانه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۴۶، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعيد)

کرنے کا وعدہ کرے تو اس کے پاس بھیج دیا جائے، پھر لڑکی اپنے شوہر کے ساتھ مودت وموافقت کر کے اپنی طرف مائل کر سکتی ہے۔ اگر بالکل توقع نہ ہو تو بعوضِ مہر طلاق حاصل کر لی جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۳/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۴/ ۶/ ۸۷ھ۔

ایک شخص کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسرے سے نکاح کرانا

سوال [۵۳۸۳]: زید بہمراہ چند اشخاص بکر کے گھر آیا اور مقصد بیان کیا، جواباً بکر نے کہا کہ ''میں نے اپنی دختر فلانی تیرے لڑکے کو دے دی'' تو زید نے اپنے پسر کیلئے قبول کی، مٹھائی تقسیم ہوگئی۔ بعد انقضائے مدت بروز جمعہ مولانا عبد اللطیف صاحب جامع مسجد کے خدمت میں مع زید کے روبرو درخواست پیش کی کہ میں نے اپنی لڑکی زید کے پسر کو دی تھی اب میری رضا نہیں، کیا میں اپنی لڑکی دوسری جگہ دے سکتا ہوں؟ مولانا موصوف بموجبِ شریعت حکم دیں مجھے منظور ہے۔ مولانا موصوف نے ہر دو کے حلفیہ بیان لئے، ہر دو نے مثلِ سابق بیان دیئے اور رشتہ داروں نے تصدیق کی۔ مولانا موصوف نے فرمایا کہ شرعاً یہی نکاح ہے، دوسری جگہ لڑکی دینے کی شرعاً اجازت نہیں۔ بکر بخیر رہا۔

بعد انقضائے مدت مولانا موصوف نے بغیر فیصلہ زید کے وہی لڑکی خود شامل ہو کر عمر کو نکاح کر دی۔ مولانا موصوف نے کئی مواضعات میں انجمن کی صورت میں حلفاً عہد وقرار لیا کہ آئندہ شادی پر گانے گانا، ڈھول بجانا، آتشبازی کرنا بند ہے، جو اس عہد کو توڑے گا اس پر بطورِ شریعت وبرادری ڈنڈ لگایا جائے گا، چنانچہ اس پر عمل درآمد بھی ہوا۔ الحاصل ایک شادی میں شریک ہوئے اور از اول تا آخر شریک رہے، مگر عہد وپیان کا کچھ خیال نہ

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان وخافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة و لزمها المال". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثامن في الخلع، الفصل الأول: ۱/۴۸۸، رشيديه)

(وكذا في الهداية، باب الخلع: ۲/ ۴۰۴، مكتبه شركة علميه ملتان)

کیا، آتش بازی کرائی، اس عہد شکنی سے لوگوں کو رنج ہوا۔ اب استدعا یہ ہے کہ حسبِ شریعت مولانا موصوف واہلِ مجلس وحوارییں کو کیا حکم ہے؟

محمد ایوب خان، سکنہ ریالہ، ڈاک خانہ کوبالہ، تحصیل ایبٹ آباد، ضلع ہزارہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک جگہ نکاح صحیح ہوجانے کے بعد دوسری جگہ درست نہیں، نکاح جائز نہیں جب تک شوہر سابق سے علیحدگی، طلاق وخلع وغیرہ کے ذریعہ سے نہ ہوجائے اور عدت نہ گذر جاوے: "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذا المعتدة، کذا فی السراج الوهاج". عالمگیری: ۲/۲۷، رحیمیه(۱)۔

بکر کے الفاظ جو کہ سوال میں درج ہیں کنایاتِ نکاح میں سے ہیں صریح نہیں، نکاح اور رشتہ دونوں کے لئے مستعمل ہیں، پس اگر گواہوں کے سامنے مہر وغیرہ کا ذکر ہوا اور یہ الفاظ نکاح کے لئے کہے گئے اور اس مجلس کو مجلسِ نکاح سمجھا گیا تب تو نکاح ہوا ورنہ نہیں، بلکہ محض وعدہ ہے(۲)، لہٰذا اگر حسبِ تفصیلِ سابق پہلا نکاح صحیح ہوگیا تھا تو دوسرا نکاح صورتِ مسئولہ میں صحیح نہیں ہوا، باوجودِ علم کے اس میں شرکت کرنے والے گناہ گار ہوئے، سب کو عموماً اور مولوی صاحب کو خصوصاً علی الاعلان توبہ کرنا ضروری ہے(۳)۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان، کتاب النکاح، باب فی المحرمات: ۱/۳۶۲، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب النکاح، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعید)

(۲) "وإنما یصح بلفظ تزویج و نکاح؛ لأنهما صریح، وما عداهما کنایة. هو کل لفظ وضع لتملیک عین کاملة، فلا یصح بالشرکة فی الحال، خرج الوصیة غیر المقیدة بالحال، کهبة و تملیک و صدقة و عطیة و قرض وسلم واستیجار و صلح و صرف. وکل ما تملک به الرقاب بشرط نیة أو قرینة و فهم الشهود المقصود، الخ". (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۱۶، ۱۷، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب النکاح: ۲/۳۰۵، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب النکاح: ۲/۱۷۹، إمدادیه ملتان)

(۳) "واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وأنها واجبة علی الفور لایجوز تأخیرها، سواء =

آتشبازی اور گانا ڈھول بجانا وغیرہ ناجائز ہیں اس سے اجتناب ضروری ہے (۱)، البتہ مال کا جرمانہ ایسے مجرموں کو نہیں کرنا چاہیے: "والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال". بحر: ٥/ ٤١ (٢)۔ بلکہ ترک تعلقات وغیرہ دوسری سزائیں مقرر کی جائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۱/۵۳ھ۔

صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ،　　صحیح: عبد اللطیف، ناظم مدرسہ، ۱۵/ محرم/ ۵۳ھ۔

منکوحۂ غیر سے نکاح

سوال [۵۳۸۴]: زید نے مثلاً منکوحۂ عمر سے نکاح ناجائز کیا، زید کو عمر نے متعدد بار مختلف ذرائع سے مثلاً: خط وکتابت، زبانی، اشتہار عام سے اطلاع دی کہ زید میرے (عمر) کے ساتھ شریعت کرلے، مگر زید روپوش ہوکر منکوحۂ عمر کو ساتھ لے کر کراچی چلا گیا۔ اب اس صورت میں جبکہ زید نے منکوحۂ غیر سے نکاح کر کے اس کو حلال جانا، نیز شریعت سے انکار وانحراف کیا۔ زید کے لئے کیا حکم ہے؟

عمر الدین، شمس آباد۔

= كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً. والتوبة من مهمات الإسلام وقواعده المتأكدة، ووجوبها عند أهل السنة بالشرع". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ٢/ ٣٥٤، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، سورة التحريم، تحت الآية: ﴿يآيها الذين امنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ٢٨/ ١٥٩، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(١) "ويكره استماع صوت اللهو والضرب به، والواجب على الإنسان أن يجتهد ما أمكن حتى لا يسمع، الخ". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ٨/ ٣٨٠، رشيديه)

"والتغني حرام .... وأما الرقص، والتصفيق والصريخ و ضرب الأوتار والبوق الذي يفعله بعض من يدعي التصوف، فإنه حرام بالإجماع؛ لأنها زيّ الكفار، الخ". (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتب الصلوة، فصل في صفة الأذكار، ص: ٣١٩، قديمي)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحظر والإباحة: ٦/ ٣٤٩، سعيد)

(٢) (البحر الرائق، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ٥/ ٦٨، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب في التعزير بأخذ المال: ٤/ ٦٢، سعيد) .... =

الجواب حامداً ومصلیاً:

منکوحۂ غیر سے نکاح کرنا حرام ہے، لہٰذا زید کا نکاح منکوحۂ عمر سے صحیح نہیں ہوا: "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلك المعتدة، کذافی السراج الوهاج، اهـ". الفتاوی العالمکیریة: ۲/۲۸۸(۱)۔

اگر زید کو علم ہے کہ یہ نکاح حرام ہے اور پھر اس نے حرام نکاح کیا تو شرعاً اس پر حد واجب ہے، اگر حد کے شرائط متحقق ہوں تو اس پر حد جاری کی جائے بشرطیکہ حکومت اسلامی موجود ہو:

"أما نکاح منکوحة الغیر ومعتدته، فالدخول فیه لایوجب العدة .... ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة لکونه زناً، کما فی القنیة وغیرها، اهـ". شامی (۲)۔

شریعت کرلے اور شریعت کرنے سے انحراف کا مطلب اگر یہ ہے کہ شریعت کے موافق فیصلہ کرنے سے انکار کیا تو اس کا جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا یعنی وہ حرام کا مرتکب اور سخت گنہگار ہے، اس کے ذمہ توبہ کرنا لازم ہے۔ اگر شرائط موجود نہ ہوں تو اس سے سب کو قطع تعلق واجب ہے تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کرلے (۳) اور

= (وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیه)

(۱) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی الفقه الإسلامی وأدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۴۶، رشیدیه)

(وکذافی التفسیر المظهری [پ: ۵]: ۲/۶۴، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(۲) (رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۴۲، رشیدیه)

(۳) "قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولایجوز فوقها، إلا إذا کان الهجران فی حق من حقوق الله تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة علی مرّ الأوقات مالم یظهر منه التوبة والرجوع إلی الحق". (مرقاة المفاتیح شرح مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، باب ماینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، رشیدیه) =

اس عورت کو واپس کردے۔ اگر کچھ اور مطلب ہے تو اس کو واضح کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/ ۶/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۱/ جمادی الثانیہ/ ۵۵ھ۔

دوسرے کی منکوحہ سے نکاح

سوال [۵۳۸۵]: بختاور نامی ایک بیوہ عورت سے اُبَن نامی ایک شخص نے اس شرط پر نکاح کیا کہ بختاور کے لڑکے نابالغ مسمی نور محمد کو کوئی بازو لگادیا جائے گا، چنانچہ اُبَن نے اسی شرط کو منظور کرکے اپنی بھانجی مسماۃ واجدل نابالغہ کے والد مسمی ولی محمد سے کہہ کر نور محمد کا نکاح واجدل نابالغہ سے بولایت والدش ولی محمد پڑھوادیا اور اپنا نکاح بختاور مذکورہ سے پڑھوالیا۔ ہر دو نکاحوں کے وقت مجمع کثیر معتبر اشخاص کا موجود تھا، اس واقع کو عرصہ پندرہ سولہ سال کا گزر چکا ہے، بختاور تا حال اُبَن کے گھر آباد ہے۔

یادداشت ریکارڈ کے لئے ریاست ہذا میں اس وقت رجسٹر نکاحات میں نکاح کا اندراج ضروری ہے، لیکن قاضی نکاح خواں نے ان ہر دو نکاحوں کا اندراج نہ کرائے۔ عرصہ ۱۵، ۱۶/ کے بعد جب نور محمد اور مسماۃ واجدل عرصہ تین سال سے بالغ ہیں، نور محمد نے اپنی منکوحہ کو اس کے ورثہ سے طلب کیا برائے شادی تو انھوں نے جواب دیا: اگر ہمارے کسی لڑکے کیلئے کوئی دوسری لڑکی دوگے تو ہم واجدل کی شادی تمہارے ساتھ کردیں گے ورنہ نہیں۔

سابقہ نکاح سے جو مسماۃ واجدل کے والد ولی محمد نے اُبَن کے عوض نور محمد سے کردیا تھا، ولی محمد والد لڑکی اور اس کے دیگر رشتہ داران منحرف ہوگئے اور انکار کردیا کہ ہم نے کوئی نکاح نہ کیا تھا اور نور محمد مذکورہ کی طرف سے دوسری لڑکی نہ ملنے پر انھوں نے واجدل لڑکی کا دوسرا نکاح کسی دوسری جگہ پر کردیا ہے۔ سابقہ ہر دو نکاح کے گواہ چشم دید تیس سے چالیس معتبر وحلفیہ زندہ ہیں، مقدمہ عدالت میں دائر ہے، عدالت کاغذ نکاح کا طلب کرتی ہے، قاضی نکاح خواں فوت ہوچکا۔ اب دریافت طلب امور یہ ہیں کہ:

۱۔ مسماۃ واجدل کا پہلا نکاح جو اس کے لڑکے نے بختاور کے لڑکے نور محمد کیساتھ اس وقت کیا تھا جب کہ ہر دو نابالغ تھے اور جس کے ثبوت میں تیس چالیس گواہ حلفیہ بیان دینے والے اور معمر موجود ہیں جائز ہے یا

= (وکذا في عمدة القاري، كتاب البر والصلة، باب الهجرة: ۲۲/ ۲۲۱، مكتبه خيريه بيروت)

اندراجِ رجسٹر نہ ہونے کے باعث ناجائز ہے؟

۲.....مسماۃ واجدل کا دوسرا نکاح جو اَب اس کے رشتہ داروں اور والد نے دوسری جگہ پر کردیا ہے حلال ہے یا حرام؟ اور اس نکاح سے جو اولاد پیدا ہوگی اس کے متعلق کیا فتویٰ ہے؟

۳.....دوسرے نکاح کا پڑھنے والا اور ہر دو گواہاں جو نکاح میں موجود تھے آیا بہ روئے شرع شریف قابلِ تعزیز ہیں؟ اس مقدمہ کی پیشی مورخہ ۱۰/فروری/۱۹۴۲ء ہے اور یہ فتویٰ عدالت میں ۱۰/تاریخ کو پیش کرنا ہے۔ مفصل بالتشریح مع حوالۂ کتب وحدیث وفقہ اور صاف خوشخط ہو، تا کہ پڑھنے میں دقت نہ ہو اس لئے کہ اسلامی معاملہ ہے اسلامی ریاست کا مقدمہ ہے، عقبیٰ میں باعث تکلیف نہ ہو۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱.....مسماۃ واجدل کا پہلا نکاح نور محمد کے ساتھ شرعاً صحیح ومعتبر ہوگیا، رجسٹر میں اندراج شرعاً ضروری نہیں، جو دو شخص نکاح میں موجود تھے ان کی گواہی کافی ہے۔

تنبیہ: عوض میں نکاح کرنے کا مطلب اگر یہ ہے کہ اس نکاح میں مہر مقرر نہیں ہوا بلکہ بجائے مہر کے یہ نکاح کردیا گیا تو یہ شرط شرعاً ناجائز ہے، لیکن ایسی شرط سے نکاح ناجائز نہیں ہوتا، بلکہ یہ شرط غیر معتبر ہوتی ہے اور نکاح درست ہو جاتا ہے اور مہر مثل لازم ہوتا ہے:

"و ینعقد أی: النكاح متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضی، كزوجت نفسی أو بنتی أو مؤكلتی منك، و يقول الآخر: تزوجت". درمختار، ص: ۲/۳۰۶(۱)۔"وللولی إنكاح الصغير والصغيرة جبراً و لزم النكاح، اهـ". درمختار: ۲/۴۶۹(۲).

---

(۱) (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۹، سعید)

(وكذا فی الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، مکتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا فی فتح القدير، كتاب النكاح: ۳/۱۸۹، ۱۹۰، مصطفى البابی الحلبی مصر)

(۲) (الدر المختار، باب الولی: ۳/۶۵، ۶۶، سعید)

"و يجوز نكاح الصغير والصغيرة إذا زوجها الولی بكراً كانت الصغيرة أو ثيباً، والولی هو العصبة، الخ". (الهداية، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۶، شركة علميه ملتان)

(وكذا فی البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۲۰۸، رشيديه)

"و وجب مهر المثل في الشغار، هو أن يزوجه بنته على أن يزوجه الآخر بنته أو أخته مثلاً معاوضة بالعقدين، وهو منهي عنه؛ لخلوه عن المهر، فأوجبنا منه مهر المثل، فلم يبق شغاراً، اهـ". درمختار: ۲/۵۱٤(۱)۔

۲......مسماۃ واجدل کا جو دوسرا نکاح ہوا ہے زنا کے حکم میں ہے، وہ شرعاً بالکل ناجائز وحرام ہے، جس سے دوبارہ نکاح ہوا ہے زنا کے حکم میں ہے، اس سے جو اولاد پیدا ہوگی اس کا نسب اس شخص سے ثابت نہیں ہوگا:

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، و كذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج، اهـ". عالمگیری: ۱/۲۸۰(۲)۔"(أما نكاح منكوحة الغير و معتدته) والدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، و لهذا يجب الحد مع العلم بالفرقة؛ لكونه زنا، كما في القنية وغيرها، اهـ". شامی: ۳/۲۳۸(۳)۔

۳......مسماۃ واجدل اور اس کا والد اور جس سے دوسرا نکاح ہوا ہے، وہ اور نکاح خواں، نیز جملہ شرکائے مجلس اور جو لوگ اس نکاح سے خوش تھے، یا باوجودِ قدرت کے اس کو نہیں روکا سب گناہ گار ہوئے، سب کو لازم ہے کہ توبہ کریں اور جس شخص کو پہلے نکاح کا علم نہیں بلکہ ناواقفیت کی وجہ سے اس دوسرے نکاح میں شریک ہوا وہ اس درجہ قابلِ ملامت نہیں، توبہ اس کو بھی چاہیے(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۲/۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم، صحیح: عبداللطیف، ۲۵/۱/۶۱ھ۔

---

(۱) (الدر المختار، باب المهر، مطلب: نكاح الشغار: ۳/۱۰۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المهر: ۱/۳۴۸، دار احياء التراث العربي)

(وكذا في الهداية، باب المهر: ۲/۳۲۷، مكتبه شركة علميه)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(۳) (ردالمحتار، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان، باب في المحرمات: ۱/۳۶۶، رشيديه)

(وكذا في البدائع، فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلمية)

(۴) قال النووي: "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لايجوز=

زوجۂ غیر سے نکاح

سوال[۵۳۸۶]: ایک شخص نے اپنی لڑکی کی شادی اسلام سے کی، اس کے بعد لیاقت نے اپنی بددیانتی سے جس کی تفصیل یہ ہے کہ بہت سے کپڑے اور سونے چاندی کا سامان جو اسلام نے نکاح کے وقت بری میں دیا تھا وہ ضبط کرلیا(۱)۔ دوسرے یہ کہ اس بددیانت شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح دوسرے شخص کے لڑکے سے کردیا اور اپنے دو لڑکوں کی شادی اس شخص کی دو لڑکیوں سے کرلی۔

لڑکی کے نکاحِ ثانی کی نوعیت یہ ہوئی کہ لڑکی کے باپ نے قاضی کو جھوٹ کہا کہ اسلام نے لڑکی کو طلاق دیدی ہے اور اس جھوٹ پر فتویٰ بھی لے لیا ہے کہ چونکہ اس نے طلاق دے دی، لہذا اب نکاحِ ثانی کیا جاسکتا ہے، حالانکہ شوہرِ اول اسلام نے طلاق نہیں دی ہے، جس کے لئے وہ حلفیہ بیان دے سکتا ہے کہ اس نے طلاق نہیں دی اور نہ طلاق کے بارے میں کوئی گفتگو ہوئی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کا نکاحِ ثانی درست ہوا یا نہیں؟ نکاحِ اول باقی رہا یا نہیں، جبکہ شوہرِ اول نے اب تک طلاق نہیں دی ہے اور نہ دینا چاہتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب قاعدۂ شریعت کے مطابق نکاح ہوجائے تو دونوں شوہر و بیوی بن جاتے ہیں اور اس بیوی کا نکاح کسی دوسرے شخص سے جائز نہیں ہوتا بلکہ حرام ہوتا ہے:

"ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج".

الفتاوی عالمگیری: ۲۸۰/۱(۲)۔

= تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/ ۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني: ۲۸/ ۱۵۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "بری: ساچق کے روز دولہا کی طرف سے دولہن کے کپڑے، زیورات، میوہ، مٹھائی، ایک پاپوش زنانہ"۔ (نور اللغات: ۱/ ۵۸۸، سنگ میل لاہور)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه) =

لہذا اس نے جو اپنی لڑکی کا دوسرا نکاح کر دیا ہے یہ جائز نہ ہوگا اور ثبوتِ طلاق کے لئے صرف اس کا دعویٰ کافی نہیں ہے، یا شرعی شہادت موجود ہو(۱) یا شوہر اقرار کرے(۲)۔

مفتی کے سامنے جیسا سوال بیان کر کے پیش کیا جائے گا وہ اسی کے موافق حکمِ شرعی بتلا دے گا، سوال کا صحیح طور پر پیش کرنا سائل کی ذمہ داری ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/صفر/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/صفر/۸۹ھ۔

نکاح پر نکاح

سوال[۵۳۸۷]: ایک عورت نے جس کا خاوند یک سال سے گھر سے چلا گیا تھا اور اس کا کچھ پتہ

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الاتكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۲۶، رشيديه)

(وكذافي التفسير المظهري [پ: ۵]: ۲/۶۴، حافظ كتب خانه كوئته)

(وكذا في ردالمحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعيد)

(۱) "ونصابها (أي نصاب الشهادة) لغيرها من الحقوق، سواء كان الحق مالاً أوغيره كنكاح وطلاق ووكالة ... رجلان أو رجل وامرأتان". (تنوير الأبصار مع الدر المختار، كتاب الشهادة: ۵/۴۶۵، سعيد)

(وكذا في اللباب في شرح الكتاب: ۳/۱۲۶، كتاب الشهادة، قديمي)

(وكذا في الهداية، كتاب الشهادة: ۳/۱۵۳، ۱۵۴، امداديه ملتان)

(۲) "أن من أقر بطلاق سابق، يكون ذلك إيقاعاً منه في الحال؛ لأن من ضرورة الاستناد الوقوع في الحال، وهو مالك للإيقاع غير مالك للاستناد". (المبسوط للسرخسي، باب الطلاق: ۶/۱۰۹، حبيبه كوئته)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطلاق، مطلب في الإكراه على التوكيل بالطلاق والنكاح والعتاق: ۳/۲۳۶، سعيد)

نہیں کہ آیا وہ مرگیا یا کہ زندہ ہے، اس عورت نے ایک میانجی کو بلا کر اپنا نکاح کسی اَور سے کرلیا اور سوائے اس عورت کے کہ اس نے میاں جی سے کہا کہ میرا خاوند مرگیا ہے اور کسی محلہ والے نے نہ کچھ کہا اور نہ عورت کا چال چلن درست ہے۔ صبح کو محلّہ والوں کو علم ہوا کہ اس عورت نے اپنا نکاح کرلیا ہے، میانجی کو بلا کر دریافت کیا گیا: تم نے نکاح کس طرح پڑھایا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے محض عورت کے کہنے سے نکاح پڑھایا ہے۔ اس میانجی کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر میاں جی کو اس کے شوہر کے زندہ ہونے کا حال نہیں معلوم تھا اور عورت کے کہنے سے یقین کرکے نکاح پڑھادیا تو اس سے میانجی کی امامت میں نقصان نہیں آیا، نہ میانجی کا نکاح ٹوٹا۔ اور جس شخص سے نکاح ہوا، بے اگر اس کو بھی علم نہیں تھا اور عورت کی بات کا یقین کرکے اس سے نکاح کیا ہے تو گناہ نہیں ہوگا (۱)، البتہ تاوقتیکہ پہلے شوہر سے شرعی طریق پر موت، خلع اور طلاق کے ذریعہ سے جدائی ہو کر عدت نہ گزر جائے دوسرا نکاح صحیح نہ ہوگا۔ مفارقت ومتارکت لازم ہے، کما فی ردالمحتار (۲)۔

(۱) "واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة، وأنها واجبة علی الفور، لایجوز تأخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً" (شرح النووی علی صحیح مسلم: ۲/۳۵۴، کتاب التوبة، قدیمی)

(۲) "أما نکاح منکوحة الغیر و معتدته، فالدخول فیه لا یوجب العدة إن علم أنها للغیر؛ لأنه لم یقل أحد بجوازه، فلم ینعقد أصلاً، ولهذا یجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنا، کما فی القنیة وغیرها.......... بل یجب علی القاضی التفریق بینهما". (رد المحتار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۳/۱۳۲، ۱۳۳، سعید)

"لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وکذافی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تکون منکوحة الغیر: ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفقه الإسلامی و أدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۴۶، رشیدیه)

اور اگر اس کے نکاح کا علم تھا اور پھر نکاح پڑھا دیا تو وہ شخص اور میاں جی دونوں گنہ گار ہوں گے، دونوں کو توبہ کرنا ضروری ہے، نکاح کسی کا بھی نہیں ٹوٹا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۱۱/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ، الجواب صحیح: عبداللطیف، ۱۱/ شعبان/ ۱۳۵۵ھ۔

ایضاً

سوال [۵۳۸۸]: زید نے دختر نابالغہ کا نکاح بکر سے کر دیا تھا پھر بکر سے بلا طلاق دلوائے خالد سے کر دیا ہے۔ اب یہ نکاح دوسرا جائز ہے یا نہیں اور ایسا کرنے والے کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دوسرا نکاح شرعاً ناجائز ہے، اگر خالد کو معلوم ہے کہ جس لڑکی سے زید نے میرا نکاح کیا ہے اس کا نکاح پہلے بکر سے کر چکا ہے اور بکر نے اس کو طلاق نہیں دی تو شرعاً خالد بھی گنہ گار ہوا، اگر صحبت کریگا تو یہ زنا ہوگا، جس کا گناہ خالد کے ساتھ زید کو بھی ہوگا (۲) اور جو لوگ نکاح میں شریک ہوئے وہ سب گنہ گار ہیں (۳)۔ خالد کے ذمہ واجب ہے کہ زید کی لڑکی سے علیحدہ رہے اور زید کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی لڑکی کو بکر کے پاس بھیجے اور لڑکی کو حرام ہے کہ خالد کے ساتھ مباشرت کرے۔ اور جو لوگ نکاح میں شریک ہوئے یا ان کو قدرت ہے تو حسبِ

---

(۱) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً" (شرح النووي على صحيح مسلم: ۲/۳۵۴، كتاب التوبة، قديمي)

(۲) "أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لأنه زنا، كما في القنية وغيرها".

(ردالمحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۴۲، رشيديه)

(وكذافي بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) توبہ کرنا ہر گناہ سے چاہے چھوٹا گناہ ہو یا بڑا واجب اور ضروری ہے، اس میں تاخیر کرنا درست نہیں، بلکہ گناہ کے سرزد ہوتے ہی توبہ کی جائے، كما تقدم في رقم: ۱

استطاعت سب کے ذمہ ضروری ہے کہ زید کی لڑکی کو بکر کے گھر بھجوائیں اور خالد کے پاس نہ رہنے دیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/۱/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۴/ محرم الحرام ۵۹ھ۔

ایضاً

سوال [۵۳۸۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین در بارۂ مسائلِ ہذا، مسائل حسب ذیل میں:

زید کی شادی ایک عورت سے ہوئی کہ زید کی ہمشیرہ ان کی بیوی کے رشتہ دار منسوب کی جاتی ہے، کچھ عرصہ کے بعد زید کی ہمشیرہ حالتِ بلوغت میں ہو جاتی ہے اور ان ایام میں زید کی بیوی بھی اپنے والدین کے یہاں ہے۔ زید کی ہمشیرہ بخوشی خود دوسری جگہ اپنا نکاحِ ثانی کر لیتی ہے، مگر اس میں زید کے سسرال والے زید کی ہمشیرہ کے اس نکاح ثانی کے خلاف ہے، حالانکہ زید کی ہمشیرہ بالغ ہے۔ اس ناراضگی میں چند آدمی زید کی بیوی کو زید کے گھر آنے سے منع کرتے ہیں جس پر زید عدالتی چارہ جوئی کر کے حقوقِ زوجیت کا دعویٰ دائر کرنے کے بعد ڈگری حاصل کر لیتا ہے، مگر بعد حاصل کرنے ڈگری بھی زید کی بیوی اس کے گھر نہیں آتی ہے، بیوی تو آنے پر رضامند ہے مگر چند گمراہ اشخاص کی سازش سے ایسا نہیں ہوتا ہے۔

بعد میں زید کی بیوی ان کے والدین کے گھر ہی فاحشہ ہو جاتی ہے اور بچہ ولد الحرام پیدا ہوتا ہے، زید پھر ایک دعویٰ عدالت میں اسی شخص کے خلاف دائر کرتا ہے جس شخص سے زید کی بیوی نے حرام کیا ہے، اس کو چھ ماہ قید اور پچاس روپے جرمانہ ہوا۔ بعد ازاں زید کے سسرال والے زید کی بیوی کا حرام ایک نکاح دوسری جگہ کر دیتے ہیں، وہاں زید کی بیوی چند یوم رہ کر اپنے جدید خاوند کی رضامندی سے زید کے گھر آ جاتی ہے۔

---

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، و ذلك أضعف الإيمان".

(مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۲/۴۳۶، قديمي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا نکاح جب شریعت کے موافق صحیح اور نافذ ہو گیا اور پھر نہ زید نے اپنی بیوی کو طلاق دی، نہ قاضی نے تفریق کی تو زید کے سسرال والوں نے جو زید کی بیوی کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا تو وہ نکاح ناجائز ہے:

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج". الفتاوى العالمكيرية: ۲/۲۸۸(۱)۔

اب جب کہ زید کی بیوی زید کے پاس آ گئی تو زید کو مواصلت کے لئے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں، البتہ زید کی بیوی پر عدت واجب ہوگی اگر وہ شخص جس سے زید کی بیوی کا نکاح ہوا، نہیں جانتا تھا کہ جس سے میں نکاح کر رہا ہوں یہ زید کی بیوی ہے اور زید کے نکاح سے خارج نہیں اور اس نے زید کی بیوی کے ساتھ جماع کیا ہے یا خلوت صحیحہ کی ہے، لیکن اگر جانتا تھا کہ یہ زید کی بیوی ہے اور زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی تو عدت واجب نہیں:

"ولو تزوج بمنكوحة الغير وهو لايعلم أنها منكوحة الغير، فوطئها، تجب العدة، وإن كان يعلم أنها منكوحة الغير، لاتجب حتى يحرم على الزوج وطئها. كذافي فتاوى قاضي خان". عالمگیری: ۲/۲۸۸(۲) وخلاصه: ۲/۱۱۸(۳)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، ۵۱/۱۲/۲۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألاتكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ. باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۴۶، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(۳) (خلاصة الفتاوى، كتاب الطلاق، الفصل الثامن في العدة: ۲/۱۱۸، امجد اكيدمي، لاهور) =

ایضاً

سوال [۵۳۹۰]: ایک لڑکی کو شوہر اس کی ماں کے یہاں چھوڑ کر بمبئی چلا گیا اور خط میں لکھا کہ میں دو ماہ کے بعد آ رہا ہوں، مگر لڑکی آٹھ دس روز بعد ہی گھر سے نکل گئی اور اس نے عدالت میں جا کر کسی دوسرے سے نکاح کر لیا، نہ اس کے شوہر نے طلاق دی اور نہ وہ بمبئی سے ابھی تک آیا ہے۔ تو یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب یہ معلوم ہے کہ شوہر موجود ہے، خط وکتابت بھی کرتا ہے اور اس نے طلاق بھی نہیں دی، پھر بھی دوسرا نکاح کر لیا تو یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، عورت سے اگر صحبت ہوئی تو وہ حرام ہوئی، عورت بدستور اپنے شوہر کے نکاح میں موجود ہے، فوراً اس شخص سے علیحدہ ہو جانا چاہیے، اگر علیحدہ نہیں ہوگی حرام کاری میں مبتلا رہے گی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۶/۳/۸۸ھ۔

= (وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، باب المحرمات: ۱/۳۶۶، رشيديه)

(۱) "أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه فلم ينعقد أصلاً، و لهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونه زنا، كذا في القنية وغيرها .... بل يجب على القاضي التفريق بينهما، الخ". (رد المحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/۱۳۲، ۱۳۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۴۲، رشيديه)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي و أدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء إلخ، باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۴۶، رشيديه) .... =

ایضاً

سوال[۵۴۹۱]: اگر کوئی شخص اپنی لڑکی شادی شدہ کا نکاح دوسری جگہ کردے جبکہ شوہر سابق خود نان ونفقہ کا ذمہ دار ہے، تو ایسے شخص اور شریکِ نکاح اور نکاح خواں کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ شوہر نے طلاق نہیں دی اور ضروریات ونفقہ کا کفیل ہے اور حقوقِ زوجیت ادا کرتا ہے تو پھر دوسری جگہ نکاح کا کوئی حق نہیں ہے، لڑکی کے والد نے ایسی حالت میں جو نکاح کیا ہے تو یہ شرعی نکاح نہیں بلکہ زنا اور حرام کاری ہے، یہ معصیتِ کبیرہ اور انتہائی بے غیرتی ہے (۱)۔ علم کے باوجود جو لوگ اس میں شریک ہوئے وہ سب گنہگار ہوئے، سب کو صاف صاف توبہ لازم ہے (۲)۔

لڑکی کو اس بات میں والد کی اطاعت ناجائز ہے (۳)، فوراً دونوں میں جدائی کرادی جائے، ہرگز ایک

=(وكذا في التفسير المظهري (پ: ۵): ۲/ ۶۲، حافظ كتب خانه كوئته)

(۱) ایسا نکاح اگر باوجود علم کیا جائے تو بشرطِ حکومتِ اسلامیہ ایسے شخص کو حد لگائی جائے گی: "أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لايوجب العدة، إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحدٌ بجوازه أصلاً، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا، كما في القنية وغيرها". (ردالمحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد و الباطل: ۳/ ۵۱۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/ ۲۴۲، رشيديه)

"لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(۲) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً" (شرح النووي على صحيح مسلم: ۲/ ۳۵۴، كتاب التوبة، قديمي)

(۳) "وعن النوّاس بن سمعان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لاطاعة لمخلوق في معصية الخالق". رواه في شرح السنة". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني: ۲/ ۳۲۱، قديمي)

"عن علي رضي الله عنه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لاطاعة في معصية. =

جگہ نہ ہونے دیا جائے (۱)، لڑکی اپنے اصلی شوہر کے پاس جا کر رہے۔ جس نے نکاح پڑھایا ہے اگر اس کو اصل حقیقت معلوم تھی تو وہ بھی گنہگار ہے، اس کو بھی توبہ لازم ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۲۵ھ۔

فاسق وفاجر شخص کی بیوی کا بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح

سوال[۵۳۹۲]: ایک لڑکی کی شادی دس سال کی عمر میں ہوجاتی ہے (یہ شادی والدنے کی) جس کو عرصہ سات سال کا ہوگیا، لڑکی ابھی تک رخصت نہیں ہوئی۔ شوہر چور، بدمعاش اور شرابی ہے۔ لڑکی کہتی ہے کہ میں اس چور کے ہاں ہرگز نہیں جاؤں گی، اگر مجھے زبردستی بھیجا گیا تو میری جان وعزت کو زبردست خطرہ ہے، میرا نکاح دوسری جگہ کردیا جائے۔ اس صورت میں نکاح دوسری جگہ ہوسکتا ہے یا نہیں، جبکہ خطرہ ہے کہ شوہر عصمت فروشی کرے، یا بیچ دے، یا مارڈالے، یا ناک کان کاٹ لے۔ ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح سے پہلے یہ سوچنا چاہیے تھا جس سے شادی کی جارہی ہے وہ چور ہے، بدمعاش ہے، یا کیا ہے، تاہم نابالغہ کا نکاح جب اس کے والدنے کردیا ہے تو وہ صحیح اور لازم ہوگیا، لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل نہیں (۳)۔

= إنما الطاعة فی المعروف". متفق علیہ". (مشکوۃ المصابیح، کتاب الإمارۃ والقضاء، الفصل الأول: ۲/۳۱۹، قدیمی)

(۱) "بل یجب علی القاضی التفریق بینهما". (الدرالمختار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحکامه: ۱/۳۳۸، مکتبه غفاریه کوئٹه)

(۲) "واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة، وأنها واجبة علی الفور، لایجوز تأخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً" (شرح النووی علی الصحیح لمسلم: ۲/۳۵۴، کتاب التوبة، قدیمی)

(۳) "فإن زوجها الأب أو الجد یعنی: الصغیر والصغیرة، فلا خیار لهما بعد بلوغهما، الخ". (الهدایة، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۲/۳۱۷، شرکة علمیة ملتان)

(وکذا فی البحرالرائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۲۱۱، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، باب الأولیاء والأکفاء: ۲/۲۰۹، مکتبه امدادیه ملتان)

اگر یہ صحیح بھی ہو کہ شوہر چور، بدمعاش ہے تو ہر چور، بدمعاش سے یہ خطرہ کہ وہ عصمت فروخت کردے گا، یا بیچ ڈالے گا، یا جان سے ماردے گا، یا ناک کان کاٹ ڈالے گا صحیح نہیں ہے، لڑکی کو اس کے یہاں بھیجنے پر راضی کیا جائے۔

اگر شوہر کی طرف سے کچھ خطرہ ہو تو معزز آدمیوں کو درمیان میں ڈال کے اطمینان کرلیا جائے (۱)۔ اگر شوہر آباد کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو تو اس کو طلاق کے لئے آمادہ کیا جائے، اگر وہ نہ آباد کرے، نہ طلاق دے تو حاکم مسلم با اختیار سے یا شرعی کمیٹی سے تفریق کرائی جائے، تفریق کا طریقہ رسالہ "الحیلة الناجزة" میں مذکور ہے (۲) اس کو سامنے رکھ کر اس کے موافق تفریق ہوسکتی ہے، پھر دوسری جگہ شادی ہوسکے گی، اس کے قبل اس کا کوئی سوال نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸/ ۷/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/ ۷/ ۸۸ھ۔

نکاح بلا تطلیق

سوال [۵۳۹۳]: میرے ایک رشتہ دار نے اپنی دختر کی شادی۔ عرصہ تقریباً گیارہ سال گزرا جب

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وإن خفتم شقاق بینهما، فابعثوا حَکَماً من أهله وحَکَماً من أهلها، إن یریدا إصلاحاً، یوفق اللہ بینهما، إن اللہ کان علیماً خبیراً﴾ (سورة نساء: ۳۵)

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں: "صورت تفریق کی یہ ہے کہ عورت اپنا مقدمہ قاضی اسلام یا مسلمان حاکم اور ان کے نہ ہونے کی صورت میں جماعتِ مسلمین کے سامنے پیش کرے، اور جس کے پاس پیش ہو وہ معاملہ کی شرعی شہادت وغیرہ کے ذریعہ سے پوری تحقیق کرے اور اگر عورت کا دعویٰ صحیح ثابت ہو تو اس کے خاوند سے کہا جاوے کہ اپنی عورت کے حقوق ادا کرو یا طلاق دو، اس کے بعد بھی اگر وہ ظالم کسی صورت پر عمل نہ کرے تو قاضی یا شرعاً جو اس کے قائم مقام ہو طلاق واقع کردے"۔ (حیلہ ناجزہ، باب: حکم زوجۂ متعنت، ص: ۷۳، ۷۴، دارالاشاعت کراچی)

(۳) "لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، الخ". (الفتاویٰ العالمکیریة، القسم السادس، المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/ ۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان، باب فی المحرمات: ۱/ ۳۶۲، رشیدیه)

(وکذا فی ردالمحتار، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/ ۱۳۲، سعید)

کہ لڑکی کی عمر ۹، ۱۰/ سال کی تھی- ایک لڑکے کے ساتھ کردی تھی، جب سے اب تک نہ تو وہ لڑکی اپنے شوہر کے گھر میں آباد ہوئی ہے اور نہ اب تک اس نے اپنے شوہر کو اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور نہ ابھی اس کے شوہر نے اپنی بیوی کو کسی قسم کا کھانا خرچہ وغیرہ دیا ہے، کیوں کہ وہ لڑکا بذاتِ خود شرابی وزانی اور بدمعاش ہے اور لڑکی نہایت ہی ٹھیک چلن، شریف اور پڑھی لکھی ہوئی ہے۔ اب جب کہ لڑکی کو ہوش آئی تو اس کے شوہر کی بدچلنی وبرائی کی وجہ سے بالکل نفرت پیدا ہوگئی ہے اور وہ اس کے گھر میں آباد ہونا بالکل نہیں چاہتی، والدین کے ہر چند زور دینے پر بھی وہ بجائے اپنے شوہر کے گھر میں آباد ہونے کے زہر کھالینا اچھا سمجھتی ہے، یا والدین کے گھر اپنا منہ کالا کرنے پر ترجیح دے رہی ہے۔

لہذا اے بزرگوار صاحب! ہماری مشکل کشائی میں حضور سے صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا کوئی ایسا مسئلہ بھی ہے کہ ان کا نکاح فسخ ہو جائے، کیونکہ وہ لڑکا طلاق دینے سے انکار کرتا ہے اور لڑکی اس کے گھر آباد ہونے سے انکار کرتی ہے؟ لوگوں کی جان زحمت میں ہے بلکہ کھانا پینا بھی حرام ہوگیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں چونکہ خود باپ نے نکاح کیا ہے اس لئے لڑکی کو بعد بلوغ اس کے فسخ کرنے کا حق نہیں ہے، باپ دادا کے علاوہ اگر کوئی اور ولی نابالغی کی حالت میں نکاح کردے تو اس میں خیارِ بلوغ حاصل ہوتا ہے، یعنی اگر بالغ ہوتے ہی فوراً دو گواہوں کے سامنے اس نکاح سے ناراضی ظاہر کردے تو اس کے بعد حاکم مسلم بااختیار کے ذریعہ سے نکاح کو فسخ کرایا جاسکتا ہے، لیکن یہاں پر خود باپ نے نکاح کیا ہے، ایسی حالت میں نکاح کے فسخ کرانے کا حق حاصل نہیں (۱)، اب جب تک شوہر طلاق نہ دے لڑکی کا دوسری جگہ

---

(۱) "ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء: أي للصغير والصغيرة إذا بلغا .... بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجد، فإنه لاخيار لهما بعد بلوغهما، الخ". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۲۱۱/۳، رشيديه)

(وكذا في الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ۳۱۷/۲، شركة علميه)

(وكذا في ردالمحتار، باب الولي، مطلب مهم: هل للعصبة تزويج الصغير امرأةً غير كفء له: ۷۰/۳، سعيد)

نکاح نہیں ہوسکتا۔

اگر کسی طرح سمجھا کر، یا ڈرا کر رضامندی سے، یا زور ڈال کر شوہر سے طلاق حاصل کر لی جائے گی تو پھر لڑکی کا نکاح دوسرے سے درست ہوگا، یا خلع کر لیا جائے یعنی لڑکی اپنے حقوق مہر وغیرہ ساقط کردے خواہ لڑکی کی طرف سے کچھ روپیہ دے کر شوہر سے خلع کر لیا جائے (۱) بغیر اس کے دوسری جگہ لڑکی کا نکاح درست نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱/ ۵۹ھ

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مظاہر علوم سہارنپور ۲۴/ محرم/ ۵۹ھ۔

غیر مطلقہ ناشزہ کے لئے دوسرا نکاح

سوال [۵۳۹۴]: کسی شخص نے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا اور لڑکی اس کے یہاں کچھ دنوں آتی رہی اور اب وہ اس کے یہاں جانا نہیں چاہتی اور وہ شخص لینے آتا ہے اور اس کے ماں باپ نہیں بھیجتے اور عرصہ ۸/ سال کا ہوگیا ہے۔ لڑکی اپنی اجازت سے یا اپنے ماں باپ کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾. (سورة البقرة: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان و خافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به، فإذا فعلا ذلك، وقعت تطليقة بائنة و لزمها المال". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثامن في الخلع، الفصل الأول: ۴۸۸/۱، رشيديه)

(و كذا في الهداية، باب الخلع: ۴۰۴/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، و كذلك المعتدة". (الفتاویٰ العالمكيرية، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(و كذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لاتكون منكوحة الغير: ۴۵۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في الفقه الإسلامي و أدلته، الفصل الثالث، المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۴۲/۹، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

نہیں کرسکتی جب تک شوہر طلاق نہ دے(۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔

بغیر طلاق کے دوسری جگہ نکاح کردینا

سوال[۵۴۹۵]: ہندہ کی بچپن کی حالت میں برضائے والدین ایک گاؤں میں شادی ہوگئی تھی، پھر بوجہ جھگڑا ہونے کے والدین نے یہ کہا کہ ہم نہیں بھیجیں گے، پھر پھوپھی زاد بھائی کیساتھ والدین نے نکاح پڑھا دیا بغیر طلاق لئے، اس کے دوسال بعد ان سے لڑائی کرکے طلاق لی پھر نکاحِ ثانی نہیں ہوا، پھر زوجِ ثانی نے ہندہ کو مار پیٹ کر باہر نکال دیا، پھر اس نے زبردستی ہندہ کو پکڑ کر گھر میں بٹھالیا کیونکہ اس کا والد فوت ہو چکا تھا، اس مجبوری میں پھر رات کو اس کے ساتھ ہمبستر ہوا، پھر اس کے سات بچے پیدا ہوئے وہ اسی طرح گاہے گاہے مارتا رہا اور طلاق بھی دیتا رہا، اب کی بار روکے جب عورت نے کہا کہ کسی مولوی سے دریافت کرو کہ یہ ناجائز ہے تو اس نے اس کو مار پیٹ کر ہمبستری کی اب کی طلاق پر، پھر عورت باہر نکل آئی کہ چاہے مجھے قتل کردے میں تیرے گھر میں نہیں رہنا چاہتی۔

پہلے عورت لاعلم تھی، اب اس نے چار بچوں کی ماں ہونے کی حالت میں قرآن شریف پڑھا، اب اس کو معلوم ہوا کہ یہ ناجائز حرکت ہے اور اس مرد نے منع کیا کہ میرے گھر میں قرآن شریف نہ پڑھو۔ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغی کی حالت میں جب والدین نے نکاح کردیا تھا تو وہ لازم ہوگیا تھا(۲) اس کے بعد بلا طلاق جو

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمحصنت من النساء إلا ماملكت أيمانكم كتاب الله عليكم﴾ (النساء: ۲۴)

"ومنها: أن لاتكون منكوحة الغير؛ لقوله تعالىٰ: ﴿والمحصنات من النساء﴾ معطوفاً على قوله عزوجل: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ .... ﴿والمحصنات من النساء﴾ وهن ذوات الأزواج .... اهـ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل بيان عدم جواز نكاح منكوحة الغير: ۲/۵۴۸، رشيديه)

(۲) "ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء: أي للصغير و الصغيرة .... =

نکاحِ ثانی کردیا گیا وہ قطعاً ناجائز ہوا، بلکہ بدستور پہلے شوہر کا نکاح برقرار رہا۔ اور جب شوہر اول نے طلاق دی تب اس کی زوجیت سے علیحدہ ہوگئی لیکن نکاحِ ثانی قبل از طلاق ہوا ہے وہ کسی طرح جائز نہیں ہوا اور پھر بعد میں بھی نکاحِ ثانی کی تجدید نہیں کی گئی، لہٰذا شوہر ثانی شرعی شوہر نہیں، جس طرح بھی ممکن ہو اس سے علیحدہ رہنا واجب ہے۔ اتنے زمانے تک جو شوہر ثانی نے رکھا ہے یہ بھی ناجائز طریقہ پر رکھا ہے، اس کی طلاق کی بھی حاجت نہیں۔

اگر شوہر ثانی کو نکاح کرتے وقت یہ علم تھا کہ یہ عورت دوسرے کے نکاح میں ہے اور اس نے طلاق نہیں دی تو یہ نکاح بالکل باطل ہوا، اب اس کے لئے عدت کی بھی ضرورت نہیں، بلکہ جس طرح بھی ممکن ہو عورت اس سے علیحدہ ہوکر دوسری جگہ نکاح کرے، یا اسی سے نکاح کرے اگر اس کو علم نہ تھا اس سے علیحدگی کے بعد تین حیض عدت گذار کر دوسری جگہ نکاح کرے:

"أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا، كما في القنية وغيرها، اهـ". (ردالمحتار مختصراً، باب العدة: ۲/ ۹۳۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ۱۲/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،　　صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

= بخلاف ما إذا زوّجهما الأب والجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/ ۲۱۱، رشيديه)

(وكذا في الهداية، باب الأولياء والأكفاء: ۲/ ۳۱۷، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/ ۳۳۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (رد المحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/ ۵۱۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/ ۲۴۲، رشيديه)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألاتكون منكوحة الغير: ۳/ ۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت) ....=

بغیر طلاقِ زوجِ ثانی زوجِ اول سے نکاح

سوال[۵۳۹۲]: زید نے اپنی منکوحہ کو طلاق بائن دیدی اور عورت مطلقہ نے پونے دوماہ کے بعد عمرو سے نکاح کرلیا۔ اس کے چندروز کے بعد اول خاوند زید کے پاس چلی گئی اور زید سے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اب زید کہتا ہے کہ میں اس عورت کو از روئے شرع شریف حلال کرکے رکھنا چاہتا ہوں، فلہٰذا علمائے دین اس کی صورت مع حوالہ کتبِ معتبرہ بتائیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

بغیر عمرو سے طلاق حاصل کئے زید سے نکاح نہیں ہوسکتا، زید سے جو تعلق اس مدت میں رہا وہ مطلقاً حرام اور زنا ہے، اور ان تین لڑکوں کا نسب بھی زید سے شرعاً ثابت نہیں، پونے دوماہ میں عدت طلاق (تین حیض) گذرسکتی ہے: "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره و كذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج". الفتاوی العالمکیریة: ۱/۲۸۰(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (وكذا في رد المحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعيد)

"﴿والمحصنات من النساء﴾ عطف على ﴿أمهاتكم﴾ يعني حرمت عليكم المحصنات من النساء: أي ذوات الأزواج لا يحل للغير نكاحهن ما لم يمت زوجها أو يطلقها وتنقضي عدتها من الوفات أو الطلاق". (التفسير المظهري: ۲/۶۴، حافظ كتب خانه كوئته)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث، المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۴۲، رشيديه)

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألاتكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعيد)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرءة المتزوجة: ۹/۶۶۴۲، رشيديه)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ ذوالحجہ/ ۶۷ھ۔

جواب صحیح ہے لیکن یہ شرط ہے کہ عورت نے انقضائے عدت کا دعویٰ بھی کیا ہو(۱)۔ فقط۔

سعید احمد غفرلہ، ۲۲/ ذوالحجہ/ ۶۷ھ۔

نکاح کے بعد رخصتی سے قبل نکاحِ ثانی

سوال[۵۳۹۷]: دو نکاح ۶۸ء، میں ہوئے: ایک نکاح جناب مست عرف عبدالحمید صاحب پسر جناب مولی بخش صاحب، ساکن قرول کا ہمراہ مسماۃ رشیدہ بانو دختر چاند محمد، ساکن جے پور کا ہوا، یہ نکاح جے پور میں ہوا۔ دوسرا نکاح جناب ولی محمد صاحب پسر جناب چاند محمد صاحب، ساکن جے پور کے ہمراہ مسماۃ روشن جہاں دختر جناب مولی بخش، ساکن قرول سے ہوا، یہ نکاح قرول میں ہوا۔ یہ دونوں نکاح آٹے ساٹے کے تھے یعنی روشن جہاں عبدالحمید کی بہن تھی اور رشیدہ بانو ولی محمد کی بہن تھی۔ روشن جہاں کی رخصتی نکاح کے بعد کردی گئی اور اپنے شوہر کے ساتھ رہتے ہوئے ایک بچی کو جنم دیا مگر رشیدہ بانو کی رخصتی نکاح کے بعد عمل میں نہیں آئی اور پانچ چھ سال کی مدت گزر گئی یعنی یہ لڑکی سسرال نہیں گئی۔

اس پانچ چھ سال کی مدت میں دونوں پارٹیوں میں نفاق پیدا ہوگیا، اس نفاق کی وجہ سے روشن جہاں سے جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ اپنے نانا ماموں کے پاس ہی ہے، اس دوران میں دونوں پارٹیوں میں مقدمہ بازی بھی ہوگئی ہے، جے پور والوں نے جے پور میں اور قرولی والوں نے قرولی میں مقدمے کئے۔ دورانِ مقدمہ مست عرف عبدالحمید ولد مولی بخش نے تین خط جے پور لکھوائے جو الگ الگ شخصوں کے نام تھے، تینوں خط کا مضمون ایک ہی ہے جن کی فوٹو اسٹیٹ کاپی خدمت میں بھجوا رہا ہوں، خط کی عبارت اس طرح سے ہیں:

''از قرول'' جناب چاند محمد صاحب کو قرولی سے مولیٰ بخش کا سلام معلوم ہو، بعد سلام کے معلوم ہو کہ

---

(۱) ''قالت: مضت عدتي والمدة تحتمله، وكذبها الزوج قبل قولها مع حلفها، وإلا فلا''.

''(قوله: مضت عدتي) إعلم أن إنقضاء العدة لا ينحصر في إخبارها بل يكون به وبالفعل بأن تزوجت باخر بعد مدة تنقضي في مثلها العدة، فلو قالت بعده: لم تنقض، لم تصدق؛ لأن الإقدام عليه دليل الإقرار''. (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب: وطء المعتدة بشبهة: ۵۲۳/۳، سعيد)

ہم سب یہاں خیریت سے ہیں اور آپ سب لوگوں کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتے ہیں، دیگر احوال یہ ہے کہ: ہم نے آپ کو کئی بار لکھا، کوئی جواب نہیں آیا، لہذا درخواست یہ ہے کہ ہمارے لڑکے کو آپ کی لڑکی سے نکاح ہوئے قریب آٹھ نو سال ہوگئے، آپ نے ہم کو ابھی تک وداع نہیں دی۔ اور جب ہم اپنی لڑکی روشن جہاں کو لینے آپ کے یہاں گئے جب ہم نے آپ سے وداع کا کہا تھا، جب آپ نے ہم کو وداع کے بارے میں صاف انکار کردیا کہ ہم آپ کو وداع نہیں دیتے ہیں، آپ کو منظور ہے۔ جب ہم نے آپ سے کہا کہ ہاں ہم کو منظور ہے اور یہ رشتہ لڑکے کو بھی نامنظور ہے، اس لئے آپ اب اپنی لڑکی کا انتظام اور کسی دوسری جگہ دیکھ لینا اور ہم بھی اپنے لڑکے کا انتظام دوسری جگہ دیکھ لیں گے، اس لئے ہمارا تمہارا جو رشتہ ہے آج سے ختم ہے اور ہم نے ایک خط میاں جی یسین محمد اور ایک خط بندو جی کو بھی لکھ دیا ہے''۔

مقدمہ دونوں جانب کا چل رہا ہے اس ہی دوران میں مست عرف عبدالحمید نے اپنی دوسری شادی دوسری جگہ کرلی، اس شادی کو قریب آٹھ نو سال ہوگئے اور بچے بھی ہیں۔ برخلاف اس کے ۱۹۸۲ء میں کورٹ نے رشیدہ بانو کے حق میں فیصلہ دے دیا کیونکہ عبدالحمید کا وصول خارج کردیا۔ ستمبر ۱۹۸۵ء میں چاند محمد نے رشیدہ بانو کا دوسرا نکاح دوسرے لڑکے سے کردیا۔ برائے کرم شرعی احکام سے آگاہ کریں کہ کیا رشیدہ بانو کا نکاح درست ہے یا خلافِ شرع ہے؟ اگر خلافِ شرع ہوا تو اس نکاح کا عذاب وثواب کس پر عائد ہوتا ہے آیا والد پر، قاضی صاحب پر، وکیل پر، گواہان پر؟ مندرجہ بالا خطوط جو مولی بخش نے لکھوائے تھے قاضی صاحب نے دیکھ لئے تھے۔ فقط۔

حاجی عبدالرحیم جے پور، ۲۰/۹/۱۹۸۵ء

الجواب حامداً ومصلياً:

رشیدہ بیگم کے شوہر نے اگر طلاق نہیں دی اور عدالت نے یک طرفہ بیان پر تفریق کردی تو اس سے شرعاً نکاح ختم نہیں ہوا(۱) اور دوسری جگہ نکاح درست نہیں ہوا(۲)۔ اگر باوجود علم کے دوسرا نکاح کیا گیا ہے تو

(۱) ''حقیقت یہ ہے کہ خلع کے فقہی مفہوم ہی میں یہ بات داخل ہے کہ وہ شوہر اور بیوی دونوں کی رضامندی سے انجام پائے، اس کے سوا کوئی اور شکل نہیں''۔ (حیلہ ناجزہ، ص: ۲۴، اسلام میں خلع کی حقیقت، دارالاشاعت کراچی)

(۲) ''أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فلم ينعقد أصلاً. فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة، =

خود رشیدہ بیگم اور اس کے ولی اور نکاح کے شاہد اور وہ شخص جس سے نکاح کیا گیا ہے، سب گنہگار ہیں، جو لوگ علم کے باوجود اس نکاح میں شریک ہوئے، یا اس سے خوش ہوئے سب کو توبہ کرنا لازم ہے (۱) اور واجب ہے کہ رشیدہ بیگم کو اس دوسرے شخص سے علیحدہ کردیں (۲) اور اس کے اصلی شوہر سے جب تک طلاق نہ ہو جائے دوسری جگہ نکاح نہ کیا جائے (۳) اور جب کہ اس کے اصلی شوہر نے دوسری شادی بھی کرلی تو اس کو چاہئے کہ

= ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا". (ردالمحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲۳۲/۴، رشيديه)

(۱) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قديمي)

(وكذا في روح المعاني: ۱۵۹/۲۸، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما، الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه: ۲۴۸/۳، غفاريه كوئٹه)

(۳) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الاتكون منكوحة الغير: ۴۵۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۶۶۴۶/۹، رشيديه)

رشیدہ بیگم کو طلاق دے کر آزاد کردے تاکہ اس کو دوسری جگہ نکاح کا حق ہو جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۲/۱۴۰۶ھ۔

نکاح کے بعد فرار ہو کر دوسرے سے نکاح کرنا

سوال[۵۳۹۸]: ہندہ حنفیہ سنیہ ہے اس کی شادی زید اہلِ حدیث یعنی غیر مقلد کے ساتھ ہوئی تھی اور اس شادی کو تقریباً ایک سال ہوا، اس دوران ہندہ کے پاس شوہر کی آمد و رفت بھی رہی۔ پھر بکر جو کہ حنفی سنی ہے وہ ہندہ کو لے کر فرار ہو گیا اور ہندہ بکر کے ساتھ تقریباً ایک مہینہ غائب رہی، پھر ایک مہینہ کے بعد بکر کے ساتھ مکان واپس آئی اور بکر کے ساتھ شادی کر لی، حالانکہ زید نے ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے، تو اس بات کو لوگوں سے پوچھا تو کہا کہ یہ شادی جائز ہے، اس لئے حقیقت میں ہندہ کے ساتھ زید کی شادی ہی نہیں ہوئی تھی اس لئے کہ ہندہ مقلدہ ہے اور زید غیر مقلد ہے۔ تو اب علمائے سنی و حنفی سے سوال ہے کہ یہ شادی بغیر طلاق کے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ اہلِ حدیث آمین بالجہر و رفع یدین کا اہلِ حدیث ہے کہ ائمہ مجتہدین کو گالیاں نہیں دیتا اور علمائے مقلدین کو مشرک نہیں کہتا تو ہندہ کا نکاح اس کے ساتھ صحیح ہو گیا(۱)، پھر ہندہ کا بکر کے ساتھ فرار اختیار کرنا اور اس کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں، یہ شرعی نکاح نہیں، جب تک زید اس کو طلاق نہ دے اور پھر عدت نہ گزر جائے اس کا نکاح کسی سے نہیں ہو سکتا(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۱۴۰۱ھ۔

---

(۱) "ومنها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمةً، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر". (كفايت المفتي، كتاب النكاح: ۱۹۶/۵، دار الاشاعت كراچي)

(وكذا في خير الفتاوىٰ، كتاب النكاح: ۳۲۳/۴، جامعه خير المدارس ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل: ۴۶۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه) .... =

شوہر کی دوسری شادی پر بیوی کا بغیر طلاق کے نکاحِ ثانی

سوال[۵۳۹۹]: مسماۃ سلمہ کا نکاح عبداللہ سے ہوا تھا، دونوں کی زندگی خوشگوار تھی، دو بچے بھی ہوئے۔ عبداللہ کلکتہ میں تھا، فسادات کے دوران جان بچانے کے لئے ڈھاکہ چلا گیا، معلوم ہوا کہ وہاں اس نے دوسری شادی بھی کر لی ہے، اس بات کو چھ سال کا عرصہ گزر گیا، بچوں اور سلمہ کی پرورش کا کوئی سہارا نہیں۔ تو اب سلمہ دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی موجودہ حالت میں سلمہ کی دوسری شادی کی اجازت نہیں ہے(۱)، جب شوہر کا پتہ معلوم ہے تو اس کو خط لکھا جائے کہ تم نے وہاں دوسری شادی کر لی ہے، یہاں تمہاری بیوی پریشان ہے، نہ تم آ سکتے ہو نہ اس کو بلا سکتے ہو، لہٰذا اس کو طلاق دیدو تاکہ وہ اپنا دوسرا انتظام کر سکے، جب وہ طلاق دیدے تو عدت تین حیض گزار کر سلمہ کو دوسری شادی کا حق ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي و أدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۴۶، رشيديه)

(۱) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألاتكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي و أدلته، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۴۶، رشيديه)

(وكذافي التفسير المظهري [پ: ۵]: ۲/۶۴، حافظ كتب خانه كوئته)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾. (سورة البقرة: ۲۲۸) .... =

شوہر کے پاکستان جانے پر دوسرا نکاح اور طلاق پر نزاع

سوال[۵۴۰۰] : زید اور ہندہ کی شادی بحالتِ نابالغی ہوئی، چند سال بعد زید نے اپنے باپ کے ساتھ پاکستان جا کر وہیں مستقل سکونت اختیار کرلی، اب دونوں بالغ ہو چکے ہیں، ایسی کوئی صورت نہیں کہ ہندہ زید کے پاس پاکستان جا سکے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک تحریر عمر کی اپنے بھائی امین کے پاس آئی کہ ''میں نے اپنے زید کو ذیقعدہ میں شادی مقرر کرلی، لہذا بھائی امین کو معلوم ہو کہ ہندہ کے باپ خالد سے اپنے زیورات وغیرہ وصول کرلینا''۔ ایک تحریر پاکستان سے خالد کے پاس اس کے بھائی بکر کی آئی کہ ''عمر نے اپنے لڑکے زید کی شادی کرلی ہے اور میں نے راضی نامہ لے لیا ہے، لہذا آپ اپنی لڑکی ہندہ کا نکاح کوئی اچھا رشتہ تلاش کر کے دوسری جگہ کردینا، راضی نامہ میرے پاس ہے''۔

یہ دونوں تحریریں دوسرے ملک کے ذریعہ وصول ہوئی تھیں، امین وخالد نے یہ دونوں تحریریں چند علماء کے سامنے پیش کیں، تو فیصلہ دیا کہ ان تحریروں سے طلاق کا ثبوت نہیں ملتا، جب تک یہ بات ثابت نہ ہو جائے کہ واقعی زید نے طلاق دیدی ہے، ہندہ کا نکاحِ ثانی جائز نہ ہوگا۔ امین کے پاس خالد کی طرف سے چند لوگ یہ تحریر لینے کے لئے آئے، لیکن امین نے یہ خط دینے سے انکار کردیا جس کو امین اپنی سمجھ کے مطابق طلاقنامہ سمجھے ہوئے تھا، حالانکہ لڑکی کے متعین خط میں مندرجہ بالا الفاظ کے علاوہ عمر نے کچھ نہیں لکھا تھا۔ ان چند لوگوں میں سے چار آدمی دہلی مدرسہ امینیہ میں مفتی صاحب کے پاس پہونچے، انہوں نے حلفیہ بیان دیا کہ ہم نے زید کے چچا کے پاس طلاق نامہ دیکھا ہے، نیز مفتی صاحب کے سامنے تحریر کی کہ زید اور اس کے باپ نے پاکستان سے لکھا ہے (حالانکہ زید کی کوئی تحریر نہیں تھی) کہ ہم نے شادی کرلی ہے، تم لوگ زیور وغیرہ وصول کرلو، اور یہ طلاق کے بعد ہی وصول کیا جاتا ہے۔ ہماری قوم میں دستور ہے کہ بغیر طلاق دیئے ہوئے دوسرا آدمی اپنی لڑکی نہیں دیتا۔

= ''عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء أي: حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾''. (مجمع الأنهر، باب العدة: ۱/۴۶۴، دارإحياء التراث العربي بيروت)

وقال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

جب ان لوگوں نے تحریر وتقریر سے مفتی صاحب کو اعتماد دلایا کہ تحریر ہے تو مفتی صاحب نے ہندہ کو مطلقہ تسلیم کرتے ہوئے اس کے نکاحِ ثانی کو جائز قرار دیدیا، یہاں آتے ہی ان لوگوں نے ہندہ کا نکاح ثانی کردیا۔ خالد اور امین کے پاس جو تحریر تھی مندرجہ بالا تحریروں کو لفظ بلفظ لکھ کر چند آدمیوں نے علمائے دہلی اور علمائے دیوبند کے پاس پہونچا کر فتوی طلب کیا، دونوں جگہ سے یہی فتوی ملا کہ زید کے باپ ہندہ کے چچا کی تحریر عند الشرع قابلِ تسلیم نہیں، اور ثبوتِ طلاق کے لئے یہ تحریریں ناکافی ہیں، لہذا ہندہ کا نکاح ناجائز وحرام ہے، زید کے چچا امین کا تحریر دینے سے انکار کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ہندہ کے نکاح کے بعد قوم میں دو فریق ہوگئے: فریقِ اول مفتی صاحب کے فتوی پر جمع ہوئے ہیں، وہ سوال کی غلطی جہالت وضد کی وجہ سے نہیں مانتے، بس کہتے ہیں کہ مفتی صاحب نے لکھدیا تو نکاح ہوگیا۔ فریقِ ثانی اصل تحریر کے مطابق جو فتوی ہے ان کو تسلیم کرتے ہوئے ہندہ کے نکاح کو ناجائز کہتے ہوئے آج تک اس کو زنا قرار دیتے ہیں۔

ہندہ کے نکاحِ ثانی کے چند ماہ بعد بذریعۂ کویت پاکستان سے سرکاری اسٹامپ پر تحریر شدہ طلاق نامہ پانچ گواہوں کی شہادت وزید کے دستخط شدہ آیا، اس میں مندرجہ تاریخ سے چار ماہ قبل ہندہ کا نکاح ہوچکا تھا۔ نیز زید کے باپ نے پاکستان سے لکھا کہ اصل طلاق نامہ یہی ہے، اگر کوئی ہماری طرف سے دوسری تحریر طلاق نامہ کی صورت میں کوئی بھیجے تو اسے جعلی تسلیم کرنا، ہم نے اس سے قبل طلاق نہیں دی ہے۔ فریقِ اول کے پاس آج تک کوئی ایسا ثبوت نہ مل سکا جس کو زید نے اپنے نکاح کے وقت تحریراً دیا ہوگا، بقولِ ہندہ کے چچا کے کہ میرے پاس طلاق نامہ ہے، لیکن ہندہ کے چچا نے آج تک وہ طلاق نامہ فریقِ اول کے پاس نہیں بھیجا جس میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہوگیا۔

فریقِ ثانی کے ایک دو آدمی حج بیت اللہ کے لئے گئے تھے، ان لوگوں کا دعوی ہے کہ مکہ مکرمہ میں پاکستانی حاجیوں سے ملاقات ہوئی تھی اور ان سے مفصل گفتگو اس سلسلے میں ہوئی ہے۔ پاکستانی حاجی جو زید کے نکاح کے وقت موجود تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہندہ کا نکاحِ ثانی سے قبل زید نے طلاق دیدی تھی، اور ان حاجیوں نے بطورِ شہادت اپنی طرف سے یہ تحریر حاجی صاحبان ہندہ کو دیدی کہ زید کا نکاح فلاں سن میں ہوا تھا اور اس نے اسی وقت طلاق نامہ تحریر کردیا تھا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا عند الشرع ان حاجیوں کی تحریر کا اعتبار ہوگا جو نکاح بعد الطلاق ثابت کرتے ہیں، یا زید کی تحریر کا جس سے نکاح قبل از وقت ثابت ہوتا ہے؟ اب اگر بالفرض کوئی تحریر زید کی طرف سے ایسی دستیاب ہو جس سے یہ احتمال نکاح بعد الطلاق ثابت ہو جائے تو کیا یہ ثبوت عند الشرع قابل تسلیم ہوگا، اور یہ نکاح باقی رہے گا، کیا نکاح ہندہ کا ہر حال میں دوبارہ ہوگا؟ فریق اول بضد ہے کہ ہم نے جائز سمجھ کر نکاح کیا تھا، وہ ہمارے لئے اب بھی جائز ہے، فریقِ ثانی نکاح کو ناجائز اور زید کی تحریر ملنے کے بعد نکاحِ جدید کو لازم بتاتا ہے، اس قصے کو لے کر قوم میں اختلافِ شدید پیدا ہو گیا، اور یہ احتمال ہے کہ حدودِ شرعیہ کے خلاف ورزی کسی ضد میں نہ کر بیٹھیں، لہٰذا شریعتِ مطہرہ کے مطابق حقیقت کو واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مفتی صاحب کے پاس جس طرح سوال پہونچے گا، اس کے مطابق جواب لکھ دیا جائے گا، واقعہ کے مطابق صحیح سوال کرنا سائل کے ذمہ ہے، اگر کوئی شخص مردار کا گوشت لائے اور مفتی صاحب سے کہے کہ میں بکری کا گوشت لایا ہوں جو کہ عبد الرحمان مسلمان نے میرے سامنے خرید کر ''بسم اللہ، اللہ اکبر'' پڑھ کر ذبح کی ہے، کیا یہ جائز ہے؟ مفتی صاحب کا جواب یہی ہوگا کہ یہ جائز ہے، مگر ظاہر ہے کہ اس فتویٰ کی وجہ سے وہ مردار کا گوشت حرام ہی رہے گا، حلال نہیں ہو جائے گا۔

اس تمہید کے بعد سنئے: طلاق کا اختیار شوہر کو ہوتا ہے(۱)، شوہر کے والد کے زبانی یا تحریری طلاق دینے سے طلاق نہیں ہوتی، اِلّا یہ کہ شوہر نے ہی اپنے والد کو طلاق دینے کا وکیل بنا دیا ہو۔ صورتِ مسئولہ میں جب اس کا کوئی پختہ ثبوت نہیں کہ ہندہ کا نکاح ثانی شوہر اول کے طلاق کے بعد ہوا ہے بلکہ اس کے خلاف ثبوت ہے اور نکاح ثانی کا مدار صرف طلاق نامہ قرار دیکر لیا گیا، حالانکہ وہ طلاق کے لئے کافی نہیں ہے۔

اور جو طلاق نامہ شوہر کے دستخط سے آیا ہے اس کی تحریر سے پہلے ہی نکاح ثانی کر دیا گیا تھا، تو اب

---

(۱) "وأهله (أي الطلاق) زوج عاقل بالغ مستيقظ ...... الطلاق لمن أخذ بالساق". (الدر المختار).

"كناية عن ملك المتعة". (رد المحتار: ۳/ ۲۳۰، ۲۴۲، كتاب الطلاق، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/ ۱۸۰، كتاب الطلاق، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۳۵۳، فصل فيمن يقع طلاقه وفيمن لا يقع طلاقه، رشيديه)

دوبارہ ایجاب وقبول کرادیا جائے تاکہ نکاح بالیقین صحیح ہوجائے (۱)، شک وشبہ نہ رہے، باہمی نزاع بھی ختم ہوجائے، حرام سے بچنے کے لئے یہی صورت اختیار کی جائے۔ حاجی صاحبان کا بیان بھی زید سے مل کر یا زید کی طرف سے طلاق نامہ دیکھ کر نہیں ہے، جیسا کہ انہوں نے سنا ویسا ہی بیان کردیا، اس لئے ان کا بیان بھی شرعی شہادت کے درجہ میں نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

نکاح کے بعد نکاح خواں اگر انکار کردے تو دوسرے نکاح کا حکم

سوال [۵۴۰۱]: ایک عورت نے برضاورغبت خویش ایک شخص سے بحضور شاہدین نکاح کرایا، دو گواہوں کے علاوہ نکاح پڑھنے والا ایک تیسرا آدمی تھا کہ عرصہ کے بعد چار پانچ عامی آدمیوں نے (جو کہ نہایت غضب وغصہ میں تھے) نکاح خواں سے ڈرا کر پوچھا کہ تُو نے اس عورت کا نکاح فلاں شخص سے پڑھایا ہے؟ ان کی غصہ بھری حالت کو دیکھ کر نکاح خواں نے جواب میں کہا کہ نہیں، صرف نکاح خواں کے اتنا کہنے پر انہوں نے اس عورت کا نکاح دوسری جگہ پڑھ دیا۔ کیا اس عورت کا پہلا نکاح صحیح اور درست ہوا یا نہ؟ اگر صحیح ودرست ہوا تو کیا ان چار آدمیوں کے سامنے نکاح خواں کا نکاح پڑھنے سے انکار کردینے پر نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا نہ؟ حالانکہ وہ عدالت قانونی یا شرعی میں اپنی نکاح خوانی کی شہادت پر بدستور ثابت وقائم ہے۔

اگر پہلا نکاح حسبِ شریعت صحیح منعقد ہوچکا ہے اور نکاح خواں کے اتنا کہنے پر فسخ نہیں ہوا تو اس عورت کا نکاح جو دوسری جگہ پڑھایا گیا ہے اس کا کیا حکم اور نکاح پڑھنے والے اور نکاح کرنے والا اور مجلسِ نکاحِ ثانی میں شامل ہونے والوں سے شرعاً کیا برتاؤ کیا جائے؟ بینوا بالدلیل ، توجروا من الرب الجلیل۔

الراقم ابوالمحمود محمد امام غزالی کان اللہ لہ، ازٹمن ،ضلع اٹک پنجاب، ۲۲/محرم الحرام/۱۳۵۴ھ۔

---

(۱) "وینعقد متلبساً بإیجاب من أحدهما وقبول من الآخر وضعا للمضي". (الدر المختار علی تنویر الأبصار: ۳/۹، کتاب النکاح، سعید)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۶۷، كتاب النكاح، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في الهدايه: ۲/۳۰۵، كتاب النكاح، مكتبه شركة علميه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زوجین اپنے نکاح پر قائم ہیں اور دو گواہ عاقل و بالغ ومسلم موجود ہیں کہ ہمارے سامنے ایجاب وقبول ہوا ہے تو وہ نکاح صحیح ہے اور اس حالت میں عورت کا دوسرا نکاح درست نہیں ہوا۔ نکاح خواں ایجاب وقبول کے لئے محض وکیل ہوتا ہے، اصیل مقر ہے اور گواہ بھی رکھتا ہے تو پھر وکیل کا انکار معتبر نہیں ہے، خصوصاً جب کہ عدالت شرعی وقانونی میں اپنی نکاح خوانی کی شہادت پر بدستور قائم بھی ہے، پھر کسی مجلس میں اس کا انکار کچھ مفید نہیں۔ اور اگر نکاح خواں کو ایجاب وقبول کے لئے وکیل ہی نہ بنایا ہو، محض خطبہ یا اعلان نکاح اس کے ذریعہ سے کرایا گیا تو اس کی اتنی بھی حیثیت باقی نہیں رہتی۔ بہر حال نکاح اول درست ہوگیا اور نکاح ثانی درست نہیں ہوا:

"و شرط حضور شاهدين حرين مكلفين سامعين قولهما فاهمين مسلمين، الخ". الدر المختار مختصراً: ۲/۱۹٤(۱)۔ "ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره و كذلك المعتدة". الفتاوى العالمكيرية: ۲/ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۱/۵۴ھ۔

---

(۱) (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۲۱، ۲۲، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۶، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۵۵، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب النكاح، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألا تكون منكوحة الغير: ۳/٤٥١، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأة المتزوجة: ۹/٦٦٤٢، رشيديه)

تبدیلِ مذہب کے بعد عورت کا دوسرا، تیسرا نکاح

سوال[۵۴۰۲]: ایک عورت کسی کے ورغلانے سے یا یوں ہی کسی خاص مقصد کے لئے عدالت میں جاکر کہتی ہے کہ میں مذہب عیسائی وغیرہ ہوگئی ہوں، اب میری اور میرے خاوند کی موافقت نہیں ہوسکتی تو عدالت نے اس کے خاوند کو بلوایا تو وہ جب پہلی تاریخ پر حاضرِ عدالت ہوا تو عدالت نے تاریخ ڈالدی تو دوسری تاریخ میں حاضر نہیں ہوا تو عدالت نے عورت کو کہا: جا جہاں چاہ بیٹھ جا، لیکن اس کے خاوند نے نہ زبان سے طلاق دی ہے اور نہ کاغذ وغیرہ لکھا ہے تو پھر مذکورہ عورت کی ماں نے روپیہ کے لالچ میں آکر اپنی لڑکی کا دوسرا خاوند بنادیا۔

اب اس کا خاوند ثانی مرگیا، ابھی اس کے دو ماہ گذشتہ ہوئے ہیں تو مذکورہ عورت کی ماں نے نقدی کی لالچ میں آکر تیسرے خاوند کی تیاری کردی۔ غرض روپیہ کے طمع میں آکر ایک میاں جی نے تیسرے خاوند کے ساتھ نکاح کردیا۔ آپ سے فتویٰ دریافت کیا جاتا ہے کہ حاضرینِ نکاح اور میاں جی کو کوئی تعزیر ہے یا نہیں، اگر ہے تو کیا؟ اگر تعزیر سے انکار ہو تو ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ اور وہ کون ہیں اور ہم ان کو کیا کہیں؟ اپنے فتویٰ کے ساتھ بیان کریں اور ایسے نکاح کرنے والے کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدالت میں جاکر عیسائی مذہب اختیار کرنے یا اس کا اقرار کرنے سے مفتی بہ قول پر نکاح فسخ نہیں ہوا، لہٰذا دوسرا اور تیسرا نکاح شرعاً ناجائز ہے، عورت کے ذمہ واجب ہے کہ اپنے پہلے شوہر کے پاس رہے۔ اس دوسرے اور تیسرے نکاح سے عورت اور اس کی ماں دونوں کو سخت گناہ ہوا، اور جن سے نکاح کیا ہے اگر ان کو اس کا علم ہے کہ شوہر اول نے طلاق نہیں دی اور ہمارے لئے یہ عورت حرام ہے تو وہ بھی سخت گنہگار ہوئے، اب سب کے ذمہ توبہ لازم ہے۔ اور یہ بھی واجب ہے کہ کوشش کرکے عورت کو اس کے شوہر اول کے پاس پہنچادیں جس طریقہ سے عورت نے عدالت کے ذریعہ سے دوسرے نکاح کی اجازت لی ہے وہ اجازت شرعاً بالکل ناقابلِ اعتبار ہے اس سے نکاح فسخ نہیں ہوتا:

"لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلك المعتدة، کذا فی السراج الوهاج".

فتاویٰ عالمگیری مصری: ۱/ ۲۸۰ (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۲/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/۲/۵۹ھ۔

فیصلۂ عدالت کے بعد نکاحِ ثانی

سوال[۵۴۰۳]: ایک عورت عدالت میں دعویٰ پیش کرتی ہے جس نے اپنے خاوند پر ایک عورت کے ساتھ زنا کی تہمت لگائی ہے اور ساتھ ہی اس بات کی بھی کہ مجھے میرا شوہر بُری طرح مارتا پیٹتا ہے اور مجھ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے، مگر شوہر ان دونوں باتوں سے انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے نہ اس کو مار پیٹ کی، نہ کوئی تہمت لگائی ہے اور جس کے متعلق یہ مجھ پر تہمت لگاتی ہے وہ میری نکاح کی ہوئی بیوی ہے۔ اور یہ مدعیہ خود بھی یہ دعویٰ کرنے کے وقت اس عورت کو اپنے شوہر کے نکاح میں ہونے کا اقرار کرتی ہے اور مدعیہ اپنے اس دعویٰ کی بنا پر کہ مجھے مار پیٹ کرتا ہے اور مجھے بدچلن ہونے کی تہمت لگاتا ہے، عدالت سے اس بات کا مطالبہ کرتی ہے کہ میں طلاق لینے کی حقدار ہوں، اس لیے عدالت مجھے طلاق دلوادے۔

عدالت کا مجسٹریٹ ایک غیر مسلم شخص ہے، خاوند کی غیر حاضری میں یہ حکم کردیا: ''مذکورہ سببوں کی بنا پر یہ دعویٰ منظور کیا جاتا ہے اور مدعیہ کی طلاق عدالت تسلیم کرتی ہے اور مدعیہ کو مدعیٰ علیہ کی بندش سے رہا کیا جاتا ہے''۔ عدالت کے اس حکم کے بعد اسی روز عورت مذکورہ کے باپ و چچا وغیرہ نے مل کر ایک دوسرے شخص سے اس کا نکاح کردیا اور عدالت سے یہ فیصلہ ہوتے ہی اسی روز عورت مذکورہ کے اصلی شوہر کی طرف سے اس

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/ ۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی رد المحتار، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۳/ ۵۱۶، سعید)

(وکذافی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط ألا تکون منکوحة الغیر: ۳/ ۴۵۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفقه الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأة المتزوجة: ۹/ ۶۶۴۶، رشیدیه)

فیصلہ کورد کرنے کے لئے عدالت میں اپیل بھی دائر کردی گئی اور وہ اس کو یعنی مدعی علیہا اپنے بیوی کو گھر لے جانے کے مطالبہ پر مُصر ہوا۔ اب سوال یہ ہے کہ:

۱.....صورتِ مذکورہ بالا میں عدالت میں دی ہوئی طلاق ہوئی یا نہیں؟

۲.....عورت مذکورہ کا جو دوسرا نکاح کیا گیا وہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو کن کن وجہ سے؟

۳.....یہ نکاح کرنے والے اور کروانے والے شرع میں کیا حکم رکھتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱.....شرعاً یہ طلاق قطعاً غیر معتبر ہے(۱)، اس مذکورہ طلاق کی وجہ سے اپنے شوہر کے نکاح سے نہیں نکلی بلکہ بدستور اس کی بیوی ہے۔ غیر مسلم حاکم نہ تو کسی مسلم کا نکاح فسخ کرسکتا ہے اور نہ اس کی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔ غرض یہ کہ اس کا حکم صورتِ مسئولہ میں کسی طرح نافذ نہیں: "أهله أي: أهل القضاء أهل الشهادات، فلا تصح تولية كافر وصبي، الخ". بحر: ۲۶۰/۶ (۲)۔

۲.....جبکہ پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا اور نہ طلاق واقع ہوئی تو یہ نکاح ثانی کیسے درست ہوسکتا ہے؟ نکاح ثانی شرعاً بالکل باطل ہے اور اس سے جو صحبت ہوگی وہ بالکل حرام ہوگی: "أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذا يفرق بين فاسده و باطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا، الخ". درمختار: ۹۳۸/۲ (۳)۔

---

(۱) "وأهله (أي أهل الطلاق) زوج عاقل بالغ مستيقظ، الخ". (الدر المختار، كتاب الطلاق، مطلب طلاق المدهور: ۲۳۰/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، فصل فيمن يقع طلاقه و فيمن لا يقع طلاقه: ۳۵۳/۱، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب طلاق السنة، الفصل الأول: ۳۵۸/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) (البحر الرائق، كتاب القضاء: ۴۳۷/۶، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب القضاء: ۱۵۰/۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذافي تبيين الحقائق، كتاب القضاء: ۸۱/۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (رد المحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعيد)

(وكذافي البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲۴۲/۴، رشيديه)

۳.....وہ عورت اور وہ شخص جس سے نکاحِ ثانی ہوا ہے اور اس نکاح میں تمام شرکت کرنے والے اور اس سے خوش اور راضی رہنے والے اور باوجود قدرت کے اس کو نہ روکنے والے سب کے سب گنہ گار ہیں، سب کے ذمہ واجب ہے علی الاعلان توبہ کریں (۱) اور عورت کو پہلے شوہر کے پاس پہنچانے کی کوشش کریں (۲)، البتہ جن لوگوں کو پورا حال معلوم نہیں بلکہ ناواقفیت سے نکاح میں شریک ہوئے وہ گنہگار نہیں ہوئے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۸/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم سہارنپور۔

عدالت سے اجازت لے کر نکاح

سوال[۵۴۰۴]: دو بہنیں تھیں ان دونوں کا نکاح ہوگیا، بڑی کی رخصتی کردی، چھوٹی کی نہیں، پانچ سال بعد چھوٹی لڑکی کے شوہر نے کہا کہ رخصت کردو تو لڑکی والوں نے منع کردیا۔اس کے بعد مقدمہ بازی شروع ہوگئی، مقدمہ لڑکے والے جیت گئے، مگر لڑکی والوں نے جب بھی نہیں بھیجا۔اس کے بعد لڑکی والے نے دوسرا نکاح کردیا اور یہ کہدیا کہ ہم نے سرکار سے طلاق لے لی۔کیا یہ نکاح درست ہے؟ منع کرنے والوں نے بہت منع کیا مگر لڑکی والے نہیں مانے اور اس کے بارے میں پنچایت بھی ہوئی، پنچوں نے فیصلہ لڑکے کے حق میں دے دیا، لڑکی والے سے کہا کہ لڑکی بھیج دو، لڑکی والے نے کہا پنچ تمہارے رشتہ دار ہیں اس لئے یہ ایسا فیصلہ کیا ہے۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ومن یعمل سوءً أو یظلم نفسه، ثم یستغفر الله، یجد الله غفوراً رحیماً﴾ فالواجب علی کل مسلم أن یتوب إلی الله حین یصبح و حین یمسی". (تنبیه الغافلین، ص: ۲۰، باب آخر من التوبة، مکتبة حقانیة پشاور)

"واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة وأنها واجبة علی الفور، لایجوز تأخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً". (شرح النووی علی الصحیح لمسلم، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

(وکذا فی روح المعانی تحت آیة: ﴿یا أیها الذین آمنوا توبوا إلی الله توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقوی، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (المائدة: ۲)

الجواب حامداً ومصلیاً:

چھوٹی بہن جب رخصتی کے قابل ہوگئی تھی اور اس کا شوہر رخصتی کا مطالبہ کررہا تھا تو رخصتی کرنا لازم تھا، انکار کرکے عدالت سے اجازت لے کر دوسری جگہ اس کا نکاح کردینا صحیح نہیں ہوا(۱)، اس کے شوہر پر بڑا ظلم ہوا، یہ نکاح شرعی نکاح نہیں، بلکہ حرام کاری کا دروازہ ہے، فوراً لڑکی کو وہاں سے علیحدہ کریں (۲) اور اصلی (پہلے) شوہر کے پاس رخصتی کردیں اور توبہ واستغفار کریں (۳)۔ اپنی غلطی اور حماقت کا اقرار کریں ورنہ دنیا و

---

(۱) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط ألاتكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي و أدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۴۶، رشيديه)

(وكذافي التفسير المظهري: [پ: ۵]: ۲/۶۴، حافظ كتب خانه كوئته)

(۲) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما، الخ". (الدر المختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/۲۴۸، غفاريه كوئٹه)

(۳) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، لا يجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً، الخ". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني تحت آية: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ (: ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

آخرت میں سخت وبال ہوگا۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۵/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۹/ شعبان/ ۹۲ھ۔

عدالت سے دوسرے کا نکاح ناحق فسخ کرا کے خود نکاح کرنا

سوال[۵۴۰۵]: آج سے کئی سال پہلے میں نے مسماۃ رضی سے شادی کی تھی۔شادی کے وقت رضی کے والد نے مجھ سے ایک تحریر لی تھی، جس میں یہ تھا کہ میں سسرال میں رہ کران کی خدمت کروں گا اور بلا کسی وجہ کے گھر سے نہیں نکلوں گا۔کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ایک ماسٹر محمد جمیل کی ڈیوٹی گھر کے پاس والے اسکول میں تھی۔ماسٹر مذکور انتہائی شریر اور کمینہ رذیل خصلت آدمی ہے،اس نے میرے سسر کے ساتھ خفیہ تعلق بڑھا کر میرے خلاف کیا۔اب سسر ہروقت مجھے گھر سے چلے جانے کا حکم دینے لگا،گالم گلوچ شروع رکھا۔

مجبور ہوکر چندروز کے واسطے کاروبار کے لئے سسر کو اطلاع کر کے چلا گیا۔کام پر مجھے عرصہ چھ ماہ گذر گیا۔جب گھر واپس پہونچا تو ماسٹر مذکور نے میری منکوحہ سے تعلق پیدا کر کے اس کو بھی میرے خلاف کیا اور میری اس تحریر کو شرطیہ طلاق بنا کر سرینگر کے ایک رشوت خور مفتی بشیر سے پانچ سورو پیہ دے کر فتوی حاصل کرلیا۔مفتی نے کہا: عدالت سے فیصلہ کرالو، میں بھی لکھ کر دیتا ہوں۔

چنانچہ ماسٹر مذکور نے مسماۃ رضی کو لے کر عدالت سے تنسیخ نکاح کی درخواست دلائی جس پر جج نے نکاح فسخ کردیا اور ماسٹر نے رضی کو اپنے نکاح میں لے لیا اور ازدواجی زندگی بسر کرنی شروع کی۔ماسٹر کی اس سیاہ حرکت سے سب مسلمان برہم ہیں اور چونکہ اس فتوی میں سیاہ کارنامہ درج ہے اس لئے وہ کسی کو دکھلاتا نہیں ہے۔

ہم نے علمائے دیوبند سے انفرادی طور پر دریافت کیا، سب نے کہا وہ تمہاری بیوی ہے، ماسٹر زنا کا مرتکب ہورہا ہے۔اب مرکز دیوبند سے یہ امر دریافت طلب ہے کہ کیا میری اس تحریر سے میری منکوحہ کو طلاق ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا فریقین کی حاضری کے بغیر قاضی فیصلہ نافذ کرسکتا ہے یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بات اتنی ہی ہے تو آپ کی بیوی پر طلاق نہیں ہوئی ہے، بلا وجہ شرعی نکاح فسخ کرنے سے فسخ نہیں

ہوتا۔ اور دوسرے نکاح کی اجازت نہیں (۱)۔ مفتی صاحب کا فتویٰ یہاں بھیجیں تو اس کے متعلق کچھ کہا جائے۔ جیسا سائل سوال کرتا ہے، مفتی کا جواب اسی کے موافق ہوتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۱/۹۴ھ۔

---
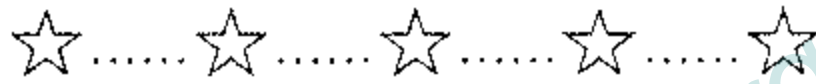
(۱) "ولایجوز نکاح منکوحة الغیر، عند الکل، ولو تزوج بمنکوحة الغیر وهو لا یعلم أنها منکوحة الغیر فوطئها [تجب العدة، وإن کان یعلم أنها منکوحة الغیر فوطئها] لاتجب العدة حیث لایحرم علی الزوج وطؤها". (الفتاوی التاتارخانیة، کتاب النکاح، الفصل الثامن فی بیان مایجوز من الأنکحة ومالایجوز: ۸/۳، قدیمی)

فصل فی نکاح الحاملة والمزنية

(حاملہ اور زانیہ کے نکاح کا بیان)

حاملہ سے نکاح

سوال[۵۴۰۶]: زید نے ہندہ سے نکاح کیا، نکاح کے بعد ٹھیک پانچ ماہ آٹھ دن میں ہندہ سے لڑکی پیدا ہوئی، کیا یہ لڑکی زید کی ہے؟ زید کا نکاح درست ہوا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس لڑکی کا نسب زید سے نہیں ہے (۱)، یہ نکاح درست ہو گیا (۲)، آئندہ جو اولاد پیدا ہوگی وہ زید کی شمار کی جائے گی (۳)۔ فقط۔

---

(۱) "وإذا تزوج الرجل امرأةً، فجاء ت بالولد، لأقل من ستة أشهر منذ تزوجها، لم يثبت نسبه. وإن جاء ت به لستة أشهر فصاعداً، يثبت نسبه". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۱/۵۳۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۲۷۲، ۲۷۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۳۵۸، ۳۵۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۲/۴۳۲، شركة علمية ملتان)

(۲) "وقال أبو حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى: يجوز أن يتزوج امرأةً حاملاً من الزنا، ولا يطأها، حتى تضع. وأيضاً قال: وفي مجموع النوازل: إذا تزوج امرأةً قد زنى هو بها، وظهر بها حبلٌ، فالنكاح جائز عند الكل، وله أن يطأها عند الكل، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) (راجع الحاشية رقمها: ۱)

ایضاً

سوال[۵۴۰۷]: زانیہ عورت کا نکاح جب کہ وہ زنا سے حاملہ ہو بحالتِ حمل ایسے شخص سے جس سے وہ حاملہ نہیں ہوتی ہے جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح جائز ہے لیکن وضع حمل سے پہلے صحبت جائز نہیں: "وصح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ وإن حرم وطؤھا ودواعیه حتی تضع". درمختار مختصراً: ۲/ ۶۵۰ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/ ۱۰/ ۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۰/ شوال/ ۵۳ھ۔

ایضاً

سوال[۵۴۰۸]: ایک کنواری لڑکی نے زنا کرایا اور اس کو زنا کرانے سے حمل رہ گیا اور یہ بات مشہور ہوگئی، پھر اس لڑکی کا نکاح اس حمل ہی کے زمانہ میں ہوگیا اور جس کے ساتھ نکاح کیا گیا اس کو بھی اس کا علم ہے اور اس نے اس کے ساتھ وطی بھی کی ہے تو آیا یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اب اس کے بچہ پیدا ہو چکا ہے، اس کا پہلا نکاح ہی کافی ہے یا دوبارہ نکاح کرایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو عورت زنا سے حاملہ ہو اس سے نکاح مفتی بہ قول پر درست ہے اور جس سے وہ حمل ہے اگر اسی سے نکاح ہو تو وطی بھی درست ہے، اور اگر کسی دوسرے سے نکاح ہو تو وضع حمل سے پہلے وطی درست نہیں، تاہم اگر وطی کر لی ہے تب بھی دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں پہلا ہی نکاح کافی ہے:

"صح نکاح حبلی من زنا عند الطرفین، وعلیه الفتوی لدخولها النص. وفیه إشعار بأنه

---

(۱) (الدر المختار، کتاب النکاح باب المحرمات: ۳/ ۴۸، ۴۹، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، القسم السادس المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/ ۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/ ۳۲۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

لونكح الزاني، فالوطئ جائز بالإجماع خلافاً لأبي يوسف رحمه الله تعالى قياساً على الحبلى من غيره. ولاتوطئ الحبلى من الزنا أي: يحرم الوطؤ وكذا دواعيه، ولاتجب النفقة إلى أن تضع الحمل اتفاقاً؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فلا يسقين ماء ه زرع غيره" يعني إتيان الحبالي، خلافاً للشافعي رحمه الله تعالى. وفي الفوائد عن النوازل: أنه يحل الوطؤ عند الكل وتستحق النفقة. كذا في النهاية، اه". مجمع الأنهر: ۱/۳۲۹(۱)۔

اگر اس نکاح کی تجدید کر لی جائے تو بھی ناجائز نہیں بلکہ اس صورت میں سب کے نزدیک نکاح درست ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ شعبان۔

نفاس اور حیض میں نکاح

سوال[۵۴۰۹]: نفاس کے اندر نکاح جائز ہے یا ناجائز اور حیض میں نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صورت مسئولہ میں تجدید نکاح حالتِ حیض اور حالتِ نفاس دونوں میں درست ہے(۲) اور صورت

---

(۱) (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/۴۸۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما أنه طلق امرأته وهي حائض فذكر ذلك عمر رضي الله تعالى عنه للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم فقال: "مره فليراجعها ثم ليطلقها طاهراً أو حاملاً". (الصحيح لمسلم، كتاب الطلاق، باب تحريم طلاق الحائض بغير رضاها وأنه لو خالف وقع الطلاق ويؤمر برجعتها: ۱/۴۷۶، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الطلاق، باب: إذا طلقت الحائض يعتد بذلك الطلاق: ۲/۷۹۰، قديمي)

(ومشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الخلع والطلاق: ۲/۲۸۳، قديمي)

مسئولہ کے علاوہ میں بھی حیض اور نفاس نکاح سے مانع نہیں (۱) بشرطیکہ عورت عدت میں نہ ہو، عدت میں ہونا البتہ مانع نکاح ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ شعبان۔

---

(۱) عن المِسوَرِبن مَخْرَمَة أن سُبَيْعَةَ الأسلمية نُفِست بعد وفاة زوجها بليال، فجاء ت النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فاستاذنته أن تنكح، فأذن لها فنكحت". (صحيح البخارى، كتاب الطلاق، باب: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾ : ۲/۸۰۲، قديمى)

قوله: "نفست" بضم النون وفتحها وكسر الفاء من النفاس بمعنى الولادة، وقال الهروى: "إذا حاضت فالفتح لاغيره".

قوله: "بليال" قيل خمس وعشرون ليلة، وقيل: أقل من ذلك، ووقع فى رواية الزهرى: "فلم تلبث أن وضعت". وعند أحمد "لم أمكث إلاشهرين حتى وضعت". وفى الرواية الماضية فى تفسير الطلاق: فوضعت بعد موته بأربعين ليلة، وعند النسائى: بعشرين ليلة، وعند أبى حاتم: بعشرين أو خمس عشرة، وعند الترمذى والنسائى: بثلاثة وعشرين يوماً أو خمسة وعشرين يوما، وعند ابن ماجة: ببضع وعشرين". (عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب العدة، باب قوله تعالىٰ: ﴿وأولات الأحمال أجلهن أن يضعن حملهن﴾ : ۲۰/۴۳۴، ۴۳۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(۲) "ولا يجوز نكاح منكوحة الغير ومعتدة الغير عند الكل". (الفتاوىٰ التاتارخانية، كتاب النكاح، الفصل الثامن فى بيان مايجوز من الأنكحة ومالايجوز: ۳/۸، قديمى)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث، القسم السادس : المحرمات التى يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى شرط الأتكون منكوحة الغير: ۳/۴۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا فى الفقه الاسلامى وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء الخ، باب المرأة المتزوجة: ۹/۶۶۴۶، رشيديه)

(وكذا فى التفسير المظهرى (پ:۵): ۲/۶۴، حافظ كتب خانه)

"حد ثنى أبوالطاهر وحرملة بن يحيى وتقار بافى اللفظ .... عن ابن شهاب قال حدثنى =

مزنیہ سے نکاح

سوال[۵۴۱۰]: زید کی شادی ہوگئی اور تین چار لڑکے ہوگئے، پھر زید نے دوسری عورت سے جس کا خاوند مرگیا ہے اس سے اس نے بغیر نکاح کئے صحبت کی بہت دنوں تک، اور بعد میں نکاح کیا ٦، یا ۷/ ماہ بعد، نکاح ہوا یا نہیں؟ جواب عنایت فرماویں۔

بندہ غوث میسوری عفی عنہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس عورت کی عدت گذر چکی تھی اس کے بعد اس سے زید نے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح صحیح ہے(۱) بشرطیکہ کوئی اَور مانعِ شرعی نہ ہو۔ نکاح سے قبل صحبت کرنا اگرچہ حرام ہے لیکن مانعِ نکاح نہیں: "إذا تزوج امرأةً قد زنى بها، وظهر بها حبل، فالنكاح جائز عند الكل، الخ". عالمگیری: ۱/۲۸۵(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۱/ رجب/ ۵۳ھ۔

= عبيدالله بن عبدالله بن عتبة أن أباه كتب إلى عمر بن عبدالله بن الأرقم الزهري .... فلما قال لي ذلك، جمعت عليّ ثيابي حين أمسيت فأتيت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم فسألته عن ذلك فأفتاني بأني قدحللت حين وضعت حملي وأمرني بالتزوج إن بدالي. قال ابن شهاب: فلا أرى بأساً أن تتزوج حين وضعت وإن كان في دمها غير أنه لايقربها زوجها حتى تطهر". (الصحيح لمسلم، كتاب الطلاق، باب انقضاء العدة المتوفى عنها وغيرها بوضع الحمل: ۱/۴۸۶، قديمي)

(۱) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (مجمع الأنهر، باب العدة: ۱/۴۶۴، دارإحياء التراث العربي بيروت)

قال الله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه) .... =

حاملہ مزنیہ سے نکاح

سوال[۵۴۱۱]: ۱...... زید کا ایک عورت سے ناجائز تعلق ہوگیا اور عورت زید کے نطفہ سے حامل ہوگئی، اور اس سے بچہ پیدا نہیں ہوا، ایسی صورت میں زید کا نکاح اس عورت سے جائز ہے یا نہیں؟ عورت کہتی ہے کہ میرے پیٹ میں زید کا نطفہ ہے۔

۲...... جائز ہے تو کس حدیث کی رو سے؟ مع آیات قرآنی مفصل ہونا چاہیے۔

۳...... اگر ناجائز ہے تو کس حدیث کی رو سے؟ مع آیات قرآنی۔

۴...... عورت تعلق ناجائز ہونے سے پیشتر غیر شادی شدہ یعنی کنواری تھی، عورت اور مرد ایک مکان میں رہتے ہیں اور عورت پردہ نشین نہیں ہے۔ عام طور سے باہر نکلتی ہے، عورت مرد کا تعلق ناجائز ہوجاتا ہے اور عورت بیان کرتی ہے کہ نطفہ اسی مرد کا ہے اور ابھی بچہ بھی پیدا نہیں ہوا۔ ایسی صورت میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداو مصلیاً:

۱،۲،۳،۴...... جائز ہے: "رجل تزوج حاملاً من زنا منه، فالنكاح صحيح عند الكل، ويحل وطؤها عندالكل، اهـ". شلبی: ۲/۱۱۳ (۱)۔ ناجائز تعلق مطلقاً حرام ہے، اس سے ہمیشہ کے لئے توبہ لازم ہے، لقوله تعالى: ﴿ولا تقربوا الزنا إنه كان فاحشةً﴾ (۲)۔ اور چہرہ کھول کر بے پردہ باہر نکلنا

= (وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/۴۸۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (سورة بني إسرائيل: ۳۲)

بھی ناجائز ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولیٰ/ ٦٦ھ۔

مزنیہ حاملہ کا نکاح

سوال[۵۴۱۲]: اگر مطلقہ عورت کو ایامِ عدت میں حمل من الزنا ہو جائے تو اس کی عدت کیا ہوگی؟ نیز زانی مزنیہ سے زمانۂ عدت میں نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس سے دنیاوی معاملہ کرنا کیسا ہے مثلاً: سلام وکلام، کھانا، پینا وغیرہ؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

"إذا حبلت المعتدة وولدت تنقضی به العدة، سواء کان من المطلق أومن زنا". شامی: ۲/ ٦٠٤(۲)۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کی عدت وضعِ حمل ہوگی، عدت میں نکاح کرنے کی زانی کو اجازت نہیں، زنا بھی حرام ہے اور حالتِ عدت میں مزنیہ سے نکاح بھی حرام ہے۔ ایسے نکاح کی وجہ سے معاملات (سلام، کلام، کھانا، پینا وغیرہ) تو سائل کے نزدیک تحقیق طلب ہے، مگر نفسِ زنا کا حکم کیا کچھ ہلکا ہے کہ اس کے متعلق دریافت نہیں کیا؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿یا أیها النبی قل لأزواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن، ذالک أدنی أن یعرفن فلایؤذین، وکان اللہ غفوراً رحیماً﴾ (سورة النور: ۵۹)

وقال اللہ تعالیٰ: ﴿قل للمؤمنین یغضوا من أبصارهم ویحفظوا فروجهم، ذالک أزکی لهم، إن اللہ خبیر بما یصنعون. وقل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن، ویحفظن فروجهن، ولایبدین زینتهن إلاما ظهر منها﴾ الخ (سورة النور: ۳۰، ۳۱)

(۲) (رد المحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی عدة الموت: ۳/ ۵۱۱، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۴/ ۲۲۹، رشیدیه)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب الطلاق، باب العدة: ۲/ ۴۷۹، امدادیه ملتان)

اگر ترکِ تعلق اصلاح کے لئے مفید ہو تو ترکِ تعلق کر دیا جائے:"لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، وکذلك المعتدة، کذا فی السراج الوهاج، سواء کانت العدة عن طلاقٍ أو وفاةٍ". فتاویٰ عالمگیری، جلد: ۲(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۹۲/۱/۲۸ھ۔

حاملہ من الزنا سے نکاح

سوال [۵۴۱۳]: ا......زید عمرو کے گھر دو تین سال سے رہتا ہے، عمرو کی ایک لڑکی ہندہ ہے، اس سے زید کی شادی طے پائی تھی لیکن ابھی ہندہ اور زید کا نکاح نہیں ہوا تھا، صرف ہندہ اور زید کے والدین نے بات چیت مکمل کر رکھی تھی، اس کی معلومات ہندہ اور زید دونوں کو تھی، چنانچہ دونوں زید و ہندہ ایک ہی گھر میں (عمرو کے یہاں) رہتے تھے جب کہ زید کا عمرو چچا لگتا ہے، اس کی وجہ سے زید عمرو کے یہاں رہتا تھا، اسی اثناء میں زید نے ہندہ سے جماع کر لیا اور اس جماع کے نتیجہ میں حمل قرار پا گیا تو اس صورت میں زید کا ہندہ سے نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

۲......نکاح کے بعد زید ہندہ سے پھر دوبارہ جماع کر سکتا ہے یا نہیں؟

۳......اس کے حمل کا کیا حکم ہے، کیا حرامی کہلائے گا؟

۴......زید اور ہندہ کے لئے شرعاً کیا حکم نافذ ہوگا؟ جواب سے آگاہ کریں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ا......زید کا اسی حالت میں ہندہ سے نکاح کر دیا جائے (۲)۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعید)

(۲) "وصح نکاح حبلی من زنا وإن حرم وطؤها اتفاقاً، والولد له". (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعید) ......

۲.....کر سکتا ہے(۱)۔

۳.....اس کے دریافت کرنے کا ابھی وقت نہیں جب بچہ پیدا ہو جائے، اس وقت یہ لکھ کر دریافت کریں کہ نکاح سے اتنے روز بعد بچہ پیدا ہوا ہے۔

۴.....اگر ثبوتِ شرعی ہو جائے تو احکام بہت سخت ہیں، مگر ان کے شرائط یہاں موجود نہیں، اس لئے توبہ واستغفار پر کفایت کی جائے (۲)۔ اور نکاح ہونے سے پہلے ان کو ہرگز ایک جگہ نہ ہونے دیا جائے، فوراً پردہ کرایا جائے اور تمام خاندان کو عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے کہ پردہ شرعی نہ ہونے کی وجہ سے کس قدر مفاسد اور فتنے پیدا ہوتے ہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۸/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/ ۳۲۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) قال الحافظ ابن الهمام: "رجلٌ تزوج حاملاً من زنا منه، فالنكاح صحيحٌ عندالكل، ويحل وطؤها عند الكل". (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/ ۲۴۱، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/ ۴۸، ۴۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(۲) "اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة". (روح المعاني، سورة التحريم: ۲۸/ ۱۵۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/ ۳۵۴، قديمي)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبناتك ونسآء المؤمنين يدنين عليهن من جلابيبهن، ذالك أدنى أن يعرفن، فلا يؤذين، وكان الله غفوراً رحيماً﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

وقال الله تعالىٰ: ﴿قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم، ويحفظوا فروجهم، ذلك أزكى لهم، إن الله =

حاملہ مزنیہ کا جبراً نکاح

سوال[۵۴۱۴]: ۱...... ہندہ ایک بیوہ عورت ہے اس کے منکوحہ خاوند سے تین بچے ہیں، اپنے شوہر کے انتقال کے بعد گذرِ معاش کے لئے باغات اور بڑے گھروں میں جاکر مزدوری کرتی تھی اور اسی حالت میں اس کو ناجائز حمل قرار پا گیا جس کو وہ آٹھویں ماہ تک چھپائے رہی۔ چونکہ وہ باغات میں مزدوری کرتی تھی اس لئے اس کی حالت تمام کو ظاہر ہوگئی، جب اس کی رشتہ دار خواتین نے اس سے دریافت کیا تو پہلے وہ اپنے حاملہ ہونے کی تردید کرتی رہی، پھر جب اس کا طبی معائنہ ہوا تو اس نے اعتراف کرتے ہوئے بتایا کہ اس کا ناجائز حمل بکر سے تھا۔

بکر اس کے گھر میں کرایہ پر تھا اور ایک شادی شدہ سرکاری ملازم تھا جب لوگوں نے بکر سے دریافت کیا تو اس نے خدا اور رسول کی گواہی دے کر ہندہ کے بیان کی تردید کی اور آخر تک انکار کرتا رہا اور آج بھی انکار کرتا ہے، مگر مسجد کی کمیٹی نے بکر کے بیان کو بالائے طاق رکھدیا اور اس کی بے جا بے رخی کرنے اور ملازمت پر ڈاکہ ڈالنے کی دھمکی دے کر ایامِ حمل میں ہندہ کا نکاح بکر سے کردیا، ہندہ کا نکاح بکر سے بالکل جبراً ہوا ہے یہاں تک کہ جب بکر نے ہندہ کے بیان کو غلط قرار دیا تو ایک شخص نے چند اشخاص کی موجودگی میں بکر کو مارا پیٹا بھی۔

ازروئے شرع ارشاد فرماوے کہ ہندہ کے حالتِ حمل میں بکر کا جبراً نکاح جائز ہوا ہے یا نہیں؟

زنا سے حاملہ سے نکاح

سوال[۵۴۱۵]: ۲...... کمیٹی نے بکر کا نکاح ہندہ سے کرنے کو عوام میں اپنی فتح سمجھی تھی، جس سے بکر واقف ہوگیا اور کہا کہ اگر کمیٹی اس کو اپنا طرۂ امتیاز سمجھتی ہے تو وہ ہندہ سے نکاح کرے گا مگر ایامِ حمل میں نہیں بلکہ اسقاطِ حمل اور غسلِ نفاس کے بعد جسے کمیٹی نے مقرر کردیا۔ کیا بکر کا یہ طرزِ عمل ازروئے شرع درست تھا یا نہیں؟

زانی کا مزنیہ حاملہ سے جبراً نکاح

سوال[۵۴۱۶]: ۳...... اگر رشیدہ کو زید کا ناجائز نطفہ ٹھہر گیا تو کیا زید کے لئے یہ لازم ہوگیا کہ وہ

= خبیر بما یصنعون. وقل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن، ویحفظن فروجهن، ولا یبدین زینتهن إلا ما ظهر منها﴾ الآیة (سورة النور: ۳۰، ۳۱)

رشیدہ سے جبراً نکاح کرلے؟ اگر نہیں تو ایسی حالت میں شرعی اصول کیا ہے؟ اگر لازم ہے تو کیونکر؟ اس صورت کی تفصیل فرمائیں شرعی بنیاد پر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....حالاتِ مذکورہ کے پیشِ نظر کسی کو جبر کرنے کا حق نہیں تھا (۱)، تاہم جب کہ ہندہ اور بکر نے اس نکاح کو تسلیم کرلیا اور ایجاب وقبول کرلیا، خواہ جبراً ہی سہی شرعاً یہ نکاح معتبر ہوگیا، مگر جبر کرنے والے اس جبر سے گنہگار ہوئے (۲)، حالتِ حمل میں بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے، پھر اگر اسی شخص سے نکاح ہو جس کا حمل ہے تو اس کو صحبت بھی درست ہوتی ہے، اگر کسی اور سے ہو تو وضعِ حمل سے پہلے صحبت کی اجازت نہیں ہے، کذا فی فتح القدیر (۳)۔

---

(۱) (راجع، ص: ۱۲۵، رقم الحاشية: ۱)

(۲) قال ابن عابدينؒ تحت (قوله: مايصح مع الإكراه): "فقال: طلاق وإيلاء وظهار ورجعة، ونكاح يشمل ما إذا أكره الزوج أو الزوجة على عقد النكاح، كما هو مقتضى إطلاقهم". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، مطلب في المسائل التي تصح مع الإكراه: ۳/۲۳۲، سعيد)

وقال تحت (قوله: يستحق رضاهما): "أي يصدر منهما مامن شانه أن يدل على الرضا، إذحقيقة الرضاء غير مشروط في النكاح، لصحته مع الإكراه، والهزل". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بإرسال كتاب: ۳/۲۱، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "ثلثٌ جدهن جد، وهزلهن جد: النكاح، والطلاق، والرجعة". رواه الترمذي وأبوداؤد". (مشكوٰة المصابيح، باب الخلع، والطلاق، الفصل الثاني: ۲/۲۸۴، قديمي)

(۳) "فإن تزوج حبلى من زنا، جاز النكاح، ولايطأها حتى تضع حملها". (الدرالمختار). "(قوله: فإن تزوج حبلى من زنا)من غيره جاز النكاح خلافاً لأبي يوسف، أمالو كان الحبل من زنا منه، جاز النكاح بالاتفاق .... رجل تزوج حاملاً من زنا منه، فالنكاح صحيح عند الكل، ويحل وطؤهاعند الكل، الخ". (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/۲۴۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية. كتاب النكاح، القسم السادس، المحرمات التي يتعلق بها حق =

۲......بکر کو اس نکاح کی اجازت نہ دینے اور اس پر راضی نہ ہونے کا پورا حق تھا، کذا فی الدر المختار (۱)۔

۳......لازم تو نہیں مگر رشیدہ کو اس پر رضا مند ہو جانا چاہیے کہ وہ زید سے نکاح کرے، اس میں بہت سے فتنوں سے حفاظت ہے، کذا فی الزیلعی (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۱۲/۲۹ھ۔

مزنیہ حاملہ سے نکاح اور وطی

سوال [۵۴۱۷]: ایک شخص نے کسی اجنبیہ سے زنا کیا اسے حمل رہ گیا، ان دونوں کا یہ فعل اس شہر یا گاؤں میں مشہور ہوگیا، مگر لوگوں نے جب زانیہ سے دریافت کیا کہ تیرے ساتھ یہ شخص زنا کرتا ہے تو زانیہ عورت نے بالکل صاف انکار کردیا، بلکہ ایک غیر شخص کی طرف اس قول کو منسوب کیا۔ اب نکاح کے متعلق فکر ہوا تو لوگوں نے اس ہی غیر شخص سے اس کا نکاح حمل ہونے کی حالت میں پڑھوادیا، اول شخص جو کہ زانی تھا اس کو کچھ سزا وغیرہ نہیں دی گئی۔ ثانی شخص یعنی جس نے اس زانیہ سے نکاح کیا ہے اسی حالت میں وطی کرنا کیسا ہوگا؟ عند الشرع کس سزا کا مستوجب ہوگا؟

= الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیہ)

(۱) "ولاتجبر البالغة البکر علی النکاح، لانقطاع الولایة بالبلوغ، فإن استأذنها هو أی: الولی وهو السنة، الخ". (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۵۸، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۱۹۴، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۲/۴۹۵، دار الکتب العلمیه بیروت)

(۲) "قال: وحبلی من زنا، لامن غیره أی: حل تزوج الحبلی من الزنا، ولایحل تزوج الحبلی من غیره .... لأن هذا الحمل محترم حتی لایجوز إسقاطه، والامتناع فی المجمع علیه لحرمة الحمل، وصیانته عن سقیه بماء الغیر لالصاحب الماء .... بخلاف ماإذاتزوجت بالزانی الذی حبلت منه؛ لأن الأحکام مرتبة علیه من حل الوطء، ووجوب النفقة، الخ". (تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۸۵، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعید)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ غیر شخص بھی زنا کا اقرار کرتا ہے یا نہیں، اگر اقرار کرتا ہے تو اس سے نکاح جائز ہے اور وطی بھی جائز ہے، اگر انکار کرتا ہے تو نکاح جائز ہے، مگر وطی وضعِ حمل سے پہلے جائز نہیں، کذا فی الفتاوی الھندیہ: ۲/۲۸۸، کتاب النکاح (۱)۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۸/۳/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم، ۲/ ربیع الآخر/ ۵۸ھ۔

زانیہ کا نکاح زانی سے

سوال [۵۴۱۸]: زانی مرد کا نکاح زانیہ سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اگر زانیہ حاملہ ہوجائے تو اس زانی مرد کا نکاح اس سے کس وقت ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

زانی کا زانیہ کو حمل ہو تب بھی اس سے زانی کا نکاح درست ہے اور صحبت بھی درست ہے، زانیہ نہ کسی کے نکاح میں ہو نہ عدت میں تب بھی اس کا نکاح درست ہوتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۷/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۷/۱۸ھ۔

---

(۱) "وقال أبوحنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ يجوز أن يتزوج امرأةً حاملاً من الزنا، ولا يطأها حتى تضع. وقال أبويوسفؒ: لايصح، والفتوى على قولهما .... وفي مجموع النوازل: إذا تزوج امرأةً قد زنى هو بها، وظهر بها حبل، فالنكاح جائز عند الكل، وله أن يطأها، الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "وصح نكاح حبلىٰ من زنا لاحبلى من غيره حتى تضع، لونكحها الزاني حلّ له وطؤها اتفاقاً، والولد له". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۴۸، ۴۹، سعيد)

(وكذافي مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دارإحياء التراث العربي بيروت) =

معتدہ مزنیہ کا عدت کے بعد زانی سے نکاح

سوال[۵۴۱۹]: ہندہ کو اس کے شوہر نے تین طلاق دیدی، یا ہندہ کا شوہر مرگیا تو زید نے ہندہ سے ایامِ عدت میں زنا کرلیا (العیاذ باللہ) تو کیا ہندہ عدت گذرنے کے بعد زید (زانی) سے نکاح کرسکتی ہے؟ یا زید کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی؟ اور ہندہ کی عدت میں کوئی خلل تو نہیں واقع ہوا؟ عوام میں مشہور ہے کہ عدت میں زنا کرنے والے پر وہ عورت مزنیہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ نیز یہ بھی مشہور ہے کہ عدت میں اگر زنا کرالیا تو دوبارہ عدت گذارنی پڑے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس معصیتِ کبیرہ کی وجہ سے نہ مزنیہ اس زانی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوتی ہے (۱) نہ اس پر دوسری عدت واجب ہوتی ہے (۲)، بلکہ پہلی عدت ختم ہونے تک دونوں الگ الگ رہیں، پھر جب عدت ختم ہوجائے تو

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(۱) (قوله: "أوزنا"): أي وحل تزوج الموطوءة بالزناء. أي الزانية، لورأى إمرأة تزني فتزوجها جاز، وللزوج أن يطأها بغير استبراء، وقال محمد: لاأحب له أن يطأها من غير استبراء .... وهذا صريح في جواز تزوج الزانية". (البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۸۸، رشيديه)

"وصح نكاح حبلى من زنا لاحبلى من غيره، الخ". (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۴۸، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۸۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۱۸۷، رشيديه)

(۲) "فظهر أن الحامل من الزنا لاعدة عليها أصلاً، الخ". (البحرالرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۲۹، رشيدية)

"لاتجب العدة على الزانية، وهذا قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالىٰ، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲۶، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، باب العدة، مطلب: عشرون موضعاً يعتد فيها الرجل: ۳/۵۰۳، سعيد)

نکاح کرلیں (۱)، گناہ سے توبہ کریں (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۱۱/۹/۹۳ھ۔

زنا سے پیدا شدہ لڑکی کا نکاح

سوال[۵۴۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت منکوحہ اپنے خاوند کو چھوڑ کر اس کی بلا مرضی بازار میں بیٹھ گئی اور فحش پیشہ کرنے لگی، عورت ومرد کی قوم میں مسمی زید ایک شخص نے قومی غیرت وشرم سے اس عورت کو اپنے گھر میں رکھ لیا اور قوم نے تعلقات اس بناء پر ترک کردیئے۔اسی حالت میں اس کے ایک لڑکی پیدا ہوئی، بعد میں جرمانہ داخل کرنے کے بعد اور معافی مانگ لینے سے زید قوم میں داخل ہوگیا، مگر وہ عورت اسی طرح اس کے پاس ہے۔تو اب اس لڑکی (جو کہ حرام نطفہ سے ہے) سے نکاح کردینا اور اس کو اپنے گھر لے جانا درست ہے یا نہیں؟

فضل الرحمٰن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا سے پیدا ہونے والے لڑکے اور لڑکی کا نکاح دوسرے سے صحیح ہوجاتا ہے بشرطیکہ اور کوئی مانعِ شرعی

---

(۱) "ومنها :ألاتكون معتدة الغير (أيضاً)؛ لقوله تعالىٰ: ﴿ولاتعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقرة: ۲۳۵) أى: ماكتب عليها من التربص". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذافى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التى يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذافى ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر ،مطلب فى النكاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعيد)

(۲) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصى واجبة، وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً، الخ". (شرح النووى على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمى)

(وكذافى روح المعانى، تحت آية: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، داراحياء التراث العربى بيروت)

نہ ہو، اسی طرح اس کا نکاح بھی پڑھنا پڑھانا درست ہے (۱)۔ مال کا جرمانہ جائز نہیں (۲)۔

تنبیہ: اگر شرعی ضرورت ہو، دوسرے طرق مقاطعہ وغیرہ سے کرنا چاہیے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبدالرحمن عفی عنہ، الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/محرم الحرام/۵۲ھ۔

نکاح ولد الزنا

السوال [۵۴۲۱]: یا أیها الأساتذة الکرام والمفتیون العظام! هل ترون جواز تزوج ولد الزنا مع غیر ولد الزنا، فإن کان رأیکم فیه إیجاباً کان أوسلباً، فهل لکم فی شفائی بأن بینوا مأخذه، وتوضحوامخارجه؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

إن کان السوال عن نفس الجواز، فلا إشکال فیه، وإن کان عن الکفاءة، فجوابه یفهم مما قال الحصکفی فیما علّقه علی الملتقی: "لوتزوّجته علی أنه حر،فإذاهوعبد، أوعلی أنه فلان

---

(۱) قال الله تعالی: ﴿وأحل لکم ماوراء ذلکم﴾ (النساء: ۲۴)

"أی ماعدامن ذُکرن من المحارم هن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، النساء: ۲۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذافی التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(وکذافی التفسیر المظهری: ۲/۶۶، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(وکذافی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقرابة: ۳/۴۱۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) "إذلایجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحدبغیر سبب شرعی". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیه)

(وکذافی البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حدالقذف، فصل فی التعزیر: ۵/۶۸، رشیدیه)

"لایأخذ مال فی المذهب" (الدرالمختار، کتاب الحدود، باب التعزیر، مطلب فی التعزیر بأخذ المال: ۴/۶۱، سعید)

بن فلان فإذا هو لقيطٌ أو ابن زنا، أو على أنه سني فظهر أنه بدعيّ، أو على أنه قادر على المهر أو النفقة فإذا هو عاجزٌ، فإنه يثبت لها الخيار"(۱)۔

وإن أشكل عليه ابن عابدين في حاشيته على الدر المختار حيث قال: "لكن ظهر لي الآن أن ثبوت حق الفسخ لها للتغرير، لا لعدم الكفاءة، بدليل أنه لو ظهر كفوء، يثبت لها حق الفسخ؛ لأنه غرّها ولايثبت للأولياء؛ لأن التغرير لم يحصل لهم، وحقهم في الكفاءة، وهي موجودة، وعليه فلايلزم أن ثبوت الخيار لها في هذه المسائل ظهوره غير كفوء"(۲)۔

قلت: هذاممكن، لكن فيما لم يثبت فيه التصريح من الفقهاء لعدم الكفاءة، وأما ماصرحوافيه بعدم الكفاءة، فالتعليل فيه شيئان: التغرير، وعدم الكفاءة. قال في الدر المختار: "وتعتبر الكفاءة نسباً، وديانةً، ومالاً، بأن يقدر على المعجل، ونفقة شهر، اهـ".(۳)۔

قال البزازي: "مجهول النسب لايكون كفوءاً لمعروف النسب، اهـ"(٤)۔ "وسئل شيخ الإسلام عن مجهول النسب، هل هو كفوء لامرأة معروفة النسب؟ قال: لا، كذافي المحيط. اهـ". هندية(٥)۔

والكفاءة حق المرأة وحق الأولياء، ولاحقهم فقط دونها، كمانص عليه التمرتاشي، ورد الشامي مستظهراً لعبارة الذخيرة، والظهيرية، والبحر(٦)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۳/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، ۵/ ربیع الاول/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---
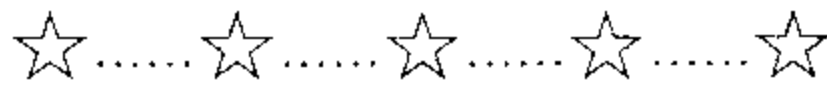
(۱) (الدر المنتقى، كتاب الطلاق، باب العنين: ۲/ ۱۴۱، غفاريه كوئٹه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب العنين وغيره، مطلب في طبائع فصول السنة الأربعة: ۳/ ۵۰۲، ۵۰۳، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب العنين: ۲/ ۲۱۳، دار المعرفة بيروت)

(۳) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۳/ ۸۶- ۹۰، سعيد)

(۴) (البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء: ۴/ ۱۱۶، رشيديه)

(۵) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء: ۱/ ۲۹۳، رشيديه)

(۶) (رد المحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۳/ ۸۵، سعيد)

فصل فی نکاح المعتدة

(عدت میں نکاح کا بیان)

عدت میں نکاح

سوال[۵۴۲۲]: ایک عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا اور اس وقت اس کو امید نہ تھی، دو ماہ کے بعد ایامِ عدت میں امید ہوگئی، عدت کے بعد عورت نے اپنا نکاح اس مرد سے پڑھالیا جس سے امید تھی یعنی بچہ پیدا ہونے سے قبل۔ آیا نکاح درست ہوگا یا نہیں اور بچہ کیسا قرار پائے گا؟ ایامِ عدت میں ایسا کرنے کی وجہ سے مرد وعورت دونوں کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟

بندہ حسن محلہ قاضی خان۔

الجواب حامداًومصلیاً:

عدتِ وفات ختم ہونے کے بعد اگر نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے اور نکاح سے کم از کم چھ ماہ گزرنے سے پہلے بچہ ہوا ہے تو وہ اس ناکح سے ثابت النسب نہ ہوگا اور عدتِ وفات اس صورت میں صحیح قول پر چار ماہ دس روز ہی رہے گی، وضعِ حمل کو عدت نہیں قرار دیا جائے گا:

"والصحيح ما ذكره محمد أن عدة المتوفى عنها زوجها لا تتغير بوجود الحمل بعد الوفاة، و لا تنتقل من الأشهر إلى وضع الحمل، و يعلم كون الحمل من الزنا بولادتها قبل ستة أشهر من حين العقد". شامي: ٢/٩٣٤(١)۔

(١) ردالمحتار میں اصل عبارت اس طرح ہے: "والذي ذكره محمد أن هذا في عدة الطلاق، أما في عدة الوفاة فلا تتغير بالحمل، وهو الصحيح، كذا في البدائع، اهـ .... وإنما العدة لموت الزوج أو طلاقه، قال الرحمتي: و يعلم كون الحمل من زنا بولادتها قبل ستة أشهر من حين العقد". (رد المحتار، باب العدة، مطلب في عدة الموت: ٣/٥١١، سعيد) .... =

اگر زنا کا شرعی ثبوت ہو جائے اور شرائطِ رجم موجود ہوں تو حکومت اسلامی دونوں کو رجم کرادے، اگر شرائطِ رجم موجود نہ ہوں تو سوسو کوڑے لگوائے (۱)، حکومتِ اسلامی جس جگہ موجود نہ ہو تو وہاں یہ حدِ زنا جاری نہیں کی جائے گی (۲)، ایسی جگہ ترکِ تعلقات وغیرہ کی سزا دی جائے تاکہ وہ دونوں تنگ آ کر توبہ کرلیں اور آئندہ دوسروں کو عبرت ہو (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ ذی الحجہ/ ۵۳ھ۔

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب العدة: ۲/ ۲۱۹، دار المعرفة بيروت)

"والصحيح ما ذكره محمد: أن عدة المتوفى عنها زوجها لا تتغير بوجود الحمل بعد الوفاة ولا تنتقل من الأشهر إلى وضع الحمل بخلاف عدة الطلاق". (بدائع الصنائع، كتاب الطلاق، باب العدة، فصل في انتقال العدة: ۴/ ۴۳۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "وإذا وجب الحد وكان الزاني محصناً، رجمه بالحجارة حتى يموت؛ لأنه عليه السلام رجم ماعزاً وقد أحصن. وقال في الحديث المعروف وزنا بعد الإحصان، وعلى هذا إجماع الصحابة .... وإن لم يكن محصناً وكان حراً فحده مأة جلدة، لقوله تعالىٰ: ﴿الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مأة جلدة﴾ الخ". (الهداية، كتاب الحدود، فصل في كيفية الحد وإقامته: ۲/ ۵۰۹، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الحدود: ۴/ ۱۰، ۱۳، سعيد)

(۲) "وهو أن يكون المقيم للحد هو الإمام أو من ولاه الإمام". (بدائع الصنائع، كتاب الحدود، فصل في شرائط جواز إقامتها: ۹/ ۲۵۰، دار الكتب العلمية بيروت)

"تجب على الإمام إقامتها يعني بعد ثبوت السبب". (مجمع الأنهر، كتاب الحدود: ۱/ ۵۸۴، دار إحياء التراث العربي)

(۳) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى منه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۸/ ۷۵۸، رشيديه) .... =

ایضاً

سوال[۵۴۲۳]: ہندہ بیوہ ہوگئی، عدتِ وفات ابھی اس کی ختم نہ ہوئی تھی کہ اس کا نکاح اس کے متوفی شوہر کے بھائی کے ساتھ کردیا گیا، حالانکہ مسماۃ مذکورہ رضامند نہ تھی، اس واسطے وہ تین روز گھر سے بے گھر رہی، تیسرے دن اس نے شخصِ مذکور کو جس کے ساتھ نکاح کردیا گیا تھا، مجبور کیا طلاق دینے پر، چنانچہ اس نے طلاق دیدی، سرکاری کاغذ پر بموجب قانون انگریزی طلاق نامہ لکھ دیا، اس کے بعد اب مسماۃ ہندہ اسی شخص کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا اس کا نکاح اس شخص کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں، کیونکہ پہلا نکاح تو بسببِ عدت میں ہونے کے صحیح نہ ہوا، پھر طلاق کس بات کی ہے؟ اگر دوبارہ نکاح جائز ہو تو کیا مزید عدت کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ پہلا نکاح عدت کے اندر اگر دانستہ کرایا گیا ہے تو نکاح پڑھانے والا اور شرکائے مجلس گناہ گار ہوئے یا نہیں؟ شرعاً ان کی تادیب وتنبیہ اور ان کی نجات کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اگر نکاح پڑھانے والا پیش امام بھی ہے، حکمِ شرعی کا منکر ہو اور بے جا تاویلات سے کام لے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ مفصل تحریر ہو۔

خاکسار: سید عطاء الحق۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدت میں نکاح جائز نہیں (۱)، نکاح کرنے والا اور نکاح پڑھنے والا اور تمام شرکائے مجلس، نیز جو لوگ اس نکاح کے روکنے پر قادر تھے پھر خاموش رہے اور نہیں روکا تو یہ سب کے سب گناہگار ہوئے (۲)، سب کو توبہ

= (وكذا في عمدة القاري، كتاب البر والصلة، باب الهجرة: ۲۲/۱۴۲، خيريه بيروت)

(۱) "قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم: "التائب من الذنب كمن لا ذنب له". (فيض القدير (رقم الحديث: ۳۳۸۵): ۵/۲۷۳۶، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۲) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالى عنه، عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان".

(مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۲/۴۳۶، قديمي) =

لازم ہے(۱) امام اگر توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے علیحدہ کر دیا جائے بشرطیکہ اس سے بہتر امامت کے لائق کوئی دوسرا آدمی موجود ہو، نیز اس کی علیحدگی میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہو(۲)، اگر توبہ کرلے تو پھر اس کی امامت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں(۳)۔

عدت میں نکاح ہوا ہے وہ باطل ہے، کیونکہ عورت اور مرد ہر دو کو اس کے ناجائز اور حرام ہونے کا علم تھا، اس لئے اس نکاح کے بعد اگر صحبت کی ہے تو وہ حرام اور زنا کے حکم میں ہے، جو طلاق دی ہے وہ بھی بیکار، اس

= قال العلامة المناوی: "من رای" یعنی منکم معشرَ المسلمین المکلفین القادرین! .... "منکراً": أی شیئاً قبحه الشرع فعلاً أو قولاً ولو صغیرةً "فلیغیره": أی فلیُزله وجوباً شرعاً ...... "فإن لم یستطع" ذلک بلسانه لوجود مانع کخوف فتنة أو خوف علی نفس أو عضو أو مال محترم أو شهر سلاح "فبقلبه" ینکره وجوباً، الخ". (فیض القدیر، (رقم الحدیث: ۸۶۸۷): ۱۱/۵۸۰۰، مکتبه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة)

وقال الملا علی القاریؒ: "أضعف الإیمان": أی شُعبه أو خصال أهله، والمعنی أنه أقلّها ثمرةً، فمن غیّر المراتب مع القدرة کان عاصیاً". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، الفصل الأول: ۸/۸۶۱، (رقم الحدیث: ۵۱۳۷)، رشیدیه)

(۱) "واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة، وأنها واجبة علی الفور، لایجوز تأخیرها، سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً". (شرح النووی علی الصحیح المسلم: ۲/۳۵۴، کتاب التوبة، قدیمی)

(۲) "ویکره إمامة عبد و أعرابی و فاسق و أعمی و مبتدع لایکفر بها، وإن کفر بها فلایصح الاقتداء به أصلاً، و ولد الزنا، هذا إن وجد غیرهم، و إلا فلا کراهة، الخ" (تنویر الأبصار مع الدرالمختار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۵۵۹، ۵۶۰، سعید)

(و کذا فی البحرالرائق، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰، ۶۱۱، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر، کتاب الصلاة، فصل: الجماعة سنة مؤکدة: ۱/۱۰۸، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۳) "قال النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "التائب من الذنب کمن لا ذنب له". (فیض القدیر (رقم الحدیث: ۳۳۸۵): ۵/۲۷۳۱، مکتبه نزار مصطفی الباز مکة المکرمة)

طلاق کی وجہ سے عدت لازم نہیں، محض عدتِ وفات گزرنے کے بعد نکاح درست ہے:

"وأما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، و لهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا، كما في القنية وغيرها، اهـ". رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۶/۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ جمادی الثانیہ/ ۶۲ھ۔

ایضاً

سوال [۵۴۲۴]: ایک عورت کو اس کے شوہر نے خلوت کے بعد میں طلاق دی، اس عورت نے ایک دوسرے شخص سے اسی تاریخِ طلاق کی شب کو بغیر عدتِ طلاق پوری کیے ہوئے نکاح کرلیا اور آٹھ ماہ دس یوم بعد بچہ پیدا ہو گیا۔ آیا یہ نکاح کرنا اس کا جائز ہے یا نہیں اور یہ عورت اس موجودہ شخص کی بیوی قرار دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر بیوی قرار نہیں دی جاسکتی تو کیا کرنا چاہیے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عدت کے اندر نکاح ناجائز ہے لہذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، بچہ پیدا ہونے کے بعد دوبارہ نکاح کرنا چاہیے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

---

(۱) (رد المحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/ ۱۳۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب العدة: ۴/ ۲۴۲، رشيديه)

"لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الجواز: ۳/ ۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، =

ایضاً

سوال[۵۴۲۵]: متوفی زید کی بیوی ہندہ نے بعد انتقال زید کے تین مہینہ پانچ دن کے عمرو سے نکاح کرلیا اور بعد نکاح دو تین روز کے عمرو کو یہ معلوم ہوا کہ اس نے عدت ہی کے اندر نکاح کیا، بعد معلوم ہوجانے کے بھی عمرو نے ہندہ مذکورہ کو تفریق یا متارکت وفسخ کچھ بھی نہیں کی اور اس طرح دونوں باہم زندگی بسر کرنے لگے یعنی وطی بھی کرنے لگے۔ اس حالت پر آٹھ مہینے گزرنے کے بعد عمرو نے کسی ملا صاحب کے ذریعہ سے صرف نکاح دہرالیا، بعد نکاح اس آٹھ مہینہ کے اندر تفریق، متارکت، فسخ ان تینوں میں سے کسی ایک کو ایک لحظہ کے لئے بھی اختیار نہ کیا۔ اب عمرو نے جس طرح نکاح دہرالیا، از روئے شرع عمرو کے لئے نکاح جائز ہوگا یا نہیں، اگر عمرو کے لئے نکاح مذکورہ جائز نہ ہوتو از روئے شرع جائز ہونے کی کیا صورت ہے؟ کتب معتبرہ و حدیث صحیحہ سے مع عبارت ونام کتاب تحریر فرمائیں، روز جزا میں اس کا اجر ملے گا۔

نوٹ: اس کے بعد سائل نے مجموعہ فتاوی جلد اول: ۳۱۱، باب النکاح سے استفتاء: ۲/۲۹۶، مع جواب نقل کر کے لکھا ہے(۱) کہ سوال دوم کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ عمر کا نکاح صرف دہرانے سے صحیح نہیں ہوا۔

الجواب حامداً مصلیاً:

عدتِ وفات غیر حاملہ کے لئے چار ماہ دس روز ہے(۲)، عدت پوری ہونے سے پہلے نکاح ناجائز

= الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب العدة: ۴/۲۴۲، رشيديه)

(۱) (مجموعة الفتاوی (اردو): ۲/۲۶، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والذين يتوفون منكم و يذرون أزواجاً، يتربصن بأنفسهن أربعة أشهر و عشراً﴾ (سورة البقرة: ۲۳۴)

"(قوله: و للموت أربعة أشهر و عشراً) أى: عدة المتوفى عنها زوجها بعد نكاح صحيح إذا =

ہے، اگر عمرو کو علم ہو کہ ہندہ کی عدت پوری نہیں ہوئی تو یہ نکاح باطل اور زنائے محض ہوا ہے، آٹھ ماہ بعد جب دوبارہ نکاح کیا ہے تو وہ صحیح ہے، جب پہلا نکاح قطعاً باطل ہوا تھا تو دوبارہ نکاح کے لئے مستقل عدت کی ضرورت نہ تھی۔ تفریقِ قاضی متارکت، فسخ کی ضرورت بھی شبہ کے موقع پر ہوتی ہے اور جہاں خالص زنا ہو وہاں ان اشیاء کا محل ہی نہیں، بلکہ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر معتدۃ الغیر سے باوجود علم کے نکاح کرے تو حدِ شرعی یعنی حدِ زنا واجب ہے (جب کہ شرائط متحقق ہوں)۔

اگر عمرو کو علم نہیں تھا تو پہلا نکاح جو کہ بحالتِ عدت کیا ہے وہ فاسد ہوا، اس سے متارکت واجب ہے، جب تک متارکت نہ ہو جائے نکاح صحیح نہیں، لہٰذا بغیر متارکت جو آٹھ ماہ بعد نکاح کیا ہے وہ بھی صحیح نہیں۔ اب جواز کی شکل یہ ہے کہ عمرو متارکت کرے یعنی زبان سے ایسے الفاظ کہے جس سے مضمونِ ترک سمجھا جائے، مثلاً یہ کہے کہ "میں نے تجھ کو علیحدہ کر دیا، چھوڑ دیا، میرا تیرا کوئی تعلق نہیں" وغیرہ وغیرہ، یا طلاق دیدے، اس کے بعد عدت تین حیض گزارے اور اس مدت میں عمرو ہندہ بالکل علیحدہ رہیں، وطی، خلوت وغیرہ کچھ نہ ہو، جب یہ عدت پوری ہو جائے تب از سرِ نو نکاح کریں:

"وعدة المنكوحة نكاحاً فاسداً فلا عدة في باطل، والموطؤة بشبهة، ومنه تزوج امرأة الغير غير عالم بحالها. .... الحيض للموت وغيره كفرقة أو متاركة؛ لأن عدة هؤلاء لتعرف براءة الرحم وهو بالحيض، ولم يكتف بحيضة احتياطاً، اهـ". در مختار مختصراً۔

"(قوله: نكاحاً فاسداً) هي المنكوحة بغير شهود، و نكاح امرأة الغير بلا علم بأنها متزوجة، و نكاح المحارم مع العلم بعدم الحل فاسد عنده خلافاً لهما. (قوله: فلا عدة في باطل) أما نكاح منكوحة الغير و معتدته فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذا يفرق بين فاسده و باطله في العدة، و لهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة؛ لكونه زنا.

= كانت حرةً أربعة أشهر وعشرة أيام؛ لقوله تعالىٰ: ﴿والذين يتوفون﴾ الخ". (البحر الرائق، باب العدة: ۲۲۲/۴، رشيديه)

(وكذا في الهداية، باب العدة: ۴۲۳/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(قوله: الحيض) جمع حيضة: أي عدة المذكورات ثلاث حيض. (قوله: كفرقة) الأول كتفريق: أي تفريق القاضي، وسيأتي أن ابتداء العدة في الموت من وقت الموت، وفي غيره من وقت التفريق والمتاركة: أي إظهار العزم من الزوج على ترك وطيها بأن يقول بلسانه: تركته بعد وطئه ونحوه، ومنه الطلاق. اهـ". در مختار (۱)۔

اور یہ بھی جائز ہے کہ بغیر عدت گزارے بعد متارکت کے نکاح کرلیں لیکن اگر عمرو کے علاوہ کسی اور سے ہندہ نکاح کرنا چاہے تو متارکت کے بعد عدت گزارنا ضروری ہے بغیر عدت گزارے نکاح درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۳/۵۸ھ۔

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، سواء كانت العدة عن طلاق، أو وفاة، أو دخول في نكاح فاسد، أو شبهة نكاح .... ويجوز لصاحب العدة أن يتزوجها، كذا في محيط السرخسي، اهـ". فتاوی عالمگیری (۲)۔

نقل فتوی منسلکہ اس کے حق میں ہے، جب کہ عورت کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے اس صورت میں بغیر عدت گزارے نکاح درست نہیں (۳)۔ صورت مسئولہ میں خود صاحب عدت (عمرو) سے نکاح کرنا بعد متارکت بلا عدت گزارے بھی درست ہے (۴)۔ محمود بقلم خود۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر سہارنپور، ۲۲/ ربیع الثانی/۵۸ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، باب العدة، مطلب: عدة المنكوحة فاسداً والموطوءة بشبهة: ۵۱۲/۳-۵۲۳، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب العدة: ۲۲۱/۲-۲۲۴، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲۴۲/۴، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الزوجة: ۴۵۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة)

(۴) "إذا كان الطلاق بائنا دون الثلاث، فله أن يتزوجها في العدة وبعد انقضائها". (الفتاوى العالمكيرية، =

عدت میں نکاح

سوال[۵۴۲۶]: طلاق کے کتنے مہینے کتنے دن کے بعد دوسرے لڑکے سے نکاح کرنا چاہیے؟ طلاق دیئے ہوئے پانچ مہینے ہوئے اور ایک سال کا لڑکا ہے اور مہینہ (ماہواری) نہیں ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں عدت پوری ہونے پر نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

طلاق کے بعد جب تین مرتبہ ماہواری آجائے تب عدت ختم ہوگی اور دوسرا نکاح درست ہوگا (۱)، بچہ گود میں ایک سال کا ہے اور طلاق کو پانچ مہینے ہوئے اور ماہواری نہیں ہورہی ہے تو ابھی نکاح کی اجازت نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

= الباب السادس في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۱/ ۴۷۲، رشيديه)

"وينكح مبانته بما دون الثلاث". (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة: ۳/ ۴۰۹، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/ ۱۷۶، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۱) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (مجمع الأنهر، باب العدة: ۱/ ۴۶۲، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/ ۵۲۶، رشيديه)

(۲) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الزوجة: ۳/ ۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطلاق، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/ ۱۳۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/ ۲۴۴، رشيديه)

عدت میں نکاح اور صحبت سے ممانعت

سوال[۵۴۲۷]: متوفی کے ورثا نے امامِ مسجد سے کہا کہ ہمیں عورت کے اغواء ہونے کا خطرہ ہے اس لئے کسی طرح جلد از جلد اس کا نکاح ہمارے خاندان کے فلاں آدمی سے کردو، امام مسجد نے ایک اور مولوی صاحب سے مشورہ لیا جس نے کہا عدت گذرنے سے پہلے نکاح نہیں ہوسکتا، مگر عورت کو ڈرانے کے لئے آپ نکاح پڑھ دیں اور عورت کو کہہ دیں کہ بس اب تیرا نکاح ہوگیا ہے، مگر خاوند کو اس مدت میں صحبت سے منع کردیں تاکہ وہ زنا کا مرتکب نہ ہو۔ پھر جب عدت گذر جائے گی تو از سرِ نو نکاح پڑھنا اور اس کے بعد عورت خاوند پر حلال ہوگی۔ چنانچہ امام مسجد نے نکاح کردیا اور خاوند کو صحبت سے منع کردیا، لیکن خاوند نے اس پابندی کی کوئی پرواہ نہیں کی اور عورت سے تعلقاتِ زن وشوہر قائم کرلئے۔

اسی دوران عورت کو پتہ چل گیا کہ اس کا نکاح نہیں ہوا، تو وہ ایک شخص کے ساتھ بھاگ گئی۔ ازروئے شریعتِ مطہرہ ہر ایک کا حکم تحریر فرمائیں۔ امام مسجد، شرکائے نکاح اور امام کو مشورہ دینے والے پر کیا کیا تعزیر ہے؟ عورت کا نکاح کس صورت میں صحیح ہوسکتا ہے؟ نکاح مذکورہ کے بعد صحبت کرنے والے پر کیا حکم ہے؟ اور اغوا کنندہ پر کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حالتِ عدت میں نکاح کی بات اور وعدہ لینا بھی جائز نہیں، قرآن کریم میں ممانعت آئی ہے(۱)، قرآن کریم کی قدر نہ کرتے ہوئے اپنی مصالح کو پیش نظر رکھ کر یہ غلط کام کیا گیا جس کے نتیجے میں مرد اور عورت حرام کاری میں مبتلا ہوئے اور مصلحت بھی فوت ہوگئی۔ جس نے یہ غلط مشورہ دیا وہ بھی توبہ کرے اور جو اس غلط نکاح میں شریک و معاون ہوئے سب توبہ و استغفار کریں (۲)۔ اجنبی کے ساتھ بھاگ جانا بھی مستقل

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا جناح علیکم فیما عرضتم به من خطبة النساء أو أکننتم فی أنفسکم، علم الله أنکم ستذکرونهن، و لکن لا تواعدوهن سراً، إلا أن تقولوا قولاً معروفاً، ولا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب أجله﴾. (البقرة: ۲۳۵)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿و من یعمل سوءً أو یظلم نفسه، ثم یستغفر الله یجد الله غفوراً رحیماً﴾ فالواجب علی کل مسلم أن یتوب إلی الله حین یصبح و حین یمسی". (تنبیه الغافلین، باب التوبة: ۲۰، قدیمی) =

معصیت ہے، بھگا کر لے جانے والا بھی سخت گنہ گار ہے (۱)۔ تعزیر کے لئے اپنے علاقے کے اہلِ علم سے دریافت کریں۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۹/۱۳۹۵ھ۔

طلاق کے بعد عدت میں نکاح

سوال [۵۴۲۸]: حسن محمد خان نے اپنی منکوحہ بیوی مسماۃ سردارنی کو بوجہ بے اتفاقی اور زبان درازی کے جنوری ۱۹۴۲ء میں ایک طلاق دیدی، پھر اس کو سمجھایا گیا، نہ سمجھنے پر ایک ماہ بعد اس کو دوسری طلاق دیدی گئی، بعد ازاں ۱۹۴۳ء میں اس کو تیسری طلاق تحریری دیدی۔ اب میری برادری مسماۃ سردرانی کو میرے گھر آباد کرنا چاہتی ہے۔ اب کیا کریں؟ فقط۔

حسن محمد خاں، قصبہ بھرائی، ریاست بنگال۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دوسری طلاق کے بعد رجعت کرلی ہے یعنی عدت ختم ہونے سے پہلے طلاق واپس لے کر شوہر و بیوی کی طرح رہنا شروع کردیا تھا اور پھر تیسری طلاق دی ہے، یا دوسری طلاق کے عدت ختم ہونے سے قبل

= "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة وأنها واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، على الفور، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، تحت آية: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾ : ۲۸/ ۱۵۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وفي الأشباه: خدع امرأة إنسان وأخرجها وزوّجها، يحبس حتى يتوب أو يموت لسعيه في الأرض بالفساد". (الدرالمختار). "(قوله: حتى يتوب أو يموت) عبارة غيره حتى يردها. وفي الهندية: وغيرها: قال محمد: أحبسه أبداً حتى يردها أو يموت". (ردالمحتار، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مطلب: العامي لا مذهب له : ۴/۸۱، سعيد)

(وكذا في شرح الأشباه والنظائر، الفن الثاني، كتاب الحدود و التعزير : ۲/۴۷، إدارة القرآن كراچي)

تیسری طلاق دی ہے تو اب وہ مغلظہ ہوگئی ہے(۱)، اس عورت کو رکھنا حرام ہے۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ عدت ختم ہونے پر عورت کسی شخص سے باقاعدہ نکاح کرے اور وہ ہمبستری کے بعد یا طلاق دے یا مرجائے تو عدت گذار کر آپس میں نکاح درست ہوگا، اس سے قبل درست نہیں (۲)۔ اگر دوسری طلاق کی رجعت نہیں کی یہاں تک کہ عدت ختم ہوگئی، پھر تیسری طلاق دے دی تو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی بلکہ بیکار گئی (۳)، اس صورت میں اگر طرفین رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح درست ہے بغیر نکاح کے رکھنا پھر بھی درست نہیں لیکن اس نکاح کے بعد اگر پھر طلاق دے گا تو ایک طلاق سے مغلظہ ہوجائے گی (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۶/ ۷/ ۶۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہانپور، ۸/ رجب/ ۶۲ھ۔

---

(۱) "الصریح یلحق الصریح ویلحق البائن بشرط العدة". (الدرالمختار). "(قوله: بشرط العدة) الشرط لابد منه في جميع صورة اللحاق". (ردالمحتار: ۳/ ۳۰۶، باب الکنایات، سعید)

(وکذافي الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۳۷۷، الفصل الخامس في الکنایات، رشیدیه)

(۲) "وإن کان الطلاق ثلاثاً في الحرة وثنتین في الأمة، لم تحل له حتی تنکح زوجاً غیره نکاحاً صحیحاً، وید خل بها، ثم یطلقها أویموت عنها". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الطلاق: ۱/ ۴۷۳، فصل فیماتحل به المطلقة، رشیدیه)

(وکذافي الدرالمختارعلی تنویرالأبصار: ۳/ ۴۰۹، ۴۱۱، باب الرجعة، رشیدیه)

(۳) "ومحله المنکوحة". (الدرالمختار). "أي ولومعتدةً عن طلاق رجعي أوبائن غیرثلاث في حرة". (ردالمحتار: ۳/ ۲۳۰، کتاب الطلاق، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۳۴۸، کتاب الطلاق، رشیدیه)

(۴) "وإذاکان الطلاق بائناً دون الثلاث، فله أن یتزوجهاوبعد انقضائها". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۴۷۱، فصل فیماتحل به المطلقه، رشیدیه)

(وکذافي تنویرالأبصار مع الدرالمختار: ۳/ ۴۰۷، باب الرجعة، سعید)

(وکذافي الهدایة: ۲/ ۳۹۹، فصل فیماتحل به المطلقة، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

طلاق کے بعد عدت میں نکاح اور تجدیدِ نکاحِ سابق

سوال[۵۴۲۹] : ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاق بائن دی، پھر دوسرا ایک مرد عدت کے اندر عورتِ مطلقہ سے نکاح کر کے برابر جماع کرتا تھا اور بی بی ہمیشہ اس کے پاس رہتی تھی، یہاں تک چار حیض اس کے نکاح میں رہی، پانچ حیض کے بعد مرد نے تجدید کرلیا، کیا نکاحِ ثانی صحیح ہوا اور عدت کے اندر نکاح کیا معصیت ہوئی، اس لئے شرعاً اس کی کیا سزا ہونی چاہیئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے یہ نہیں لکھا کہ کس لفظ سے تین طلاقِ بائن دی، لہٰذا جواب میں بائن اور مغلظہ کے متعلق کوئی حکم نہیں تحریر کیا جاتا، صرف آپ کی مزعومہ صورت (وقوع مغلظہ) کا حکم بیان کیا جاتا ہے: اگر طلاق مغلظہ واقع ہوگئی تھی تو عورت کے ذمہ (بشرطیکہ وہ مدخولہ ہو) واجب تھا کہ عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے شریعت کے موافق نکاح کرتی اور پھر بعد صحبت کے وہ شخص اگر فوت ہوجاتا یا طلاق دیدیتا تو عدت گزار کر شوہر اول سے نکاح درست ہوتا۔

صورت مسئولہ میں وقوع طلاق کے بعد عدت کے اندر دوسرے شخص سے نکاح ہوا ہے، اگر دوسرے شخص کو معلوم تھا کہ یہ عورت عدت میں ہے اور عدت میں نکاح ناجائز ہے، تب تو یہ نکاح قطعاً باطل اور زنا محض ہوا(۱) اور حلالہ کے لئے نکاح صحیح لازم ہے نکاح فاسد سے حلالہ نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ اس نکاح کے بعد طلاق واقع نہیں ہوئی، لہٰذا شوہرِ اول نے جو دوبارہ نکاح کیا ہے وہ قطعاً صحیح نہیں ہوا(۲)۔ جس نے عدت کے اندر

---

(۱) "أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير، و يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونه زنا، كذا في القنية وغيرها". (ردالمحتار، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل : ۵۱۶/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة : ۲۴۲/۴، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب العدة : ۴۸۰/۲، ۴۸۱، امداديه ملتان)

(۲) "وإن كان الطلاق ثلاثاً في الحرة و ثنتين في الأمة، لم تحل له حتى تنكح زوجاً غيره نكاحاً صحيحاً، و يدخل بها ثم يطلقها أو يموت عنها، كذا في الهداية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السادس =

نکاح اور جماع کیا ہے اس کے ذمہ توبہ واستغفار لازم ہے، حکومتِ اسلامیہ نہ ہونے کی وجہ سے کوئی حد جاری نہیں کی جاسکتی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۲/۱۱/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ھذا، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ ذیقعدہ/ ۵۸ھ۔

نکاح معتدہ

سوال [۵۴۳۰]: زید وبکر حقیقی بھائی تھے، ہندہ اور زبیدہ حقیقی بہن تھیں، دونوں کی شادی دونوں بھائیوں کے ساتھ ہوئی یعنی ہندہ کی زید کے ساتھ اور زبیدہ کی بکر کے ساتھ، مگر زید عرصہ آٹھ سال کا ہوا کہ فوت ہوگیا، ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑا۔ اب ہندہ مع اپنے لڑکا ولڑکی کے بکرا اپنے دیور کے ساتھ پرورش پاتی رہی۔ اس کے بعد بکر نے اپنی بیوی زبیدہ کو طلاق دے دی، مگر مطلقہ زبیدہ کو گھر سے نہیں نکالا اور طلاق کے تین چار روز بعد ہندہ اپنی بھاوج ونیز سالی سے نکاح کرلیا بغیر گواہ وشادی کے قاضی کے سامنے کرلیا، صبح کو قاضی نے بکر و ہندہ کے نکاح کا اعلان کردیا۔

اب دونوں میں زن وشوئی کا برتاؤ ہونے لگا اور مطلقہ زبیدہ بھی اسی مکان میں رہتی تھی، مگر پھر ڈیڑھ سال بعد ہندہ سے نکاح کرلیا، اس نکاح میں بہت سے لوگوں نے شرکت کی۔ اس واقعہ کو ڈیڑھ ماہ ہوئے اور زبیدہ بھی اب تک بکر کے مکان میں رہتی ہے اور کچھ لوگ بکر کے ساتھ میل جول خورد ونوش رکھتے ہیں اور کچھ لوگ بائیکاٹ کئے ہوئے ہیں۔ اب دریافت طلب چند امور ہیں جو ذیل میں مذکور ہیں:

۱.....بکر نے زبیدہ کو طلاق کے بعد رکھا ہے، کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

۲.....جو بکر نے زبیدہ کو طلاق دینے کے چار پانچ روز بعد اس کی بہن ہندہ سے نکاح کرلیا یہ جائز ہے

= في الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۱/ ۴۷۳، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/ ۴۲۱، ۴۲۲، امداديه ملتان)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، فصل فيما تحل به المطلقة: ۲/ ۳۹۹، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۱) "فإن كان في دار الحرب أو في دار البغي، فلا يوجب الحد؛ لأن المقيم للحدود هم الأئمة".

(بدائع الصنائع، كتاب الحدود، فصل فيما يرجع إلى المقذوف فيه: ۹/ ۲۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

یا نہیں؟

۳..... بکر نے ہندہ کو طلاق دینے کے بعد دوبارہ ڈیڑھ سال بعد نکاح کیا جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ شریک ہوئے بعد کے نکاح میں اس کا کیا حکم ہے؟

۴..... جو لوگ بکر کی حمایت کرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

۵..... جو لوگ بائیکاٹ کئے ہیں یہ کیسا ہے؟

چودھری محمد فاروق۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... جب اس کو طلاق دے کر تعلقِ زن وشوئی منقطع کر چکا ہے تو اب اس کو اپنے مکان میں رکھنا ناجائز ہے، اس کو علیحدہ کرنا واجب ہے(۱)۔

۲..... یہ نکاح ناجائز ہوا: "ولا یجوز أن یتزوج أخت معتدته، سواءٌ کانت العدة من طلاق رجعی أو بائن أو ثلث أو عن نکاح فاسد أو عن شبهة، اه". عالم گیری: ۲۸۷/۲(۲)۔

جب تک زبیدہ کی عدت پوری نہ ہو جائے، اس کی بہن سے بکر کو نکاح کرنا جائز نہیں۔ اگر نکاح کے وقت بکر اور ہندہ نے صرف قاضی کے سامنے ایجاب وقبول کیا ہے اور کوئی شخص موجود نہ تھا تو یہ شہادت بھی تام

(۱) "وطلاق البدعة أن یطلقها ثلاثاً بکلمة واحدة، أو ثلاثاً فی طهر واحد، وإذا فعل ذلک وقع الطلاق، وبانت منه، وکان عاصیاً". (اللباب فی شرح الکتاب، کتاب الطلاق: ۱۶۸/۲، قدیمی)

"وطلاق البدعة أن یطلقها ثلثاً بکلمة واحدة أو ثلثاً فی طهر واحد، فإذا فعل ذلک وقع الطلاق، وکان عاصیاً .... ولنا أن الأصل فی الطلاق هو الحظر لما فیه من قطع النکاح الذی تعلقت به المصالح الدینیة والدنیاویة، والإباحة للحاجة إلی الخلاص، ولا حاجة إلی الجمع بین الثلث، وهی فی المفرق علی الأطهار ثابتة نظراً إلی دلیلها، والحاجة فی نفسها باقیة فأمکن تصویر الدلیل علیها، والمشروعیة فی ذاته من حیث أنه إزالة الرق لاتنافی الحظر لمعنیً فی غیره". (الهدایة، کتاب الطلاق، باب طلاق السنة: ۳۵۵/۲، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

(۲) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الرابع المحرمات بالجمع: ۲۷۹/۱، رشیدیه)

نہیں، شرعاً نکاح کے لئے کم ازکم دومرد یا ایک مرد اور دوعورتوں کا حاضر ہونا ضروری ہے، بغیر اس کے نکاح فاسد ہوتا ہے، کذافی الدر والهندیه وغیرهما(۱)۔

۳..... ہندہ نے جو دوبارہ نکاح کرلیا تو شرعاً یہ نکاح صحیح اور معتبر ہے، جائز نکاح میں شرکت جائز اور ناجائز میں ناجائز۔ ناجائز کام میں امداد ناجائز ہے، بکر کو سمجھانا چاہیے کہ وہ پہلی مطلقہ یعنی زبیدہ کو علیحدہ کردے، اگر مان جائے تو خیر ورنہ (اگر مفید ہو تو) اس سے ترکِ تعلق کردیا جائے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۸/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/شعبان/۵۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، ۷/شعبان/۵۸ھ۔

---

(۱) "ويشترط العدد فلا ينعقد النكاح بشاهد واحد، هكذا في البدائع. ولا يشترط وصف الذكورة حيث ينعقد بحضور رجل وامرأتين، كذا في الهداية". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول: ۱/۲۶۷، رشيديه)

"وشرط حضور شاهدين حرين أو حر وحرتين مكلفين سامعين قولهما معاً -على الأصح- فاهمين أنه نكاح على المذهب -بحر- مسلمين لنكاح مسلمة ولو فاسقين أو محدودين في قذف .... أمر الأب رجلاً أن يزوج صغيرته فزوجها عند رجل أو امرأتين والحال أن الأب حاضر، صح؛ لأنه يجعل عاقداً حكماً". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۲۱، ۲۳، ۲۴، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۶، مكتبه شركت علميه ملتان)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وتعاونوا على البر والتقوىٰ ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

"فقال أبو سعيد رضي الله تعالى عنه: أما هذا فقد قضى ما عليه سمعت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم يقول: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلك أضعف الإيمان". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان: ۱/۵۱، قديمي)

قال الله تعالىٰ: ﴿لعن الذين كفروا من بني إسرائيل على لسان داؤد وعيسى ابن مريم ذلك بما عصوا وكانوا يعتدون، كانوا لايتناهون عن منكر فعلوه لبئس ماكانوا يفعلون﴾. (سورة المائدة: ۷۸، ۷۹)

نکاحِ معتدہ

سوال[۵۴۳۱]: ایک لڑکی جو اپنے شوہر سے نااتفاقی کی وجہ سے تقریباً تین سال سے تین میل دور اپنے شوہر سے علیحدہ رہ رہی تھی، بسیر پریشانی کے بعد طلاق حاصل کی گئی، آج طلاق کا صرف ایک ہی ہفتہ ہوا ہوگا کہ خاموشی سے اس کا نکاحِ ثانی کردیا گیا ہے۔ یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر رخصتی اور خلوتِ صحیحہ ہو چکی تھی، اس کے بعد نااتفاقی ہو کر تین سال تک علیحدہ رہنے کے باعث طلاق حاصل کی گئی ہے تو عدت تین حیض ہے(۱)۔ عدت ختم ہوئے بغیر خاموشی کے ساتھ نکاح ثانی کردیا گیا ہے وہ صحیح نہیں ہوا، اس نکاح کی بناء پر صحبت وغیرہ درست نہیں بلکہ دونوں میں تفریق لازم ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی اللہ عنہ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۱/۴۶۴، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲۶، رشيديه)

(۲) "﴿و لا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ يعني انقضاء العدة عام ...... و منع غيره: أي غير الزوج في العدة لاشتباه النسب بالعلوق". (رد المحتار، باب الرجعة، مطلب في العقد على المبانة: ۳/۴۰۹، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب الرجعة: ۲/۱۴۷، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الهداية، كتاب الطلاق، باب الرجعة: ۲/۳۹۹، مكتبه شركة علميه ملتان)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

ایضاً

سوال [۵۴۳۲]: ایک شخص نے اپنی زوجہ بالغہ صحبت کی ہوئی کو تین طلاقِ بائن دیدی تھی، دو حیض گذرنے کے بعد دوسرے ایک مرد نے نکاح کرلیا ہے۔ یہاں کا عبداللطیف قاری کہتا ہے کہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اس لئے پھر سات مہینے کے بعد اس کے ساتھ نکاح دہرایا گیا۔ دہرانے کے بعد ۹/ مہینے کے اندر اسی سے حاملہ ہوگئی۔ کیا زوجِ ثانی کا نکاح جائز ہوا یا نہیں اور زوجِ اول کی عدت کس طرح ادا کرے گی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر صریح الفاظ میں تین طلاق دی ہے تو وہ مغلظہ ہوگئی (۱)، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذمہ تین حیض عدت گذارنا واجب ہے (۲)، صرف دو حیض گذرنے پر جو نکاح کرلیا ہے وہ درست نہیں ہوا، اگر باوجود مسئلہ جاننے کے یہ نکاح کیا ہے تو یہ زنا ہے۔ اس کی وجہ سے دوبارہ عدت واجب نہیں (۳)، بلکہ دو حیض پہلے گذر چکے،

(۱) "كرر لفظ الطلاق، وقع الكل، وإن نوى التاكيد دِيْنَ". (الدر المختار، كتاب الطلاق، باب طلاق غير المدخول بها، مطلب فيما قال: امرأته طالق وله امرأتان الخ: ۳/۲۹۳، سعيد)

"وإذا قال لامرأته: أنت طالق و طالق و طالق، ولم يعلقه بالشرط، إن كانت مدخولة طلقت ثلاثاً، وإن كانت غير المدخولة طلقت واحدةً". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثاني في إيقاع الطلاق، الفصل الأول: ۱/۳۵۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى التاتارخانيه، كتاب الطلاق، باب تكرار الطلاق و إيقاع العدد: ۳/۲۸۸، إدارة القرآن كراچى)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾. (سورة البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾". (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۱/۴۶۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲۶، رشيديه)

(۳) "أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه. فلم ينعقد أصلاً. فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونها زنا. كما في القنية وغيرها". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح =

ایک حیض اور گذارنا واجب ہے، پس دوبارہ نکاح جو سات ماہ بعد ہوا ہے، ظاہر یہ ہے کہ اتنی مدت میں ایک حیض اورآ چکا ہوگا، لہذا یہ نکاح صحیح ہے۔ اگر اتنی مدت میں کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ایک حیض نہیں آیا تو یہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا، ایک اور حیض آنے پر نکاح صحیح ہوگا(۱)۔ (اگر حیض آنے سے پہلے پہلے حمل ہوگیا تو عدت وضع حمل ہے، وضع حمل کے بعد نکاح ہونا چاہیے)(۲)۔

اگر یہ مسئلہ معلوم نہیں تھا تو تین حیض مستقل طور پر عدت واجب ہے، پس سات ماہ میں اگر تین حیض آ چکے تھے تو دوبارہ نکاح صحیح ہوگا، ورنہ وہ بھی صحیح نہیں ہوا(۳)، وضعِ حمل کے بعد کرنا چاہیے۔ اگر صریح الفاظ میں طلاق نہیں دی تو الفاظ طلاق لکھنے سے حکم معلوم ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۴/۴/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ ربیع الثانی/ ۵۷ھ۔

= الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲۴۲/۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(۱) (راجع، ص: ۱۴۸، رقم الحاشية: ۳)

(۲) "وعدة الحامل وضع الحمل مطلقاً" (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴۶۲/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في عدة الموت: ۵۱۱/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۵۲۸/۱، رشيديه)

(۳) "أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فلم ينعقد أصلاً، فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة، ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة لكونها زنا، كما في القنية وغيرها". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲۴۲/۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق =

مطلقہ کا نکاح بلا عدت

سوال[۵۴۳۳]: ماقولكم رحمكم الله! إن الرجل طلق امرأته طلاقاً ثلاثاً، و تزوجت برجل اخر بلا انقضاء العدة بدليل أن الطلاق وقع بعد العقد قبل الزفاف، والحضار عند عقد الثاني يسئلونهما عن الدخول الآن، فيقول الزوج الأول بالحلف: إن الخلوة الصحيحة وقعت بيننا بلا مانع، وتقول المرأة: إن الزوج الأول جامعني، و يقولان: إن سكوتنا عن هذا الأمر عند العقد الثاني لعدم العلم۔ فالمطلوب أن عقد الثاني صحيح أم باطل ؟

الجواب حامداً و مصلياً:

العقد الثاني ليس بصحيح، فعلى الثاني أن يفارقها، وعليها أن تعتد للأول، والجهل ليس بعذر بينهما، إلا أن حد الزنا لا يجب لعدم العلم بالمسئلة: "أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير، و يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا، كذا في القنية وغيرها، اهـ". ردالمحتار: ۹۳۸/۲ (۱)۔

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". هندية(۲)۔ وبعد مضي العدة لا يكفي العقد السابق بل يجب العقد الجديد۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۶۱/۲/۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مظاہر علوم۔

مطلقہ بائنہ کا عدت میں نکاحِ ثانی

سوال[۵۴۳۴]: عورت موطوءہ جس کو طلاقِ بائن دی گئی ہے، کسی اور شخص سے عدت کے اندر نکاح

= بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(۱) (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۵۱۶/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲۴۲/۴، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه) =

کرسکتی ہے یانہیں؟ بشرطِ اثبات صحبت حلال ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسا نکاح کرنا حرام ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

مزنیہ منکوحہ سے زانی کا بلا عدت نکاح

سوال[۵۴۳۵]: ایک شخص کسی دوسرے کی عورت کولاتا ہے، چار پانچ سال اپنے گھر رکھتا ہے، اس سے بچے بھی پیدا ہوگئے، اب اس کو طلاق بھی ہوگئی۔ تو کیا اب بغیر توبہ واستغفار وعدت اس زانیہ مطلقہ سے اس زانی کا نکاح درست ہے یانہیں؟ بغیر عدت کے نکاح ہوجاتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح زنا کرنا حرام ہے اسی طرح طلاق کے بعد عدت میں نکاح کرنا بھی حرام ہے، اگرچہ وہ عورت اپنے شوہر سے کتنی ہی مدت سے الگ اور زنا میں مبتلا ہو، ایسی ہٹ بہت خطرناک ہے، اس کو لازم ہے کہ اس عورت کو فوراً جدا کردے اور توبہ واستغفار کرے(۲)۔

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الزوجة: ۳/ ۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "أما نكاح منكوحة الغير و معتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحد بجوازه، فعلى هذا يفرق بين فاسده وباطله في العدة. ولهذا يجب الحد مع العلم بالحرمة، لكونه زنا، كما في القنية وغيرها". (رد المحتار، كتاب الطلاق، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/ ۱۳۲، سعيد)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الزوجة: ۳/ ۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/ ۲۴۲، رشيديه)

(۲) "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، =

جب طلاق کے بعد عدت تین ماہواری ختم ہو جائے، تب اس سے نکاح کرے، ورنہ سخت قہر میں گرفتار ہوگا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نومسلمہ کا نکاح قبل عدت

سوال [۵۴۳۶]: ہندہ نے اسلام قبول کیا اور اسلام میں داخل ہونے کے فوراً بعد کہتی ہے کہ میرا نکاح زید (جو خاندانی مسلمان ہے) سے ہو جائے اور زید بھی راضی ہے، مگر شرعاً تین حیض گزارنے کے بعد ہی نکاح کی اجازت دی گئی ہے تو اس صورت میں قاضی وقت ان دونوں کے اصرار پر نکاح پڑھادے تو نکاح بلا کراہت درست ہوگا، اگر صحیح بھی ہو جائے تو کیا ترک عدت کا گناہ ان دونوں کے ذمہ عائد ہوگا؟ کیا قاضی صاحب بھی گنہ گار ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس کا شوہر موجود ہے تو فوراً اس کا نکاح درست نہیں اس سے وہ بھی گنہ گار ہوگی اور مرد بھی گنہ گار ہوگا اور قاضی صاحب بھی گنہ گار ہوں گے۔ قبول اسلام کے بعد (اگر شوہر مسلمان نہ ہو) تین حیض گزرنے پر وہ بائنہ

= الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الزوجة: ۳/۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۴/۲۴۲، رشیدیه)

(وكذا في رد المحتار لابن عابدين الشامي، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعيد)

(۱) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"عدة الحرة المدخولة التي تحيض ثلاثة قروء: أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۱/۴۶۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

وقال الله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

ہوگی، پھر اس کے بعد تین حیض بطورِ عدت لازم ہوں گے، پھر نکاح درست ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔
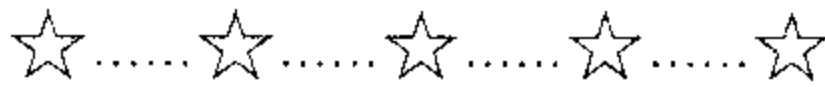
(۱) "ولو أسلم أحدهما ثمة أي: في دار الحرب، لم تبن حتى تحيض ثلاثاً أو تمضي ثلاثة أشهر قبل إسلام الآخر إقامةً لشرط الفرقة قيام السبب، وليست بعدة لدخول غير المدخول بها". (الدر المختار).

قال الشامي: "(قوله: وليست بعدة) أي: ليست هذه المدة عدة؛ لأن غير المدخول بها داخلة تحت هذا الحكم. ولو كانت عدةً، لاختص ذلك بالمدخول بها. وهل تجب العدة بعد مضي هذه المدة؟ فإن كانت المرأة حربيةً، فلا؛ لأنه لا عدة على الحربية، وإن كانت هي المسلمة، فخرجت إلينا، فتمت الحيض هنا، فكذلك عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ خلافاً لهما؛ لأن المهاجرة لا عدة عليها عنده خلافاً لهما كما سيأتي، الخ". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر، مطلب الصبي والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق الخ: ۱۹۱/۳، ۱۹۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳۷۰/۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب نكاح أهل الشرك: ۴۲۱/۳، ۴۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۲۸۸/۲، إمداديه ملتان)

باب وعد النکاح

(منگنی کا بیان)

منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہوتا

سوال[۵۴۳۷]: زید مع چند کس واسطے ناطہ مانگنے اپنے فرزند بالغ کے بکر صاحب دختر کے گھر گیا، دختر نابالغہ تھی، بکر صاحب دختر نے اپنے بھائی حقیقی احمد اللہ کو جواب دینے کے لئے اجازت دی، احمد اللہ مذکور نے اپنی طرف سے خالد کو- جو کہ زید کا بہنوئی ہے- جواب دینے کے واسطے مختار بنایا۔ امام صاحب نے -جن کو خود زید اپنے ساتھ لایا تھا- کہا کہ زید ناطہ اپنے فرزند کے واسطہ مانگتا ہے تو خالد- زید کے بہنوئی- نے جواب دیا کہ ہم نے دے دیا تو امام صاحب نے دعاء فرمائی جو کہ خود امام صاحب کے بیان سے عیاں ہے۔ اسی طرح باقی گواہان کا بیان ہے۔

صرف زید کا حقیقی بھائی اور خالد زید کا بہنوئی بیان دیتے ہیں کہ ایجاب بھی ہوا قبول بھی، زید نے کہا جو کہ سراسر غلط ہے، بلکہ ان دو گواہان کے لئے بکر صاحب دختر نے کہا تھا کہ قرآن شریف ہاتھ میں لو، مگر انکاری ہوگئے ہیں اور مجلس داہنداری یعنی منگنی کے سب کے سب مانتے ہیں، اسی وجہ سے مہر کا ذکر یا خطبہ نہیں پڑھا گیا کیونکہ مجلس داہنداری کی تھی۔ پس صورتِ بالا میں نکاح ہوا یا نہیں؟ عند اللہ جواباً مشکور فرمائیں وعبارت فقہ درج فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

تنقیح:

جو لوگ ایجاب اور قبول دونوں کو بیان کرتے ہیں ان سے وہ الفاظ لکھوا کر بھیجئے جن سے ایجاب وقبول ہوا ہے، ایجاب کے الفاظ علیحدہ ہوں اور قبول کے لئے علیحدہ ہوں تب جواب دیا جائے گا، نیز اس سے پہلے بھی

پیغام بھیجا ہے یا یہ گفتگو اول ہی مرتبہ ہوئی؟ اوران بیانات کو بھی ہمراہ بھیجئے (☆)۔

از: دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ شعبان/ ۵۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبدالرحمٰن مدعی کے بیان میں بھی تصریح ہے کہ "مجلس داہنداری بود" اسی طرح عبداللہ، احمد اللہ، غلام رسول، احمد جونیہ، عزیز جو، چودھری و جے جو سب اس کے مقر ہیں کہ "مجلس رشتہ اور منگنی کی تھی" اس کا کوئی اقرار نہیں کرتا کہ "مجلس نکاح کی تھی" اور ہمارے عرف میں مجلسِ نکاح اَور ہوتی ہے اور مجلسِ رشتہ اَور، اور منگنی ہمارے یہاں صرف وعدۂ نکاح کا نام ہے، صرف وعدہ سے نکاح نہیں منعقد ہوتا بلکہ نکاح کے لئے مستقلاً دوسری مجلس منعقد کی جاتی ہے، لہٰذا اگر وہاں کا عرف بھی یہی ہے تو صورتِ مسئولہ میں نکاح منعقد نہیں ہوا:

"کتُزوّجني نفسك إذا لم ینوا الاستقبال، أي الاستیعاد أي: طلب الوعد .... قال في شرح الطحاوي: لو قال: هل أعطیتنیها؟ فقال: أعطیت، إن كان المجلس للوعد فوعدٌ وإن كان للعقد فنكاح، اهـ". شامي: ۲/ ۴۰۸(۱)۔

نیز امام صاحب کے الفاظ کہ "زید ناطہ اپنے فرزند کے واسطے مانگتا ہے" صریح ہیں کہ رشتہ کی درخواست کی جارہی ہے اور جواب میں خالد کا کہنا کہ "ہم نے دے دیا" بھی رشتہ ہی پر محمول ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ شوال/ ۵۵ھ۔

مجلسِ وعدۂ نکاح کیا نکاح ہے؟

سوال [۵۴۳۸]: ایک شخص نے اپنی نابالغ لڑکی کو اس کے چچازاد بھائی کے لڑکے سے شادی کرایا، اور ان دونوں بھائیوں نے وعدہ کیا کہ "ہم دوسرے سے شادی نہیں کرائیں گے"۔ کچھ دن کے بعد لڑکے کے

(☆) اس تنقیح کا جواب تنقیح اصل کتاب میں موجود نہیں۔

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح: ۳/ ۱۱، ۱۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/ ۱۴۷، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح: ۲/ ۱۷۸، إمداديه ملتان)

باپ غریب ہوگئے اور وہ روزی کے لئے باہر چلے گئے، اورلڑکی کے باپ نے اپنی لڑکی کی شادی دوسری جگہ کردی۔اس دوران وہ لڑکے کا باپ آپہونچا، اوران کے پہونچنے کی خبرسن کرلڑکی کا باپ آیا اوراپنی معذوریت پیش کرکے کہا کہ میں نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے، اس کو آپ معاف فرمایئے، میں مجبور ہوں۔تو لڑکے کے باپ نے جواب دیا کہ اگر میں زندہ رہوں تو دیکھوں گا کس طرح آپ دوسری جگہ شادی کراتے ہیں، اگر میں زندہ رہا تو بندوق سے تیری جان نکالوں گا اور اگر مرگیا تو قیامت میں اس کا جواب دینا ہوگا اللہ کے دربار میں۔ مسجد میں اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کرایا گیا۔اب یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ مجلس عقد نکاح کی مجلس تھی اور گواہوں کے سامنے نکاح کا ایجاب وقبول کیا گیا تو وہ نکاح صحیح ہوگا (۱)، پھر دوسری جگہ شادی کا حق نہیں رہا، وہ نکاح ثانی غلط ہے (۲)۔اگر پہلی دفعہ نکاح کا ایجاب وقبول نہیں کیا گیا بلکہ رشتہ کیا گیا جو وعدۂ نکاح ہے (۳)، تو بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا گناہ ہے، لیکن اگر مصلحت کا تقاضا یہ ہے

---

(۱) "النکاح ینعقد متلبساً بایجاب من أحدهما و قبول من الآخر". (الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/ ۹، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب النکاح: ۲/ ۳۰۶، شرکة علمیة ملتان)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/ ۱۴۳، رشیدیه)

(۲) "لا یجوز لرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة". (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/ ۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لاتکون منکوحة الغیر: ۳/ ۴۵۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفقه الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الخامس: المحرمات من النساء، باب المرأة المتزوجة: ۹/ ۶۶۴۲، رشیدیه)

(۳) "کتزوّجنی نفسک إذا لم ینو الاستقبال: أی الاستیعاد: أی طلب الوعد .... قال فی شرح الطحاوی: لو قال: هل أعطیتنیها؟ فقال: أعطیت، إن کان المجلس للوعد فوعدٌ، وإن کان للعقد فنکاح". (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح: ۳/ ۱۱، ۱۲، سعید) =

کہ اس جگہ نکاح نہ کیا جائے بلکہ دوسری جگہ کر دیا جائے تو دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ اس بات پر بندوق مارنے کا حق ہرگز نہیں اور قیامت میں بھی عذاب نہیں ہوگا۔ لڑکی کی مصلحت کو ملحوظ رکھنا چاہئے، یہ ولی کی ذمہ داری ہے۔ مسئلۂ وعدہ الأشباہ والنظائر میں (۱)، اور مجلسِ نکاح کی بحث شامی میں مذکور ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۱/۱۳۹۶ھ۔

وعدۂ نکاح سے نکاح نہیں ہوتا

سوال [۵۴۳۹]: زید نے اپنے دوست بکر سے مذاقاً کہا کہ "تمہاری لڑکی فاطمہ کا عقد اور رشتہ

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۴۷/۳، رشيديه كوئٹه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح: ۱۷۸/۲، امداديه ملتان)

(۱) "الخلف في الوعد حرام .... "إذا وعد الرجل أخاه و من نيته أن يفي فلم يف، فلا إثم عليه". (انتهى) وقيل: عليه، فيه بحثٌ، فإنّ أمر: ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق، فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء". (شرح الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة: ۲۳۶/۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب الوعد، الفصل الثاني: ۶۱۴/۸، ۶۱۵، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير (رقم الحديث: ۸۹۴): ۸۹۱/۲، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۲) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما و قبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۹/۳، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۳۰۶/۲، شركة علمية ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۴۴/۳، رشيديه)

"كتزوّجني نفسك إذا لم ينوا الاستقبال أي الاستيعاد أي: طلب الوعد .... قال في شرح الطحاوي: لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعدٌ، وإن كان للعقد فنكاح". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح: ۱۱/۳، ۱۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۴۷/۳، رشيديه كوئٹه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح: ۱۷۸/۲، امداديه ملتان)

میرے لڑکے خالد کے لئے مطلوب ہے" بکر نے جواباً کہا کہ "ہاں! مجھے منظور ہے، میں راضی ہوں"۔ اس کے بعد دونوں فاطمہ اور خالد کو بہو اور داماد کہنے لگے۔ مذکورہ الفاظ کا تکرار متعدد مجلسوں میں ہوتا ہے۔ یہ واضح رہے کہ فاطمہ اور خالد کم سن (ایک سال یا اس سے بھی کم عمر کے تھے)۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان مذکورہ الفاظ سے کیا شرعاً نکاح منعقد ہو گیا؟ اور کیا یہ ایجاب وقبول میں داخل ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ صرف (رشتہ) خطبہ ہے، جو کہ وعدۂ نکاح کے درجہ میں ہے، نکاح نہیں، لہٰذا ابھی نکاح منعقد نہیں ہوا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۱/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

منگنی کر کے نکاح سے انکار کرنا

سوال[۵۴۴۰]: چودھری عطامحمد کے لڑکے کی منگنی ہوئی چودھری علی محمد کی لڑکی کے ساتھ جس کا نام شریفاں بی بی ہے، لیکن اب وہ انکار کرتا ہے کہ شادی نہیں کروں گا۔ ہمارے یہاں کا رواج ہے کہ جب کوئی رشتہ مانگتا ہے تو برادری بٹھا کر صلاح کر کے لڑکی کے ماں باپ پھر زبان رشتہ کی دے دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ فلاں دن آ کر لڑکی کو کپڑے لگا کر چلے جائیں تو اسے ہم "کپڑا مائی" کہتے ہیں یا "منگنی"۔ تو بارات لڑکے کے گھر سے جاتی ہے، اور لڑکی والے بھی اپنے رشتہ داروں کو دعوت میں بلاتے ہیں اور لڑکی کو کپڑے وغیرہ لگائے جاتے ہیں اور اس کے بعد مٹھائی وغیرہ استعمال کی جاتی ہے۔ ایسا طریقہ چودھری محمد یونس ولد عطا محمد کے لڑکے کا ہوا، لیکن اب چودھری علی محمد اور اس کے رشتے دار شادی دینے سے انکار کرتے ہیں۔ اب فتوی صادر فرمائیں کہ شرع محمدی میں کیا حکم ہے؟

---

(۱) "قال في شرح الطحاوي: لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح: ۱۱/۳، ۱۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۴۷/۳، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح: ۱۷۸/۲، إمداديه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

منگنی کے لئے یہ چیزیں شرعاً لازم نہیں، بغیر ان کے بھی درست ہے، منگنی ایک وعدہ ہے، بلا وجہ وعدہ خلافی کرنا شرعاً بہت برا ہے: "والخلف في الوعد حرام"، كذا في الدر المختار (١) کوئی واقعی عذر ہوتو منگنی کوتوڑ نادرست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۱۴۰۶ھ۔

وعدۂ نکاح کر کے اس کے خلاف کرنا

سوال [۵۴۴۱]: ۱ ... زید وہندہ کے والدین نے زید، ہندہ کا نکاح ان کے بچپن میں طے کر رکھا تھا، زید کے والد کے انتقال ہونے پر اس کی والدہ نے اپنا دوسرا نکاح ہندہ کے بڑے والد (یعنی ہندہ کے والد کے بڑے بھائی) سے کرلیا۔ اب تقریباً دو سال سے زید کے دونوں ذمہ داروں نے ہندہ سے نکاح کرنے کا کسی مصلحت سے انکار کردیا، یہ بات ہندہ کے والدین کے لئے تکلیف کا سبب بنی۔ کہتے ہیں کہ ہمارا ان لوگوں سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ ہندہ کے والد کا یہ انتقام کہ اپنے بڑے بھائی سے ترک تعلق مذکورہ بالا وجہ سے کرلیں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس طرح دوسرے بھائیوں پر ان کا دباؤ ڈالنا کہ بڑے بھائی سے اس بنیاد پر مقاطعہ رکھیں تو

---

(١) لم أجده

"الخلف في الوعد حرام ..... "إذا وعد الرجل أخاه و من نيته أن يفي فلم يف، فلا إثم عليه". (انتهى) وقيل: عليه، فيه بحث فإن أمر: ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق، فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء". (شرح الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة: ٣/٢٣٢، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مرقاة المفاتيح، كتاب الأدب، باب الوعد، الفصل الثاني: ٨/٦١٤، ٦١٥، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير (رقم الحديث: ٨٩٣): ٢/٨٩١، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "آية المنافق ثلث: .... إذا حدث كذب، إذا وعد أخلف، وإذا أوتمن خان". (مشكوة المصابيح، باب الكبائر و علامات النفاق، الفصل الأول: ١/١٧، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة المنافق: ١/١٠، قديمي)

جائز ہے یا نہیں؟

۲..... ہندہ کے والد اوران کے دوسرے چچاؤں کو اپنے بڑے بھائی سے مذکورہ بالا وجہ سے کس طرح معاملہ رکھنا چاہئے، حسن مدارات کا یا نزاع وجھگڑا وفساد کا؟

۳..... نکاح کے بچپن سے طے ہونے کے باوجود کسی مصلحت سے انکار کردینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... نکاح بیوہ بعد عدت شرعاً مستحسن ہے(۱)۔ وجہ مذکورہ کی بناء پر مقاطعہ کرنا اور مقاطعہ پر دوسروں کو آمادہ کرنا غلط اور خلافِ شرع ہے، جن پر دباؤ ڈالا جارہا ہے وہ ہرگز دباؤ میں نہ آئیں، مقاطعہ کی ممانعت نہایت قوی ہے، اس کی نحوست کی وجہ سے مغفرت سے محرومی ہوتی ہے، کما فی الحدیث(۲)۔

۲..... جھگڑے سے حتی الوسع پرہیز کریں(۳)، ملاطفت وشفقت سے فہمائش کریں(۴)۔

---

(۱) ﴿وانکحوا الأیامیٰ منکم﴾ الآیة. هذا أمر بالتزویج ..... والأیامیٰ جمع أیم، ویقال ذلک للمرأة التی لازوج لها وللرجل الذی لا زوجة له، وسواء کان قد تزوج ثم فارق، أو لم یتزوج واحدٌ منهما، الخ". (تفسیر ابن کثیر، [پ: ۱۸]، سورة النور: ۲۸۲/۳، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی روح المعانی: ۱۴۷/۱۸، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی فتاوی دارالعلوم دیوبند، کتاب النکاح: ۴۴/۷، إمدادیه ملتان)

(۲) "لا یحل للرجل أن یهجر أخاه ..... اهـ ..... وعنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "یفتح أبواب الجنة یوم الاثنین ویوم الخمیس، فیغفر لکل عبد لایشرک بالله شیئاً، إلا رجل کانت بینه وبین أخیه شحناء، الخ". (مشکوة المصابیح، باب ما ینهی عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول، ص: ۴۲۷، قدیمی)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ولاتنازعوا، فتفشلوا وتذهب ریحکم، واصبروا، إن الله مع الصابرین﴾ (سورة الأنفال: ۴۶)

(۴) قال الملا علی القاریؒ: "وینبغی للآمر والناهی أن یرفق لیکون أقرب إلی تحصیل المطلوب. فقد قال الإمام الشافعی: من وعظ أخاه سراً فقد نصحه وزانه، ومن وعظه علانیةً فقد فضحه وشانه". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، (رقم الحدیث: ۵۱۳۷): ۸/۸۶۳، رشیدیه)

۳.....اگر وہاں نکاح کرنا مصلحت کے خلاف ہو اور لڑکی کی زندگی دینی اور خوشگوار متوقع نہ ہو تو انکار کرنا بھی درست ہے۔حموی میں خلفِ وعدہ کے تحت اس قسم کے وعدوں کی بحث کی ہے(۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱/۲۹ھ۔

نکاح کا وعدہ کر کے اس کے خلاف کرنا

سوال[۵۴۴۲]: ایک شخص نے بوقت شادی طفل خود اس بات کا وعدہ کیا کہ "وہ اپنی لڑکی- جو اس وقت خوردسالہ اور نابالغہ ہے- کا ناطہ عوض معاوضہ کردے گا"۔ مگر اب لڑکی عرصہ سے بالغ ہو چکی ہے اور لڑکا ابھی نابالغ نادار اور ذریعۂ معاش نہیں رکھتا۔ علاوہ ازیں منجانبین سخت کشیدگی اور حالات مکدر ہو چکے ہیں اور ناطہ کرنے کی صورت میں مضرت لڑکی کا یقینِ غالب ہے۔ اندریں حالات اس دورِ فتن میں اگر وعدہ کنندہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی کرے تو وہ شرعی نقطۂ نگاہ سے قابلِ گرفت ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ہو سکتا ہے تو اس کا دفعیہ کس صورت میں ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وعدہ کرنے سے نکاح منعقد نہیں ہوتا، البتہ بلا وجہ وعدہ خلافی کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور وعدہ کرتے وقت اس نیت سے وعدہ کرنا کہ بعد میں مخالفت کروں گا سخت گناہ ہے، ہاں! اگر وعدہ کرتے وقت تو وعدہ پورا کرنے کی نیت تھی لیکن بعد میں کچھ ایسے عوارض پیش آ گئے کہ وعدہ پورا کرنا دشوار ہے یا مصالح کے خلاف ہے تو پورا کرنا واجب نہیں، اس کے خلاف کرنا درست ہے، کما صرح به الحموی فی شرح الأشباه والنظائر

---

(۱) "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي، فلم يف، فلا إثم عليه". (انتهى). "وقيل: عليه، فيه بحث، فإنّ أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء". (شرح الأشباه والنظائر، كتاب الحظر والإباحة: ۲۳۶/۳، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب الآداب، باب الوعد، الفصل الثاني: ۶۱۵/۸، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير، (رقم الحديث: ۸۹۴): ۸۹۱/۲، نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

نقلاً عن العقد الفرید، ص: ۴۵۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور،۴/۱۱/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم، ۵/ ذیقعدہ/۵۶ھ۔

قول وقرار سے نکاح کا حکم

سوال[۵۴۴۳]: عمرو فاطمہ دونوں حقیقی بھائی بہن ہیں، عمر کی دو لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں اور فاطمہ کے دو لڑکے پیدا ہوئے ہیں۔ دونوں بھائی بہن آپس میں اپنے بچوں کے متعلق ایک دوسرے سے شادی کے قول وقرار کرتے ہیں، چنانچہ بچوں کے بڑے ہونے کے بعد عمر اپنی بڑی لڑکی کی شادی اپنی بہن فاطمہ کے بڑے لڑکے سے کر دیتا ہے باقاعدہ شرعی نکاح کے ساتھ، چنانچہ دونوں خوش وخرم ہیں۔ اس کے بعد فاطمہ اپنے بھائی سے کہتی ہے کہ میرا چھوٹا لڑکا عرصہ دس سال سے بھاگ گیا ہے، اس لئے بھائی! تم اپنی لڑکی کی شادی کسی اَور جگہ کر دو، چنانچہ عمر نے دوسری جگہ شادی کر دی ہے۔

اس کے بعد بعض لوگوں نے -واللہ اعلم- دشمنی سے یا کسی اَور وجہ سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ نکاح صحیح نہیں ہوا ہے، اس لئے کہ اس لڑکی کا نکاح فاطمہ کے چھوٹے لڑکے سے بچپن میں ہو چکا ہے، چنانچہ فاطمہ کو بھی

---

(۱) "الخلف في الوعد حرام، كذا في أضحية الذخيرة". (الأشباه والنظائر) "(قوله: الخلف في الوعد حرام) قال السبكي: ظاهر الآيات والسنة تقتضي وجوب إيفاء. وقال صاحب العقد الفريد في التقليد: إنما يوصف بما ذكر أي: بأن خلف الوعد نفاق إذا قارن الوعد العزمَ على الخلف، كما في قوله المذكورين في آية: ﴿لئن أخرجتم لنخرجن معكم﴾ فوصفوا بالنفاق لإبطانهم خلاف ما أظهروا. وأما من عزم على الوفاء، ثم بدا له، فلم يف بهذا، لم يوجد منه صورة نفاق، كما في الإحياء من حديث طويل عن أبي داؤد والترمذي مختصراً بلفظ: "إذا وعد الرجل أخاه ومن نيته أن يفي، فلم يف، فلا إثم عليه". (انتهى). وقيل: عليه، فيه بحث، فإنّ أمر ﴿أوفوا بالعقود﴾ مطلق، فيحمل عدم الإثم في الحديث على ما إذا منع مانع من الوفاء". (غمز عيون البصائر للحموي، كتاب الحظر والإباحة: ۳/۲۳۶، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب الوعد، الفصل الثاني: ۸/۶۱۵، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير، (رقم الحديث: ۸۹۴): ۲/۱۹۸، مكتبة نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

لوگوں نے بہکالیا ہے وہ بھی ایسا ہی کہتی ہے۔ اب کیا ہم اس پہلے نکاح کو جب کہ وہ نکاح ہی نہیں تھا، بلکہ آپس میں قول وقرار تھا اور شاید گواہ بھی نہیں ہے، کیا یہ دوسرا نکاح صحیح ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس چھوٹے لڑکے اور لڑکی کے متعلق صرف وعدہ ہوا تھا کہ ان کی شادی کردیں گے اور نکاح نہیں کیا گیا تھا، نہ نکاح پڑھنے والا کوئی موجود تھا، نہ گواہ موجود تھا، تو محض وعدہ کر لینے سے نکاح نہیں ہوگیا اور عمر نے دوسری جگہ جو شادی کردی ہے وہ صحیح اور معتبر ہے(۱)۔ دشمنی کی وجہ سے غلط بات کہنا اور بہکانا سخت مذموم ہے(۲)۔ فاطمہ کو بھی چاہئے کہ اصل حقیقت کو نہ چھپائے۔ وعدہ اور ہے اور شادی اور ہے، دونوں ایک چیز نہیں(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۵/ ۱۳۸۹ھ۔

---

(۱) "(وينعقد) متلبساً (بإيجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر ...... (و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر و حرتين (مكلفين سامعين قولهما معاً، الخ)". (الدر المختار: ۳/ ۹-۲۱، كتاب النكاح، سعيد)

"(وأما شروطه) .... و منها الشهادة. قال عامة العلماء: إنها شرط جواز النكاح". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۶۷، كتاب النكاح، الباب الأول، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۱۴۴، ۱۵۵، كتاب النكاح، رشيديه)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "ما من امرئ مسلم يخذل امرأً مسلماً في موضع ينتهك فيه حرمته وينتقص فيه من عرضه إلا خذله الله تعالى في موطن يحب فيه نصرته".

"وعن أنس رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: ...... "من رمى مسلماً بشئ يريد به شينه، حبسه الله على جسر جهنم حتى يخرج مما قال". (الحديث) (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الفصل الثاني، ص: ۴۲۴، قديمي)

(۳) "إن المجلس للنكاح فنكاح، وإن للوعد فوعد". (الدر المختار: ۳/ ۱۲، كتاب النكاح، سعيد)

پیغامِ نکاح، نکاح نہیں

سوال[۵۴۴۴]: زید نے اپنے لڑکے کا عمر کی لڑکی کے لئے شادی کا پیغام دیا، عمر نے بعد مشورۂ عزیزان، زید کے لڑکے کے لئے قبول کرلیا۔ دینِ مہر کے شرائط بھی طے ہوگئے۔ زید نے اپنے لڑکے کو جولندن میں زیرِ تعلیم ہے اس رشتہ کی منظوری سے مطلع کردیا، زید نے قبول کرلیا۔ اس کے بعد رسمِ منگنی تقریباً پچاس اشخاص کی موجودگی میں ادا ہوگئی۔ لہذا شرعی نقطۂ نظر سے اس ایجاب وقبول کی بابت کیا حکم ہے؟

۲...... زید کے ایک پرانے دوست نے ان واقعات کے علم ہونے کے باوجود اس لڑکی سے اپنے لڑکے کا پیغام دیدیا۔ کیا شرعی نقطۂ نظر سے ایسا کرنا جائز تھا؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... بیانِ واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی نکاح کا ایجاب وقبول نہیں ہوا، بلکہ یہ خطبہ ہے اور اس کی حیثیت وعدہ کی ہے، اس سے ابھی طرفین شوہر و بیوی نہیں ہیں، حاضرینِ مجلس نے بھی اس کو خطبہ ہی سمجھا ہے(۱)۔

۲...... اس طرح خطبہ ہوجانے کے بعد دوسرے شخص کے خطبہ سے حدیث میں ممانعت آئی ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/ ربیع الثانی/ ۸۸ھ۔

---

(۱) "كتزوجني نفسك إذا لم ينو الاستقبال: أي الاستيعاد: أي طلب الوعد ...... قال في شرح الطحاوي: لو قال: هل أعطيتنيها؟ فقال: أعطيت، إن كان المجلس للوعد فوعد، وإن كان للعقد فنكاح". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح: ۳/۱۱، ۱۲، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۷، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح: ۲/۱۷۸، إمداديه ملتان)

(۲) "وعنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا يبيع الرجل على بيع أخيه، ولا يخطب على خطبة أخيه، إلا أن يأذن له". (مشكوة المصابيح، باب المنهي عنها من البيوع، الفصل الأول، ص: ۲۴۷، قديمي)

(والصحيح لمسلم، كتاب البيوع، باب تحريم الرجل على بيع أخيه الخ: ۲/۳، قديمي)

(وصحيح البخاري، كتاب البيوع، باب: لايبيع على بيع أخيه ولا يسوم على سوم أخيه الخ: ۱/۲۸۷، قديمي)

باب المتفرقات

نکاح کے وقت کن چیزوں سے آگاہ کرنا چاہئے؟

سوال[۵۴۴۵]: نکاح پڑھانے سے قبل امام کوکون کون سی شرط سے آگاہ کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس بات کی اس وقت ضرورت ہو اس کو بتادیں، دینی اخلاق واعمال کی تعلیم کی سب کو ہی ضرورت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۵/۱۳۹۴ھ۔

خرافات ومنکرات کا انعقادِ نکاح پر اثر

سوال[۵۴۴۶]: جس شادی میں خرافات مثلاً رت جگا(۱) کہ جس میں مستورات تمام شب گاتی بجاتی ہیں اور غیر محرموں کو اپنی آواز سناتی ہیں، بارات کے موقعہ پر انگریزی باجہ اور دوسرے باجے، نیز دیگر سامانِ رقص وسرود بھی ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر اہلِ شادی محض مرتکبِ گناہ ہیں یا نکاح ہی نہیں ہوتا، جیسا کہ زید نے ایک وعظ میں حکایت بیان کی کہ ایک شخص نے غصہ میں اپنی زوجہ کو طلاق دیدی۔ بعد میں علمائے کرام سے طالب ہوا کہ اس کی زوجہ بدون دوسرے کے نکاح میں جائے اور بعد طلاق اس پر حلال ہو جائے مگر باریاب نہ ہوسکا۔ اگر کسی عالم نے فرمایا کہ تمہارا نکاح نہیں ہوا، بلکہ اس دوران میں تم نے زنا کیا ہے، پس نکاح دوبارہ پڑھو، نیز ایسی شادیوں میں شرکت کرنا اور کھانے میں شریک ہونا کیسا ہے؟

---

(۱) ''رت جگا: شب بیداری، خوشی یا عبادت میں رات بھر جاگنا، ایک قسم کی خوشی کی نیاز جو عورتیں دلواتی ہیں، ہندوؤں کی ایک عبادت جو رات بھر جاگنے اور کتھا کے ذریعے سے کی جاتی ہے''۔ (فیروز اللغات، مادہ (ن)، ر، ت، ص: ۷۰۴، فیروز سنز، لاہور)

الجواب حامداً ومصلیاً:

خرافاتِ مذکورہ ممنوع اور ناجائز ہیں، ایسی شادی میں شرکت بھی درست نہیں، لیکن انعقادِ نکاح پر اس سے اثر نہیں پڑتا، اگر شریعت کے مطابق ایجاب وقبول ہو چکا ہے تو نکاح صحیح ہو گیا" وینعقد بإیجاب وقبول". تنویر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۶/۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ ربیع الاول/ ۵۶ھ۔

کسی مقصد کے لئے عقدِ نکاح کا جھوٹا انکار

سوال [۵۴۴۷]: ہندہ نے نکاحِ ثانی زید سے پچاس ساٹھ برادری کے مسلمانوں میں کر لیا، بعد نکاح زوجِ سابق کے رشتہ داروں نے جائیداد کا جھگڑا کر کے مقدمہ عدالت میں دائر کر دیا، فریقین نے وکیل کر لئے۔ ہندہ کا ایک ہندو وکیل ہے جس نے یہ رائے دی ہے کہ ہندہ نکاحِ ثانی سے انکار کر دے تو زوجِ سابق کی جائیداد پر قابضہ رہ سکتی ہے، اس پر عمل کرتے ہوئے ہندہ اور اس کا ایک متبنیٰ لڑکا دونوں نکاح سے انکاری ہو گئے، عدالت میں جواب دعویٰ میں لکھا دیا کہ نکاح نہیں ہوا۔ برادری کی تھوک بندی (۲) کی وجہ سے چند اہلِ برادری نے بھی یہ کہہ دیا کہ نکاح نہیں ہوا، حالانکہ وہ پچاس ساٹھ مسلمان اب تک بھی کہتے ہیں کہ نکاح ہوا اور ہم مجلسِ نکاح میں شریک تھے۔

ایسی حالت میں صرف جائیداد کی وجہ سے زوجہ اور زوج کا نکاح سے انکار کرنا قابلِ تسلیم ہوگا یا نہیں؟ اور جو مسلمان اس کا ساتھ دے رہے ہیں وہ کیسے ہیں؟ اور مسلمانوں کے مجمع میں شرعی نکاح کو جو بوجہ مقدمہ وسخن پروری انکار کرتے ہیں وہ از روئے شرع شریف کیسے ہیں؟ عدالت میں مقدمہ دائر ہے اور چند مسلمانوں کی گواہی بھی ہو چکی ہے کہ نکاح ہو گیا اور ایک اسٹامپ پر سرکاری فرائض نویس کا نکاح نامہ لکھا ہوا بھی ہے جس پر

---

(۱) (تنویر الأبصار مع الدر المختار، کتاب النکاح: ۳/۹، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب النکاح: ۲/۳۰۶، مکتبه شرکت علمیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح: ۳/۱۴۴، رشیدیه)

(۲) "تھوک بندی: اقرار نامہ، جو گاؤں کے برابر تقسیم کرنے پر لکھا جاتا ہے"۔ (فیروز اللغات ص: ۴۴۴، فیروز سنز، لاہور)

برادری والوں کی شہادت ثبت ہے۔ باوجودان تمام باتوں کے پھر نکاح سے انکار کرنا مقدمہ کی وجہ سے کیسا ہے اور ساتھ دینے والے کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جھوٹ بولنا شرعاً حرام اور کبیرہ گناہ ہے، لیکن اپنا حق وصول کرنے اور ظلم دفع کرنے کے لئے جب کوئی دوسری صورت قابو میں نہ ہو، تعریضاً کذب جائز ہے، صراحۃً اس وقت بھی جائز نہیں ہے(۱)۔ اگر وہ جائیداد ہندہ کی نہیں بلکہ زوجِ سابق کے دیگر ورثاء کی ہے اور ہندہ اپنا مہر اور حصہٴ وراثت لے چکی یا معاف کرچکی ہے تب تو کسی طرح ہندہ کو جھوٹ بولنا جائز نہیں، قطعاً حرام ہے، جو لوگ اس کے ساتھ اس کبیرہ گناہ میں شریک ہیں، وہ بھی کبیرہ گناہ کے مرتکب ہیں، سب کو توبہ کرنا فرض ہے۔ اگر وہ جائیداد ہندہ کی ہے خواہ بعوضِ دَینِ مہر ہو یا وراثت یا کسی اَور طرح وہ ہندہ کی ملک ہے اور زوجِ سابق کے ورثاء ہندہ کو نہیں دیتے اور ہندہ کسی دوسری طرح اس جائیداد کو وصول نہیں کرسکتی تو ہندہ کو تعریضاً کذب جائز ہے اور اس معاملہ میں جو لوگ اس کی اعانت میں ہیں وہ بھی گنہگار نہیں:

قال الله تعالىٰ: ﴿تعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾(۲)۔

اور ہندہ کے انکار کرنے سے نکاح نہیں ٹوٹتا اور زوج نے اگر یہ الفاظ کہے ہیں کہ میں نے ہندہ سے نکاح نہیں کیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوئی:

"وفي الفتاوى: رجل قال لامرأته: **تو مرا چیزے نباشی**، هو خمسة ألفاظ: أحدها ما ذكرنا، الثاني: إذا قال، لم يكن نكاح، الثالث: إذا قال لها: لم أتزوجك، فلا يقع الطلاق في هذه

---

(۱) "الكذب مباح لإحياء حقه، و دفع الظلم عن نفسه، والمراد التعريض؛ لأن عين الكذب حرام، قال: وهو الحق". (رد المحتار، فصل في البيع: ۴۲۷/۶، سعید)

"ويكره التعريض بالكذب إلا لحاجة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء واللهو و سائر المعاصي والأمر بالمعروف: ۳۵۲/۱، رشیدیہ)

(وكذا في فيض القدير، (رقم الحديث: ۶۲۲۷): ۴۴۵۲/۹، مکتبہ نزار مصطفى محمد الباز رياض)

(۲) (سورة المائدة: ۲)

الألفاظ الثلثة وإن نویٰ". خلاصة، ص:۹۷(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/شعبان/۵۴ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبد اللطیف،۱۸/شوال/۵۴ھ۔

ایک مجلس میں متعدد نکاح ہوں، توان میں افضل کون سا ہے؟

سوال[۵۴۴۸]: تبلیغی اجتماع میں تین آدمیوں کی شادیاں ہوئیں، اس میں بکر نے اپنا نکاح سب سے پہلے پڑھوایا، زید نے بکر سے کہا کہ تم نے غلطی کی، اپنا نکاح سب سے بعد میں پڑھواتے:"سید القوم خادمھم"۔ بکر نے جواب دیا: دعویٰ ایران کا، دلیل توران کی، جو کچھ کیا بالکل ٹھیک کیا:﴿فاستبقوا الخیرات﴾(۲)۔ زید کا کہنا کہ "غلطی کی" درست ہے یا نہیں؟ نیز ان کی دلیل دعویٰ کے مطابق ہے یا نہیں؟ ایک تو ہے جواز، ایک ہے افضلیت تو اس میں افضل بات کیا ہے، نکاح پہلے پڑھوانا یا بعد میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ضرورت ومصلحت تقدیم میں ہو تو تقدیم افضل ہے، تاخیر میں ہو تو تاخیر افضل ہے:"سید القوم خادمھم" یہاں چسپاں نہیں (۳)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند،۱۴/۹/۱۳۹۵ھ۔

---

(۱) (خلاصة الفتاوی، کتاب الطلاق، باب الکنایات، الجنس الأول: ۲/۹۷، امجد اکیڈمی لاهور)

(وكذا في التاتارخانية، باب الكنايات، نوع آخر في قوله: لست لي بامرأة و ما يتصل به الخ: ۳/۳۲۱، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البزازية على هامش العالمكيرية، باب الكنايات، نوع آخر في إنكار النكاح: ۱/۱۹۶، رشيديه)

(۲) (سورة البقرة: ۱۴۸)

(۳) "عن سهل بن سعد رضي الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "سيد القوم في السفر خادمهم، فمن سبقهم بخدمة لم يسبقوه بعمل إلا الشهادة". (مشكوة المصابيح، كتاب الجهاد، باب آداب السفر، الفصل الثالث، ص: ۳۴۰، قديمی)

تیں بچوں کے بعد کیا تجدیدِ نکاح ضروری ہے؟

سوال[۵۴۴۹]: یہ جو مشہور ہے کہ جس عورت کو ایک شوہر سے تیں بچے ہوں اس کو دوبارہ نکاح کرنا چاہئے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ بے اصل اور غلط ہے، اس سے نکاح ختم نہیں ہوتا، دوبارہ نکاح کی ضرورت نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۹۰ھ۔

تجدیدِ نکاح کی ضرورت کب ہوتی ہے؟

سوال[۵۴۵۰]: اس بارے میں حکمِ شرع سے مطلع فرمائیں جس کا حوالہ: ب، نمبر: ۹۲۱، مؤرخہ ۱۷/۹/۸۸ھ ہے، اس میں مزید یہ پوچھنا ہے کہ جن صاحب اور جماعت نے عمداً یہ نکاح کیا اور کرایا، ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ کیا وہ صرف توبہ واستغفار کے مستحق ہیں یا تجدید نکاح بھی کرنا ہے؟ علانیہ توبہ واستغفار کے علاوہ تجدید نکاح کا بھی حکم دیا جائے؟ اس کے بارے میں تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

کسی کی عدت میں نکاح ثانی جائز نہیں ہے: "لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة، كذا في السراج الوهاج". از فتوی عالمگیری(۱)۔

لہٰذا جو نکاح اس طرح کر دیا گیا وہ شرعاً معتبر نہیں ہوا، بلکہ گناہ ہوا، مرد وعورت میں علیحدگی کرادی جائے، عدت ختم ہونے پر دوبارہ نکاح کیا جائے، جن لوگوں نے یہ نکاح کرایا ہے، وہ گنہگار ہوئے، ان کو توبہ واستغفار لازم ہے۔ اور اس بات کو پورے طور پر ظاہر کر دیا جائے کہ یہ نکاح غلط ہوا، اس کے باوجود ان لوگوں پر

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في شرط الزوجة: ۳/۴۵۵، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في رد المحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعيد)

اپنے نکاح کی تجدید لازم نہیں، گناہ اگر چہ کبیرہ ہو، اس سے تجدیدِ نکاح لازم نہیں ہوتی، البتہ اگر خدانخواستہ کفر کا صدور ہو جائے تو ایمان کے ساتھ نکاح بھی ختم ہو جاتا ہے پھر تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح لازم ہوتی ہے(۱)۔

جس مسئلہ میں اختلاف ہو کہ اس سے کفر ہوا یا نہیں ہوا، وہاں احتیاطاً تجدیدِ ایمان وتجدیدِ نکاح کا امر کیا جاتا ہے: "ما كان في كونه كفراً اختلاف، يؤمر قائله بتجديد النكاح والتوبة، الخ"(۲)۔

کبیرہ گناہ کی وجہ سے اہل سنت والجماعت کے نزدیک نہ کفر ہوتا ہے، نہ ایمان سے خارج ہوتا ہے، كذا في شرح الفقه الأكبر (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

کیا ہر ماہ تجدیدِ نکاح کیجائے؟

سوال[۵۴۵۱]: میں نے سنا ہے کتاب "شامی" میں لکھا ہے کہ ہر ماہ میں تجدیدِ نکاح احتیاطاً کرلیا جائے، "والله أعلم"۔ تو ایسی صورت میں دو گواہوں کے موجود ہونے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جو صورت ہو، بیان فرمایا جائے۔ تجدید نہ کرنے میں کوئی خلاف تو نہیں؟ جیسا کہ اکثر لوگ اس کے متعلق گوش آشنا بھی نہیں

---

(۱) "ما كان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح، وبالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط .... ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يوجب التكفير، لا تنفعه فتوى المفتي ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع، قبيل باب العاشر في البغاة: ۲/ ۲۸۳، رشيديه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/ ۲۸۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى البزازية، كتاب ألفاظ تكون إسلاما أو كفراً أو خطأ، الفصل الثاني، النوع الأول في المقدمة: ۶/ ۳۲۲، رشيديه)

(۳) "ولا نكفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن كانت كبيرةً إذا لم يستحلها، ولا نزيل عنه اسم الإيمان".

(شرح الفقه الأكبر للقاري، الكبيرة لا تخرج المؤمن عن الإيمان، ص: ۷۱، قديمي)

(وكذا في شرح العقيدة الطحاوية، باب قضية التكفير، ص: ۲۳۲، الجامعة الستارية بكراتشي)

چہ جائیکہ عمل کریں!۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن سے آپ نے سنا ہے ان سے "شامی" کی اصل عبارت مع حوالہ جلد و باب لکھوا کر بھیجیں، اس کو دیکھ کر ان شاء اللہ تعالیٰ جواب پیش کیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تجدیدِ نکاح ہوا تھا یا نہیں؟

سوال[۵۴۵۲]: حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا تجدید نکاح ہوا تھا، آخر میں ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ یا پہلے والا نکاح قائم تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلے والا نکاح قائم تھا، کذا فی اللمعات شرح مشکوۃ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بچوں کے نکاح کا طریقہ

سوال[۵۴۵۳]: ۶/ سال سے کم عمر کے بچوں کے نکاح کا طریقہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں کی طرف سے ان کے لئے ان کے والد ایجاب وقبول کرلیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۴/۱۶ھ۔

---

(۱) "عن عكرمة، عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: "رد رسول الله صلى الله عليه وسلم ابنته زينب على أبي العاص بالنكاح الأول ولم يحدث نكاحاً". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الثاني: ۶/۳۳۶، رشيديه)

(وكذا في شرح الطيبي على مشكوة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الثاني: ۶/۲۷۶، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في التعليق الصبيح على مشكوة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الثاني: ۴/۳۰۶، طبع، حيدر آباد دكن)

(۲) "وللولي إنكاح الصغير والصغيرة". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۶۵، سعيد) =

شادی میں چھوارے کون لائے؟

سوال [۵۴۵۴]: شادی میں جو چھوارے لئے جاتے ہیں، وہ لڑکی والا لائے یا لڑکے والا؟ کون سی صورت افضل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جواس فضیلت کو حاصل کرنا چاہے، لے آئے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۱۳۹۱ھ۔

جو شادی قرض لے کر کی جائے اس میں شرکت

سوال [۵۴۵۵]: زید کی لڑکی جوان ہے، زید غریب آدمی ہے، جہاں سے بھی بات ہوتی ہے سب کہتے ہیں کہ ہم گھڑی لیں گے، سائیکل لیں گے، اور بہت سی چیزیں مانگتے ہیں۔ گھر میں کوئی مرد نہیں رہتا، اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں بدنامی نہ ہوجائے، ادھر لڑکی جوان، ادھر غربت۔ مجبوراً زید نے قرض لے کر شادی کردی۔ گاؤں کے بہت سے مولوی حضرات زید کے خلاف ہوگئے اور اس شادی میں شرکت کو منع کرتے ہیں۔ اس میں زید کہاں تک خطاوار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس تقریب میں کوئی خلاف شرع چیز: ناچ باجہ وغیرہ نہیں تو محض قرض لینے کی وجہ سے شرکت ممنوع نہیں، سب شریک ہوسکتے ہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۲۰۸، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۲/۵۰۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿فاستبقوا الخيرات﴾ (البقرة: ۱۴۸)

(۲) "عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "إذا دُعي أحدكم إلى الوليمة فليأتها". وفي رواية لمسلم: "فليجب" عرساً كان أو نحوه ... ومن الأعذار المسقطة للوجوب أو الندب أن يكون في الطعام شبهة ... أو هناك منهي كالخمر أو اللهو أو فرش الحرير وغير ذلك". =

رشتہ کے متعلق ایک غلط رسم (گوت (۱)) اور اس کی اصلاح

سوال [۵۴۵٦]: ہم لوگ قدیم مسلم راجپوت ہیں، راجپوتوں میں بہت سی ذاتیں ہوتی ہیں، مثلاً: چوہان، گوتم، بیس وغیرہ۔ ہم گوتم ہیں اور بیسوں کے یہاں ہماری نانیہال ہے۔ ہندوؤں میں یہ دستور ہے کہ جس کی لڑکیاں لاتے ہیں اس ذات میں اپنی لڑکیوں کی شادی نہیں کرتے، ہمارے یہاں بھی یہی ذہن بنا ہوا ہے، مگر کچھ رشتے اس سے قبل اس کے خلاف ہو چکے ہیں۔

احقر نے بھی اپنی لڑکی کو اپنے ماموں زاد بھائی کے لڑکے کے ساتھ جو فارغ دارالعلوم بھی ہیں، منسوب کرنا چاہا، اس پر اہل خاندان کو اعتراض ہوا، کچھ کا کہنا تھا کہ یہ رشتہ الٹا ہے اور کچھ کہتے تھے: وہ ہم سے نیچے ہیں، ان کو لڑکی نہیں دی جاسکتی۔ اس بناء پر انھوں نے احقر کا مقاطعہ (سماجی بائیکاٹ) کر دیا، نکاح میں بھی شرکت نہیں کی، اور جو شریک ہونا چاہتے تھے انھیں بھی روکا۔ قاضی صاحب نے اس بناء پر نکاح پڑھانے سے انکار کیا اور یہ بھی کہا کہ وہ لڑکا عالم ہے، میں اس کا نکاح نہیں پڑھا سکتا۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ:

۱...... کیا یہ میرا رشتہ کرنا اسلامی نقطۂ نگاہ سے غلط ہے؟

۲...... جن لوگوں نے یہ رشتہ کرنے کی وجہ سے بائیکاٹ کر دیا ہے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا وہ صحیح راستہ پر ہیں؟

۳...... قاضی صاحب جنہوں نے نکاح نہیں پڑھایا ہے، ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... مسلمانوں میں بہت سی غیروں کی رسمیں پھیلی ہوئی ہیں جن کی اصلاح ضروری ہے (۲)۔ شادی

= (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الأول: ٦/ ٣٧٠، ٣٧١، رشيديه)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب النكاح، باب جواز الوليمة إلى أيام إن لم يكن فخراً: ١١/ ١٤، إدارة القرآن كراچي)

(والصحيح لمسلم، كتاب النكاح، باب الأمر بإجابة الداعي إلى دعوة: ١/ ٤٦٢، قديمي)

(۱) ''گوت: خاندان، گھرانہ، حسب، نسب، قوم، قبیلہ، فرقہ''۔ (فیروز اللغات، مادہ ''گ، و''، ص: ۱۱۱۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) ''من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذالك أضعف =

کے سلسلہ میں ماموں زاد، خالہ زاد، چچا زاد بھائی سے پرہیز کرنا غلط اور غیر اسلامی رواج ہے، شرعاً یہ رشتہ ناجائز نہیں، بلکہ ان سے عقد نکاح درست ہے(۱)، ان کو حرام سمجھنا اسلامی عقیدہ نہیں بلکہ خطرناک عقیدہ ہے، جو شخص اس غلط رسم کو توڑ کر عقد کردے گا وہ بہت بڑے اجر وثواب کا مستحق ہوگا، اس کی مدد کرنے والے بھی مستحق ثواب ہوں گے(۲)۔ اور جو شخص مدد کے بجائے ایسے عقد میں رکاوٹ ڈالے گا وہ غیر اسلامی عقیدہ کا مددگار ہو کر سخت گنہگار اور مجرم ہوگا، اس کو اپنی حرکت سے باز آنا اور توبہ واستغفار کرنا ضروری ہے(۳)۔ قاضی کا منصب بلند ہے اس کو سنت کی اشاعت ضروری ہے، اس کا رکاوٹ ڈالنا اور محض غلط رواج کی بناء پر نکاح پڑھانے سے انکار کردینا شریعت کی نظر میں بہت قبیح اور مذموم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲/۲/۹۲ھ۔

= الإيمان". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب لأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۹، قديمي)

(وفيض القدير لعبد الرؤوف المناوي رحمه الله تعالى، (رقم الحديث: ۸۶۸۷): ۱۱/۵۸۰۰، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(۱) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ماوراء ذالكم﴾. (النساء: ۲۴)

قال ابن كثير تحت هذه الآية: "أي ما عدا من ذُكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۵/۲، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲/۶۲، حافظ كتب خانه كوئته)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ فيعم النهي كل ما هو من مقولة الظلم والمعاصي، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداد والانتقام". (روح المعاني: ۶/۵۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، وأنها واجبة على الفور لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(وكذا في روح المعاني، تحت آية: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبة نصوحا﴾: ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث بيروت)

خنزیر کے بال کے برش بنانے والے کے گھر رشتہ

سوال[۵۴۵۷]: میرے ایک عزیز کی بہن کا ایک جگہ کان پور میں رشتہ طے ہوگیا ہے، لڑکے والے اور خود لڑکا اشیاء کی درآمد برآمد کا کام کرتے ہیں۔ ابھی چند دنوں پیشتر جب شادی کی تاریخ متعین کرنے کے لئے قدم اٹھایا گیا تو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کے پاس کہیں باہر سے برش بنوا کر بھیجنے کا آرڈر آیا ہوا ہے اور وہ تیار کرا کر باہر بھیج رہے ہیں، لیکن برش خنزیر کے بالوں کے بنوائے جاتے ہیں اور بھیجے جاتے ہیں۔ یہ معلوم ہو کر لڑکی والے فکرمند ہیں کہ ایسی صورت میں ان لوگوں کا کاروبار درست ہے یا نہیں؟ نیز طے شدہ رشتے کو باقی رکھا جائے یا ختم کر دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قولِ صحیح کے مطابق خنزیر کے بال نجس ہیں (۱)، ان کی بیع بھی ناجائز ہے جیسا کہ کتب فقہ، درمختار، شامی (۲)، بحر وغیرہ میں موجود ہے (۳)، لیکن یہ چیز محتاج تحقیق ہے کہ برش خنزیر کے بال سے بنتے ہیں، کیوں

---

(۱) "وأما الخنزير فشعره وعظمه وجميع أجزائه نجسة". (البحر الرائق: ۱/۱۹۱، كتاب الطهارة، رشيديه)

(وكذا في الحلبي الكبير، ص: ۱۵۴، فصل في الأنجاس، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في الدر المختار: ۵/۷۲، كتاب البيوع، مطلب في التداوي بلبن البنت، سعيد)

قال الجصاص رحمه الله: "واللحم وإن كان مخصوصاً بالذكر، فإن المراد جميع أجزائه ...... كذلك خص لحم الخنزير بالنهي تأكيداً لحكم تحريمه وحظراً لسائر أجزائه، فدل على أن المراد بذلك جميع أجزائه وإن كان النص خاصاً في لحمه". (أحكام القرآن للجصاص: ۱/۱۲۴، باب تحريم الخنزير، قديمي)

(۲) "وشعر الخنزير لنجاسة عينه، فيبطل بيعه، ابن كمال". (الدرالمختار). "(قوله: لنجاسة عينه): أي عين الخنزير أي: بجميع أجزائه". (ردالمحتار، باب البيع الفاسد، مطلب في التداوي بلبن البنت: ۵/۷۱، ۷۲، سعيد)

(۳) "وشعر الخنزير أي: لم يجز بيعه إهانةً له، لكونه نجس العين كأصله، فالبيع هنا لو جاز لكان إكراماً، وفي الخمر والخنزير كذلك لو جاز لكان إعزازاً، وقد أمرنا بالإهانة". (البحر الرائق: ۶/۱۳۲، =

کہ مجھ سے ایک صاحب نے کہا تھا کہ یہ تو ایک گھاس ہے اس سے بنتے ہیں، برش میں بال کے علاوہ دوسری چیزیں بھی ہوتی ہیں جو متقوم ہیں، مناسب یہ ہے کہ استخارۂ مسنونہ کرلیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۴۰۱ھ۔

تین لڑکوں کی شادی ساتھ کرنے سے کیا طلاق ہو جاتی ہے؟

سوال [۵۴۵۸]: کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر تین لڑکوں کی شادی ایک ساتھ کروگے تو اچھا نہیں ہے، طلاق ہو جاتی ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ بات غلط ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

= كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، رشيديه)

"وشعر الخنزير ينتفع به للخرز) أي: لايجوز بيع شعره". (تبيين الحقائق: ۴/۳۷۶، باب البيع الفاسد طبع دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص: ۱/۱۷۵، باب تحريم الخنزير، قديمي)

خنزیر کے بالوں سے انتفاع کو ضرورت کی وجہ سے امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ کے ایک قول میں جائز قرار دیا گیا ہے، مگر علامہ شامی رحمہ اللہ نے بدائع اور اختیار کے حوالے سے خنزیر کے بالوں کے نجس ہونے کو اصح قرار دیا ہے: "هو ظاهر الرواية أن شعره نجس، وصححه في البدائع، ورجحه في الاختيار". (ردالمحتار: ۱/۲۰۶، مطلب في أحكام الدباغة، سعيد)

(۱) اس قسم کی باتیں جو مشہور ہوتی ہیں، یہ اکثر طور پر بدشگونی نحوست اور بدفالی کی بنیاد پر کہی جاتی ہیں اور چونکہ تمام امور کا وقوع اور عدم وقوع اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے، لہٰذا نیک شگونی و بدشگونی کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں:

"وسئل نفع الله بعلومه: السؤال عن النحس والسعد وعن الأيام والليالي التي تصلح لنحو السفر والانتقال مايكون جوابه؟

"فأجاب رضي الله عنه: من يسأل عن النحس ومابعده، لايجاب إلا بالإعراض عنه وتسفيه مافعله ويبين له قبحه، وأن ذلك من سنة اليهود لا من هدى المسلمين المتوكلين على خالقهم وبارئهم =

مرحومہ بیوی کی منع کردہ جگہ پر نکاح

سوال[۵۴۵۹]: میری بیوی مرحومہ مرنے سے پہلے مجھے نصیحت کرتی رہتی تھی کہ میرے مرنے کے بعد تُو فلاں جگہ شادی نہ کرنا، اور جہاں چاہے شادی کرلینا، اب اس کا انتقال ہوگیا ہے اور میرا رشتہ وہیں سے پکا ہو رہا ہے۔ اب اس بارے میں تحریر کریں کہ میں رشتہ قبول کروں یا نہ کروں؟

الجواب حامداًومصلیاً:

بیوی کے منع کردینے سے وہ عورت آپ پر حرام نہیں ہوئی (۱)، شادی کریں گے تو نکاح درست ہوجائے گا (۲)، آپ کو اختیار ہے اپنی مرحومہ بیوی کا کہنا مانیں یا اپنے دل کا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۹۲/۱۲/۳ھ۔

نکاحِ ثانی کے لئے بیوی کا مشورہ

سوال[۵۴۶۰]: ایک بیوی ہے، تو اس پر نکاح کرنے میں اس بیوی کی اجازت کی ضرورت ہے یا نہیں؟

= الذين لايحسبون وعلى ربهم يتوكلون. وما ينقل من الأيام المنقوطة ونحوها عن علي كرم الله وجهه باطل كذب لا أصل له، فليحذر من ذلك، والله أعلم". (الفتاوى الحديثية لابن الحجر الهيثمي، مطلبٌ في الجواب عن الأيام والليالي وسعيدها ونحيسها، ص: ۴۱، ۴۲، قديمي)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وأحل لكم ماوراء ذالكم﴾ (النساء: ۲۴)

وقال ابن كثير تحت هذا الآية:" أي ماعدا من ذُكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۵/۶، دارالفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲/۶۶، حافظ كتب خانه كوئته)

(۲) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۴، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، شركة علمية ملتان)

الجواب حامداًومصلیاً:

شرعاً تو ضروری نہیں مگر نباہ اس سے کرنا ہے، اگر اس کا مشورہ نہیں ہوگا تو دشواری ہوگی (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیوی کوآٹھ ماہ تک نہیں دیکھا

سوال[۵۴۶۱]: ۱- میری بیوی نیک ہے، وفا شعار ہے، نو بچے ہیں، ۲۰/ برس شادی کوگذر گئے، کبھی ناراضگی کی نوبت نہیں آئی۔ میں ۱۹۶۸ھ میں حج کو گیا تھا اور بیوی سے کہہ کر گیا تھا کہ ''گھر سے باہر مت نکلنا'' لیکن وہ ایک دفعہ سینما گئی، پھر ایک دفعہ عرس میں گئی، پھر کسی اور جگہ گئی، جس پر میرے بھائی نے اس کو بہت مارا۔ جب میں حج سے واپس آیا تو یہ واقعہ مجھے بتلایا۔

حج سے آنے پر میرے سالے صاحب بھی مجھے بمبئی لینے آئے تھے، میں نے ان سے کہا کہ آپ اپنی بہن کو اپنے گھر لے جائیں، انھوں نے ایسا ہی کیا، مگر سب محلہ والوں نے میری عورت کو بے قصور کہا، لیکن مجھے شک رہا۔ اب میں نے ۸،۹/ ماہ سے اپنی زوجہ کی شکل نہیں دیکھی، ویسے ہی نفقہ برابر دے رہا ہوں، بچے میرے ساتھ ہیں۔ میرا یہ عمل شرعاً درست ہے یا نہیں؟ نیز میرا ارادہ ہے کہ اب دوسری شادی کرلوں، کیونکہ گھر میں پکانے کی بہت دقت ہے، میرا یہ خیال صحیح ہے یا نہیں؟

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع، فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة﴾ (النساء:۳)

"وللحر أن يتزوج أربعاً من الحرائر والإماء، وليس له أن يتزوج أكثر من ذلك، لقوله تعالى: ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث وربع﴾". (الهداية: فصل في المحرمات: ۲/۱۱۳، شركة علمية ملتان)

(وكذا في فتح القدير، فصل في المحرمات: ۳/۲۳۹، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(وكذا في فتاوى دار العلوم ديوبند: باب: وہ عورتیں جن سے نکاح درست ہے: ۷/۲۲۵، مكتبة إمداديه، ملتان)

بیوی کو بچوں سے نہ ملنے کی سزا دینا

سوال[۵۴۶۲]: ۲..... اس کو گھر میں ابھی تک نہیں لایا اور بچوں سے نہیں ملوایا، یہ سزا کافی ہے یا نہیں؟

بیوی کے قصور پر دوسرا نکاح ہو جائے تو مساوات ضروری ہے

سوال[۵۴۶۳]: ۳..... میرا خیال ہے کہ دوسری شادی کے بعد بھی میری پہلی عورت حج کو جا کر آ گئی تو میں دونوں کو سنبھال لوں گا۔ تو ایسا کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... غلطی انسان کے ساتھ لگی ہوتی ہے، مرد ہو یا عورت سب سے ہی کچھ نہ کچھ چھوٹی بڑی غلطی ہو جاتی ہے، غلطی پر نادم ہو کر سچے دل سے توبہ کرنے سے اللہ پاک بھی معاف فرما دیتے ہیں(۱)۔ آٹھ مہینے تک آپ نے اس کو الگ رکھا، یہ سزا بہت کافی ہے، اس مدت میں آپ اس کو خرچ دیتے رہے یہ مزید احسان کیا۔

۲..... بچوں سے ملوانا چاہیے، اتنی طویل جدائی اچھی نہیں (۲)۔

۳..... بلاضرورت دوسری شادی کرنے میں اکثر پریشانی ہوتی ہے، دونوں میں اتفاق ہونا مشکل ہوتا ہے، جو شخص دونوں کا حق ادا کر دے اور انصاف سے رہے تو اس کی اجازت بھی ہے(۳)۔ آپ خود ہی غور

---

(۱) "عن أبي ذرّ رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم في ماروى عن الله تبارك وتعالىٰ أنه قال: "ياعبادي! إنكم تخطؤن بالليل والنهار وأنا أغفر الذنوب جميعاً، فاستغفروني أستغفر لكم......... اهـ".

"عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "كل بني آدم خطاء، وخير الخطائين التوابون". (مشكوة المصابيح، باب الاستغفار، الفصل الثاني، ص: ۲۰۳، قديمي)

(۲) "قال النبي صلى الله عليه وسلم: "لعن الله من فرق بين الوالدة وولدها". (فيض القدير: ۱۰:۵۰۰۴، (رقم الحديث: ۷۲۸۱)، مكتبة نزار مصطفى الباز. مكة)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿فانكحوا ما طاب لكم من النساء مثنى وثلث وربع. فإن خفتم ألا تعدلوا فواحدة﴾ (سورة النساء: ۳)

کرلیں، حق تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور سب معاملاتِ دینی ودنیاوی میں بہترین طریقہ پر مدد فرمائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۱۳۸۸ھ۔

باپ شادی میں باجہ وغیرہ پر مصر ہو تو لڑکا کیا کرے؟

سوال [۵۴۶۴]: ایک لڑکا بالغ اپنی شادی سنتِ نبوی کے مطابق کرنا چاہتا ہے، مگر اس کے والد کہتے ہیں کہ شادی مع مراسم ہوگی (باجہ وغیرہ بھی شامل ہوگا)۔ ایسی صورت میں وہ لڑکا کیا کرے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اللہ تعالیٰ سے دعاء کرے، والد کو کسی بزرگ کے ذریعہ تفہیم کرائے، اللہ تعالیٰ مقلب القلوب ہے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۷/۳/۹۳ھ۔

بھتیجے کی مطلقہ سے نکاح کی وجہ سے ترکِ تعلق

سوال [۵۴۶۵]: ایک شخص مرگیا ہے، اس نے ایک بھائی اور ایک لڑکا چھوڑا، یہ لڑکا شادی شدہ ہے، اس نے کسی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، بعد عدت اس کے چچا نے خود اس سے نکاح کرلیا ہے۔ پس یہ نکاح درست ہے یا کہ نہیں؟ اگر درست ہے تو پھر گاؤں یا خاندان والوں کا اس بنا پر اس سے ترکِ تعلق درست ہے یا کہ نہیں؟ اور ترکِ تعلق بھی ایسا کہ اگر اس کے خاندان میں کوئی مرگیا ہے تو نماز جنازہ کوئی نہیں پڑھے گا، اور نہ اس کا کھانا مہیا کریں گے، پس اس مسئلہ کا تشفی بخش جواب دیا جائے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

بھتیجے کی بیوی سے اگر کوئی دوسرا رشتہ حرمت کا نہ ہو تو اس سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے، جب طلاق

(۱) "[فرع]: في فصول العلامي: إذا رأى منكراً من والديه يأمرهما مرةً، فإن قبلا فبها، وإن كرها سكت عنهما، واشتغل بالدعاء والاستغفار، فإن الله تعالىٰ يكفيه ما أهمه من أمرهما". (ردالمحتار، كتاب الحدود، فصل في التعزير، مطلب في تعزير المتهم: ۴/۷۸، سعيد)

کے بعد عدت گذار کر نکاح کیا ہے تو اس پر اعتراض کرنا غلط ہے(۱) اور اس کی وجہ سے ترکِ تعلق کر دینا ظلم ہے(۲) اور نماز جنازہ میں شرکت نہ کرنا گناہ ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۸/۷ھ۔

بلا نکاح کے عورت کو اپنے پاس رکھنا

سوال[۵۴۶۶]: ایک صاحب نے ایک عورت کو اپنی زوجیت میں بلا نکاح عرصہ تک رکھا جس سے لوگ یہی سمجھتے تھے کہ یہ اس کی بیوی ہے، لیکن حال ہی میں اس عورت نے کسی دوسرے سے زنا کیا، جب اس کے موجودہ شوہر کو پتہ چلا تو اس نے زدوکوب کیا۔ بعد میں اس عورت نے کہا کہ میں ان کے پاس نہیں رہوں گی بلکہ اس کے ساتھ رہوں گی جس سے بُرا چرچا ہوا، موجودہ شوہر نے اس کو اجازت دیدی کہ تمہاری جہاں مرضی ہو رہو۔ کچھ دیر کے بعد لوگوں نے نکاح پڑھوانے کے لئے امام صاحب کو بلایا، لیکن امام صاحب نے کہا کہ جب تک عورت عدت نہ گذارے گی نکاح درست نہیں ہوگا۔ شوہر نے کہا کہ میں نے اس کو بلا نکاح اپنی زوجیت میں

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ماوراء ذلکم﴾ الآیة (سورة النساء: ۲۴)

قال العلامة عماد الدین فی تفسیر هذه الآیة: "أی ماعدا من ذکرن من المحارم، هن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، سهیل اکیڈمی، لاهور)

(وکذا فی التفسیر المنیر: ۵/۲، دار الفکر بیروت)

(وکذا فی التفسیر المظهری: ۲/۶۲، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، رشیدیه)

(۲) "عن أبی أیوب الأنصاری رضی الله عنه، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "لا یحل للرجل أن یهجر أخاه فوق ثلاث لیال". الحدیث. (مشکوٰة المصابیح، کتاب الآداب، باب ما ینهی عنه من التهاجر، ص: ۴۲۷، قدیمی)

(وکذا فی عمدة القاری، کتاب الأدب، باب ماینهی من التحاسد: ۲۲/۱۳۷، مطبعة خیریه، بیروت)

(۳) "عن أبی هریرة رضی الله عنه، قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: "حق المسلم علی المسلم خمس: رد السلام، وعیادة المریض، واتباع الجنائز". الحدیث. (مشکوٰة المصابیح، کتاب الجنائز، الفصل الأول، ص: ۱۳۳، قدیمی)

اب تک رکھا تھا، پھر امام صاحب نے نکاح پڑھا دیا۔ تو اب اس کا نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اگر عدت ضروری تھی تو پھر وہ نکاح درست نہ ہوا، اب کیا کریں؟ بتلایا جائے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا نکاح کئے یہ کہنا کہ اپنی زوجیت میں رکھا مفہومِ زوجیت کا استہزاء ہے جو کہ خطرناک ہے، ایسی باتوں سے کلی پرہیز کیا جاوے، یہ زوجیت نہیں بلکہ زنا کاری ہے جو کہ ایک دوسرے کی ضد ہیں، زوجیت کی ترغیب اور بعض صورتوں میں وجوب ہے، سنتِ متواترہ سے ثابت ہے (۱) اور زنا کرنا حرام ہے ممنوع ہے، اس پر سخت سزا ہے (۲)۔ ہر دو کو توبہ استغفار لازم ہے کہ کبھی ایسی حرکت نہ کریں (۳)۔ جب وہ عورت کسی کے نکاح یا عدت میں نہیں ہے تو اس کا نکاح درست ہے۔ عدت زنا سے لازم نہیں ہوتی بلکہ نکاح کے بعد خاص اسباب کے تحت لازم ہوتی ہے (۴)۔

---

(۱) "وهو سنة، وعند التوقان واجب -بيانٌ لصفته- أما الأول، فالمراد به السنة المؤكدة على الأصح". (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۴۲، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح: ۳/۳۱۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب كثيراً مايتساهل في إطلاق المستحب على السنة: ۳/۷، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولاتقربوا الزنى، إنه كان فاحشةً وساء سبيلاً﴾ (سورة بني إسرائيل: ۳۲)

(۳) "اتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة، الخ". (روح المعاني، پاره: ۲۸، التحريم: ۲۸/۱۵۹، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(والصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(۴) "(قوله: لتمحضه زنا)؛ لأنه لاشبهة ملكٍ فيه، بل سقط الحد لظنه فضلاً من الله تعالى، وهو راجع إليه: أي إلى الواطئ، لا إلى المحل، فكان المحل ليس فيه شبهة حل، فلايثبت النسب بهذا الوطئ، ولذا لاتثبت به عدة؛ لأنه لاعدة من الزنا". (ردالمحتار، كتاب الحدود، مطلب: الحكم المذكور في بابه أولى الخ: ۴/۲۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب الوطئ الذي يوجب الحد الخ: ۵/۳۰، رشيديه)

اگر عورت زنا سے حاملہ ہوتو اس کا نکاح اس حالت میں بھی درست ہے، پھر اگر اس شخص سے نکاح ہو جس کا وہ حمل ہے تو اس کو صحبت بھی درست ہے، اگر دوسرے سے ہوتو وضع حمل سے پہلے صحبت وغیرہ درست نہیں ہے۔ جو بچہ نکاح سے چھ ماہ گذرنے پر پیدا ہوا وہ شوہر سے ثابت النسب ہوگا، اگر چھ ماہ گذرنے سے پہلے پیدا ہوا تو وہ اپنی ماں کا ہوگا، اس شوہر سے نسب ثابت نہ ہوگا۔

"وصح نكاح حبلى من زنا، وإن حرم وطؤها حتى تضع. ولونكحها الزاني، حل له وطؤها اتفاقاً، والولد له، اھ". درمختار۔ "(قوله: والولد له): أي إن جاء ت بعد النكاح لستة أشهر، فلولأ قل من ستة أشهر من وقت النكاح، لايثبت النسب، ولا إرث منه، اھ". ردالمحتار: ۲/۲۲ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۴/۹۰ھ۔

رشتہ خراب ہونے پر بچولے کو برا بھلا کہنا

سوال [۵۴۶۷]: عرض یہ ہے کہ لڑکی کا رشتہ ہو یا لڑکے کا رشتہ ہو، اور وہ رشتہ دار غلط ہو جائیں، لڑکی کی طرف سے یا لڑکے کی طرف سے بات خراب ہو جائے تو وہ بچولیوں کو برا کہتے ہیں (۲) اور اس کے بچوں کو بددعا دیتے ہیں۔ لہٰذا دو چار رشتہ جو کئے وہ مناسب نہیں ہوئے، بگاڑ کی صورت آ گئی۔ اب بچولیا کہتا ہے اللہ کی

---

(۱) (ردالمحتار للعلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ، كتاب النكاح، باب المحرمات، مطلب مهم في وطئ السراري الخ: ۳/۴۹، سعيد)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذافي مجمع الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية، الباب الخامس عشرفي ثبوت النسب، كتاب الطلاق: ۱/۵۳۶، رشيديه)

(وكذافي فتح القدير، كتاب الطلاق، باب ثبوت النسب: ۴/۳۵۸، ۳۵۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "بچولیا: دلال، ضامن، فیصلہ کرنے والا، نزاع دور کرنے والا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۸۳، فیروز سنز، لاهور)

طرف سے جوڑی کا سنجوگ ہے(۱)۔لڑکی کے والد اور لڑکے کے والد یہ کہتے ہیں کہ دیوبند سے فتویٰ منگا دو تو مجھ کو صبر آئے گا کہ خطا بچولے کی ہے یا دوسرے کی؟ لڑکے کے مقدر پھوٹے ہیں، یا اللہ کی طرف سے جوڑی سنجوگ ہے؟ اس فتوے کا جواب بھیج دیں تا کہ لڑکی والے اور لڑکے والے کو تسلی اور سکون ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوڑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے طے شدہ ہوتا ہے، دنیا میں اس کا ظہور ہوتا ہے۔ جو شخص نیک نیتی کے ساتھ خیر خواہی کے لئے درمیان میں واسطہ بن جاتا ہے اور کوشش کرتا ہے وہ مستحقِ اجر وثواب ہے۔ اگر بعد میں موافقت نہ ہو تو بچولے کو برا بھلا کہنا غلط ہے۔ ہاں! اگر بچولیا خود ہی بدخواہی کرے اور جان بوجھ کر غلط جگہ پھنسانے کے لئے رشتہ کرادے تو وہ گنہگار ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۳۹۹ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) ''سنجوگ: دوستی، ملاقات، میل ملاپ''۔ (نور اللغات: ۳/۳۶۸، سنگ میل لاهور)

سنجوگ: میل ملاپ، اتفاقی ملاقات، موقع، اتفاق، نصیب، قسمت''۔ (فیروز اللغات، ص: ۷۱۲، فیروز سنز، لاهور)

باب مایتعلق بالرسوم عندالزفاف

(شادی بیاہ کی رسومات کا بیان)

منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین

سوال[۵۴۶۸]: ۱......قبل از عقد منا کحت لڑکی والوں کا لڑکے والوں سے مٹھائی وغیرہ کا لینا بالشرط یا بلا شرط عرف کی بناء پر اور لڑکے والوں کا دینا طیبِ خاطر سے یا مجبوری کی وجہ سے کیا حکم رکھتا ہے؟

۲......ڈالی مقرری کا جواز ہے یا نہیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جب جانبین سے لڑکا و لڑکی والے راضی ہو جاتے ہیں تو ایک دن مقرر کیا جاتا ہے اور اس دن لڑکے والے چند اشخاص کچھ مٹھائی وغیرہ اور لڑکی کے لئے کپڑے اور پان چھالیاں لے کر لڑکی والے کے ہاں پہنچتے ہیں اور وہاں لڑکی والے کے برادری وغیرہ کے لوگ جمع ہوتے ہیں۔

سب سے پہلے ایک ڈالی میں کچھ پان چھالیاں اور کچھ نقد رکھ کر لڑکی کی والدہ یا دادی وغیرہ کے پاس بھیجی جاتی ہے، وہ سب چیزیں لے لیتی ہے اور چند پان، چند چھالیاں واپس کر دیتی ہے، بعدہ موجودہ لوگوں کو پان چھالیاں تقسیم کر دیئے جاتے ہیں۔ اور بعض جگہ کا یہ بھی رواج ہے کہ اس ڈالی کو لے کر مسجد میں بھی عورتیں جاتی ہیں اور کہیں کہیں تو مزارات بلکہ ہندوؤں کے معبد میں سلام وغیرہ کرنے کو جاتی ہیں۔

اب ان صورتوں میں کیا ایک ہی حکم ہوگا، یا کیا صورت ہوگی؟ کیا جواز کی بھی کوئی صورت کسی حالت میں نکل سکتی ہے؟ جواب مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمایا جائے۔

۳......جبر کر کے ڈالی مقرری کے دن یا بارات کے دن ابواب یعنی حمام وغیرہ دیگر اخراجات کے لئے روپیوں کا لڑکے والوں سے لینا کیسا ہے؟

۴......قبل از عقد ڈالی مقرری کے دن لڑکے والوں سے کپڑے لے کر لڑکی والوں کو پہنانا کیسا ہے؟

۵......اگر مذکورہ بالا امور کے بغیر ارتکاب کئے کہیں شادی نہ ہوتی ہو، یا بڑی مشکل ہو جاتی ہو تو ایسی

صورت میں کیا کیا جاوے؟ کیا کوئی جواز کی صورت نکل سکتی ہے یا نہیں اور تقویٰ کیا ہوگا؟ اور ایسے موقعوں پر مقتدایانِ قوم کو کیا کرنا چاہئے جب کہ بصورتِ عدم پابندی رسوم شادی قریب غیر ممکن یا عادۃً محال ہوجاتی ہے؟

خلافِ شرع رسم کی پابندی

سوال [۵۴۲۹]: ۶..... اگر کوئی کہے کہ ہم کو ان امور کے جائز یا ناجائز سے کوئی واسطہ نہیں، ہم وہی کریں گے جو باپ دادا نے کیا ہے تو اس شخص کا کیا حکم ہے، آیا کلمۂ کفریہ ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ سب جوابات مفصل مع حوالۂ کتبِ متعددہ بہت جلد تحریر فرما کر ممنون فرمایا جائے۔

عبدالرزاق از پورنیہ بہار۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... "أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة". درمختار۔ وقال الشامي: "(قوله: عند التسليم): أي بأن أبى أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً، وكذا لو أبى أن يزوجها، فللزوج الاسترداد قائماً أو هالكاً؛ لأنه رشوة، بزازية". شامي: ۲/۳۶۵(۱)۔

"لو أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة". بحر: ۳/۸۷(۲)۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ یہ رشوت ہے، اگر شرط نہ کی جائے اور لڑکے والے بطیبِ خاطر مگر بناءً علی المعروف دیتے ہیں تب بھی بقاعدہ "المعروف كالمشروط" ناجائز ہے۔ اگر شرط کرلی جائے اور مجبوری

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، قبيل مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/۱۵۶، سعيد)

(۲) (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، قبيل قول الكنز: "ولو نكح ذمي ذمية بميتة الخ": ۳/۳۲۵، رشيديه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الفصل الثاني عشر في المهر، نوع آخر تزوجها بمهر سر أو بشيء علانية: ۴/۱۳۶، رشيديه)

دیں تو اس کا ناجائز ہونا بالکل اظہر ہے، ہاں! اگر کہیں عرف نہ ہو اور بلا طلب و بلا شرط بطیب خاطر دیں تو یہ ہدیہ ہوگا اس کا لینا درست ہے:

"قال في الوسيلة الأحمدية شرح الطريقة المحمدية: ولعن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم الراشي والمرتشي، ومن الرشوة ما أخذه وليّ المرأة قبل النكاح إذا كان بالسؤال أو كان إعطاء الزوج بناءً على عدم رضائه على تقدير عدمه. أما إذا كان بلا سؤال ولا عن عدم رضائه، فيكون هديةً، فيجوز". مجموعة الفتاوی:۲/۲۱٦(۱)۔

۲.....اس ڈالی میں دو امر قابل غور ہیں: اول ان اشیاء کا حکم جولڑکے والے لڑکی والوں کو دیتے ہیں۔ دوم: اس ہیئتِ مخصوصہ کا حکم۔ سو اول میں تو وہی تفصیل ہے جو کہ جواب نمبر:۱ میں گزری۔ دوم کا حکم یہ ہے کہ یہ شرعاً بے اصل ہے کہ محض ایک رسم ہے، جس کا التزام کر رکھا ہے اور التزام مالا یلزم ناجائز ہے(۲)، نیز اس میں فخر اور ریاء ہے اور اس وجہ سے یہ رسم کی جاتی ہے، لہذا شرعاً ممنوع ہے۔ اس قسم کے رسوم کے مفاسد کو اور مضرات کو "اصلاح الرسوم" میں نہایت بسط سے بیان کیا ہے(۳)۔

۳.....قطعاً ناجائز ہے:

"ولا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغير سبب شرعي. كذا في البحر".

---

(۱) (مجموعة الفتاوی، مترجم لمولانا عبدالحی اللکنوی، کتاب الحظر والإباحة، (استفتاء نمبر: ۴۷): ۲/۲۳۰، سعید)

(۲) "وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصر على بدعة أو منكر، وجاء في حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه: "إن الله عزوجل يحب أن تؤتى رخصه كما يحب أن تؤتى عزائمه". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول: ۳/۳۱، (رقم الحديث: ۹۳٦)، رشيديه)

"الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حدّ الكراهة". (السعاية، كتاب الصلوة، قبيل فصل في القراءة: ۲/۲٦۵، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۳) (إصلاح الرسوم، لشيخ المشايخ مولانا أشرف على التهانوي رحمه الله تعالى)

ص:۱ ٤ ، عالمگیری:۲/۷۷۸(۱)۔ فی ردالمحتار: "و من السحت ما یأخذ الصهر من الختن بسبب بنته"(۲)۔

و فی الخانیة: "رجل خطب امرأةً و هی تسکن فی بیت أختها، و زوج أختها لا یرضی بنکاح هذا الرجل إلا أن یدفع إلیه دراهم، فدفع الخاطب دراهم، کان له أن یسترد ما دفع إلیه؛ لأنه رشوة"(۳)۔

وفی الهندیة: "خطب امرأةً فی بیت أخیها أن یدفعها حتی یدفع إلیه دراهم فدفع و تزوجها، یرجع بما دفع؛ لأنه رشوة، کذا فی القنیة"(٤)۔

۴......اس کا جواب نمبر:۱ میں گزرا، اس میں اتنی وسعت اَور ہے کہ اگر ان کپڑوں کو مہر میں شمار کرلیا جائے تو شرعاً درست ہے، لیکن اس مخصوص رسم کا عدمِ جواز جواب نمبر:۲ میں گزر چکا ہے۔

۵......جو امور شرعاً ناجائز اور منع ہیں وہ شادی کی رعایت سے جائز نہیں ہوسکتے، انسان کو چاہیے (کہ) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرکے اپنے دین اور شرعی احکام پر پختہ رہے، انشاء اللہ کوئی مجبوری پیش نہ آئے گی: ﴿ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ﴾(۵)۔ اور مقتدا کو تو ایسے مواقع میں خصوصاً احکامِ شرعیہ پر نہایت سختی سے جمارہنا چاہئے، کیونکہ اس کی شرکت سے عوام کی طبائع میں ان امورِ قبائحہ کا مستحسن ہونا محتمل ہے۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲/۱٦۷، رشیدیه)

(والبحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲/٦۸، رشیدیه)

و قد ذکره سلیم رستم بازبلفظ: "لیس لأحد أن یأخذ مال غیره بلا سبب شرعی". (شرح المجلة: ۱/۲۲، المادة: ۹۷، مکتبه حنفیه کوئٹه)

(۲) (رد المحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، ذکر الفروع: ٦/۴۲۴، سعید)

(۳) (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، فصل فی حبس المرأة نفسها بالمهر: ۱/۳۹۱، رشیدیه)

(۴) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب السیر، الباب التاسع أحکام فی المرتدین، مطلب: موجبات الکفر أنواع، منها ما یتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۲، رشیدیه)

(۵) (سورة الطلاق: ۳)

۲......ایسا سخت گناہ اور نہایت خطرناک ہے حتی کہ بعض فقہاء نے ایسا کہنے والے کی تکفیر کی ہے، لہٰذا ایسے شخص کو فوراً توبہ کرنی ضروری ہے، جس قول کے قائل اور جس فعل کے مرتکب کی تمام فقہاء نے تکفیر کی ہو اس کو بالاتفاق تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح ضروری ہے اور جس کی بعض نے تکفیر کی ہو اس کے کفر و ایمان کے حق میں اگرچہ عدمِ کفر کی روایت کو ترجیح دی جائے گی، لیکن تجدیدِ ایمان اور تجدیدِ نکاح اس کو بھی احتیاطاً ضروری ہے:

" إذا قال الرجل لغيره: حكم الشرع في هذه الحادثة كذا، فقال ذلك الغير: "**من برسم كا رميكنم نه بشرع**" يكفر عند بعض المشايخ". عالمگیری: ۲/۱۸۹(۱)۔

"سئل الحاكم عبد الرحمان عمن قال: "**برسم كارميكنم نه بحكم شرع**". هل هو كفر؟ قال: إن كان مراده فساد الحق و ترك الشرع و اتباع الرسم لا رد الحكم، لايكفر، كذا في المحيط". عالمگیری: ۲/۱۸۸(۲)۔

"ماكان في كونه كفراً اختلاف، فإن قائله يؤمر بتجديد النكاح و بالتوبة والرجوع عن ذلك بطريق الاحتياط" (۳) .... "إذا كان في المسئلة وجوه توجب الكفر و وجه واحد يمنع، فعلى المفتي أن يميل إلى ذلك الوجه، كذا في الخلاصة (٤)۔ "في البزازية: إلا إذا صرح بإرادةٍ توجب الكفر، فلا ينفعه التأويل، كذا في البحر الرائق" (٥)۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب السير، الباب التاسع في أحكام المرتدين، موجبات الكفر انواع، منها مايتعلق بالعلم والعلماء: ۲/۲۷۱، ۲۷۲، رشیدیه)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، منها ما يتعلق بذات الله تعالىٰ و صفاته و غير ذلک: ۲/۲۵۸، رشیدیه)

(۳) (العبارة المذكورة من أولها إلى آخرها من الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲/۲۸۳، رشیدیه)

(٤) (خلاصة الفتاوى، كتاب ألفاظ الكفر، الفصل الثاني في ألفاظ الكفر ما يكون كفراً الخ أما الأول في المقدمة: ۴/۳۸۲، رشیدیه)

(٥) (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۱۰، رشیدیه)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب ألفاظ تكون إسلاماً أو كفراً، الثاني فيما يكون كفراً من المسلم الخ: ۶/۳۲۰، رشیدیه)

"ثم إن كان نية القائل الوجه الذي يمنع الكفر، فهو مسلم، وإن كان نيته الوجه الذي يوجب التكفير، لاينفعه فتوى المفتي، ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذلك، وتجديد النكاح بينه وبين امرأته". كذا في المحيط والبحر (۱) وغير ذلك من كتب الفقه۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۷/ ذیقعدہ/ ۵۴ھ، جوابات صحیح ہیں: سعید احمد غفرلہ۔

منگنی میں باجہ

سوال [۵۴۷۰]: منگنی میں باجہ لے جانا ضروری ہے، والدین بھی کہتے ہیں کہ اگر میں باجہ نہیں لے گیا تو لوگ مجھے دھوکہ باز کہیں گے، اب میرے لئے مشکل ہے، اس لئے والدین مجبور کرتے ہیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

باجہ بجانا اور سننا اور باجہ جس محفل میں ہو اس میں شرکت کرنا سب منع ہے (۲) اور ناجائز کام میں کسی کی اطاعت نہیں، والدین ہوں یا کوئی اور ہو: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق". الحديث۔ مشکوۃ شریف (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹/۱/۹۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

منگنی پر کچھ رقم لینا

سوال [۵۴۷۱]: یہاں گاؤں میں یہ رواج ہے کہ لڑکی کی شادی کی جب بات چیت ہوتی ہے تو لڑکے والے آکر گاؤں کے برادری والوں کو بلاتے ہیں جب سب جمع ہوتے ہیں تو لڑکے والے سے دس پانچ

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۵/۲۰۹، ۲۱۰ رشيديه)

(۲) "قال رحمه الله تعالى: السماع والقول والرقص الذي يفعله المتصوفة في زماننا حرام، لا يجوز القصد إليه والجلوس عليه، و هو والغناء والمزامير سواء". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، الباب السابع عشر في الغناء واللهو الخ: ۵/۳۵۲، رشيديه)

(۳) (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني، ص: ۳۲۱، قديمي)

روپیہ خرچ لیتے ہیں، اس لئے لیتے ہیں کہ برادری کو بلانے کے لئے حجام جاتا ہے تو اس میں کچھ پیسہ اس کو دیا جاتا ہے اور جولوگ آتے ہیں ان کی تواضع چائے، پان وغیرہ سے کی جاتی ہے۔ تو برادری والوں کا یہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کو مسجد میں دیدیں تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

لڑکی کی بات چیت پختہ کرنے کے موقعہ پر لڑکے والے سے کچھ رقم لینا کہ نائی کو دیجائے گی اور برادری کو جمع کرکے چائے پان میں خرچ کی جائے گی، یہ غلط رسم ہے(۱)، اس کو ختم کیا جائے، نہ نائی کی ضرورت ہے نہ برادری کو جمع کرنے کی، بلکہ گھر کے بڑے جس طرح مناسب ہو ایک دو آدمی سے مشورہ کرلیں۔ ایسی جمع کردہ رقم جس سے لی ہے اس کو واپس کردیں، وہ اپنی خوشی سے مسجد میں دیدے تو مسجد میں خرچ کردینا بھی درست ہوگا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۴/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/۴/۹۲ھ۔

منگنی کے موقع پر لڑکے کے والد کا مجمع کو سلام کرنا

سوال[۵۴۷۲]: بوقتِ منگنی جب جوڑا وغیرہ دیا جاتا ہے تو لڑکے کے والد پورے مجمع کو سلام کرتے ہیں۔ یہ سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ سلام شرعی نہیں، رسم ورواج کا سلام ہے جو قابلِ ترک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱/۹۵ھ۔

منگنی میں کپڑا بدلتے وقت لڑکے کو چاول، پان، چھالی چُھانا

سوال[۵۴۷۳]: ۱..... منگنی میں جب لڑکے کو کپڑا پہنایا جاتا ہے تو عورتیں گھر بلا کر لے جاتی ہیں اور چراغ، چاول، پان کا پتہ، گھاس، چھالی وغیرہ سے لڑکے کو چھاتی ہیں، جس میں محرم، وغیرمحرم سب عورتیں ہوتی ہیں۔

---

(۱) تقدم تخریجه تحت عنوان ''منگنی کے وقت مخصوص اشیاء کا لین دین''۔

شادی سے پہلے گھر کو لیپنا اور انگلیوں کے نشانات لگانا

سوال[۵۴۷۴]: ۲..... شادی سے دو چار دن پہلے گھر کو لیپنا ضروری سمجھا جاتا ہے اور انگلیوں کے نشانات اور رنگ کے چھینٹے وغیرہ دیواروں پر دیئے جاتے ہیں۔

لڑکے کو مہندی، اُبٹن لگانا

سوال[۵۴۷۵]: ۳..... شادی سے کچھ دن پہلے لڑکے کو مہندی لگاتے ہیں اور ابٹن لگاتے ہیں(۱) اور ابٹن دانا جلا کر بنایا جاتا ہے مثلاً جو۔

دولہے کو نہلانے کا انتظام، عورت کا ساڑی کی گور ڈالنا

سوال[۵۴۷۶]: ۴..... لڑکے کو سسرال جاتے وقت نہلانے کے لئے خاص انتظام کرتے ہیں، گڑھا کھود کر اوپر سے تختہ ڈال کر لڑکے کو بٹھاتے ہیں اور اس کے سر پر ایک محرم عورت اپنی ساڑی یا دوپٹہ کا کور ڈالے ہوئے ہوتی ہے اور کپڑا پہناتے وقت تک ڈالے رہتی ہے اور پھر لڑکے کو مسجد میں لے جاتے ہیں اور کثیر تعداد میں عورتیں اس کے ساتھ گیت گاتی جاتی ہیں، اس میں اکثر حصہ فحش کلام کا ہوتا ہے۔

سسرال پہونچنے پر دولہے کے ساتھ کیا جانے والا معاملہ

سوال[۵۴۷۷]: ۵..... سسرال جانے پر لڑکے کو فوراً لڑکی کے گھر لے جاتے ہیں اور وہاں بھی چومنا ہوتا ہے اور لڑکے کو اس کی سالیاں وغیرہ شربت پلاتی ہیں جس میں جونک وغیرہ کے پانی کا غلبۂ ظن ہوتا ہے اور تمام عورتیں گیت گاتی ہوتی ہیں جس میں لڑکے کے ماں باپ، دادا دادی وغیرہ کو بہت سی گالیوں سے بھی نوازا جاتا ہے اور لڑکے کو تمام لوگوں کے سامنے مجلس میں گھر کے کل کپڑے کو نکال کر سسرال کا کپڑا پہنایا جاتا ہے جس میں نظریۂ سحر وغیرہ کا غلبۂ ظن ہوتا ہے۔

دولہے سے دولہن کے سر پر سیندور ڈلوانا وغیرہ

سوال[۵۴۷۸]: ۶..... پھر لڑکے کو کھانا کھلاتے وقت آدمی متعین ہوتے ہیں جو کچھ باقی رہنے کے

---

(۱) ''ابٹن: ایک خوشبودار مصالحہ جو جسم کو صاف اور ملائم بنانے کے لئے مَلا جاتا ہے''۔ (فیروز اللغات، ص: ۵۱، فیروز سنز۔ لاهور)

ساتھ لڑکے کے آگے سے پلیٹ اٹھا لیتے ہیں اور لڑکی کو باعثِ تبرک سمجھ کر کھلاتے ہیں اور لڑکے کو گھر بلایا جاتا ہے جس میں محرم وغیر محرم سب عورتیں ہوتی ہیں اور لڑکے کے سامنے لڑکی کے چہرہ کو کھول کر بٹھا دیتے ہیں، اس کے سر پر سینڈور ڈالنے کو کہتے ہیں۔ اور ایک سبیل پر چھالی رکھ کر جسے تیل سے بھگوئے ہوتے ہیں سل کے پتھر سے توڑنے کو کہتے ہیں، وہ اڑ جاتا ہے تو لڑکے کو بہت گالیاں دیتی ہیں اور دو باپ کا کہا جاتا ہے اور کچھ لڑکیاں پان کے پتے کو گراتی جاتی ہیں اور لڑکے سے اس کے اٹھانے کے لئے کہا جاتا ہے۔

کنبہ والوں کو کپڑے دکھلانا، جہیز کی نمائش اور اس کی فہرست

سوال [۵۴۷۹]: ۷..... لڑکا اور لڑکی کے کپڑے کو تمام کنبہ والے کو دکھا کر رکھا جاتا ہے اور ضروری سمجھا جاتا ہے اور جہیز کے سامان کو تمام لوگوں کے سامنے شمار کیا جاتا ہے اور ایک فہرست لکھ کر لڑکے والے کو دیتے ہیں اور ایک ایک اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ ان سب کا حکم کتاب وسنت کی روشنی میں نوازیں اور ان کے ثبوت کو پیش کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... یہ رسم خلافِ شرع ہے، اس کو بند کرنا لازم ہے (۱)۔

۲..... صفائی کے لئے گھر کو لیپنے میں تو مضائقہ نہیں، مگر انگلیوں کے نشانات وغیرہ لگانا غلط رسم ہے، اس کو بند کیا جائے (۲)۔

---

(۱) غیر محرموں کے ساتھ اختلاط شرعاً مذموم وممنوع ہے اور چونکہ اس رسم میں اس کا ارتکاب ہوتا ہے اور ہر ایسا فعل جس میں ارتکابِ منہیات ہو، اس کو ترک کرنا اور بند کرنا لازم ہے:

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالى: "وخلاصة الكلام: من أبصر ما أنكره الشرع "فليغيره": أي بأن يمنعه بالفعل بأن يكسر الآلات ويريق الخمر، الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/ ۸۶۲، رشيديه)

(۲) انگلیوں کا یہ نشان غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے:

"عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". رواه أحمد وأبو داود". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

۳..... یہ بھی کوئی شرعی چیز نہیں، قابلِ ترک رسم ہے، اس میں عورتوں کے ساتھ تشبہ بھی ہے جس کی ممانعت آئی ہے(۱)۔

۴.....اس رسم کو بالکل بند کردیا جائے (۲)۔

۵.....اس کو بھی بند کیا جائے (۳)۔

= وقال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ تحته: "أی من شبّه نفسه بالكفار مثلاً في اللباس وغيره أو بالفساق أو الفجار .... قال الطيبي رحمه الله تعالیٰ: هذا عام في الخَلق والخُلق والشعار .... قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير". (مرقاة المفاتيح: ۱۵۵/۸، رشيديه)

(۱) "وعن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: لعن النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم المخنثين من الرجال، والمترجلات من النساء، وقال: "أخرجوهم من بيوتكم" رواه البخاری".

"وعنه قال: قال النبی صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال" رواه البخاری". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول ص: ۳۸۰، قديمی)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ تحت الحديثين: "في الزّي واللباس والخضاب والصوت والصورة والتكلم و سائر الحركات والسكنات .... فهذا الفعل منهيٌّ؛ لأنه تغير لخلق الله .... ففي شرعة الإسلام: الحناء سنة للنساء، و يكره لغيرهن من الرجال، إلا أن يكون لعذر؛ لأنه تشبه بهن .... والعجب من أهل اليمن في أن رجالهم يتحنون مع أن هذا شعار الرافضة أيضاً .... والثاني: من يتكلف أخلاق النساء و حركاتهن و سكناتهن و زيهن، فهذا هو المذموم الذي جاء في الحديث لعنه". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول: ۲۱۶/۸، ۲۱۷، رشيديه)

نیز یہ روافض کا شعار بھی ہے جیسا کہ اوپر کی عبارت میں تصریح ہے۔

(۲) "و يكره .... إنشاد ضالة أو شعر، الخ" (الدر المختار). "و قد أخرج الإمام الطحاوی رحمه الله تعالیٰ في شرح مجمع الآثار أنه صلی الله تعالیٰ عليه وسلم نهی أن تُنشد الأشعار في المسجد ثم وفق بينه و بين ما ورد أنه صلی الله تعالیٰ عليه وسلم وضع لحسان منبراً ينشد عليه الشعر بحمل الأول علی ما كانت علی قريش تهجوه به، و نحوه مما فيه ضرر". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب ما يفسد الصلوة و ما يكره فيها، مطلب في إنشاد الشعر: ۶۶۰/۱، سعيد)

(۳) ایسے اشعار کہنے سے شریعتِ مطہرہ نے منع کیا ہے جن میں کسی مسلمان کی تحقیر ہو، اور مسلمان کے محترم ہونے کی بنا پر اس کی =

۶......اس کو بھی بند کیا جائے۔

۷......سامان اس طرح اعلان کے ساتھ دینا اور سب کو دکھانا غلط طریقہ ہے، اس کو بند کیا جائے۔ دیتے ہوئے سامان کی فہرست بنا کر دینا اور اپنے پاس رکھنا درست ہے، مگر حیثیت سے بڑھ کر قرض وغیرہ لے کر سامان دینا بھی غلط ہے۔ ان رسوم کی تفصیل اور ان کے مفاسد ''اصلاح الرسوم'' میں درج ہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

شادی میں اسراف

سوال[۵۴۸۰]: جس کے پاس پانچ سو روپیہ ہوں اور تمام کو تقریب شادی میں خرچ کردے تو یہ اسراف بیجا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بے محل خرچ کرنا اسراف میں داخل ہے اور اسراف ممنوع ہے: ﴿ولا تسرفوا إنه لایحب المسرفین﴾ (۱) اگر سب مال خرچ کرنے کے بعد محتاج ہوگیا اور اس کے پاس پھر کچھ نہیں رہا تو اسراف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم۔

=شان میں ایسے اشعار کہنا حرام ہے:

''عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر''. متفق علیہ''. (مشکوۃ المصابیح، کتاب الأداب، باب حفظ اللسان الخ، الفصل الأول، ص: ۴۱۱، قدیمی)

''وعن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''لأن یمتلیء جوف رجل قیحاً یریہ خیرٌ من أن یمتلیء شعراً''. متفق علیہ''. (مشکوۃ المصابیح، باب البیان والشعر من کتاب الآداب، الفصل الأول، ص: ۴۰۹، قدیمی)

''قلت: الظاہر الإطلاق .... و لعل وجہ تخصیصہ بالذکر تنبیہٌ علی أنہ أقبح أنواعہ، أو إشعارٌ بأن الشعر مذموم؛ لأنہ قد یؤدی إلی ذلک''. (مرقاۃ المفاتیح: ۸/۵۴۶، رشیدیہ)

(۱) (سورۃ الأعراف: ۳۱)

شادی ۳/۱۳/۲۳ تاریخ میں نہ کرنا

سوال [۵۴۸۱]: عام رواج ہے کہ شادی بیاہ کے موقعہ پر لوگ تاریخ رکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مہینہ کی ۳، ۱۳، ۲۳/ تاریخ نہ ہونا چاہئے اور باقی تاریخیں کوئی بھی رکھی جائیں۔ اگر کبھی ۲/ تاریخ یا، ۷/ تاریخ وغیرہ مقرر ہوگئی تو یہ ہوتا ہے کہ نکاح دن میں ہوجائے ۳/ یا ۸/ نہ ہونے پائے۔ اس میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ رواج شرعاً بے اصل ہے۔ اس کی پابندی لازم نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند۔

شادی کی رسوم

سوال [۵۴۸۲]: ضلع اٹک کے دیہات کے مسلمانوں میں بوقتِ شادی رسوماتِ ذیل ہوتی ہیں:

نکاح سے ایک روز پہلے برادری کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور دولہا کے دائیں ہاتھ میں چاندی کا ایک کڑا پہنایا جاتا ہے اور اس ہاتھ میں ایک رنگین ڈورا بھی باندھا جاتا ہے جس کو وہ ''گانا'' کہتے ہیں، اس میں ایک چھلہ لوہے کا پڑا ہوتا ہے۔ پھر میراثی گانا شروع کرتے ہیں، اس کے گانے کے ساتھ برادری کی عورتیں ناچتی ہیں، اور برابر ڈھولکی وغیرہ بجتی رہتی ہے۔ پھر شام کو دولہا اور برادری کے مرد اور عورتیں ان کے آگے میراثی ہوتے ہیں، یہ لوگ گاتے ہوئے گاؤں کا چکر لگاتے ہیں، اس کو وہ لوگ ''چانولہ'' کہتے ہیں۔ اس کے بعد واپس

---

(۱) دنوں کے بارے میں ایسا اعتقاد رکھنا کہ فلاں فلاں دن منحوس ہے، یہود کا عمل اور طریقہ ہے:

''سئل نفع اللہ بعلومه: السؤال عن النحس والسعد وعن الأيام والليالي التي تصلح لنحو السفر والانتقال ما يكون جوابه ؟ فأجاب رضي الله تعالىٰ عنه: من يسأل عن النحس و ما بعده، لا يُجاب إلا بالإعراض عنه، و تسفيه ما فعله، و يبيّن له قبحه، وأن ذلك من سنة اليهود لا من هدى المسلمين المتوكلين على خالقهم و بارئهم، الذين لا يحسبون و على ربهم يتوكلون. وما ينطق من الأيام المنطوقة و نحوها عن علي كرم الله وجهه باطلٌ كذبٌ، لا أصل له، فليحذر من ذلك، والله تعالىٰ أعلم''.

(الفتاوى الحديثية لابن حجر الهيثمي رحمه الله تعالىٰ، مطلب في الجواب عن الأيام .... و سعيدها ونحيسها، ص: ۴۱، ۴۲، قديمي)

جا کر دلہن کو مرد اور عورتیں مہندی لگاتے ہیں، پھر صبح نکاح کیا جاتا ہے۔ لہٰذا علمائے کرام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ یہ رسوم شرعاً درست ہیں یا نہیں؟ ان عورتوں کے مرد دیوث ہیں یا نہیں؟

کیا وہاں کے علمائے کرام کا فرض نہیں ہے کہ ان رسوم کے چھڑانے میں کوشش کریں؟ و نیز کیا علماء کو حق ہے کہ ان رسوم میں ان کے ساتھ شریک رہیں، و نیز کیا علماء کا فرض نہیں کہ ایسی منہیات سے روکیں؟ اگر وہ باز نہ آویں تو کیا علماء کو جائز ہے کہ ان کا نکاح نہ پڑھاویں اور نہ ان کی دعوت میں شریک ہوں؟ چنانچہ ایک مرتبہ ایک عالم کے سمجھانے پر سب نے ان بدعات سے بچنے پر عہد و پیمان کیا اور یہ طے پایا کہ جو شخص ان محرمات کا مرتکب ہوا، امام اس کی دعوت قبول نہ کرے اور نہ نکاح پڑھاوے، لیکن امام صاحب جو اس عہد و پیمان میں شریک ہیں بعد میں انہوں نے عہد شکنی کی اور ایسے شخص کے یہاں نکاح بھی پڑھایا اور دعوت بھی کھائی۔ لہٰذا ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ رسوم خلافِ شرع اور ناجائز ہیں۔ مرد کو چاندی کا زیور پہننا حرام ہے (۱)۔ ڈھولکی بجا کر اس طرح گانا، ناچنا (۲) اور گاؤں کا طواف کرنا، عورتوں کا نامحرموں کے ساتھ آنا سب بے حیائی اور جہالت کی رسمیں ہیں،

---

(۱) "و لا یتحلی الرجل بذهب و فضة مطلقاً" (الدر المختار). "أی لا یتزیّن .... سواء کان فی حرب أو غیره". (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی اللبس: ۶/۳۵۸، ۳۵۹، سعید)

(۲) "عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء الزرع". رواه البیهقی فی شعب الإیمان". (مشکوة المصابیح، کتاب الآداب، قبیل باب حفظ اللسان والغیبة والشتم، ص: ۴۱۱، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ تحته: "قال النووی فی الروضة: غناء الإنسان بمجرد صوته مکروه، و سماعه مکروه، وإن کان سماعه من الأجنبیة، کان أشد کراهة". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب البیان والشعر، الفصل الثالث (رقم الحدیث: ۴۸۱۰): ۸/۵۵۷، رشیدیه)

"و کره کل لهو". (الدرالمختار). وقال ابن عابدینؒ: "والإطلاق شامل لنفس الفعل و استماعه، کالرقص والسخریة والتصفیق .... فإنها کلها مکروهة؛ لأنها زیّ الکفار". (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۳۹۵، سعید)

ان کو مٹانے کی کوشش ہر شخص کے ذمہ حسبِ حیثیت لازم ہے، خاص کر علماء کے ذمہ یہ فریضہ زیادہ ہے۔ جس مجلس میں رسومِ مذکورہ ہوتی ہیں اس میں شرکت ممنوع ہے، خاص کر ائمہ اور علماء کو بہت زیادہ ایسی مجلس کی شرکت سے اجتناب لازم ہے(۱)۔

خاص کر جب کہ وہاں کے عوام کو علماء کے ساتھ اس قدر تعلق ہو کہ ان کے کہنے سے اصلاح کی بہت زیادہ توقع ہے تو ان کو ہرگز ہرگز ایسی مجالس میں شریک نہیں ہونا چاہیئے، بلکہ نکاح پڑھنے اور شریک ہونے کے لئے اولاً شرط کر لی جائے کہ ان رسوم کو ترک کر کے توبہ کرو اور شریعت کے مطابق شادی کرو تو ہم شریک ہوں گے ورنہ نہیں، جو شخص اس قسم کا عہد کر کے بلا کسی مجبوری کے عہد شکنی کرے وہ گناہ گار ہے، اس کو توبہ لازم ہے(۲)، ایسے رسوم کے پابند عوام کی نماز ایسے عہد شکن امام کے پیچھے درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، مظاہر علوم سہارنپور۔

شادی کی رسوم

سوال[۵۴۸۳]: ہمارے یہاں شادیوں میں بارات کا طریقہ ہے جو گھوڑا جوڑا تو ڑا سہرا گولا، فوٹو کشی وغیرہ کرتے ہوئے لڑکی والوں کے یہاں جاتے ہیں اور اعلانِ نکاح گولا باریوں سے ہوتا ہے، سہرا بھی لفظ ''سہرا'' کی صراحت کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ دولہا اپنے چند دوستوں کو لڑکی کے گھر لے جاتا ہے، نامحرموں سے

---

(۱) "من دُعي إلى وليمة، فوجد ثمة لعباً أو غناءً .... إذا كان (مقتدى به) ولم يقدر على منعهم، فإنه يخرج و لا يقعد. ولو كان ذلك على المائدة، لا ينبغي أن يقعد وإن لم يكن مقتدى به، وهذا كله بعد الحضور، و أما إذا علم قبل الحضور، فلا يحضر". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الثاني في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، رشيديه)

(۲) "عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "آية المنافق ثلاث: إذا حدث كذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان".

"وعن عبدالله بن عمرو رضي الله تعالى عنه أن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم قال: "أربعٌ مَن كنّ فيه كان منافقاً خالصاً، ومن كانت فيه خصلة منهن كانت فيه خصلة من النفاق حتى يدعها: إذا اؤتمن خان، وإذا حدّث كذب، وإذا عاهد غدر، وإذا خاصم فجر". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الايمان، باب علامة المنافق: ۱/۱۰، قديمي)

ہنسی مذاق وغیرہ کیا کیا ہوتا ہے، سہیلیاں رومال آئینہ وغیرہ دیتی ہیں۔ جہیز بھی ایک نمائش اظہارِ مالداری غریب لڑکیوں کی دل آزاری ہی دے دیا جاتا ہے۔

لڑکی والے کے یہاں شادی کے موقع پر اکثر جہیز لے کر آتے ہیں تب ہی دکھاتے ہیں۔ جہیز کپڑا، غلہ یا پیسے کی شکل میں ہوتا ہے جو صورۃً تعاون حقیقۃً قرضہ ہوتا ہے جو دینے والے کو اس کی بیٹی کی شادی کے موقع پر وصول ہوجاتا ہے۔ ایسی شکل میں بارات جانے اور لڑکی والوں کے یہاں شادی کے موقع پر کھانا کھانے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

نکاح ایک شرعی حکم ہے جس کو ادائے سنت کے لئے ماثور طریقہ پر کرنا چاہئے، اور جو کچھ آپ نے سوال کیا ہے یہ مجموعۂ خرافات وغلط رسومات اس قابل نہیں کہ اس کو اختیار کیا جائے۔ ایسی بارات میں شامل ہونا بھی غلط ہے، اس سے پورا پرہیز کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۴/۱۴۰۶ھ۔

شادی کی بعض رسوم

استفتاء [۵۴۸۴]: ہماری برادری میں حسبِ تفصیل امور پنچایت محلّہ پلکھن تلہ سہارنپور نے اس طرح پر مقرر کیے ہیں:

۱...... یہ کہ جب کسی کی شادی ہو تو منڈھے کا ہونا لازمی ہے، اہلِ شادی کو لازم ہوگا کہ منڈھے کی تقریب میں بجائے مکانیہ کھانا کھلانے کے بوڑھے، بچہ، مرد، عورت کا کھانا بطورِ ہبہ کے ہر شخص کے مکان پر پہنچادے اور کھانے کی رکابی میں کھانا، چاول، پلاؤ وغیرہ فی کس ڈیڑھ سیر پختہ وزن...... گھی سے کم نہ ہو اور یہ بھی

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وأن هذا صراطي مستقيماً، فاتبعوه و لا تتبعوا السبل، فتفرق بكم عن سبيله﴾ الآية. (سورة الأنعام: ۱۳۴، ۱۳۵)

قال العلامة الآلوسي تحتها: " إشارة إلى شرعه عليه الصلوة والسلام ﴿ولا تتبعوا السبل﴾: أي الضلالات......... و أخرج ابن المنذر و عبد بن حميد وغيرهما أنها البدع والشبهات". (روح المعاني: ۸/۵٦، ۵۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

قرار دیا ہے کہ اہل شادی کو لازم ہوگا کہ اگر کھانا پلاؤ کا ہوگا تو پلاؤ میں فی دیگ ڈھائی سیر پختہ گھی اور زردہ میں پانچ سیر گھی، دال میں سوا سیر پختہ گھی، شوربہ میں سوا سیر سے کم نہ ہوگا، یہ امر ضروری ہے۔ اور یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ جس شخص کے یہاں اہل شادی کھانا پہنچائے گا اس شخص کو لازم ہوگا کہ وہ اہل شادی کے یہاں نوتہ ضرور دے، اس وجہ سے کہ اہل شادی نے قرضہ لے کر کھانا تقسیم کیا ہو تو وہ نوتہ لے کر اپنا قرض ادا کردے۔

۲...... ہر شخص اہل برادری کو لڑکا یا لڑکی کی شادی کرنے سے پہلے بھاجی کا ایک مرتبہ کرنا لازمی ہے، بھاجی کا طریقہ یہ ہے کہ فی کس مرد، عورت، بچہ، بوڑھا کے لئے وزنی آدھ سیر پختہ چاول خام اور آدھ پاؤ پختہ دال خام دینی ہوگی۔ اگر پکے ہوئے کھانے کی تقسیم کرے گا تو مطابق سوال نمبر:۱ کے کھانا دینا ہوگا۔

۳......ایک رسم بری کی ہے جو لڑکے والے کی طرف سے لڑکی کے یہاں دی جاتی ہے جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

سہاگ پوڑہ	کھانڈ پونڈ	ہندی	ڈوری	کھیلیں	میوہ	کنگھی	سرمہ دانی	شکر	بڑے پان	عطر	جوڑہ کپڑے
ایک	ایک	۱/ماء	۲/ماء	۵/ماء	۵/ماء	ایک	ایک	۲۵/سیر پختہ	۱۰۰/عدد	ایک شیشی	۱۱/عدد

میں نے بوجہِ جنگ وجدال بروقتِ پنچایت ان امور مندرجہ بالا میں کچھ دخل نہیں دیا، جب کہ ان امور کا ایک شادی میں اجرائے حسبِ دستور مقررہ ہو تو میں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کیا تو مجھ کو اہلِ برادری نے علیحدہ کردیا اور میری ایذا رسانی کے درپے ہیں۔ تو شرعاً جملہ برادری کا ان امور کو لازمی قرار دینا کیسا ہے اور میرا ان امور پر عمل نہ کرنا کیسا ہے؟ فقط۔

مشتاق احمد خان، اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ ٹیکہ، ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

امور مذکورہ کی پابندی شرعاً کسی پر واجب نہیں، جس چیز کو اللہ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے اس میں برادری یا کسی اَور کی اطاعت جائز نہیں: "لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق" (۱)۔ یہ امور بدعت

---

(۱) (فیض القدیر، (رقم الحديث: ۹۹۰۳): ۱۲/۶۳۸۶، مكتبه نزار مصطفى الباز، مكة مكرمة)

"وعن النواس بن سمعان رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "لا طاعة لمخلوق". الحديث. رواه في شرح السنة". (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، =

ناجائز اور گناہ ہیں (۱)، ان پر اصرار گناہ پر گناہ ہے (۲)۔ایسی دعوت کا کھانا کسی طرح جائز نہیں:

"لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی، کذا في البحر".

عالمگیری (۳)۔

جو شخص برادری کے اس قانون کو توڑے گا وہ اجر کا مستحق ہوگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۱/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذیقعدہ/۵۳ھ۔

= الفصل الثاني ص: ۳۲۱، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمه الله تعالیٰ تحت الحدیث: "و قال محمد بن الحسن: لا یسع المأمور أن یفعله حتی یکون الذی أمره عدلاً، و حتی یشهد عدلٌ سواه علی أن علی المأمور ذلک ...... عن علی رضی الله تعالیٰ عنه قال: دعاني رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ...... قال: فقال: علی کرم الله تعالیٰ وجهه: ...... ولکني أعمل بکتاب الله و سنة رسوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم ما استطعت له، فما أمرتکم من طاعة الله، فحق علیکم طاعتي فیما أحببتم أو کرهتم، و ما أمرتکم بمعصیة الله أنا أو غیری، فلا طاعة لأحد في معصیة الله، إنما الطاعة في المعروف" حدیث حسن رواه الحاکم في صحیحه، وقال: صحیح الإسناد ولم یخرجاه". (مرقاة المفاتیح، کتاب الإمارة و القضاء، الفصل الثاني: ۲۷۴/۷، ۲۷۵، رشیدیه)

(۱) "وعن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا مالیس منه، فهو ردٌّ". (مشکوة المصابیح، کتاب الإیمان، باب الاعتصام بالکتاب و السنة، الفصل الأول، ص: ۲۷، قدیمی)

(۲) کسی مندوب یا مستحب کام پر اصرار اور اس کو لازم سمجھنے سے کراہت کی حد تک پہنچ جاتی ہے، چہ جائے کہ کوئی کام سرے سے ثابت ہی نہ ہو:

"الإصرار علی أمر مندوب یبلغه إلی حد الکراهة، فکیف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع". (السعایة، باب صفة الصلاة، قبیل فصل في القرآءة: ۲۶۵/۲، سهیل اکیڈمی لاهور)

(۳) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل في التعزیر: ۱۶۷/۲، رشیدیه)

(و کذا في البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل في التعزیر: ۶۸/۵، رشیدیه)

شادی وغیرہ میں رسوم مروجہ

سوال[۵۴۸۵]: الرسوم المروجة في النكاح والعقيقة و سائر الأفراح مخالفة المأثور عن السلف الصالحين المختلفة باختلاف عادات الناس كلها باطلة، يجب قلعها و قمعها وردها إلى ما هو المتوارث عن السلف۔

الجواب حامداً و مصلياً:

البدعات والرسوم الغير الثابتة التي يلتزمونها مثل العبادات باطلة، يجب ردها وقلعها، سواء كانت متعلقة بالعبادات أم بالمعاملات والمعاشرات وغيرها(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۱/۸۸ھ۔

نکاح میں ایک جوڑا دے یا دو جوڑے؟

سوال[۵۴۸۶]: نکاح میں ایک جوڑا لے جانا ضروری ہے یا دو جوڑے اور جوڑے کے ساتھ زیور کون سا ضروری ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

کچھ بھی ضروری نہیں، ضروری سمجھنا غلط ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی میں دلہن کے لئے سرخ جوڑا

سوال[۵۴۸۷]: بعض جگہوں کا دستور ہے کہ شادی میں شوہر کی طرف سے دلہن کے لئے سرخ

---

(۱) "وفيه أن من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصرّ على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشيديه)

"الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف إصرار البدعة التي لا أصل لها في الشرع". (السعاية، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القرأة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) سيأتي تخريجه تحت المسئلة الآتية

رنگ کا پورا جوڑا یعنی دوپٹہ، پائجامہ قمیص سب سرخ رنگ ہی کا ہوتا، جس دن شادی ہوتی ہے تو عورت کو وہی کپڑا پہنایا جاتا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس صورت میں افضل یہی ہے کہ کوئی دوسرا؟ جو افضل ہو اس کو تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دستور التزام مالا یلزم ہے، افضلیت کی تصریح نہیں دیکھی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۱۳۹۱ھ۔

شادی میں روپیہ لینے کی شرط

سوال [۵۴۸۸]: ایک بالغ لڑکا غیر شادی شدہ ایک لڑکی سے عقد کرنا چاہتا ہے، مگر وہاں پر والد صاحب نے اس لئے شادی کرنے سے انکار کر دیا کہ کچھ اَن بن ہوگئی، حالانکہ پہلے وہاں رشتہ کیا تھا۔ دوسری جگہ جہاں لڑکے کو آٹھ ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا ہے بات کرلی، لڑکے نے ان آٹھ ہزار روپوں کو ٹھکرا دیا اور پہلی جگہ اپنی مرضی سے شادی کرلی جب کہ والد صاحب اصرار وضد کی وجہ سے ناراض ہوگئے۔ تو مذکورہ صورت میں لڑکا والد کا نافرمان ہوگا کہ نہیں، اگر نہیں تو کیوں اور اگر ہوگا تو کیوں؟ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آٹھ ہزار روپے لڑکے کے لئے شرط قرار دینا غلط ہے، ناجائز ہے۔ ناجائز کام میں والد کی اطاعت نہیں، اگر لڑکے نے اس غلط روپے سے بچنے کے لئے اپنی شادی خود کرلی تو وہ نافرمان نہیں ہوا:

"لاطاعة لمخلوقٍ في معصية الخالق". الحديث (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "نعم الجهر المفرط ممنوع شرعاً .... أو التزم كالتزام الملتزمات، فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهاً". (مجموعة رسائل اللكهنوي، سباحة الفكر في الجهر بالذكر: ۳/۳۴، إدارة القرآن كراتشي)

(ومرقاة المفاتيح، كتاب الصلوٰة، باب في الدعاء في التشهد، (رقم الحديث ۹۴۶): ۳/۳۱، رشيديه)

(۲) (مشكوة المصابيح، كتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني: ۲/۳۲۱، قديمي)

نکاح کے بعد مصافحہ

سوال[۵۴۸۹]: ۱......ہمارے اطراف میں رواج ہے کہ جب نکاح پڑھا کر ختم کرتے ہیں تو بعد میں فوراً دولہا حاضرینِ مجلس سے مصافحہ کرتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کوئی شخص اس کو بدعت سمجھ کر نہ کرے تو اس کو بے ادب اور برا بھلا کہنا اور یہ کہنا کہ یہ بدعت حسنہ ہے، یا جائز ہے یا نہیں؟

نکاح کے وقت جھک کر چلنا

سوال[۵۴۹۰]: ۲......لوگوں کے سامنے تعظیماً اوندھا ہو کر چلنا اور تکلفاً آہستہ آہستہ چلنا، خصوصاً دولہا کے لئے رسم سمجھ کر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص اوندھا ہو کر نہ چلے اور اپنی روش پر چلے تو اس کو بے ادب اور برا بھلا کہا جاتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

نکاح کے وقت سلام کرنا

سوال[۵۴۹۱]: ۳......نکاح کے بعد فوراً کھڑا ہو کر سلام کرنا دولہا کے لئے جائز ہے یا نہیں اور اگر کوئی شخص رسم سمجھ کر نہ کرے تو اس کو برا بھلا کہنا جائز ہے یا نہیں؟

نکاح کے بعد دلہن کا منہ دکھلانا

سوال[۵۴۹۲]: ۴......آج کل رواج ہے کہ نکاح کے بعد سب کو دلہن کا منہ دکھلاتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟

دربانی روپیہ

سوال[۵۴۹۳]: ۵......آج کل رواج ہے کہ دولہا سے دربانی روپیہ لیا جاتا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ دولہا جس راستہ سے جائے گا، وہاں پر ایک شخص کھڑا ہو جاتا ہے، اگر روپیہ نہ دے تو جانے نہیں دیتا اور برا بھلا کہتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟

نکاح سے پہلے زیور کپڑے دکھانا

سوال[۵۴۹۴]: ۶......نکاح سے پہلے وطن کے زیورات اور کپڑے حاضرینِ مجلس کو دکھلانا جائز

ہے یا نہیں؟

نکاح سے پہلے دلہن کا زیور وغیرہ استعمال کرنا

سوال[۵۴۹۵]: ۷……ایجاب وقبول سے پہلے اس زیورات کو دلہن کو پہنانا جائز ہے یا نہیں؟

اہلِ مجلس سے قبول کرانا

سوال[۵۴۹۶]: ۸……آج کل رواج ہے کہ نکاح کے بعد دلہن کے ہاتھ میں ایک کپڑا دیتا ہے اور اس کی دوسری طرف حاضرینِ مجلس (من طرف الزوج) پکڑ لیتا ہے اور دلہن کا وکیل یہ الفاظ کہتا ہے کہ اتنے دن تک میں نے اس کو کھلایا پلایا، اس وقت اس کو آپ لوگوں کے سپرد کرتا ہوں، پھر حاضرینِ مجلس اس کو قبول کرتے ہیں۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلائل الواضحة توجروا عند الله بفرائد الجنة۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱……اس مصافحہ کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں، لہذا بے اصل اور بدعت ہے اور مصافحہ نہ کرنے والے کو برا کہنا کسی طرح درست نہیں، اس سے اجتناب چاہئے کیونکہ یہ بدعت سیئہ ہے۔ بدعتِ حسنہ کی اصل شرع میں موجود ہوتی ہے، اس کی اصل شرع میں موجود نہیں، لہذا یہ بدعتِ حسنہ نہیں (۱)۔

---

(۱) "عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد". (مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، ص: ۲۷، قديمي)

قال الملا علي القاري تحت هذا الحديث: " قال القاضي: المعنى من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه. قيل: في وصف الأمر "بهذا" إشارة إلى أن أمر الإسلام كمل و انتهى. وشاع و ظهر ظهور المحسوس بحيث لا يخفى على كل ذي بصر و بصيرة، فمن حاول الزيادة فقد حاول أمراً غير مرضي …… فإن الدين اتباع آثار الآيات والأخبار واستنباط الأحكام منها ……… (و قال بعد صفحة): قال الشافعي رحمه الله تعالى: ما أحدث مما يخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع، فهو ضلالة". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول (رقم الحديث: ۱۴۰): ۱/۳۶۶، ۳۶۸، رشيديه)

۲.....اس طرح چلنے اور کسی کے سامنے ادباً جھکنے کی حدیث شریف میں ممانعت آئی ہے: "عن أنس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رجل: یا رسول اللّٰہ! الرجل منا یلقی أخاہ أو صدیقہ أینحنی لہ؟ قال: "لا" الحدیث. مشکوٰۃ شریف، ص: ٤٢ (١)۔

لہٰذا ایسا نہ کرنے والے کو برا کہنا درست نہیں بلکہ گناہ ہے۔

۳.....اس سلام کا بھی شریعت میں ثبوت نہیں، لہٰذا رسم ہے، اس کے تارک پر ملامت ناجائز ہے۔

۴..... یہ بھی ایک رسم بے اصل ہے، نامحرموں کو منہ دکھلانا ہرگز جائز نہیں (۲)۔

۵..... یہ بھی رسم ہے ناجائز ہے، یہ روپیہ مانگنا اگر دولہا شرم یا جبر سے دیدے تو اس کی واپسی ضروری ہے اور روپیہ نہ دینے پر برا کہنا سخت گناہ ہے (۳)۔

۶..... یہ نمائش اور شہرت کی غرض سے دکھایا جاتا ہے، شرعاً ممنوع ہے (۴)۔

---

(١) (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الأدب، باب المصافحة والمعانقة، ص: ٤٠١، قدیمی)

قال الملا علی القاری: "أینحنی لہ" من الانحناء، و ھو إمالة الرأس والظھر تواضعاً و خدمةً. قال: "لا"، أی: فإنه فی معنی الرکوع، و ھو کالسجود من عبادة الله سبحانه". (مرقاة المفاتیح، کتاب الآداب، باب المصافحة والمعانقة، الفصل الثانی (رقم الحدیث: ٤٦٨٠): ٨/٤٦١، رشیدیه)

(٢) "و تمنع المرأة الشابة من کشف الوجه بین الرجال .... لخوف الفتنة کمسه وإن أمن الشھوة". (الدرالمختار). "والمعنی: تمنع من الکشف لخوف أن یری الرجال وجھھا، فتقع الفتنة؛ لأنه مع الکشف قد یقع النظر إلیھا بشھوة". (ردالمحتار، باب شروط الصلاة: ١/٤٠٦، سعید)

(٣) "عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". رواہ البیھقی فی شعب الإیمان، والدار قطنی فی المجتبیٰ". (مشکوٰة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ٢٥٥، قدیمی)

"لا یجوز لأحدٍ من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی". (البحر الرائق، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ٥/٦٨، رشیدیه)

(٤) "عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالیٰ عنھما أنه سمع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول: "من سمّع الناس بعمله سمّع الله به أسامع خلقه، وحقّره و صغّره". رواہ البیھقی فی شعب الإیمان". =

۷……اگر شوہر کا دیا ہوا زیور ہے اور اس نے تملیکاً دیا ہے تو ظاہر ہے اس نے اسی لئے دیا ہے کہ شادی کے وقت استعمال کیا جائے، لہذا شادی کے وقت ایجاب وقبول سے کچھ پہلے کچھ بعد اس کا استعمال درست ہے اور اس سے پہلے بلا اجازتِ شوہر منع ہے، یہی صورت عاریۃً کی بھی ہے۔ لیکن اگر دولہا کے باپ نے دیا ہے اور تملیکاً دیا ہے تو دولہن کو جب وہ چاہے استعمال درست ہے اور اگر عاریۃً دیا ہے تو اس میں باپ کی اجازت درکار ہوگی۔

۸……نکاح ایجاب وقبول سے ہوجاتا ہے، سوال میں جو صورت درج ہے وہ ایک لغو اور بے اصل رسم ہے، زوج اور زوجہ یا ان کے طرف سے وکیل کا ایجاب وقبول کافی ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/ جمادی الأولیٰ/ ۵۶ھ۔

نکاح کے اعلان کے لئے آتش بازی

سوال[۵۴۹۷]: نکاح میں آتش بازی اس نیت سے کہ لوگوں کو نکاح کی خبر ہوجائے نہ کہ تماشہ کی نیت سے، جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلائل الواضحة توجروا عند الله بفرائد الجنة۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ناجائز ہے، ہاں دف کے ذریعہ سے اعلان کرنا جائز ہے: "في الغياثية: ضرب الدف في النكاح إعلاناً و تشهيراً سنة"(۲)۔

= (مشكوة المصابيح، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الفصل الثاني، ص: ۴۵۴، قديمي)

(۱) "و ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما و قبول من الآخر". (الدر المختار) وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "سواء كان المتقدم كلام الزوج أو كلام الزوجة". (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳/ ۹، سعيد)

"والوكالة كما تثبت بالصريح تثبت بالسكوت، و لذا قال في الظهيرية: لو قال ابن العم الكبير: إني أريد أن أزوجك من نفسي، فسكتت، فزوجها من نفسه، جاز". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة، فصل: ۳/ ۲۴۱، رشيديه)

(۲) "ضرب الدف في النكاح إعلاناً وتشهيراً سنة؛ لقوله عليه الصلوة والسلام: "أعلنوا النكاح ولو =

وفي الخلاصة لا بأس بالدف ليلة العرس الخ " (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۶/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۳/ جمادی الاولیٰ/ ۱۳۵۶ھ۔

شادی میں بھات

سوال[۵۴۹۸]: ہندوستان میں بھانجی کو بھات دیا جاتا ہے یعنی شادی کے موقعہ پر سامان ماموں اپنی ہمت کے موافق بھانجی کو دیتا ہے تو کیا یہ جائز ہے؟ اگر یہ جائز نہیں تو کونسی صورت بھانجی کو اشیاء دینے کی ہے۔

سعید احمد کیرانوی۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

بھانجی وغیرہ کے ساتھ صلہ رحمی کرنا امر مباح بلکہ مستحسن ہے، لیکن جس طرح پر ہندوستان میں بھات دینے کا رواج ہے وہ محض ہندوانہ رسم ہے (۲) اور نمائش ہے، جو اصل مقصود یعنی صلہ رحمی ہے اس کا ذہن میں

= بالدف". وإنما أمر بالإعلان لانتفاء تهمة السفاح بالكلية، ويجب أن يكون بلا سنجات و جلاجل".

(الغياثية، كتاب الحظر والإباحة، فصل في الضيافات والولائم، ص: ۱۰۹، مكتبه اسلاميه)

وقال ابن عابدين الشامي رحمه الله تعالى في حاشيته: "إذا كان الطبل لغير اللهو، فلا بأس به كطبل الغزاة والعرس لمافي الأجناس: و لا بأس أن يكون ليلة العرس دف يضرب به، ليعلن به النكاح".

(ردالمحتار حاشية ابن عابدين على الدرالمختار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاستيجار على المعاصي: ۶/۵۵، سعيد)

(۱) (خلاصة الفتاوى، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل، نوع منه: ۴/۳۵۸، رشيديه)

وقال الملا على القارى رحمه الله تعالى: "قال ابن الملك ...... المراد الترغيب إلى إعلان أمر النكاح بحيث لا يخفى على الأباعد، فالسنة إعلان النكاح بضرب الدف، و أصوات الحاضرين بالتهنئة". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح، اهـ: ۶/۳۱۴، (رقم الحديث: ۳۱۵۳)، رشيديه)

(۲) "عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "من تشبه بقوم، فهو منهم". (سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، : ۲/۵۵۹، مكتبه دارالحديث ملتان) =

تصور تک نہیں آتا، بلکہ نام ونمود کی امید اور خلقت کی طعن وتشنیع اور برادری میں ناک کٹنے کے خوف سے دیا جاتا ہے، اگر پاس موجود نہ ہوتو قرض لے کر دیا جاتا ہے اور بسا اوقات قرض لے کر ہی دیا جاتا ہے جو کسی طرح درست نہیں۔

اگر امورِ مذکورہ نہ ہوں بلکہ محض صلہ رحمی کی نیت سے کوئی شخص دے تب بھی چونکہ عام رواج پڑ چکا ہے اس لئے اس طرز پر نہیں دینا چاہیے، بلکہ شادی سے پہلے یا کسی دوسرے وقت ضرورت کا احساس کرتے ہوئے جس شئے کی ضرورت ہو نقد یا جنس غلہ وغیرہ بلا ریاکاری اور بلا کسی کو اطلاع کئے ہوئے دیدے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/۴/۵۴ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ربیع الأول/۵۴ھ۔

دولہا کی طرف سے دلہن کے لئے تحفہ کا التزام

سوال [۵۴۹۹]: شادی میں لڑکے والا کچھ توشہ لے کر لڑکی کے یہاں جاتا ہے۔ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

تطیبِ قلب وتحابب کے لئے اِہداء، تہادی مستحب ہے (۱)، التزام مالا یلزم لازم الترک ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۱۳۹۱ھ۔

= "قال الطيبي: هذا عام في الخلق و الخُلق والشعار. و لمّا كان الشعار أظهر في الشبه، ذكر في هذا الباب، قلت: بل الشعار هو المراد بالتشبه لا غير". (مرقاة المفاتيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، (رقم الحديث: ۴۳۴۷)، ۸/۱۵۵، رشيديه)

(۱) "عن عطاء الخراساني أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "تصافحوا يذهب الغل، وتهادوا تحابوا، وتذهب الشحناء". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب المصافحة و المعانقة، الفصل الثالث: ۲/۴۰۳، قديمي)

(۲) "فكم من مباح يصير بالالتزام من غير لزوم والتخصيص من غير مخصص مكروهاً". (مجموعة =

شادی کے موقع پر انعامات

سوال[۵۵۰۰]: شادی جب ہوتی ہے تو لوگوں کو خوشی ہوتی ہے، عموماً ایسے وقت میں بہنیں اور نائی وغیرہ کچھ مطالبات کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ہمارا حق دو، حق کا مطلب یہ ہے کہ خوشی ہونے پر ہمیں خوش کرو، جیسے کہ مٹھائی وغیرہ کا لوگ مطالبہ کرتے ہیں، نائی وغیرہ کے لئے تو یہ ہوتا ہے کہ ان کا ماہ جب طے ہوتا ہے کہ شادی والا شادی وغیرہ کے موقع پر ان کو اتنا ملے گا۔ تو ایسی صورت میں ان کے مطالبات کے مطابق دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ مطالبات شرعی مطالبات نہیں، البتہ خدمت گار امیدوار رہتے ہیں اور دعا گو بھی ہوتے ہیں، ان کو ناامید نہ کیا جائے تا کہ وہ شکر گذار رہیں اور آئندہ خدمت مستعدی سے کریں کہ "مزدور خوش دل کند کار بیش احباب" کا تقاضہ بھی بربنائے تعلق ومحبت ہوتا ہے، اگر جبر واکراہ(۱) اور التزام مالا یلزم نہ ہو اور مطالبہ پورا کردیا جائے تو گنجائش ہے(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۲/۱۳۹۱ھ۔

دولہا دلہن کے لئے پالکی کی سواری

سوال[۵۵۰۱]: ۱...... ہماری طرف دستور ہے کہ شادی میں لڑکا اور لڑکی اپنی سسرال پالکی میں بیٹھ

= رسائل اللکھنوی، سباحة الفکر فی الجهر بالذکر: ۳/۳۴، إدارة القرآن کراچی)

(ومرقاة المفاتیح، کتاب الصلوة، باب فی الدعاء فی التشهد، (رقم الحدیث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشیدیه)

(۱) "عن أبی حرة الرقاشی عن عمه رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: "ألا! لاتظلموا، ألا! لایحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعادیة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الغصب: ۸/۱۹۸، رشیدیه)

(وکذا فی شرح المجلة، (رقم المادة، ۹۷)، ص: ۲۲، مکتبة حنفیة کوئٹه)

(۲) "فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص من غیر مخصص مکروهاً". (مجموعه رسائل اللکهنوی، سباحة الفکر فی الجهر بالذکر: ۳/۳۴، إدارة القرآن کراچی)

کر جاتے ہیں جس کو آدمی اپنے کاندھے پر لیکر چلتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے یا ناجائز اور بہتر کیا ہے؟ لڑکا اور لڑکی دونوں کا حکم ایک ہے یا جداگانہ؟

سہرا

سوال [۵۵۰۲]: ۲..... شادی میں سہرا پڑھنا کیسا ہے، اگر جائز ہے تو اولیٰ کیا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... یہ ایک غیر ثابت رسم ہے، اس کی پابندی عملی طور پر التزام مالا یلزم اور ایک رسم محض ہے، اس کو ترک کردینا چاہئے (۱)۔ اگر اس میں قربت کا تصور بھی ہے تو رسم سے بڑھ کر بدعت بھی ہے (۲)۔

۲..... سہرا باندھنا ہندوستانی غیر مسلموں کی مذہبی رسم ہے، ان کے اثر سے بعض بے علم یا بے عمل مسلم خاندانوں میں بھی آ گئی، یا باقی رہ گئی (۳)، پھر بعض نے اس پر سہرا پڑھنے کا اضافہ کیا اور بعض نے سہرا پڑھنے کو

---

(۱) "الإصرار على أمر مندوب يبلغه إلى حد الكراهة، فكيف اصرار البدعة اللتي لا أصل لها في الشرع". (السعايه، باب صفة الصلوة، قبيل فصل في القرأة: ۲/۲۶۵، سهيل اكيڈمي لاهور)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه، فهورد". (صحيح البخاري، كتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا على صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قديمي)

قال الملا علي القاري تحت هذا الحديث: " قال القاضي: المعنى من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه. قيل: في وصف الأمر "بهذا" إشارة إلى أن أمر الإسلام كمل و انتهى، وشاع و ظهر ظهور المحسوس بحيث لا يخفى على كل ذي بصر و بصيرة، فمن حاول الزيادة، فقد حاول أمراً غير مرضي .... فإن الدين اتباع آثار الآيات والأخبار واستنباط الأحكام منها .... (و قال بعد صفحة): قال الشافعي رحمه الله تعالىٰ: ما أحدث مما يخالف الكتاب أو السنة أو الأثر أو الإجماع، فهو ضلالة". (مرقاة المفاتيح: ۱/۳۶۶، ۳۶۸، رشيديه)

(۳) "سہرا ہندوانہ رسم ہے، انہیں سے لی گئی ہے، وہ تاروں کا بناتے ہیں، مسلمانوں نے پھولوں کا بنانا شروع کردیا ہے، مگر رسم انہیں کی ہے، اور قابلِ ترک ہے"۔ (كفايت المفتي، كتاب الحظر والإباحة، تيسرا باب: رسوم مروجہ: ۹/۸۸، دارالاشاعت كراچي)

=

سہرا باندھنے کا بدل قرار دیا۔ اول (اضافہ) ضغث علی ابالہ ہے۔ ثانی (بدل) شرعاً بے اصل بلکہ خلافِ اصل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

شادی میں سہرا گجرا وغیرہ رسمیں

الاستفتاء [۵۵۰۳]: شادی کے موقعہ پر نوشہ کے سر پر سہرا باندھنا اور ہاتھوں اور گلے میں گجرے پہنانا اور اس کو سواری پر لے جانا کیسا ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

نوشہ کے سہرے اور گجرے وغیرہ اصالۃً ہندوستان کے ہندوؤں کی رسمیں ہیں جو کہ بے علم اور بے عمل اور نومسلم خاندانوں میں باقی رہ گئی ہیں (۱) اور ان کی صحبت سے دوسرے اس قسم کے غیر پابند اور غیر محتاط مسلمانوں میں سرایت کر گئی ہیں، اس لئے یہ واجب الترک ہیں۔ ہندوستانی علماء وفقہاء نے ان کو تشبہ کی بنا پر منع فرمایا ہے (۲)، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (۳) اور حضرت مفتی عزیز الرحمان

= نیز اس رسم میں ہندوؤں سے مشابہت ہے اور غیر مسلموں کی مشابہت سے شریعت مطہرہ نے منع کیا ہے: "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من تشبہ بقوم فھو منھم".

(سنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۵۵۹/۲، مكتبه دار الحديث ملتان)

قال العلامة المناوى تحته: "أى تزيا فى ظاهره بزيهم، وفى تعرفه بعرفهم، وفى تخلقه بخلقهم، و سار بسيرتهم و هديهم فى ملبسهم و بعض أفعالهم .... و بأبلغ من ذلك صرح القرطبى فقال: لو خص أهل الفسوق والمجون بلباس، منع لبسه لغيرهم، فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم، فيظن به ظن السوء، فيأثم الظان و المظنون فيه بسبب العون عليه". (فيض القدير شرح الجامع الصغير: ۵۷۴۳/۱۱، (رقم الحديث: ۸۵۹۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

(۱) (تقدم تخريجه عن فيض القدير تحت عنوان: "سہرا"۔)

(۲) (تقدم تخريجه عن حديث أبي داؤد تحت عنوان: "سہرا"۔)

(۳) (كفايت المفتي، كتاب الحظر والإباحة، تیسرا باب: رسوم مروجہ: ۸۸/۹، دار الإشاعت كراچى) =

صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ (۱)، حضرت مولانا اشرف علی صاحب (۲)، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحریرات میں ان کی ممانعت موجود ہے۔ ان سب کے استاذ الاساتذہ حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے فتاوی میں بھی ان کو منع کیا گیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیو بند، ۸/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیو بند۔

سہرا باندھنا

سوال [۵۵۰۴]: سہرا باندھنا شادی کے موقعہ پر یا غیر شادی کے جائز ہے یا نہیں؟ اثبات ونفی کے دونوں پہلوؤں کو مدلل فرمادیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

سہرا باندھنا اصالۃً ہندوانہ رسم ہے، جوکہ ہندوستان کے بے علم یا بے عمل خاندانوں میں بھی ان کے اختلاط سے باقی رہ گئی، اس کو ترک کرنا لازم ہے۔ ہندوستان کے اکابر علماء: حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب (۳)، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب (۴)، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ نے حدیث: "من تشبه بقوم فهو منهم". رواه أبوداؤد (۵) کی رو سے اس کو منع فرمایا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

= (فليراجع لعبارة كتاب المفتي، ص: ۲۱۱، رقم الحاشية: ۳)

(۱) (فتاوی دار العلوم دیوبند، کتاب النکاح، دوسرا باب مسائل متعلقات نکاح: ۷/۱۵۱، مکتبہ إمدادیہ ملتان)

(۲) "اور سہرا چونکہ کافروں کی رسم ہے، اس لئے اس حق کا نام "چوتی" سہرے سے مقرر کرنا بے شک برا اور کافروں کی رسم کی موافقت ہے، اس لئے یہ بھی خلاف شرع ہوا"۔ (بہشتی زیور، چھٹا حصہ، ص: ۲۵، مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۳) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۴) (راجع، ص: ۲۱۱، رقم الحاشية: ۳)

(۵) (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، الفصل الثاني، ص: ۳۷۵، قديمي)

(وسنن أبي داؤد، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة: ۲/۵۵۹، مكتبه دار الحديث ملتان)

سندور ومہندی لگانا

سوال[۵۵۰۵]: سندور لگانا(۱)، جوعورتیں شادی کے وقت لگاتی ہیں، یا اس کے علاوہ جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

سندور رلگانا بھی اسی حکم میں شامل ہے بلکہ کچھ بڑھ کر ہے، عورتوں کومہندی لگانا درست ہے، بلکہ ان کے لئے مخصوص ہے کہ ہاتھ، پیرکولگائیں، مردوں کوان کی مشابہت اختیار کرنا درست نہیں: "لعن اللہ المتشبهين من الرجال بالنساء" مشکوۃ(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

سلامی ورونمائی

سوال[۵۵۰۶]: دولہا کوسلامی اوردولہن کورونمائی دینا، انوار ساطعہ، ص:۲۳۲، مطبوعہ جمال پریس دہلی، میں بحوالہ مولانا اسحاق صاحب قدس سرہ جائز لکھا ہے اورصاحبِ براہین قاطعہ نے "تهادوا و تحابوا" اس روایت کوپیش کر کے اصل موجود ہونے پر تسلیم کرلیا۔ کیا مسئلہ ایسا ہے، حالانکہ سلام عبادت ہے اوررونمائی فتحِ باب فحش کے مرادف ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

رونمائی کا مقصد اگر یہ ہوکہ نامحرموں کودلہن اپنا چہرہ دکھائے تو یہ فتح باب فحش کا مرادف ہوگا(۳)، لیکن

---

(۱) "سیندور: سرخ رنگ کا ایک سفوف جسے ہندوعورتیں مانگ میں بھرتی ہیں"۔ (فیروز اللغات، ص: ۸۳۰، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "وعنه (ابن عباس) قال: قال النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لعن .... الحديث". رواه البخاری". (مشكوة المصابيح، كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الأول، ص: ۳۸۰، قديمی)

(و صحيح البخاری، كتاب اللباس، باب المتشبهين بالنساء و المتشبهات بالرجال: ۸۷۴/۲، قديمی)

"يستحب للرجل خضاب شعره و لحيته". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "لا يديه و رجليه، فإنه مكروه للتشبه بالنساء". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۴۲۲/۶، سعيد)

(۳) "و تمنع المرأة الشابة من كشف الوجه بين الرجال لالأنه عورة، بل لخوف فتنة". (الدرالمختار). =

اگر دولہن کی ساس وغیرہ اپنی لائی ہوئی دولہن کو خوش ہو کر ہدیہ دیں کہ وہ تازہ تازہ میکہ چھوڑ کر آئی ہے اس کی دلجوئی ہو جائے تو اس میں کیا مضائقہ ہے؟ اسی طرح اگر دولہا ہدیہ دیں اور اس کا نام سلامی رکھ دیں تو کیا حرج ہے، یہ تو صرف ہدیہ دینے کا ایک عنوان ہوا۔ تاہم اگر اس عنوان میں کوئی فتنہ ومفسدہ ہو تو اس کو ترک کر دیا جائے جیسا کہ بعض جگہ کے حالات سے معلوم ہوا ہے۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نکاح میں دف کا حکم

سوال [۵۵۰۷]: نکاح کے وقت دف بجانے کا یعنی ڈھپڑا بجانا جو کہ بھنگی بجاتا ہے اکثر فقہاء کے کلام سے جواز بلکہ استحباب معلوم ہوتا ہے اور تکملۂ فتح القدیر سے طبل کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے (۱)، اس میں قولِ فیصل کیا ہے، ایسی شادی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ طبل کی کیا حقیقت ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اصل مقصود اعلانِ نکاح ہے اور دُف اس کا ایک ذریعہ ہے، بعد حصولِ مقصود ذریعہ کی تحصیل بے سود ہوتی ہے۔ کتبِ فقہ وحدیث میں دف کی اسی حیثیت سے اباحت یا ترغیب مذکور ہے۔ اور دیگر بعض ائمہ کے نزدیک اعلان لازم ہے، بغیر اس کے نکاح صحیح نہیں ہوتا، مگر ان کے نزدیک گواہ شرط نہیں اور حنفیہ نے گواہ شرط ہونے کی وجہ سے اعلان کو مستحب قرار دیا ہے کہ زبانِ طعن کشادہ نہ ہو اور ظنون میں فساد نہ آئے، اور یہ بھی مقید

= قال ابن عابدین رحمه الله تعالیٰ: "والمعنى تمنع من الكشف لخوف أن يرى الرجال وجهها، فتقع الفتنة؛ لأنه مع الكشف قد يقع النظر إليها بشهوة". (ردالمحتار، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة، قبيل مطلب في النظر إلى وجه الأمرد: ۱/۴۰۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الصلوة، باب شروط الصلوة: ۱/۴۷۰، رشيديه)

(۱) لم أجد في نتائج الأفكار تكملة فتح القدير إلا بلفظ: "والنوع الثاني مباح: وهو الدف في النكاح، و في معناه ما كان من حادث سرور، و يكره". (كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل: ۷/۴۰۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"وعين هذه العبارة أيضاً في فتح القدير في هذا الباب: ۷/۴۱۰، و لا يوجد فيها ذكر الطبل.

فقط والله تعالیٰ أعلم.

ہے اس قید کے ساتھ کہ جلاجل نہ ہو اور ہیئت تطرب پر نہ بجایا جائے:

"قال الفقيه أبو الليث السمرقندى رحمه الله تعالىٰ بعد نقل الأقوال والدلائل: "أما الدف الذى يضرب فى زماننا هذا مع الفنجات والجلاجل ينبغى أن يكون مكروهاً بالاتفاق، وإنما الاختلاف فى الدف الذى كان يضرب فى الزمن المتقدم، والله أعلم" بستان، ص: ۱۱۹(۱)۔

"قال الشامي رحمه الله تعالىٰ: جواز ضرب الدف فيه خاص بالنساء لما في البحر عن المعراج بعد ذكره أنه مباح في النكاح و ما في معناه من حادث سرور، قال: وهو مكروه للرجل على كل حال للتشبه بالنساء". ردالمحتار: ٤/٥٣٠، كتاب الشهادة، باب القبول و عدمه: ٤/٥٢٠(٢)۔

اس سے معلوم ہوا کہ دف کا مصداق یہ ہے کہ بچیاں دھپڑی بنا کر کچھ دیر کے لئے بجالیں اور بس:

"الدف هو بالضم والفتح معروف: أي الذى يطبل به. والمراد في الحديث بضرب الدف على النكاح إعلان النكاح" مجمع البحار: ١/٤١٥(٣)۔

''طبل'' کا لفظ ''دف'' سے عام ہے: "طبل بالفتح دهل يک رويه باشد يا دو رويه".

منتهى الأرب: ٣/١١١١(٤)۔

جس جگہ عرس میں طبل کا جواز معلوم ہوتا ہے وہاں ایک رویہ مراد ہے، حضرت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی

---

(١) (بستان العارفين للسمرقندى، الباب الثالث والثمانون في ضرب الدف، ص: ٢٥، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح: ٣/١٨٩، مصطفى البابى الحلبى مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ٣/١٤٣، رشيديه)

(٢) (ردالمحتار، كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه: ٥/٤٨٢، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل: ٧/١٤٩، رشيديه)

(٣) (باب الدال مع الفاء من مجمع بحار الأنوار في غرائب التنزيل و لطائف الأخبار لمحمد طاهر الفتني الكجراتي: ٢/١٨٨، مطبع مجلس دائرةالمعارف حيدر آباد دكن)

(٤) (منتهى الأرب: ٣/٣٦، باب الطاء، فصل الباء، مطبوعه اسلامي ستيم پريس لاهور، ١٩٢٦ء)

کسی تحریر میں اس کو مدلل کیا ہے۔ جس مجلس میں دف یا طبل ممنوع موجود ہو اس میں شرکت ممنوع ہے، کذا فی الدر المختار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ رجب/ ۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۵/ رجب/ ۶۶ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ رجب/ ۶۶ھ۔

نکاح میں دف اور گولہ

سوال [۵۵۰۸]: بیاہ وشادی میں دو چار گولہ اور دف کا استعمال کرنا کیسا ہے؟ ہمارے یہاں کے بعض علماء فرماتے ہیں جائز ہے اور بعض کہتے ہیں ناجائز ہے۔ لہذا دریافت طلب امر اس وقت یہ ہے کہ عوام کس کے قول پر عمل کریں؟ اگر بالکل ناجائز ہو اور کوئی شخص اس فعل کا مرتکب ہو، اس کا کیا حکم ہے؟ اور اگر جائز ہے تو کس مقدار تک جائز ہے اور کب تک بجا سکتا ہے؟ مدلل مفصل تحریر فرمادیں۔

بندہ مجاہد الدین۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اعلانِ نکاح کے لئے دف بجانا بشرطیکہ اس میں جلاجل نہ ہو، نیز ہیئت تطرب پر نہ بجایا جائے، محض اعلان اور تشہیر کے لئے بجایا جائے شرعاً درست ہے، گولہ کا استعمال اضاعتِ مال اور ناجائز ہے:

"لا بأس بالدف ليلة العرس، يجب أن يكون بلا سنجاب و جلاجل، اهـ". مجموعة الفتاوى (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "دعى إلى وليمة وثمة لعب أو غنا .... فلو على المائدة، لاينبغي أن يقعد بل يخرج معرضاً، لقوله تعالى: ﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾ .... فإن كان مقتدى و لم يقدر على المنع، خرج ولم يقعد؛ لأن فيه شين الدين". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس: ۶/ ۳۴۷، ۳۴۸، سعيد)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس: ۸/ ۳۴۶، رشيديه)

(۲) (مجموعة الفتاویٰ مترجم لمولانا عبدالحی الكنوی، كتاب النكاح، (استفتاء نمبر: ۳۱)، ۲: ۳۲: ۲/ ۳۸، سعيد)

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

دف بھی صرف عورتوں کو بجانا جائز ہے، مروجہ طریقہ ناجائز ہے: سعید احمد غفرلہ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۸ھ۔

نکاح میں دلہن یا دولہا کا جوڑا

سوال[۵۵۰۹]: شادی میں دولہا کی طرف سے دولہا والا دلہن کا کپڑا اور دلہن کی ماں کا کپڑا لیجاتا ہے اور دلہن کی طرف سے دلہن والا دولہا کا کپڑا دیتا ہے، جو کپڑا قبل نکاح کے زیب تن کرلیا جاتا ہے۔ تو کیا یہی طریقہ مسنونہ ہے یا بدعتِ سیئہ؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

دولہا والوں کی طرف سے دولہن کو کپڑے وغیرہ کچھ دینا، یا دلہن والوں کی طرف سے دولہا کو کچھ دینا فی نفسہ مباح اور جائز ہے، اس میں کوئی بات ناجائز نہیں۔ لیکن درحقیقت یہ شہرت اور ریاکاری کے لئے دیا جاتا ہے کہ اگر نہیں دیں گے تو برادری والے لعن طعن کریں گے، نیز اس کو ایسا لازم سمجھا جاتا ہے کہ اگر وسعت نہ ہو تب بھی قرض لیکر اور بسا اوقات سودی قرض لے کر دیا جاتا ہے تو جس شئی کو شریعت نے ضروری قرار نہ دیا ہو اس کو اتنا ضروری قرار دینا اور اس کے لئے قرض لینا، یا سود دینا ہرگز ہرگز جائز نہیں(۱)۔

پس عوارضِ مذکورہ کی بنا پر اس سے اجتناب لازم ہے اور جہاں یہ عوارض نہ ہوں وہاں کوئی مضائقہ

---

(۱) قال العلامة الشاطبي في الاعتصام: "فصل: إذا ثبت هذا الدخول في عمل على نية الالتزام له إن كان في المعتاد بحيث إذا داوم عليه أورث مللاً، ينبغي أن هذا الالتزام مكروه ابتداءً، إذ هو مؤدٍ إلى أمور جميعُها منهيٌّ عنه: أحدها: أن الله تعالىٰ و رسوله أهدى في هذا الدين التسهيل والتيسير، و هذا الملتزم يشبه من لم يقبل هديته، و ذلك يضاهي ردها على مهديها، و هو غير لائق بالمملوك مع سيده، فكيف يليق بالعبد مع ربه. و الثاني: خوف التقصير أو العجز عن القيام بما هو أولى و آكد في الشرع ...... والواجب أن يعطى كل ذى حق حقه. وإذا التزم الإنسان أمراً من الأمور المندوبة أو أمرين أو ثلاثة، فقد يصده ذلك عن القيام بغيرها، أو عن كماله على وجهه، فيكون ملوماً". (باب في أحكام البدع الحقيقية والإضافية والفرق بينهما: ۱/۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، دار المعرفة بيروت لبنان)

نہیں۔تاریخ الخمیس،ص:۲۶۴، میں اس کا ذکر ہے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۲۷/۴/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، کیم/ جمادی الاولیٰ/ ۵۷ھ۔

شادی میں اشعار، باجہ، دف

سوال[۱۰۵۵۱]: شادی اور خوشی کے موقع پر دف کے ساتھ مستورات کچھ شعر واشعار گا سکتی ہیں یا نہیں اور بارات کے موقع پر انگریزی باجہ یا ڈھپڑے یا تاشے وغیرہ میں سے کوئی باجہ بجوا سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

ان میں سے اعلانِ نکاح کے لئے صرف دف بجانا جائز ہے (۲)، اور کوئی چیز جائز نہیں (۳)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۲/ جمادی الاولیٰ/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۲/ جمادی الاولیٰ/ ۵۷ھ۔

---

(۱) "روی ابن شهاب الزهری أنه قيل لخويلد بن أسد: هذا ابن أخيك محمد بن عبدالله بن عبدالمطلب يخطب خديجة وقد رضيت، فدعاه، فسأله عن ذلك فخطب إليه فأنكحه فخلّقت خديجة أباها وحلت عليه حلةً، ودخل رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم بها، فلما صحا الشيخ من سكرته، قال: ماهذا الخلوق وماهذه الحلة؟ قالت ابنته أخت خديجة: هذه حلة كساكها ابن أخيك محمد بن عبدالله ...... فقالت خديجة لأبيها : إن محمد بن عبدالله يخطبني فزوّجها إيّاه فخلّقته وألبسته حلةً".

...... وكذلك كانوا يصنعون إذا زوجوا نسائهم، خرجهما الدولابی". (تاريخ الخميس، بحث: تزوجه عليه السلام الخديجة: ۱/ ۲۶۴، مؤسّسة شعبانه، بيروت)

(۲) "جواز ضرب الدف فيه خاص بالنساء لمافی البحر عن المعراج بعد ذكره أنه مباح فی النكاح، ومافی معناه من حادث السرور، قال: و هو مكروه للرجال على كل حال للتشبه بالنساء". (رد المحتار، كتاب الشهادة، باب القبول و عدمه: ۵/ ۴۸۲، سعيد)

(وكذا فی البحر الرائق، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل: ۷/ ۱۴۹، رشيديه)

(۳) "و مغنية ولو لنفسها، لحرمة رفع صوتها". (الدر المختار، كتاب الشهادة، باب القبول و عدمه: =

بارات میں ڈھول

سوال[۵۵۱۱]: ہمارے گاؤں میں شادی وغیرہ کی تقاریب پر ڈھول بجانا منع قرار دیا گیا ہے اور سب بزرگانِ گاؤں ڈھول بجانے کے خلاف ہیں، مگر ایک آدمی کے بھائی کی شادی تھی اور اس آدمی نے دعوت والے دن ڈھول نہیں بجایا اور جب بارات دلہن لانے کے لئے روانہ ہوئی تو صاحبِ خانہ نے ڈھول ناچ وغیرہ شروع کرایا اور دلہن واپس لانے تک جاری رکھا۔ ایسی صورت میں صاحبِ خانہ اور ان لوگوں کے لئے جو شاملِ بارات ہوئے تحت شریعت کیا جرم لازم ہے؟ اگر کوئی مولوی اس بارات میں شامل ہو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جس شخص نے ڈھول اور ناچ وغیرہ کرایا اس نے گناہ کیا، برادری کے قانون کو بھی توڑا اور شریعت کے قانون کو بھی توڑا، اور جس نے اس کا ساتھ دیا وہ بھی گناہ میں مددگار رہا، سب کو اپنی غلطی کا اقرار اور توبہ لازم ہے، ورنہ ایسا شخص اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو اپنی تقریبات میں شریک نہ کیا جائے، نہ اس کی تقریبات میں شرکت کی جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۱۱/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی میں گانا بجانا

سوال[۵۵۱۲]: شادی بیاہ میں گانا اور دف کا بجانا ناجائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو اس حدیث کا کیا

= ۵/۴۷۹، سعید)

"وفي المضمرات: الغناء حرام في جميع الأديان". (البحر الرائق، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة: ۸/۳۶، رشيديه)

"وفي السراج: و دلت المسئلة أن الملاهي كلها حرام، ويدخل عليهم بلا إذنهم لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: صوت اللهو والغناء ينبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس: ۶/۳۴۸، سعيد)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "شادی میں اشعار، باجہ، دف". و عنوان "شادی کی رسوم"۔)

مطلب ہے:

"عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "أعلنوا هذا النكاح، واجعلوا في المساجد، واضربوا علیه بالدفوف". رواه الترمذي". مشكوة شريف، ص: ۲۷۲(۱)- "یا عائشة! ألا تغنين، فإن هذا الحي من الأنصار يحبون الغناء". مشكوة شريف: ص: ۲۷۲(۲)- بینوا توجروا۔

عبدالغفور مظاہری، صوبہ آسام سلہٹ۔

الجواب حامداً و مصلياً:

چھوٹی بچیاں خوشی کے وقت کچھ گیت گایا کرتی تھیں جو کہ قواعدِ موسیقی کے طور پر نہیں ہوتے تھے، ان میں کوئی فتنہ بھی نہیں ہوتا تھا۔ اوران کا مضمون بھی خراب نہیں ہوتا تھا اور جو مضمون خراب ہوتا، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو منع فرمادیتے تھے جیسا کہ:

"وفینا نبيٌّ یعلم ما في غد"

کو منع فرمادیا تھا، کذا فی شرح البخاری (۳)۔

---

(۱) (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح، الفصل الثاني، ص: ۲۷۲، قديمي)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: كانت عندي جارية من الأنصار، زوّجتها، فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "یا عائشة" ....الحديث . (مشكوة المصابيح، المصدر السابق)

(۳) "قالت الربيّع بنت معوذ بن عفراء رضي الله تعالیٰ عنها: جاء النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فدخل حين بُني عليّ، فجلس على فراشي كمجلسك مني، فجعلت جويرياتٌ لنا يضربن بالدف، و يندبن من قُتل من آبائي يوم بدر إذ قالت إحداهن: و فينا نبيٌّ يعلم ما في غدٍ، فقال: "دعي هذه، و قولي بالذي كنت تقولين". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ضرب الدف في النكاح و الوليمة: ۲/۷۷۳، قديمي)

قال العلامة العيني: "قوله: (إذ قالت إحداهن) .... قوله: قال: "دعي": أي قال النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لتلك الجارية التي قالت: و فينا نبي يعلم ما في غد: "دعي": أي أتركي هذا القول؛ لأن مفاتيح الغيب عند الله تعالیٰ لا يعلمها إلا هو. قوله: "وقولي بالذي كنت تقولين" يعني اشتغلي بالأشعار التي تتعلق بالمغازي و الشجاعة و نحوها". (عمدة القاري، كتاب النكاح، باب ضرب =

اس قسم کے گیت کی اب بھی اجازت ہے(۱)، بایں ہمہ اس کو آپ نے شیطان کا اثر بھی فرمایا(۲)۔ ممانعت کی روایت کثیر اور بڑھ کر ہیں (۳)۔فقہاء کی جزئیات ممانعت میں مصرح ہیں، لہذا متعارف گانا بجانا قطعاً ناجائز ہے:

"و فی النهایة: التغنی والتصفیق والربط والدف و ما یشبه ذلك كله حرامٌ ومعصيةٌ. روى الطبرانی عن عمر الفاروق رضی الله تعالىٰ عنه، عن النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ثمن القينة سحت، و غناؤها حرام، والنظر إليها حرام، و ثمنها ثمن الكلب، وثمن الكلب سحت،

= الدف فی النكاح والوليمة: ۱۳۵/۲۰، إدارة الطباعة المنيرية، بيروت)

وكذا فی مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح والخطبة: ۳۰۱/۲، رشيديه)

(۱) "المراد الترغيب على إعلان أمر النكاح بحيث لا يخفى على الأباعد، فالسنة إعلان النكاح بضرب الدف، و أصوات الحاضرين بالتهنئة أو النغمة فی إنشاد الشعر المباح". (مرقاة المفاتيح، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح: ۳۱۴/۶، رشيديه)

(۲) "وعنه (أبی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه) أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "الجرس مزامير الشيطان". (مشكوة المصابيح، كتاب الجهاد، باب آداب السفر، ص: ۳۳۸، قديمی)

(۳) "عن نافع رحمه الله تعالىٰ قال: كنت مع ابن عمر رضی الله تعالىٰ عنهما فی طريق، فسمع مزماراً فوضع أصبعيه فی أذنيه، و ناٴى عن الطريق إلى الجانب الآخر، ثم قال لی بعد أن بَعُد: يا نافع! هل تسمع شيئاً ؟ قلت: لا، فرفع أصبعيه من أذنيه، قال: كنت مع رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فسمع صوت يَراع، فصنع مثل ما صنعت. قال نافع: فكنت إذ ذاك صغيراً". رواه أحمد و أبوداؤد".

(مشكوة المصابيح، كتاب الأدب، باب البيان والشعر، الفصل الثالث، ص: ۴۱۱، قديمی)

"حدثنی أبو عامر أو أبو مالك الأشعری -والله ما كذبنی- سمع النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "ليكوننّ من أمتی أقوام يستحلون الحر و الحرير والخمر والمعازف .... فيبيتهم الله، ويضع العلم، و يمسخ آخرين قردةً وخنازير إلى يوم القيامة". (صحيح البخاری، كتاب الفتن، باب ما جاء فيمن يستحل الخمر و يسميه بغير اسمه: ۸۳۷/۲، قديمی)

(وسنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب العقوبات، ص: ۲۹۰، قديمی)

وإن نبت لحمه على السحت، فالنار أولى به"(۱)۔

دف کی اجازت اعلان کے لئے دی گئی ہے، بشرطیکہ ہیئۃ الطرب پر نہ ہو اور بغیر جلاجل کے ہو، کما فی ردالمحتار (۲)۔ اور جب اعلان بغیر دف کے ہو جائے تو پھر دف کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الثانیہ/ ۶۴ھ۔

باجے والی بارات میں شرکت

سوال [۵۵۱۳]: ایک عالم صاحب ہیں وہ کسی بھی بارات میں جہاں باجہ وغیرہ ہوتا ہے شرکت نہیں کرتے ہیں اور نہ اس تقریب میں جا کر کھانا کھاتے ہیں، ان کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟ ان کے عزیز و اقارب اور دوست و احباب ان پر معترض ہیں کہ بڑے بڑے علماء کو باجہ والی بارات میں کھانے کھاتے دیکھا ہے، لیکن وہ ان باتوں کی طرف دھیان بھی نہیں دیتے ہیں اور شرکت سے صاف منع کر دیتے ہیں۔ ایسے شخص کو قوم اپنا پیشوا مان سکتی ہے یا نہیں؟ اور ایسا شخص تعظیم کے قابل ہے یا نہیں؟

(۱) لم أطلع على هذه العبارة، قال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(وكره كل لهو) .... واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق و ضرب الأوتار من الطنبور و البربط و الرباب و القانون و المزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زيّ الكفار. واستماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلك حرام، وإن سمع بغتةً يكون معذوراً، و يجب أن يجتهد أن لا يسمع". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/ ۳۹۵، سعيد)

(۲) "وعن الحسن: لا بأس بالدف في العرس ليشتهر. وفي السراجية: هذا إذا لم يكن له جلاجل، ولم يضرب على هيئة التطرب، اهـ". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس: ۶/ ۳۵۰، سعيد)

(وكذا في مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح، الفصل الثاني: ۶/ ۳۱۲، رشيديه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

ان عالم صاحب کی روش بہت ٹھیک ہے، ایسا ہی چاہئے، ایسا ہی عالم پیشوا بننے کے لائق ہے(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۷/۹/۱۳۹۰ھ۔

شادی میں قوالی

سوال[۵۵۱۴]: شادی کے موقع پر قوالی ایسی صورت میں کرانا جس کے اندر سارنگی وطبلہ وغیرہ بھی ہوتو جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو کس درجہ میں یعنی مکروہ تنزیہی ہے، یا تحریمی، یا حرام قطعی؟ ایسے کرنے والوں پر جو وعیدیں ہیں قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہیں، تحریر فرمادیں۔ نیز یہ تحریر فرمادیں کہ پنچایت کے جو افراد اور سر برآوردہ اشخاص جن کو اس قسم کے افعال کے روکنے کا حق واختیار حاصل ہے، ان کو نہ کرنے کا خصوصیت سے کچھ زیادہ گناہ ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ قوالی حرام ہے، اگر پہلے سے اس کا علم ہوتو ایسی شادی میں شرکت ناجائز ہے۔ جولوگ اس کو روکنے پر قادر ہوں ان کے ذمہ روکنا واجب ہے، خصوصاً ذی اثر لوگ اگر نہیں روکیں گے تو زیادہ گنہگار ہوں گے۔ اگر پہلے سے اس قوالی کا علم نہ ہو اور شریک ہونے پر مجلس میں جانے کے بعد قوالی کا علم ہوتو فوراً واپس آجانا چاہئے۔ اگر روکنے کی قدرت ہوتو روکنا لازم ہے:

---

(۱) "و من دُعی إلی ولیمة و ثمة لعب و غناء، یقعد و یأکل". (کنز الدقائق). وقال ابن النجیمؒ: "یعنی إذا أحدث اللعب و الغناء بعد حضوره، یقعد و یأکل. اهـ .... و لو علم قبل الحضور، لایقبله ...... فإن کان ممن یُقتدی به. فلم یقدر علی منعهم، خرج و لم یقعد؛ لأن فی ذلک شین الدین، وفتح باب المعصیة علی المسلمین". (البحر الرائق، کتاب الکراهیة، قبیل فصل فی اللبس: ۸/۳۴۵، ۳۴۶، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة، کتاب الکراهیة، الباب الثانی عشر فی الهدایا و الضیافات: ۵/۳۴۳، رشیدیه)

"دُعی إلی ولیمة و ثمة لعب أو غناء، قعد وأکل لو المنکر فی المنزل، فلو علی المائدة لا ینبغی أن یقعد بل یخرج معرضاً، لقوله تعالی: ﴿فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین﴾. فإن قدر علی المنع، فعل، و إلا یقدر صبر إن لم یکن ممن یُقتدی به. فإن کان مقتدیٰ و لم یقدر علی المنع، خرج و لم یقعد؛ لأن فیه شیناً للدین. وإن علم أولاً باللعب، لایحضر أصلاً، سواء کان ممن یُقتدی به أولا؛ لأن حق الدعوة إنما یلزمه بعد الحضور، لاقبله۔

و فی السراج: ودلت المسئلة أن الملاهی کلها حرام، و یدخل بلا إذنهم لإنکار المنکر. قال ابن مسعود رضی اللّٰه تعالیٰ عنه:"صوت اللهو والغناء یُنبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات". قلت: و فی البزازیة: استماع صوت الملاهی کضرب قصب و نحوه حرام لقوله علیه السلام: "استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق، والتلذذ بها کفرٌ، اهـ". درمختار: ۵/۲۴۵(۱)۔

"و کره کل لهو لقوله علیه السلام: "کل لهو المسلم حرامٌ" الخ. والإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه کالرقص والسخریة والتصفیق و ضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها کلها مکروهة؛ لأنها زیّ الکفار. و استماع ضرب الدف والمزمار و غیر ذلک حرام". شامی: ۵/۲۷۹(۲)۔

"وعن الحسن: لا بأس بالدف فی العرس یشتهر. و فی السراجیة: هذا إذا لم یکن له جلاجل، ولم یضرب علی هیئة التطرب". اهـ. ردالمحتار: ۵/۲۴۷(۳)۔

﴿ومن الناس من یشتری لهو الحدیث لیضل عن سبیل اللّٰه بغیر علم و یتخذ ها هزواً، أولئک لهم عذاب مهین﴾ الآیة(۴)۔ فی معالم التنزیل: "عن عبد اللّٰه بن مسعود وابن عباس

---

(۱) (الدرالمختار، کتاب الحظر والإباحة، قبیل فصل فی اللبس: ۶/۳۴۷-۳۴۹، سعید)

(۲) (ردالمحتار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع: ۶/۳۹۵، سعید)

(۳) (ردالمحتار، المصدر المتقدم، قبیل فصل فی اللبس: ۶/۳۵۰، سعید)

(۴) (سورة اللقمان: ۲)

رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهم والحسن و عکرمة و سعید بن جبیر رحمهم اللّٰہ تعالیٰ قالوا: لهو الحدیث الغناء والمزامیر والمعازف، اھ"(۱)۔ "وفی تفسیر التی لهو الحدیث الغناء، وتعلم الموسیقات وما یتغن به کالدف والبربط و الطنبور والتصفیق و ما یشبه ذلك، فکل ذلك حرام وفسق، والجلوس علیها معصیة، والتلذذ به کفرٌ، اھ"(۲)۔

﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتك﴾. الأیة(۳)۔ "صوت الغناء والمزامیر". کذا فی المدارك، اھ"(٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "لم أجده فی معالم التنزیل باللفظ المذکور، وقد ذکره العلامة البغوی فی المعالم بلفظ: "عن عبدالله بن مسعود وابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهم، والحسن وعکرمة وسعید بن جبیر رحمهم الله تعالیٰ قالوا: ﴿لهو الحدیث﴾ هو الغنا، والأیة نزلت فیه، ومعنی قوله: ﴿یشتری لهو الحدیث﴾: أی یستدل ویختار الغناء والمزامیر المعازف علی القرآن. قال أبو الصباء الکبری: سألت ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه عن هذه الأیة فقال: هو الغناء، والله الذی لا إله إلا هو -یرددها ثلاث مرات- وقال إبراهیم النخعی: الغناء ینبت النفاق فی القلب، وکان أصحابنا یأخذون بأفواه السکك یخرقون الدفوف. وقیل: الغناء رقیة الزنا. وقال قتادة: هو کل لهو ولعب ﴿لیضل عن سبیل الله بغیر علم﴾ یعنی یفعله عن جهل". (تفسیر البغوی المسمی بمعالم التنزیل (سورة لقمان: ٦): ۳/۰۹ ٤، اداره تالیفات اشرفیه ملتان)

(۲) "واستماع صوت الملاهی حرام کالضرب بالقصب وغیره قال علیه الصلوة والسلام: "استماع الملاهی معصیة، والجلوس علیها فسق، والتلذذبها کفر". (البحر الرائق، کتاب الکراهیة، فصل فی الأکل والشرب: ۸/۲۴۶، رشیدیه)

(وکذا فی المحیط البرهانی، کتاب الاستحسان والکراهیة، الفصل الثامن عشر فی الغناء، واللهو، وسائر المعاصی، والأمر بالمعروف: ۲/۱۱۲، رشیدیه)

(۳) (سورة الإسراء: ٦٤)

(٤) (تفسیر المدارك المسمی بمدارك التنزیل و حقائق التاویل، (الإسراء: ٦٤): ۱/۲۱۷، قدیمی)

نکاح میں باجہ

سوال[۵۵۱۵]: شادی کے موقع پر باجا بجانا درست ہے یا نہیں؟ ترمذی، نسائی، ابوداؤد، بخاری شریف وغیرہ میں باجے کا جواز ملتا ہے۔ رمضان میں افطار و سحری کے وقت بجانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

باجا بجانا شادی کے موقع پر بھی درست نہیں، ترمذی وغیرہ میں اعلان کا حکم ہے کہ نکاح کا اعلان کردیا جائے (۱)، مثلاً چار آدمیوں کی مجلس میں نکاح کیا گیا اور کسی کھال وغیرہ پر لکڑی مار کر اعلان کردیا گیا، جس سے بہت سوں کو معلوم ہوگیا، بس اتنا کافی ہے۔ اور جب بڑی مجلس میں نکاح کیا جائے تو یہ خود ہی اعلان ہے۔ نیز جو صورت باجہ کی اختیار کی جاتی ہے اس کی کہیں اجازت نہیں، البحر الرائق میں بالکل ممانعت لکھی ہے (۲)۔

---

(۱) "قالت الربيع بنت معوذ بن عفرآء رضي الله تعالىٰ عنها: جاء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فدخل حين بُني عليَّ .... فجعلت جويرياتٌ لنايضربن بالدف" .... الحديث". (صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ضرب الدف في النكاح والوليمة: ۲/۷۷۳، قديمي)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أعلنوا هذا النكاح، واجعلوه في المساجد، واضربوا عليه بالدفوف". (جامع الترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء في إعلان النكاح: ۱/۲۰۷، سعيد)

(وكذا في سنن النسائي، كتاب النكاح، باب إعلان النكاح بالصوت و ضرب الدف: ۲/۹۰، قديمي)

(۲) "و في المعراج: الملاهي نوعان: محرم، وهو الآلات المطربة من غير الغناء كالمزمار، سواء كان من عود أو قصب كالشبابة أوغيره: كالعود والطنبور، لما روى أبو أمامة أنه عليه السلام قال: "إن الله بعثني رحمةً للعالمين. و أمرني بمحق المعازف والمزامير". و لأنه مطرب مصدّ عن ذكر الله تعالىٰ".
(البحر الرائق، كتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل: ۷/۱۴۹، رشيديه)

"و يكره استماع صوت اللهو والضرب به، والواجب على الإنسان أن يجتهد ما أمكن حتى لا يسمع". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في البيع: ۸/۳۸۰، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح، كتاب الصلوة، قبيل باب ما يفسد الصلوة، ص: ۳۱۹، قديمي)

سحری وافطار کی اطلاع کے لئے نقارہ کی اجازت ہے(۱)، تاہم افطار کے وقت اذان ہوتی ہے وہ بھی کافی ہے، اس لئے اذان پر ہی کفایت کرنا انسب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۴/۱/۲۵ھ۔

شادی میں باجہ اور اس میں شرکت

سوال[۵۵۱۶]: آج کل جیسے شادیاں ہوتی ہیں جن میں باجہ وغیرہ بھی بجاتے ہیں، یا یہ کہ وہ ڈھپرہ وغیرہ بھی بجاتے ہیں۔ ایسی شادی میں شرکت کرنا اور وہاں کھانا وغیرہ کھانا کیسا ہے؟ باجا بجانا جائز ہے یا ناجائز ہے؟ نیز باجا بجانے والے کی روزی کیسی ہے؟ ایک مسجد کے امام صاحب باجا بجانے کی نوکری کو درست بتلاتے ہیں۔ ایسے شخص کو مسجد میں مؤذن بھی رکھ سکتے ہیں یا نہیں، جو باجا بجانے والے کے یہاں نوکری باجہ میں شرکت کے لئے رکھتا ہو؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

باجا بجانا اور بنانا اور اس کی نوکری کرنا سب ناجائز ہے، اس کی آمدنی بھی ناجائز ہے(۲)، اس شادی میں شرکت بھی منع ہے جس میں باجا بجایا جاتا ہے، وہاں جاکر کھانا کھانا منع ہے(۳)۔ جو شخص ناجائز نوکری کرتا ہے اس کو مؤذن بنا کر نہ رکھا جائے(۴)۔ ڈھپروں کا حکم اتنا شدید نہیں ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۱/۲۵ھ۔

شادی میں تالا، قینچی، سروطہ دینا

سوال[۵۵۱۷]: جہیز میں تالا قینچی، سروطہ دینے کو منحوس سمجھتے ہیں۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

---

(۱) "أقول: و ينبغي أن يكون طبل المسحر في رمضان لإيقاظ النائمين للسحور، كبوق الحمام". (ردالمحتار، كتاب الكراهية، قبيل فصل في اللبس: ۶/۳۵۰، سعيد)

(۲) "لا تصح الإجارة لأجل المعاصي، مثل الغناء والنوح والملاهي". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "(قوله: والملاهي) كالمزامير والطبل". (ردالمحتار، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاستيجار على المعاصي: ۶/۵۵، سعيد)

(۳) (قد تقدم تخريجه تحت عنوان "شادی میں قوالی وغیرہ"۔)

(۴) "ويكره أذان جنب ...... وفاسق". (الدرالمختار، كتاب الصلوة، باب الأذان: ۱/۳۹۲، سعيد)

الجواب حامداً و مصلیاً:

ان اشیاء کا دینا نہ منحوس ہے (۱) نہ لازم ہے، حسبِ ضرورت دینا درست ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۹۵ھ۔

بارات کی اصل اور باراتیوں کو کھانا کھلانا

سوال[۵۵۱۸]: بعض مسلمان برادریوں میں شادی کے موقع پر یہ طریقہ رائج ہے کہ لڑکے والے جو بارات لے کر دلہن کے گھر جاتے ہیں تو ان تمام براتیوں کو بشمول عورت و مرد کھانا کھلایا جاتا ہے، جس کو عرف عام میں ''بارات کا کھانا'' کہتے ہیں۔ کچھ لوگ بارات کا کھانا اس لئے ضروری سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر برادری میں ان کی قدر و منزلت نہ رہے گی، یا بدنامی ہوگی۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ رسم بند ہونی چاہئے، یہ اسرافِ بیجا اور غیر شرعی فعل ہے اور اس رسم کے بند ہو جانے سے ان لوگوں کی بھی پردہ پوشی ہوگی جو کہ بارات کا کھانا کھلانے کی استطاعت نہیں رکھتے، لیکن اس رسم کی مجبوری سے قرض وغیرہ کی مشکلات میں مبتلا ہوتے ہیں، لیکن بعض کا فرمانا ہے کہ یہ فعل مہمان نوازی میں داخل ہے۔

کیا بارات کا کھانا کھلانے کی کوئی شرعی حیثیت ہے؟ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا دیگر بزرگانِ دین سے یہ فعل صادر ہونا ثابت ہوتا ہے؟ اگر نہیں تو کیا اس فعل کو بند کرنے کی کوشش کرنی چاہئے؟ نیز کوشش کرنے والے مستحق اجر ہوں گے یا نہیں؟

عبدالاحد، مدرس دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "سئل نفع الله بعلومه: السؤال عن النحس والسعد و عن الأيام والليالي التي تصلح لنحو السفر و الانتقال ما يكون جوابه؟ فأجاب رضي الله تعالىٰ عنه: من يسأل عن النحس و ما بعده، لا يجاب إلا بالإعراض عنه، و تسفيه مافعله، و يبيّن له قبحه، و أن ذلک من سنة اليهود لا من هدى المسلمين المتوكلين على خالقهم و بارئهم، الذين لا يحسبون و على ربهم يتوكلون. وما ينقل من الأيام المنطوقة و نحوها عن علي كرم الله تعالىٰ وجهه باطلٌ كذبٌ، لا أصل له، فليحذر من ذلک. والله تعالىٰ أعلم".
(الفتاوى الحديثية: مطلب في الجواب عن الأيام و الليالي و سعيدها و نحيسها، ص: ۴۱، ۴۲، قديمي)

الجواب حامداً و مصلیاً:

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک وقت میں شادی کی یہ شان نہیں تھی جو آج کل رائج ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی کی حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مدعو نہیں کیا، بلکہ خبر تک بھی نہیں کی (۱)۔ اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ کتبِ حدیث میں مذکور ہے (۲)۔

بارات کا یہ طریقہ بڑے بوڑھوں نے اس لئے رائج کیا تھا کہ لڑکی کو جہیز کثیر مقدار میں دیا جاتا تھا اور ایک ایک جہیز کی پوری نمائش کی جاتی تھی، سفر عام طور پر بیل گاڑی کا ہوتا تھا، ڈاکہ کے حادثات پیش آتے تھے، اس لئے بڑی بارات جایا کرتی تھی کہ جہیز وغیرہ کی پوری حفاظت ہو سکے۔ بارات کی کثرت مستقل فخر کی چیز شمار ہوتی تھی، شادی والا دوسروں سے بڑھ کر اپنے فخر کے لئے بارات کو کھانا کھلاتا ہے، جگہ جگہ اس کا چرچا کیا جاتا ہے۔ یہ طریقہ شرعاً درست نہیں، نہ حیثیت سے زیادہ جہیز کی ضرورت ہے، نہ اس کی حفاظت کے لئے بڑی بارات کی ضرورت ہے۔ جو کھانا فخر کے لئے کھلایا جائے اس کے کھانے کی احادیث میں ممانعت آئی ہے (۳)۔ سواریوں کا انتظام بھی ہوگیا، ریل، بس وغیرہ کا بہت عام رواج ہوگیا جو کہ پہلے اتنا عام نہ تھیں، اس

---

(۱) "عن أنس أن النبي صلی اللہ تعالی علیه وسلم رأی علی عبد الرحمن رضي اللہ تعالیٰ عنه أثر صفرة، فقال: "ما هذا؟" قال: إني تزوجت امرأةً علی وزن نواة من ذهب، قال: "بارک اللہ لک، أولم و لو بشاة". متفق علیه". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الأول، ص: ۲۷۷، ۲۷۸، قدیمی)

(و صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب الولیمة و لو بشاة: ۲/۷۷۷، قدیمی)

(والصحیح لمسلم، کتاب النکاح، باب الصداق و جواز کونه تعلیم قرآن و خاتم حدید الخ: ۱/۴۵۸، قدیمی)

(۲) "حدثنا محارب قال: سمعت جابر بن عبد اللہ رضي اللہ تعالیٰ عنه یقول: تزوجت، فقال لي رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "ماتزوجت"؟ فقلت: تزوجت ثیباً، فقال: "مالک وللعذاری ولعابها". الحدیث. (صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب تزویج الثیبات: ۲/۷۶۰، قدیمی)

(۳) "عن أبي هریرة رضي اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "المتباریان =

لئے بھی جولوگ اس رسم کو بند کرنا چاہتے ہیں ان کی رائے بہت قابلِ قدر ہے۔

دولہا کے ساتھ اگر ان کے خاص آدمی، باپ بھائی وغیرہ کچھ آجائیں تو مہمان کی حیثیت سے ان کو کھلانا احترام کا تقاضا ہے، بڑی بارات بلا کر قرض لیکر کھلانا جوشاید سودی بھی ہو ہرگز شرعاً پسندیدہ نہیں (۱) سودی قرض لینا شرعاً جائز بھی نہیں، سود کے معاملہ پر حدیث شریف میں لعنت آئی ہے (۲)۔ جولوگ شادی کے غلط طریقہ کی اصلاح کرکے اس کو سنت کے طریقہ پر جاری کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہ یقیناً اجرِ عظیم کے مستحق ہیں،

= لایجابان، و لا یوکل طعامهما". قال الإمام أحمد: یعني المتعارضین بالضیافة فخراً و ریاءً". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الوليمة، الفصل الثالث، ص: ۲۷۹، قديمی)

(۱) بسااوقات ایسے غیرلازم کاموں سے کئی غیرمناسب امور کا وجود لازم آتا ہے، منجملہ ان میں سے یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف سے کی گئی آسانی مشکل اور تنگی میں تبدیل ہوتی ہے، ایک غیراہم کے لئے اہم کو چھوڑا جاتا ہے، بعض اوقات ایک مندوب پر التزام کی وجہ سے حرام کا ارتکاب ہوتا ہے اور واجبات وفرائض کا ترک لازم آتا ہے، بعض اوقات نفس اس کام سے کراہیت محسوس کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ نہ کرتا تو بہتر ہوتا اور نتیجہ ان سب کاموں کا ملال ہی ہے:

قال العلامة الشاطبي رحمه الله تعالى: "فصل: إذا ثبت هذا، فالدخول في عمل على نية الالتزام له إن كان في المعتاد بحيث إذا داوم عليه، أورث مللاً ينبغي أن يعتقد أن هذا الالتزام مكروه ابتداءً؛ إذ هو مؤدٍ إلى أمور جميعها منهيٌّ عنه: أحدها: أن الله ورسوله أهدىٰ في هذا الدين التسهيل والتيسير، وهذا الملتزم يشبه من لم يقبل هديته، وذلك يضاهي ردّها على مهديها وهو غير لائق بالمملوك مع سيده، فكيف يليق بالعبد مع ربه. والثاني: خوف التقصير أو العجز عن القيام بما هو أولىٰ وآكد في الشرع .... والواجب أن يعطى كل ذي حق حقه. وإذا التزم الإنسان أمراً أو أمرين أو ثلاثةً، فقد يصده ذلك عن القيام بغيرها .... فيكون ملوماً. والثالث: خوف كراهية النفس لذلك العمل الملتزم؛ لأنه قد فرض من جنس مايشق الدوام عليه .... والنفس تشمئزّ منه وتَوَدّ لولم تعمل، أو تتمنى لولم تلتزم". (الاعتصام للشاطبي، باب في أحكام البدع الحقيقية والإضافية، ص: ۲۴۷-۲۴۹، دار المعرفة، بيروت)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم آكل الربا و موكله و شاهديه و قال: "هم سواء". (الصحيح لمسلم، كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا: ۲/۲۷، قديمی)

حق تعالیٰ ان کی نصرت فرمائے۔ اصلاح الرسوم (۱) اور بہشتی زیور (۲) میں تفصیل مذکور ہے، اس کو پیش نظر رکھا جائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴/۲/۹۲ھ۔

شادی میں داماد سے زیور وغیرہ لینا

سوال [۵۵۱۹]: تقریباً پورے صوبہ گجرات میں یہ رواج ہے کہ جب منگنی ہوتی ہے، تو اس وقت لڑکی کے لئے زیور اور کپڑا بنانے کے لئے ایک رقم طے ہوتی ہے، وہ رقم لڑکا یا اس کا ولی دیتا ہے اور اس کو ''لیجے'' اور ''پلہ'' کہتے ہیں۔ وہ رقم حسبِ حیثیت جانبین دوسو، چارسو، ہزار، دو ہزار، بلکہ اس سے بھی زائد تک طے ہوتی ہے، اور اس کے بغیر منگنی قبول نہیں ہوتی۔ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اگر اس رقم کے طے کرنے میں جانبین کا اتفاق نہ ہو تو منگنی قبول نہیں ہوتی اور انکار کر دیا جاتا ہے، اگر لڑکے اور اس کے ولی کے پاس پیسہ نہ ہو تو اس کے لئے سودی قرضہ تک لیا جاتا ہے۔ اور مہر اس کے علاوہ ہے اور وہ عموماً ایک سو ساڑھے ستائیس روپے ہے۔ بعض جگہ اس سے زائد بھی ہے۔ مذکورہ بالا رقم مدت سے چلی آتی ہے، لیکن اس پیسے کے متعلق کوئی تصریح نہیں ہوتی کہ یہ مہر معجّل ہے، یا ہبہ ہے، یا عاریت ہے۔ اور بعض جگہ پیسے کے بجائے زیور اور گھڑی بھی دیئے جاتے ہیں، لیکن عموماً پیسے دیئے جاتے ہیں۔

لڑکی کا باپ آزاد ہوتا ہے، چاہے سب خود کھالے، یا نکاح کے وقت کھانے وغیرہ میں صرف کرے، یا کہ زیور اور کپڑے بنائے۔ اگر خود کھائے یا کھلانے وغیرہ میں صرف کرے کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا، نہ مطالبہ کرتا ہے، نہ قانونی کاروائی کرتا ہے، لیکن کھانا معیوب سمجھا جاتا ہے، زیور کپڑوں میں صرف کرنا مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ اگر لڑکی کے باپ نے خود کھالیا یا کھلانے میں صرف کر دیا تب تو کچھ نہیں، اور اگر اس کا زیور بنادیا اور لڑکی اس کو لے کر خاوند کے یہاں چلی گئی تو اس کا مالک خاوند سمجھا جاتا ہے، چنانچہ لڑکی کے مرنے پر یا طلاق پر لڑکا اس کا مالک سمجھا جاتا ہے، بغیر اجازت وقتِ ضرورت وہ اس کو فروخت بھی کر سکتا ہے، رہن بھی رکھ سکتا ہے۔ اور بعض جگہ لڑکی کا باپ اس پر قبضہ کر لیتا ہے اور خاوند کو نہیں دیتے۔ ایسی صورت میں اس طریقہ سے لڑکے والے

---

(۱) (اصلاح الرسوم، لحکیم الأمة التهانوی رحمة الله علیه)

(۲) (بہشتی زیور، حصہ ششم، بیاہ کی رسموں کا بیان، ص: ۲۶، مکتبہ امدادیہ ملتان)

سے روپیہ یا زیور لینا جائز ہے یا نہیں؟ قرونِ اُولیٰ میں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو پھر یہ مہر معجّل ہے، یا ہبہ، یا عاریت، خصوصاً جب کہ سودی قرض لیکر ادا کیا جائے؟

بندہ احمد بنات غفرلہ، از ترکیسر ضلع سورت، ۱۴/ جولائی/ ۳۸ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے کے ذمہ مہر اور نان نفقہ کپڑا واجب ہوتا ہے(۱)، زیور وغیرہ شرعاً واجب نہیں اور نکاح سے قبل یا رخصتی سے قبل جو بعض جگہ لڑکے یا اس کے ولی سے کچھ لینے کا دستور ہے کہ بغیر اس کے رخصتی نہیں کرتے اس کی شرعاً کوئی اصل نہیں، یہ لینا ناجائز ہے، کیونکہ یہ رشوت ہے۔ رخصتی کے بعد لڑکی اپنی مرضی سے اگر زوج کو زیور دے یا روپیہ پیسہ دے تب بھی جائز ہے، لیکن لڑکی کے باپ وغیرہ جو لڑکے سے وصول کرتے ہیں یہ ناجائز ہے اور سودی روپیہ لینا اور لڑکی کے باپ کو دینا یا خود لڑنا یہ ناجائز ہے(۲)۔

"و من السحت ما يأخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتى لو كان بطلبه يرجع الختن به، اهـ". رد المحتار: ۵/ ۳۰۱ (۳)۔ "أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده؛ لأنه رشوة، اهـ". شامی، ص: ۵۶۵ (٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ۵/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ جمادی الاولیٰ/ ۵۷ھ۔

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿فما استمتعتم به منهن فآتوهن أجورهن فريضةً﴾ الآية. (سورة النساء: ۲۴)

"المهر واجب شرعاً إبانةً لشرف المحل، فلا يحتاج إلى ذكره لصحة النكاح". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/ ۲۴۹، رشيديه)

(۲) "عن جابر رضي الله تعالىٰ عنه قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم آكل الربا و موكله و شاهديه، و قال: "هم سواء". (الصحيح لمسلم، كتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا: ۲/ ۲۷، قديمي)

(۳) (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ذكر الفروع: ۶/ ۴۲۴، سعيد)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، فصل في حبس المرأة نفسها بالمهر: ۱/ ۳۹۱، رشيديه)

(۴) (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، قبيل مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۳/ ۱۵۶، سعيد) =

شادی کے لئے قومی قوانین

سوال[۵۵۲۰]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہماری قوم کے لوگوں نے ذیل کے قوانین پاس کئے ہیں، آیا شریعت مطہرہ میں جائز ہے یانہیں؟ لڑکی کی شادی کریں تو لڑکے والے سے تین سو پچاس روپیہ کا زیور لینا چاہئے اور یہ زیور مہر سے علاوہ اور زیور کا حق خاوند کا ہے، اس سے زیادہ زیور لڑکی والے لیویں اور لڑکے والے دیویں تو ان دونوں کا جرمانہ کیا جاتا ہے اور جرمانہ نہ دیویں تو اس کے ساتھ سب قوم کے آدمی ترک موالات کرتے ہیں۔ اس بات میں چند سوالات ہیں شریعت کا کیا حکم ہے:

۱...... تین سو پچاس سے زائد کا زیور لیویں تو اس کا جرمانہ کرنا شریعت میں جائز ہے یانہیں؟

۲...... اگر کوئی آدمی جرمانہ نہ دیوے تو لوگ اس کے ساتھ ترکِ موالات کرتے ہیں اور لین دین اور جمیع کاروبار اس کے ساتھ بند کرتے ہیں اور شادی دعوت وغیرہ تقریبات میں شرکت نہیں کرتے۔ اس سے ترک موالات کا کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یانہیں؟

۳...... جماعت کے اخراجات کے لئے ہر سال ہماری قوم کے ہر مکان پر چار آنہ فیس ادا کرنا لازم کیا ہے اور فیس نہ دینے پر مناسب سزا دینے کا حق صدر صاحب کو ہے۔ آیا لازمی وفرضی فیس کا لینا شریعت سے جائز ہے یانہیں؟ بینوا توجروا۔

غلام محمد داؤد جی ٹبل، مقام جیتال، مورخہ: ۲۷/ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...... کسی شخص کو کسی زیور کے لئے مجبور کرنا درست نہیں، بلکہ اس کی اور زوجہ کی حیثیت کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور کسی جرم پر مال کا جرمانہ کرنا شرعاً ناجائز ہے: "والحاصل أن المذهب عدم التعزير بأخذ المال، اهـ". بحر: ۵/۴۱(۱)۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب المهر، قبيل قول الكنز: "و لو نكح ذمي ذمية بميتة الخ": ۳/۳۲۵، رشيديه)

(۱) (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۵/۶۸، رشيديه) .... =

۲...... جب جرمانہ کرنا ہی ناجائز تو جرمانہ ادانہ کرنے پر ترکِ موالات بھی ناجائز ہے، خلافِ شرع کام کی وجہ سے ترکِ موالات درست ہے(۱)۔

۳...... یہ فیس بظاہر قوم کی اصلاح کے لئے ایک چندہ ہے، بہتر صورت ہے کہ سب مل کر قوم کی اصلاح کریں، خرابیوں، بُری رسموں اور آپس کے جھگڑوں کو اٹھا کر اتحاد و اتفاق سے شریعت کے موافق زندگی بسر کریں، اس کام کے لئے چندہ دینا اور لینا درست ہے (بشرطیکہ وہ صحیح مصرف پر صرف ہو)، لیکن کسی پر جبر کرنا اور زبردستی چندہ لینا جائز نہیں۔ اگر کوئی شخص اس اصلاحی جماعت میں شریک نہیں ہونا چاہتا بلکہ علیحدہ رہنا چاہتا ہے، تو اس سے جبراً چندہ وصول نہ کیا جائے (۲)۔ اگر یہ چندہ صحیح مصرف پر شریعت کے موافق صرف نہیں ہوتا تو اس کا لینا اور دینا ناجائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/۴/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ جمادی الاولیٰ/ ۵۸ھ۔

دولہا والوں سے جبراً مٹھائی وغیرہ وصول کرنا

سوال[۵۵۲۱]: کسی جگہ شادی کی رسم یہ ہے کہ دولہا اپنے گھر سے مع بارات دلہن کی بستی کی طرف

= "و عند أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ يجوز التعزير للسلطان بأخذ المال، و عندهما وباقي الأئمة: لايجوز .... إذ لا يجوز لأحد من المسلمين أخذ مال أحد بغيرسبب شرعي". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۱۶۷، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، فصل في التعزير: ۵/۳۴۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) "قال الخطابي رحمه الله تعالىٰ: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلّته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حقٍ من حقوق الله، فيجوز فوق ذلك .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر الخ، الفصل الأول (رقم الحديث: ۵۰۲۷): ۸/۷۵۸، رشيديه)

(۲) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان، والدارقطني في المجتبى". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

جاتے ہیں، راستہ میں جو کئی بستیاں واقع ہوتی ہیں، ان کے باشندگان دولہا والوں سے انہیں پکڑ کر مٹھائی وغیرہ لینے کے لئے سخت زور لگاتے ہیں، نہ دینے کی صورت میں پالکی وغیرہ توڑ دینے کی دھمکیاں دیتے ہیں، دولہا والے مارے شرم کے مجبوراً باشندگان کو مٹھائی وغیرہ دے کر چھٹکارا حاصل کرتے ہیں۔

ان باشندگان کا کہنا ہے کہ دولہا والوں سے اس قسم کی مٹھائی وغیرہ لینا ہمارا ملکی رسم ورواج ہے۔ خدا خدا کر کے دولہا والے جب دلہن کے مکان پر پہونچتے ہیں تو دلہن والے آکر انہیں گھیر لیتے ہیں اور اپنے حسبِ عادت ان سے مٹھائی وغیرہ لینے کا سخت مطالبہ کرتے ہیں، نہ دینے کی صورت میں دلہن کے مکان میں جانے سے روک لیتے ہیں۔

دلہن والوں کی دوسری اور ایک عادت ہے کہ قبل عقد دولہا والوں سے اپنے پبلک فنڈ کے لئے کچھ معین نقود کا مطالبہ کرتے ہیں، عدمِ ادائیگی کی صورت میں عقدِ نکاح نہ کرنے کا خوف دلاتے ہیں۔ دولہا والے مجبوراً مطلوبہ روپیہ دیتے ہیں، مگر اس میں سے نصف روپیہ پبلک فنڈ میں رکھ کر باقی روپیوں کی مٹھائی خریدتے ہیں۔ اور اگر کوئی دیندار آدمی بستی والوں اور دلہن والوں سے یہ کہے کہ اس قسم کی مٹھائی اور روپیہ شرعاً جائز نہیں ہے تو یہ لوگ نہایت بے باکانہ جواب دیتے ہیں کہ ایسا لینا ہماری قدیم رسوم میں سے ہے، ہم ضرور اس کی پابندی کریں گے، اگرچہ اس کا ارتکاب حرام ہی کیوں نہ ہو۔

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دولہا والوں کا مجبوراً ایسا دینا اور بستی و دلہن والوں کا ایسا لینا اور ملکی رسم ورواج کی اس قدر سختی سے پابندی کرنا کہ ارتکابِ حرام کی پرواہ بھی نہ ہو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

عرضگذار: محمد قاری حفیظ الرحمٰن سلہٹی۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ رسم اور نقد و مٹھائی وغیرہ لینا اور جبر کرنا شرعاً ممنوع ہے اور ناجائز ہے:

"لایحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه". الحدیث (۱)۔ "لا یجوز لأحد من

(۱) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه: قال قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". رواه البیهقي في شعب الإیمان، والدار قطني في المجتبی".

(مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قدیمي)

المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی، اھـ". بحر: ۵/۴۴(۱)۔ "أخذ أھل المرأۃ شیئاً عند التسلیم، فللزوج أن یستردہ؛ لأنہ رشوۃ، اھـ". درمختار: ۲/۵۰۳ (۲)۔

شرعی حکم کے مقابلہ میں رسم کی پابندی کرنا اور شرعی حکم کو نہ ماننا سخت گناہ ہے، بلکہ یہ مقابلہ بہت خطرناک ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ ربیع الثانی/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ربیع الثانی/ ۶۷ھ۔

رخصتی کے وقت شوہر سے روپیہ لینا

سوال[۵۵۲۲]: منگنی اور شادی کے وقت لڑکی والا جو روپیہ لیتا ہے اگر اس کی حسب مرضی روپیہ نہ دیں تو وہ شادی سے ہی انکار کردیتا ہے۔ اس طرح لین دین درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر یہ بطورِ قرض لیا جائے تو حسبِ ضرورت تراضیٔ طرفین سے قرض کا لین دین درست ہے، مگر اس میں بھی یہ لحاظ رہے کہ شادی کے دباؤ اور اثر سے نہ ہو۔ اگر یہ قرض نہیں بلکہ شادی ہی کے اثر سے لیا جاتا ہے تو یہ رشوت اور حرام ہے، اس کی واپسی ضروری ہے، درمختار میں ہے:

"لو أخذ أھل المرأۃ عند التسلیم، فللزوج أن یستردہ؛ لأنہ رشوۃ". (الدرالمختار)۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "(قولہ: عند التسلیم): أی بأن أبی أن یسلمھا أخوھا أو نحوہ حتی یأخذ شیئاً، وکذا لو أبی أن یزوجھا، فللزوج أن یستردہ قائماً أو ھالکاً؛ لأنہ

---

(۱) (البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر: ۵/۶۸، رشیدیہ)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ: کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲/۱۶۷، رشیدیہ)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المھر، قبیل مطلب فی دعوی الأب أن الجھاز عاریۃ: ۳/۱۵۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق. کتاب النکاح، باب المھر، قبیل قول الکنز: "و لو نکح ذمی ذمیۃً بمیتۃ الخ": ۳/۳۲۵، رشیدیہ)

رشوة، بزازية". ردالمحتار، ص: ۳۳٦(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

نوید اور دعوت میں فرق

سوال[۵۵۲۳]: ۱...... ہمارے یہاں کے لوگ "نوید" ضروری سمجھتے ہیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ شادی کے موقع پر اپنے تمام رشتہ داروں کو "نوید" بھیجتے ہیں، وہ رشتہ دار تاریخِ مقررہ پر نائی کے ہمراہ چاول، دہی، دھوتی، یا صرف روپیہ لیکر اس شخص کے دروازہ پر حاضر ہوتے ہیں، اس سامانِ مذکورہ کو شادی والا اپنے رجسٹر میں درج کر دیتا ہے۔ پھر جب اس کے رشتہ دار کے گھر شادی پڑے تو اس شخص کو ویسا ہی کرنا پڑے گا، خواہ سامان یا روپیہ میں زیادتی کرکے لائے یا نہ لائے، لیکن لانا پڑے۔ گا جتنا ہو سکے، اگر نہیں لایا تو اس پر لعن طعن کی جاتی ہے۔ اگر وسعت نہیں ہے تو قرض لیکر پورا کرتا ہے تاکہ رسوانہ ہونا پڑے۔ اس کے متعلق نوید لینے والے اور دینے والے کا کیا حکم ہے؟

۲...... اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر ولیمہ کی دعوت دی جائے، پھر وہ اس طرح کا سامان لائے یعنی روپیہ یا دھوتی وغیرہ تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ دعوت اور نوید میں ہمارے یہاں فرق ہے: نوید اس کو کہتے ہیں کہ سامانِ مذکور لائے اور دعوت صرف کھانا کھالینا ہوتا ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

۱...... یہ طریقہ اور اس کا التزام غیر شرعی رسم ہے جس کا ترک کرنا لازم ہے، بلاضرورت اور بلا طلب

---

(۱) (رد المحتار على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، قبيل مطلب في دعوى الأب أن الجهاز عارية: ۱۵٦/۳، سعيد)

(وكذا في البزازية على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثاني عشر في المهر، نوع آخر: تزوجها بمهر سر أو بشيء علانية الخ: ۱۳٦/۴، رشيديه)

(وكذا في فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، باب في ذكر مسائل المهر، قبيل فصل في تكرار المهر: ۱/ ۳۹۱، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، آخر باب المهر: ۳/ ۳۲۲، ۳۲۵، رشيديه)

قرض ہے، بغیر ادا کئے مطالبہ ذمہ میں باقی رہے گا، کسی غریب کی مدد بغیر رسم ونمائش اور بغیر اس امید کے کہ یہ ہماری مدد اسی طرح کرے گا، نیز خوش کرنے کے لئے بلا حاجت بھی ہدیہ کے طور پر دینا مستحسن ہے، مگر مذکورہ مسئولہ طریقہ کی یہ صورت نہیں۔

۲......ولیمہ سنت سے ثابت ہے جب کہ اس میں کوئی امر خلاف شرع نہ ہو، حدیث شریف میں ہے: "أولم ولو بشاة" (۱)۔ اس کے قبول کرنے کی بھی ترغیب، بلکہ بلا عذر قبول نہ کرنے پر نکیر آئی ہے جس میں: "فقد عصی" کا لفظ ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۵ھ۔

شادی میں برادری کو کھانا کھلانا

سوال [۵۵۲۴]: ایک شخص اپنے لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے اور برادری میں یہ رسم ہے کہ شادی میں اگر پوری برادری کو کھانا کھلادے تو وہ برادری میں رہ سکتا ہے ورنہ نہیں، حالانکہ بعض وقت شادی کرنے والے کی حیثیت اتنی بھی نہیں ہوتی کہ پانچ ہی آدمی کو کھانا کھلا دے۔ آیا ایسی صورت میں اس کو قرض دام لیکر کھانا کھلانا جائز ہے یا نہیں، جب کہ قرض کی ادائیگی کی کوئی صورت بھی نہیں؟ جو حکم ہو ایسے کھانا کھلانے کا یعنی شرعاً مباح ہے یا واجب یا حرام؟ تفصیل سے مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

ایسی حالت میں کھانا کھلانا اور اس کا کھانا شرعاً ناجائز ہے، یہ کھانا خوش دلی کے ساتھ نہیں کھلایا جاتا،

---

(۱) "عن أنس رضي الله تعالیٰ عنه أن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم رأی علی عبد الرحمن بن عوف أثر صفرة، فقال: "ما هذا"؟ قال: إني تزوجت امرأةً علی وزن نواةٍ من ذهب. قال: "بارک الله لک، أولِمْ و لو بشاة". (صحیح البخاري، کتاب النکاح، باب الولیمة ولو بشاة: ۲/۷۷۷، قدیمی)

(۲) "عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "من دُعي فلم یجب، فقد عصی الله و رسوله". الحدیث ...... رواه أبو داؤد". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمة، الفصل الثاني، ص: ۲۷۸، قدیمی)

بلکہ برادری کے جبر وتشدد سے مجبور ہوکر کھلایا جاتا ہے، حدیث شریف میں آتا ہے: "لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه، اهـ". مشکوۃ شریف، ص: ۲۵۵ (۱)۔

یعنی کسی مسلمان کا مال بغیر اس کی خوشی دلی کے حلال نہیں۔ ایسی رسموں کو توڑنا واجب ہے اور "اصلاح الرسوم" میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایسی رسموں کی شرعی ودنیوی قباحتیں خوب تفصیل سے بیان فرمائی ہیں، بیاہ شادی کے موقع پر خصوصیت سے اس کا دیکھنا بے حد ضروری ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۵/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

شادی، ختنہ میں لڑکے کو سجانا اور پھولوں کا ہار گلے میں ڈالنا

سوال [۵۵۲۵]: ۱...شادی یا ختنہ کے موقع پر لڑکے کو سجاتے ہیں یعنی پھول کے ہار گلے یا سر پر سجاتے ہیں اور نقاب ڈالتے ہیں اور کمر میں پٹکہ ڈالتے ہیں۔ تو یہ سب جائز ہے یا نہیں؟

۲...قدرتی پھولوں کا ہار دولہا کے گلے میں ڈالنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...شادی یا ختنہ کی خوشی کے موقع پر اچھے عمدہ کپڑے پہننا حدودِ شرع میں رہتے ہوئے درست ہے (۲)، ہار گلے میں نہ ڈالیں، سہرا بھی نہ باندھیں (۳)، نقاب بھی چہرہ پر نہ ڈالیں، پٹکہ جو کہ ہندوانہ رسم ہے

---

(۱) "عن أبي حرة الرقاشي عن عمه رضي الله تعالى عنه: قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا يحل مال امرئ إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان، والدار قطني في المجتبى". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

(۲) شادی چونکہ خوشی کا موقع ہے اور خوشی کے مواقع میں حدودِ شرع کے اندر تزئین جائز بلکہ مستحسن ہے جیسا کہ عید اور جمعہ کے دن فقہاء نے خوشبو اور نیا لباس پہننے کو مندوب لکھا ہے: "و ندب يوم الفطر .... و تطيبه بما له ريح لا لون، و لبسه أحسن ثيابه و لو غير أبيض". (الدر المختار). "قال في البحر: و ظاهر كلامهم تقديم الأحسن من الثياب في الجمعة والعيدين و إن لم يكن أبيض". (رد المحتار، كتاب الصلوة، باب العيدين، مطلب: يطلق المستحب على السنة و بالعكس: ۲/۱۶۸، سعيد)

(۳) یہ ہندوانہ رسم ہونے کی بنا پر بوجہ تشبہ بالکفار کے بھی منع ہے، (کمافی بہشتی زیور، حصہ ششم، بیاہ کی رسموں کا بیان، ص: ۲۶، =

اس سے بھی پرہیز کریں (۱)۔

۲......وہ بھی گلے میں نہ ڈالیں، خوشبو کے لئے اس کو دیدینے میں مضائقہ نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ختنہ کے موقع پر اناج لوٹا بھر کر دینا؟

سوال [۵۵۲۶]: ختنہ کے وقت کچھ اناج لوٹے میں بھر کر مسجد میں لاتے ہیں، وہ کس کا حق ہے؟ اور بھی اس قسم کی چیزیں آتی ہیں، ان کو کیا کرنا چاہئے؟ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ختنہ وغیرہ کے وقت اگر رسم کے طور پر لازم سمجھ کر مسجد میں کچھ دیا جائے تو نہ لیا جائے (۲)، اگر خوشی کے طور پر امام یا مؤذن کو کچھ دیا جائے تو مضائقہ نہیں، جس کو دیا جائے اسی کا حق ہے۔ اگر مسجد کے لئے کوئی چیز دی جائے تو وہ مسجد کا ہی حق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۵/۲۶ھ۔

شادی میں نیوتہ

سوال [۵۵۲۷]: اس ملک کا رواج ہے کہ دولہا کی جب بارات چلنے لگتی ہے تو دولہا کے آگے ایک

= مکتبہ امدادیہ ملتان)

(۱) "وفيه أن من أصرّ على أمر مندوب وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال، فكيف من أصرّ على بدعة أو منكر". (مرقاة المفاتيح، كتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۹۴۶): ۳/۳۱، رشيديه)

(۲) ایسی رسوم میں اکثر طور پر لینا دینا بغیر طیبِ خاطر رسم سے مجبور ہو کر ہوتا ہے جو کہ درست نہیں:

"عن أبي حرة الرقاشي عن عمه، قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لايحل مال امرىء إلا بطيب نفس منه". رواه البيهقي في شعب الإيمان، والدار قطني في المجتبى". (مشكوة المصابيح، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قديمي)

برتن رکھا جاتا ہے اور اس میں ہر شخص کچھ رقم رکھتا ہے، اس کو "نیوتہ" کہا جاتا ہے۔ پھر یہ رقم دولہا یا اس کے ورثہ لیتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے، نیز اس کی اصل شریعت میں پائی جاتی ہے یا نہیں؟ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بدترین گناہ کہا ہے، اور یہ مولوی صاحب اس رسم کو صلہ رحمی کہتے ہیں۔ اس کا شرعاً کیا حکم ہے اور ایسے عالم صاحب کا کیا حکم ہے جو خود کریں اور عوام جہلاء کو ایسی بدعات کا حکم دیں، ایسے عالم صاحب کا شریعت میں کیا حکم ہے؟ جوابات ارقام فرما کر عنداللہ ثواب حاصل کریں۔

المستفتی: مفتی محمد عظیم اللہ خان غفرلہ (کشمیر)

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر یہ بطریقِ اعانت کے ہو اور ریاکاری نام ونمود وغیرہ کچھ نہ ہو تو شرعاً درست بلکہ مستحسن ہے، مگر طریقہ مروجہ کی حیثیت سے بجز رسم ورواج کے کچھ نہیں۔ اور بسا اوقات برادری کے زور یا رسوائی کے خوف سے دیا جاتا ہے، بلکہ اگر پاس نہ ہو تو قرض یا سودی لے کر دیا جاتا ہے، اس لئے ناجائز ہے(۱)۔ اور اگر بطورِ قرض دیا جاتا ہے جیسا کہ بعض جگہ رواج ہے تو اس میں بھی مفاسد ہیں: "لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". رواہ البیہقی". مشکوۃ، ص: ۲۵۵ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/محرم الحرام/۶۳ھ۔

شادی میں رنگین کاغذ کے گیٹ بنوانا

سوال[۵۵۲۸]: شادی میں گیٹ رنگین کاغذ کے بنوانا کیسا ہے؟

---

(۱) سود حرام ہے، اس کے کھانے والے، کھلانے والے اور گواہوں پر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، حدیث شریف میں ہے:

"عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم آکل الربا و موکله و شاهدیه، وقال: "هم سواء". (الصحیح لمسلم، کتاب المساقاة والمزارعة، باب الربا: ۲/۲۷، قدیمی)

(۲) (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

الجواب حامداً و مصلیاً:

شادی میں محض نمائش وفخر کے ہر کام سے بچنا چاہئے، مروجہ طریقہ پر گیٹ بنوانا بھی اس میں داخل ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۲/۸۸ھ۔

شادی میں چودھریوں کے حقوق

استفتاء [۵۵۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین شریف سوالات مفصلہ تفصیل ذیل میں:

۱......ایک مجمع برادری کا ہے اس میں چند اشخاص چودھری واسطے انتظام غمی وشادی مقرر ہیں، تقریب غمی میں تو کچھ حاصل نہیں ہوتا، مگر جب کہ تقریب شادی ہوتی ہے مثلاً: کسی آدمی نے تمام برادری کی ضیافت کی، وہ لوگ حاضر ہوئے، کھانا کھا گئے، چودھریوں نے بھی کھانا کھایا اور بلا اطلاع اور اجازت میزبان کی اپنے گھر لے جانے کو علیحدہ چاول پختہ اور ترکاری دال پختہ ومٹھائی وگھی وغیرہ بلکہ پوشیدہ رکھ لیتے ہیں۔

پیشتر بزرگوں سے سنتے چلے آئے ہیں کہ جو چودھری ہوتا ہے اس کا یہ دستور ہوتا ہے کہ سب برادری کے ساتھ کھانا کھالیا اور ایک خوراک اپنے گھر لے گئے، جس کا نام "بخشی دوہرہ حصہ" ہے، اب مثلاً دس چودھری ہیں، فی کس کم ازکم دس آدمیوں کی خوراک ٹوکرہ بھر کر لے جاتا ہے، اور ایک ہانڈی دال کی ہمراہ ہوتی ہے، ظاہر اور خفیہ دونوں طریقہ سے لے جاتے ہیں، صاحبِ خانہ تکرار کی وجہ سے خاموش رہتا ہے، اس کا ذکر میزبان اپنے دوست واحباب سے بعد میں شکایت بھی کرتا ہے۔ ایسا فعل چودھریوں کو جائز ہے یا نہیں، ان کو یہ لے جانا حلال بھی ہوگا یا نہیں؟

۲......دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کل برادری نے اتفاق کر رکھا ہے کہ جو شخص جدید آکر برادری میں شامل

(۱) "وأخرج ابن عساكر عن سالم بن عبدالله قال: اعترست [لعل الصواب: أعرست] في عهد أبي، فدعا أبي الناس، فكان فيمن دعا: أبو أيوب، وقد ستروا بيتي بجا ديّ أخضر، فجاء أبو أيوب، فطأ طأ رأسه، فنظر فإذا البيت ستر، فقال: يا عبدالله، تسترون الجُدُر؟ فقال أبي -واستحي-: غلَبنا النساء يا أبا أيوب! فقال: من خشيتُ أن تغلبه النساء فلم أخش أن يغلبنك! لا أدخل لكم بيتاً، ولا أطعم لكم طعاماً. كذا في كنز العمال". (حياة الصحابة للعلامة يوسف الكاندهلوي، الباب الثامن، إنكار أبي أيوب على ابن عمر الخ: ۳۰۵/۲، دار القلم دمشق)

ہونا چاہیے، وہ خشک چاول کل برادری میں مردوں کے فی کس آدھا سیر چاول اور دو چھٹانک دال ماش تقسیم کردے، بعد میں جس قدر چودھری ہیں وہ دھڑی دھڑی چاول لے جاتے ہیں، جو شخص شامل ہوتا ہے اس کو رنج ہوتا ہے، علاوہ اس کے بعض بعض آدمیوں کو بھی بُرا معلوم ہوتا ہے۔ یہ چودھریوں کی زبردستی ہے، سب برادری کی اجازت نہیں ہے۔ یہ فعل چودھریوں کا جائز ہے یا نہیں، اگر بُرا ہے کس درجہ کا: حرام ہے یا حلال ہے، مؤاخذہ طلب ہوں گے یا نہیں؟ اگر چودھریوں کا حصہ کل برادری بالا تفاق مقرر کردے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟

۳...... یہ رواج اور دستور چلا آتا ہے کہ جو نوشہ دولہا بارات لے کر بیاہنے آتا ہے، بعد نکاح ہونے کے بیٹی والا دولہا سے خرچہ لیتا ہے، وہ خرچہ یہ ہے کہ جو کھانا پکاتا ہے اس کی محنت وقیمت ظروف مٹی ورکابیاں وغیرہ دھوبی سقہ وغیرہ دلاتا ہے جس کا نام ''پٹہ'' رکھا ہوا ہے۔ یہ رواج شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۴...... کسی شخص نے مثلاً زید کو اپنا نکاح کرنے کی ضرورت ہے، زید نے عمرو سے سوال کیا کہ اپنی دختر سے میری شادی کردو، عمرو نے جواب دیا کہ مجھے سو یا دوسو روپے کی ضرورت ہے۔ عمرو نے زید سے روپیہ لے لیا اور زید کا نکاح اپنی دختر سے عمرو نے کردیا۔ یہ لینا دینا جائز ہے یا نہیں؟

سائل: محمدی، متولی مسجد محلہ ٹوپیہ سرائے، یکم/۱۲/۵۱ھ۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱...... بغیر مالک کی خوشی اور اجازت کے جائز نہیں، کما فی قولہ تعالیٰ: ﴿و لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل﴾(۱) یعنی ''ایک دوسرے کا مال ناحق اور بُرے طریقہ سے مت کھاؤ''۔

۲...... اس کا جواب بھی یہی ہے یعنی بغیر مالک کی خوشی کے اور اجازت کے جائز نہیں کہ اس کا مال لیا جاوے، یہ فعل حرام ہے، کما قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''لا یحل مال امرئی إلا بطیب نفس منہ''أو کما قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم(۲).

---

(۱) (سورۃ البقرۃ: ۱۸۸)

قال العلامۃ الآلوسی تحت الآیۃ: "والمراد من "الأکل" ما یعم الأخذ والاستیلاء، و عبر بہ؛ لأنہ أھم الحوائج .... والمعنی: لا یأکل بعضکم مال بعض". (روح المعانی: ۲/۲۹، داراحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "عن أبی حرۃ الرقاشی عن عمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امریء إلا بطیب نفس منہ". رواہ البیھقی فی شعب الإیمان، والدار قطنی فی المجتبی". (مشکوۃ المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریۃ، الفصل الثانی، ص: ۲۵۵، قدیمی)

بغیر اجازت کے مال لینے سے مؤاخذہ ہوگا۔ اگر مالکان خوشی سے بغیر زبردستی کچھ چودھریوں کو دیدیں تو جائز ہے۔

۳..... دولہا کی طرف سے اگر روپیہ خوشی سے بلا جبر دیا جاتا ہے، نیز اس کو لازم نہیں سمجھا جاتا، بلکہ بطور ہبہ اعانت کی غرض سے دیا جاتا ہے تو اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اگر اس کو ضروری سمجھا جاتا ہے یا بلا رضامندی دولہا سے لیا جاتا ہے تو درست نہیں: "لا یجوز لأحد من المسلمین أخذ مال أحد بغیر سبب شرعی، کذا فی البحر الرائق". فتاوی عالمگیری: ۲/ ۷۷۸ (۱)۔

۴..... اگر قرض لیا ہے اور واپس دینے کا قصد ہے تو جائز ہے، اگر نکاح کا عوض لیا ہے تو نکاح تو صحیح ہے، لیکن روپیہ واپس دینا ہوگا (۲)۔ البتہ اگر زید بخوشی ہبہ کردے اس روپیہ کو اور واپس نہ لے تو مضائقہ نہیں۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/ ۱۲/ ۵۱ھ۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ۱۲/ ۵۱ھ۔

سوتے ہوئے چودھریوں کو نکاح کے لئے سلام کرنا

سوال [۵۵۳۰]: ہمارا ایک بڑا محلہ ہے، اس میں بارہ چودھری ہیں۔ یہاں پر یہ رسم ہے کہ جب شادی ہوتی ہے تو دولہا ان کو رات کو سوتے ہوؤں کو جگا کر سلام کرتا پھرتا ہے، ورنہ یہ لوگ نکاح میں رکاوٹ ڈالتے ہیں۔ کیا یہ حکم شریعت سے ثابت ہے؟

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۲/ ۱۶۷، رشیدیه)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف، فصل فی التعزیر: ۵/ ۶۸، رشیدیه)

(۲) "أخذ أهل المرأة شیئاً عند التسلیم، فللزوج أن یسترده؛ لأنه رشوة". (الدر المختار). "(قوله: عند التسلیم): أی بأن أبیٰ أن یسلمها أخوها أو نحوه حتی یأخذ شیئاً، و کذا لو أبی أن یزوجها، فللزوج الاسترداد قائماً أو هالکاً؛ لأنه رشوة". (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر، قبیل مطلب فی دعوی الأب أن الجهاز عاریة: ۳/ ۱۵۶، سعید)

(و کذا فی البزازیة علی هامش الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الثانی عشر فی المهر، نوع آخر: تزوجها بمهر سر أو شیء علانیة الخ: ۴/ ۱۳۶، رشیدیه)

(والبحر الرائق، کتاب النکاح، باب المهر: ۳/ ۳۲۵، رشیدیه)

الجواب حامداً و مصلیاً:

اس رسم کا قرآن پاک، حدیث شریف اور فقہ میں کہیں وجود نہیں، یہ اسلامی طریقہ نہیں ہے، خالص جہالت ہے، اس کو ترک کرنا لازم ہے: "من أحدث فی أمرنا هذا ما ليس منه، فهو رد" متفق علیه" (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۴/۸۸ھ۔

جس شادی میں رسومات ہوں اس میں علماء کی شرکت

سوال [۵۵۳۱]: جس شادی میں سہرا باندھنا، آتش بازی اور دیگر رسوماتِ بدعت ہوں، اس میں علماء کی شرکت اور نکاح پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

جب کہ پہلے سے معلوم ہو کہ فلاں شادی میں یہ ممنوعات موجود ہیں تو اس میں شرکت سے انکار کردیا

---

(۱) (صحیح البخاری، کتاب الصلح، باب: إذا اصطلحوا علی صلح جور فهو مردود: ۱/۳۷۱، قدیمی)

(والصحيح لمسلم، كتاب الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور: ۲/۷۷، قديمي)

قال القاري رحمه الله تعالى: "من أحدث": أى جدّد وابتدع، أو أظهر واخترع "في أمرنا": أى في دين الإسلام .... "فهو": أى الذى أحدثه "رد": أى مردود عليه. .... قال القاضي: المعنى: من أحدث في الإسلام رأياً لم يكن له من الكتاب والسنة سند ظاهر أو خفي، ملفوظ أو مستنبط، فهو مردود عليه. قيل: في وصف الأمر "بهذا" إشارة إلى أن أمر الإسلام كمُل و انتهى، و شاع و ظهر ظهور المحسوس، بحيث لا يخفى على كل ذى بصر و بصيرة، فمن حاول الزيادة فقد حاول أمراً غير مرضي، لأنه من قصور فهمه رآه ناقصاً. فهذا الشخص ناقص مردود عن جنابنا، مطرود عن بابنا، فإن الدين اتباع آثار الآيات والأخبار، واستنباط الأحكام منها". (مرقاة المفاتيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام، الفصل الأول، (رقم الحديث: ۱۴۰): ۱/۳۶۵، ۳۶۶، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير للعلامة المناوى رحمه الله تعالى: ۱۱/۵۵۹۰، (رقم الحديث: ۸۳۳۳)، مكتبه نزار مصطفى الباز رياض)

جائے خاص کر مقتداء (عالم، امام وغیرہ) کو شریک نہیں ہونا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/ ۹۵ھ۔

جس شادی میں منکرات ہوں اس میں شرکت

سوال [۵۵۳۲] : ۱..... کسی شادی میں ناچ طوائف، بقال، باجہ کے ساتھ ہو، اس میں شرکت کرنا کیسا ہے؟ اگر کسی رشتہ دار کا شامل ہونا ضروری ہے اور وہ محفلِ ناچ میں شرکت نہ کرے، صرف شادی کے دیگر کاروبار میں شامل ہو جاوے، کھانے میں شرکت کرے، اس کا کیا حکم ہے؟

۲..... اگر کسی شادی میں صرف باجہ ہو اس میں شرکت کرنا کھانے وغیرہ میں شامل ہونا کیسا ہے اگر چہ اس کی نیت باجہ سننے کی نہیں ہے، وہ کس طرح شامل ہو سکتا ہے اور اس کھانے میں کچھ حرج ہے یا نہیں اور ان صورتوں میں نکاح جائز مطابق شریعت ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

۱..... اگر وہ رشتہ دار ایسا ہے کہ اس کے شریک نہ ہونے سے شادی والوں کو رنج ہوگا اور توقع ہے کہ وہ ناچ گانا وغیرہ بند کر کے اس کو شریک کریں گے، یا اس کی شرکت سے دوسروں کو استدلال کا موقع ملے گا اور دوسرے لوگ بھی ان کاموں کو کریں گے تب تو شرکت ناجائز ہے، بالکل انکار کردے اور صاف صاف کہہ دے کہ ان ناجائز چیزوں کو بند کرو تب تو شریک ہوں، ورنہ میں شریک نہیں ہوتا۔ اگر وہ رشتہ دار ایسا نہیں بلکہ چاہے وہ شریک ہو، چاہے نہ ہوں، کسی کو اس کی پرواہ نہیں تب شادی کے ناجائز کاموں کو روکنے کی کوشش بہر حال حسبِ وسعت ضروری ہے (۲)۔

۲..... اس کا بھی حکم یہی ہے۔ مگر نکاح دونوں صورتوں میں صحیح ہو جائے گا، ناجائز کاموں کا گناہ بھی ہوگا، پہلی صورت میں زیادہ دوسری صورت میں اس سے کم۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ۵/ ۵۷ھ۔

---

(۱) (قد مضی تخریجه تحت عنوان ''شادی میں قوالی''۔)

(۲) "دُعي إلى وليمة و ثمة لعب أو غناء، قعد وأكل لو المنكر في المنزل، فلو على المائدة لا ينبغي أن =

....

= يقعد بل يخرج معرضاً، لقوله تعالىٰ: ﴿فلا تقعد بعد الذكرىٰ مع القوم الظالمين﴾. فإن قدر على المنع، فعل، و إلا يقدر صبر إن لم يكن ممن يُقتدى به. فإن كان مقتدىٰ و لم يقدر على المنع، خرج و لم يقعد؛ لأن فيه شيناً للدين. وإن علم أولاً باللعب، لايحضر أصلاً، سواء كان ممن يُقتدى به أو لا؛ لأن حق الدعوة إنما يلزمه بعد الحضور، لاقبله.

و في السراج: ودلت المسئلة أن الملاهي كلها حرام، و يدخل بلا إذنهم لإنكار المنكر. قال ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه: "صوت اللهو والغناء يُنبت النفاق في القلب كما ينبت الماء النبات". قلت: و في البزازية: استماع صوت الملاهي كضرب قصب و نحوه حرام، لقوله عليه السلام: "استماع الملاهي معصية والجلوس عليها فسق، والتلذذ بها كفرٌ، اهـ". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة، قبيل فصل في اللبس: ۶/۳۴۸-۳۴۹، سعيد)

"و كره كل لهو، لقوله عليه السلام: "كل لهو المسلم حرامٌ" الخ. والإطلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق وضرب الأوتار من الطنبور والبربط والرباب والقانون والمزمار والصنج والبوق، فإنها كلها مكروهة؛ لأنها زيّ الكفار. و استماع ضرب الدف والمزمار وغير ذلک حرام". (ردالمحتار، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع: ۶/۳۹۵، سعيد)

"وعن الحسن رحمه الله تعالىٰ: لا بأس بالدف في العرس يشتهر. و في السراجية: هذا إذا لم يكن له جلاجل، ولم يضرب على هيئة التطرب، اهـ". (ردالمحتار، المصدر المتقدم، قبيل فصل في اللبس: ۶/۳۵۰، سعيد)

قال الله تعالىٰ: ﴿ومن الناس من يشترى لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغيرعلم و يتخذ ها هزواً، أولئک لهم عذاب مهين﴾ الآية (سورة اللقمان: ۶)

قال العلامة البغوى في المعالم: "عن عبدالله بن مسعود وابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهم، والحسن وعكرمة وسعيد بن جبير رحمهم الله تعالىٰ قالوا: ﴿لهو الحديث﴾ هو الغنا، والآية نزلت فيه. ومعنى قوله: ﴿يشترى لهو الحديث﴾: أي يستبدل ويختار الغناء والمزامير المعازف على القرآن. قال أبو الصباء الكبرى: سألت ابن مسعود رضي الله تعالىٰ عنه عن هذه الآية فقال: هو الغناء، والله الذى لا إله إلا هو -يرددها ثلاث مرات- وقال إبراهيم النخعي: الغناء ينبت النفاق في القلب، وكان أصحابنا يأخذون بأفواه السكک يخرقون الدفوف. وقيل: الغناء رقية الزنا. وقال قتادة: هو كل لهو =

شادی میں لڑکے کے مطالبات اوران کی خرابیاں

سوال[۵۵۳۳] : عرض خدمت یہ ہےکہ ہم مسلمانوں میں شادی کے موقعہ پر ہنود کے رسم ورواج کی طرح لین دین کا سوال پیدا ہو گیا ہے، معمولی پڑھا لکھا نوجوان لالچ کے سبب لڑکی والوں سے مطالبات کرتا ہے جن کو دیکھ کر دینی تعلیم یافتہ نوجوان بھی مال وزر کے لالچ سے اس برائی میں پھنس گئے، اور امیروں نے نام ونمود کی خاطر ان کا سوال پورا کر کے اس کو رواج بنالیا، حتی کہ اب ہر گھر میں اس کا چرچا ہے، لیکن غریب لڑکی والے پر یہ سوال مصیبت بن گیا ہے۔ وہ مطالبات یہ ہیں: ریڈیو، سونے کا نگینہ، سونے کے زیورات، سائیکل، گھڑی وغیرہ۔

اس کے علاوہ لڑکی والے کو اتنا سونا، اتنی چاندی، جائیداد، پوشاک وغیرہ اور شوہر کے گھر میں گذر کرنے کا کل سامان دینا پڑے گا۔ اکثر لڑکے والے اس پر اٹل ہیں کہ جب تک یہ سب سامان نہ ملے شادی نہ کرائیں گے، چاہے بدکاری میں عمر گذرے۔ اور اس سوال کے سامنے لڑکی کے نان ونفقہ کی کوئی حقیقت نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ شادی برادری میں نہ ہونے کے سبب برادری ترک، بیوی کو طلاق، بیوی کے دیئے ہوئے مال میں کوئی حق نہیں۔

جنہوں نے چار سال قبل شادی کی تھی اوران کے اولاد بھی ہوگئی وہ بھی سوال کرتے ہیں کہ بیوی کا

= ولعب ﴿ليضل عن سبيل الله بغير علم﴾ يعني يفعله عن جهل". (تفسير البغوى المسمى مصالح التنزيل (سورة لقمان: ٦): ٣/٤٩٠، اداره تاليفات اشرفيه ملتان)

وقال الله تعالىٰ: ﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتك﴾. الآية (سورة الإسرا: ٦٤)

"واستماع صوت الملاهي حرام كالضرب بالقصب وغيره قال عليه الصلوة والسلام: "استماع الملاهي معصية، والجلوس عليها فسق، والتلذذبها كفر". (البحر الرائق، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ٨/٣٤٦، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الاستحسان والكراهية، الفصل الثامن عشر في الغناء، واللهو، وسائر المعاصي، والأمر بالمعروف: ٦/١١٢، رشيديه)

﴿واستفزز من استطعت منهم بصوتك﴾ "صوت الغناء والمزامير". (تفسير المدارك المسمى بمدارك التنزيل و حقائق التأويل، (الإسراء: ٦٤): ١/٧٢١، قديمي)

وارث ہمارا سوال پورا کرے تو خیر، ورنہ تو بیوی کو طلاق، ورنہ بیوی کا نان نفقہ بند، چاہے جدھر جائے۔ اس رسم سے بہت سی برائیاں ظاہر ہوئیں: زنا کاری، حمل بند کردینا، حمل گرادینا، لڑکی پیدا ہو تو مار ڈالنا، لڑکی کا خودکشی کرلینا، لڑکی والے کا شرم کی وجہ سے خودکشی کرلینا وغیرہ خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ علمائے دین اس طرف توجہ فرمائیں، یہاں جو دینی تعلیم حاصل کرکے آتے ہیں وہ بھی لالچ میں پھنس جاتے ہیں، اس لئے سوال کرتا ہوں کہ شریعت میں اس رسم کی کیا اصیلت ہے؟ جواب سے آگاہ فرمائیں تاکہ عوام کو آسانی ہو۔

۱.....شادی میں یہ رسم اور اس طرح کا لین دین سراسر گمراہی ہے یا نہیں؟

۲.....جس شادی کی مجلس میں ڈھول، باجا، آتش بازی ہو، اور بیوی کا حق حقوق نہ ہو، شریعت کی عزت نہ ہو، جس کے انجام میں اتنی برائیاں ہوں، ایسی مجلس میں مسلمانوں کا شریک ہونا درست ہے یا نہیں؟

۳.....ایسے رسم ورواج کو نکالنے والے، اس پر مدد کرنے والے، سوال کرنے والے، نام ونمود کی خاطر سوال کو پورا کرنے والے مسلمان ہیں یا نہیں؟

۴.....ایسی غیر شرعی مجالس میں نکاح درست ہے یا نہیں؟

۵.....تونگر لڑکے والے کا غریب لڑکی والے پر سوال کرنا ظلم ہے یا نہیں؟

۶.....یہ رسم ورواج کافر مشرک کا طریقہ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

نکاح ایک عبادت ہے(۱) جس طرح دوسری عبادت کو حکمِ خداوندی اور ذریعۂ قربتِ الٰہی تصور کرتے ہوئے کیا جاتا ہے اور اس کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ ہر عبادت کو حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ادا

---

(۱) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "النكاح من سنتي، فمن لم يعمل بسنتي فليس مني". (سنن ابن ماجة، أبواب النكاح، باب ماجاء في فضل النكاح، ص: ۱۳۲، قديمي كتب خانه)

"وعن أنس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إذا تزوج العبد، فقد استكمل نصف الدين، فليتق الله في النصف الباقي". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثالث، ص: ۲۶۸، قديمي)

کیا جائے، اسی طرح نکاح کو بھی عبادت تصور کرتے ہوئے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ادا کرنا چاہئے تب ہی اس کی اصلی خیر وبرکت حاصل ہوگی (۱)۔

دوسری قوموں کے طریقے پر کرنے سے اس کی عبادت کی شان باقی نہیں رہے گی، جتنی جتنی چیزیں اس میں دوسروں کی آتی چلی جائیں گی اسی قدر یہ نکاح عبادت اورسنتِ نبویہ سے نکل کرمحض رسوم ورواج اور وہ بھی غیرقوموں کا رسم ورواج بنتا چلا جائے گا۔ پھراس میں جو پابندیاں بے جالگائی جائیں گی ان کی مضرتیں مستقل اثر انداز ہوں گی، جس قدر اس میں ظلم ہوگا اسی قدر اس میں بجائے خیر وبرکت کے نحوست پیدا ہوگی (۲)۔ جو مفاسد سوال میں موجود ہیں وہ تو کچھ کم ہی ہیں، اس سے بھی زائد پیدا ہوسکتے ہیں۔

۱......تعلیمِ اسلام کے خلاف ہے، غیرقوموں کا طریقہ ہے۔

۲......ان مفاسد والی شادی میں ہرگز شرکت نہ کی جائے (۳)۔

۳......اس رسم کو ایجاد کرنے والے، اس کی اعانت کرنے والے، اس میں شرکت کرنے والے، اس

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة﴾. (الأحزاب: ۲۱)

"عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أما بعد! فإن خير الحديث كتاب الله، وخير الهدى هدى محمد، وشر الأمور محدثاتها". (مشكوٰة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول، ص: ۲۷، قديمي)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال النبي صلى الله عليه وسلم: "إن أعظم النكاح بركةً أيسره مؤنةً". (مشكوٰة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الثالث، ص: ۲۶۸، قديمي)

"وقال: ماأحدث قوم بدعةً إلا رُفع مثلها من السنة، فتمسك بسنة خير من إحداث بدعة".

(مشكوٰة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثالث، ص: ۳۱، قديمي)

(۳) "دعي إلى وليمة وثمة لعب أوغنا ...... (وإن علم أولاً) باللعب (لا يحضر أصلاً)". (الدر المختار، كتاب الحظر والإباحة: ۶/۳۴۸، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحظر والإباحة، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات: ۵/۳۴۳، رشيديه)

(والهداية، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب: ۴/۴۵۳، إمداديه ملتان)

سے خوش رہنے والے حسبِ حیثیت سب گنہ گار ہیں (۱)، سب کو توبہ کرنا اور نکاح سنت طریقہ پر لانا ضروری ہے (۲)۔

۴..... نفسِ نکاح تو ایجاب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے (۳)، مگر ان امور کا گناہ بھی ہوتا ہے، وہ بھی معمولی نہیں۔

۵..... بالکل ناحق مطالبہ ہے جو کہ ظلم ہے، جبراً لینا تو ناجائز ہے: "لا یحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه". الحدیث (٤)۔

۶..... یہ غیر قوموں کا طریقہ ہے جو کہ اسلامی نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۴/۱۳۹۱ھ۔

شادی میں لڑکے کی فرمائشیں

سوال [۵۵۳۴]: آج کل شادی میں لڑکوں کی طرف سے فرمائش ہوا کرتی ہے، طرح طرح کی چیزیں مانگتے ہیں، لینا اور پھر ضد کر کے لینا کیسا ہے؟ اور دینے والا تو مجبور ہے، لیکن پھر بھی دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ ضد اور فرمائش غلط ہے، بیجا ہے، ہرگز نہیں چاہئے، لڑکی کے والد بھی شرعاً مجبور نہیں (۵)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۵/۹۶ھ۔

---

(۱) "قال النبي صلی اللہ علیه وسلم: "من سن في الإسلام سنةً سیئةً، کان علیه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غیر أن ینقص من أوزارهم شيءٌ". (مشکوة المصابیح، کتاب العلم، الفصل الأول، ص: ۳۳، قدیمی)

(۲) "قال النبي صلی اللہ علیه وسلم: "إن الناس إذا رأوا منکراً فلم یغیروه، یوشک أن یعمهم اللہ بعقابه". (مشکوة المصابیح، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول، ص: ۴۳۶، قدیمی)

(۳) "النکاح ینعقد بالإیجاب والقبول". (الهدایة، کتاب النکاح: ۲/۳۰۵، مکتبه شرکة علمیة)

(۴) "قال النبي صلی اللہ علیه وسلم: "ألا! لا تظلموا، ألا! لا یحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه". (مشکوة المصابیح، کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة، الفصل الثاني، ص: ۲۵۵، قدیمی)

(۵) (راجع الحاشیة المتقدمة آنفاً)

نکاح میں غیر شرعی رسوم

سوال[۵۵۳۵]: زید اور اس کا پورا خاندان معتقد ہے مراسمِ نامشروع اور رواجِ کافرانہ کا، اسی وجہ سے عقد و نکاح کے سلسلہ میں ناچ، گانا، باجہ، منڈھا، مہندی، کلدوہ، سہرا اور تیل اتارنے کے نام سے جلتے چراغوں کا ایک تھال دولہا اور دولہن کے سروں پر گھمایا جاتا ہے، چاول اور تیل وغیرہ سروں پر نچھاور کئے جاتے ہیں، کوئی نکاح خاندانِ زید میں بغیر ان رسموں کے نہیں ہوتا، کیونکہ مذکورہ بالا رسموں کو وہ لوگ برا نہیں سمجھتے ہیں، اور باوجود سمجھانے کے بھی ان تمام رسموں کو حلال ہی جانتے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر زید کا نکاح مذکورہ اعتقاد اور رسم و رواج کافرانہ کے ساتھ ہوتو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ اور شرکائے مجلس یعنی وکیل و گواہ اور نکاح خواں وغیرہ پر کوئی الزام شرعی وارد ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر زید مذکورہ معتقدات اور رسمیات کے ساتھ ہونے والی منکوحہ کو طلاق دے بیٹھے تو اس منکوحہ مذکورہ کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنے کے لئے حلالہ ضروری ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انتہائی جہالت اور پرانی رسم کی وجہ سے زید ان چیزوں میں شریک ہے اور کفر نہیں سمجھتا اور سارے خاندان ہی کا یہ حال ہے، إنا لله۔ تاہم زید اور اس کے خاندان کو کافر و مرتد نہیں قرار دیا جائے گا اور اسلام سے خارج مان کر کافروں کے احکام نہیں دیئے جائیں گے (۱)۔ اس لئے اس نکاح کو بھی درست کہا جائے گا، اور اس پر پورے شرعی احکام جاری ہوں گے۔ اگر وہ تین طلاق دے گا تو پھر بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح کی اجازت نہیں ہوگی۔ عقائد و اعمال کی اصلاح بہر حال لازم ہے، اس کی پوری کوشش کی جائے (۲)۔ شرکائے مجلس، وکیل،

---

(۱) "إذا كان في المسئلة وجوه توجب التكفير، و وجهه واحد يمنع التكفير، فعلى المفتي أن يميل إلى الوجه الذي يمنع التكفير تحسيناً للظن بالمسلم، ثم إن كانت نية القائل الوجه الذي يمنع التكفير، فهو مسلم".

(التاتارخانية، كتاب أحكام المرتدين، فصل في إجراء كلمة الكفر اهـ: ۴۵۸/۵، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب السير، قبيل الباب العاشر في البغاة: ۲۸۳/۲، رشيديه)

(۲) "والذي صرح به أئمتنا أنه يجب على كل أحد وجوباً عيناً أن يعرف صحيح الاعتقاد من فاسده".

(الفتاوى الحديثية، باب في أصول الدين، مطلب: يتعين على ولاة الأمور اهـ، ص: ۲۷۵، قديمي)

گواہ، نکاح خواں کے لئے صرف شرکت مجلس کے مسائل دریافت کرنے پر قناعت نہ کی جائے، جب سارا خاندان ہی ایک رنگ میں رنگا ہوا ہے تو سب کی اصلاح لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

شادی وغیرہ رسوم کی اصلاح

سوال [۵۴۲۶]: اسلامی انجمنوں نے دستور العمل بنایا ہے تاکہ اس نازک وقت میں رسومات بد ترک ہوں بحکم خدا اور بفرمودۂ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمان ہر ایک کام انجام لائے۔ کمیٹی نے مختلف لوگوں کو دستور العمل کی کاپیاں بھی دیں، خط کے نقول بھی روانہ کئے، کمیٹی کی جانب سے وفد بھی گئے تاکہ فضول خرچی نہ کریں، یہ سب شیطانی کام ہے اور قوم اس سے روز بروز غربت اور مشکل میں پڑتی ہے۔

کئی بزرگوں نے اس پر لبیک کہا، قرآن وحدیث نبوی پر عمل کیا، کچھ جاہل لوگ ایسے بھی ہیں جن کو دولت حرام ملتی ہے، لوگوں کا خون چوستے ہیں، شیطانی کام کرتے ہیں۔ اگر دستور العمل اور خط ملنے کے باوجود انہوں نے اس پر عمل نہ کیا تو صرف قرآن وحدیث کے مطابق ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہئے تاکہ باقی لوگ بھی عبرت حاصل کریں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

فضول خرچی، غلط رسوم، ناجائز حرکات کی اصلاح ضروری ہے، شادی اور نکاح درحقیقت ایک عبادت ہے جو کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے (۱)۔ اس نیت

(۱) حدیث پاک میں ارشاد ہے: "عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم: "یا معشر الشباب! من استطاع منکم الباءة فلیتزوج؛ فإنه أغض للبصر، و أحصن للفرج، و من لم یستطع فعلیه الصوم، فإنه له و جاء". متفق علیه". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الأول، ص: ۲۶۷، قدیمی)

قال الملا علی القاری رحمه اللہ تعالیٰ: "قال بعضهم: هو واجب بالإجماع؛ لأنه یغلب علی الظن أو یخاف الوقوع فی الحرام ...... قیل: فرض کفایة. وقیل: واجب علی الکفایة. وقیل: مستحب. وقیل: سنة مؤکدة، وهو الأصح. وهو أقرب إلی العبادة حتی إن الاشتغال به أفضل من التخلی عنه لمحض العبادة". (مرقاة المفاتیح، کتاب النکاح، الفصل الأول: ۶/ ۲۱۱، رشیدیه)

سے شادی کی جائے اور وہی طریقہ اختیار کیا جائے جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اختیار کیا ہے اور کتبِ فقہ، نیز شروحِ حدیث میں اس کی تفصیل مذکور ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اصلاح الرسوم اور بہشتی زیور میں اس کی پوری تشریح فرمادی اور جو جو رسم غیر شرعی رائج ہوگئی ہے ان کو بھی لکھ دیا ہے۔

اگر سب برادری جمع ومتفق ہوکر اس پر عمل کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ بہت سی خرابیوں سے حفاظت رہے گی، اور یہ شادی گناہوں اور خرافات سے پاک ہوکر عبادت اور قربت بن جائے گی، اس کا نفع دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی ہوگا۔ جو لوگ خلافِ شرع اور ناچ گانا بجانا وغیرہ اپنی شادی میں کریں ان کی شادی میں شرکت نہ کی جائے اور آئندہ ان کے یہاں شادی سے بھی پرہیز کیا جائے، ان کی دعوت بھی قبول نہ کریں تاآنکہ وہ توبہ کرلیں اور ہر کام شریعت کے مطابق کرنے کا وعدہ کرلیں۔ نیز جہاں تک ہوسکے تشدد نہ کیا جائے، کوئی جسمانی یا مالی سزا نہ دی جائے، بلکہ شفقت وفہمائش سے کام لیا جائے، اللہ پاک مدد فرمائے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

سنت کے خلاف رسم ورواج کی پابندی کی جائے یا نہیں؟

سوال[۵۵۳۷]: اس وقت ہر ہر بستی میں اتنی قیود وپابندی ہے کہ ایک لڑکا شادی کرنا چاہتا ہے تو بمشکل کرسکتا ہے، کیونکہ بستی کے رسم ورواج میں فضول خرچی اور سراسر سنت کے خلاف ہورہا ہے۔ آیا اس کا ساتھ دیا جائے یا نہیں؟ اگر ساتھ نہیں دیتے ہیں تو بستی والے بائیکاٹ کردیتے ہیں، اس وقت ہم کو کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی حدِ وسعت تک نبھانا ہی چاہئے، اور حسنِ تدبیر وحسنِ اخلاق سے سمجھایا جائے (۱)، حضرت نبی

---

(۱) "وينبغي للآمر والناهي أن يرفق، ليكون أقرب إلى تحصيل المطلوب". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الأول: ۸/۸۶۳، (رقم الحديث: ۵۱۳۷)، رشيديه)

اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک حالات اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ودیگر اکابر کے حالات سنانے کا اہتمام کیا جائے، جس سے اپنے طریق کا غلط ہونا معلوم ہو، اور ان کے اتباع کی رغبت پیدا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۱۳۸۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۱۱/۱۳۸۶ھ۔

کیا گدی نشین کا نکاح جرم ہے؟

سوال[۵۵۳۸]: اگر خانقاہوں میں تعزیہ بنتا ہے اور چادر چڑھائی جاتی ہے اور وہاں کا یہ دستور ہے کہ جو گدی نشین ہو وہ نکاح نہ کرے، اگر نکاح کرے تو گدی سے اتار دیا جائے گا، لیکن اگر زنا کرے تو گدی سے نہ اتارا جائے۔ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

یہ انتہائی جہالت وضلالت ہے کہ سنت پر عمل کرنا تو جرم قرار پائے اور حرام کاری جرم نہ ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

زیادتِ مہر، جہیز اور بھات وغیرہ مٹانے کے لئے کمیٹی کی بعض تجاویز

سوال[۵۵۳۹]: مسلم چھیپی ایسوی ایشن ضلع بجنور نے اپنی ایک سماجی تنظیم بنائی ہے جس میں انہوں نے اپنی شادیوں میں زیور، کپڑا، رسم منگنی اور رخصتی وغیرہ کے اخراجات میں کمی کی ہے، وہیں مہر، جہیز پر بھی پابندی عائد کردی ہے۔

۱......نکاح کے لئے طے کیا ہے کہ نکاح صرف مہر فاطمی پر ہوگا، پانچ برتن سے زائد نہیں دے سکتا، نقد اکاون روپیہ سے زائد نہیں دے سکتا، اس کے علاوہ سلائی مشین، گھڑی، سائیکل، پلنگ، پیڑھا، اگر توفیق ہو تو دے سکتا ہے۔ کیا یہ پابندی شرعاً جائز ہے، اس پر عمل کرنے والے گنہگار تو نہیں ہوں گے؟

---

(۱) زنا تمام ادیان میں حرام ہے اور اس سے اس کی قباحت کا پتہ چلایا جاسکتا ہے، کیونکہ بہت سی چیزیں اسلام میں حرام ہیں، لیکن دوسرے ادیان میں جائز ہیں مثلاً شراب، لیکن زنا چونکہ نسلِ انسانی کے تحفظ اور تشریف کے لئے ہادم اور نافی ہے اس وجہ سے تمام ادیان کے اندر حرام کیا گیا ہے: "الزنا حرام في جميع الأديان والملل". (ردالمحتار، كتاب الحدود: ۴/۴، سعيد)

۲..... بھات اور دسیاری (۱) کی رسم کو سابق رواج کے مطابق رکھا گیا ہے، کیا یہ رسم شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... اقتصادی، معاشی، معاشرتی سدھار کے لئے قوم پر توجہ کرنا اور انتظام کرنا بہت مناسب ہے تا کہ غلط طریقے اور غلط اخراجات بند ہو کر صحیح طریق پر سنت کے مطابق نکاح کی تقریب انجام پائے، مہر کی مقدار شریعت نے کم سے کم دس درہم تجویز کی ہے جو تقریباً ۳/تولہ چاندی ہے (۲)، زیادہ کی مقدار مقرر نہیں کی، لیکن اتنی بڑی مقدار تجویز کر دینا جو شوہر کے قابو سے بالکل باہر ہو جائے، اور ادا کرنے کی کبھی بھی نوبت نہ آئے بہت غلط طریقہ ہے، اس کی ممانعت آئی ہے (۳)۔

اسی طرح جہیز کی ایسی پابندی کہ قرض لے کر دیا جائے اور وہ بھی سودی، جس کی وجہ سے بسا اوقات زمین، مکان، زیور پر آفت آجاتی ہے، یہ سب غلط طریقہ ہے، مگر سب کی حیثیت یکساں نہیں ہوتی اور سب کے

(۱) بھات: جو سامان بطور امداد بھائی کی طرف سے بہن کے ہاں کسی تقریب میں بھیجا جائے"۔ (فیروز اللغات، ص: ۲۲۹، فیروز سنز، لاہور)

دسیاری: امداد، مدد، بچاؤ، حفاظت، قوت، طاقت"۔ (فیروز اللغات، ص: ۶۲۷، فیروز سنز لاہور)

(۲) "عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال: "سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "ولا مهر أقل من عشرة". (إعلاء السنن، باب: لا مهر أقل من عشرة: ۱۱/۸۱، إدارة القرآن کراچی)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل الأول في أدنى مقدار المهر: ۱/۳۰۲، رشیدیه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر: ۳/۱۰۱، سعید)

(۳) "قال عمر بن الخطاب رضي الله تعالى عنه: "ألا! لا تغالوا صدقة النساء .... ماعلمت رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم نكح شيئاً من نسائه ولا أنكح شيئاً من بناته على أكثر من ثنتي عشرة أوقيةً"، هذا حديث حسن صحيح". (جامع الترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء في مهور النساء: ۱/۲۱۱، سعید)

(وسنن أبي داؤد، باب الصداق: ۱/۲۹۴، إمدادیه ملتان)

(وكذا في حجة الله البالغة، كتاب النكاح، باب عدم المغالاة في الصداق: ۲/۳۴۳، قديمي)

لئے ایک حد بھی تجویز نہیں کی جاسکتی۔ تاہم جو لوگ مہر فاطمی کی رعایت سنت سمجھ کر کریں گے وہ مستحق اجر وثواب ہوں گے۔ اگر وقتِ نکاح جہیز نہ دیا جائے، یا برادری کی تنظیم کے موافق دیا جائے، زیادہ نہ دیا جائے تو اس صورت میں تنظیم بھی برقرار رہے گی اور بعد میں جو کچھ دل چاہے لڑکی کو دیتے رہیں، اس میں رکاوٹ نہیں ہوگی، اپنی لڑکی کو کبھی کبھی کچھ دینا منع نہیں (۱)۔

۲...... بھات وغیرہ کی رسم غیر شرعی ہے (۲) اس کو بند کیا جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/ ۷/ ۹۹ھ۔

---

(۱) "عن علي رضي الله تعالیٰ عنه قال: جهّز رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاطمة في خميل و قربة و وسادة حشوها إذخر الفرش". (سنن النسائي، كتاب النكاح، باب جهاز الرجل ابنته: ۲/ ۹۲، قديمي كتب خانه)

(وكذا في الإصابة. كتاب النساء، حرف الفاء: ۸/ ۲۶۷، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالیٰ عنها قالت: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "من أحدث في أمرنا هذا ماليس منه فهو رد". متفق عليه". (مشكوة المصابيح، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الأول، ص: ۲۷، قديمي)

(۳) قال النبي صلی الله تعالی عليه وسلم: "من رای منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، وذلک أضعف الإيمان". (الصحيح لمسلم، كتاب الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان: ۱/ ۵۱، قديمي)

باب من یحل نکاحه

(جس سے نکاح جائز ہے)

پھوپھی کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۴۰]: ایک شخص اپنے لڑکے کا عقد اپنی سگی بہن کی لڑکی سے کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

پھوپھی کی لڑکی سے نکاح درست ہے، جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان میں یہ داخل نہیں ہے:

﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

پھوپھی، ماموں، خالہ کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۴۱]: پھوپھی، ماموں، خالہ کی لڑکیوں سے شادی اسلام کی نگاہ میں درست ہو جاتی

---

(۱) (سورة النساء: ۲۴)

قال ابن كثير رحمه الله تعالى تحت هذه الآية: "أى ماعدا من ذُكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

"أى أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم". (التفسير المنير: ۵/۶، دار الفكر بيروت)

قال الله تعالىٰ ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾: أى ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة". (التفسير المظهرى: ۲/۶۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى بيان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذافى تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل فى المحرمات: ۲/۴۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

ہے، لیکن ایک غیر مسلم ہندو اس کو بُرا گردانتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اپنی بہن لڑکی کی مانند ہے، اسلام اس سے شادی درست قرار دیتا ہے اور جائز سمجھتا ہے اور بہن کی لڑکی سے کوئی مذہب شادی بیاہ کو درست نہیں سمجھتا ہے۔ لہذا اس اعتراض کا جواب بھی بجائے نقل کے عقل سے دیا جائے تاکہ مخالف اور باطل کو اس کے اعتراض کا جواب کافی شافی مل جائے اور مطمئن ہو جائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

کتب فقہ میں ایسے نکاح کی اجازت موجود ہے اور کتب حدیث میں زمانۂ خیر القرون میں ایسے نکاح کا ثبوت مذکور ہے۔ قرآن کریم سورۂ احزاب میں حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جن عورتوں سے نکاح کرنے کو حلال فرمایا گیا ہے: ﴿یا أیها النبي إنا أحللنا لك﴾ اھ. اس میں ﴿وبنات عمك وبنات عماتك﴾ اھ (۱) بھی مذکور ہے۔ اور امت کے لئے محرمات کو شمار کرا کے سورۂ نساء میں کلیہ بیان فرمادیا گیا ہے ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ الآیة (۲)۔

غیر مسلم کے نزدیک جب نفسِ اسلام ہی باطل ہے تو پھر ان مسائل میں اس کو بحث کرنا ہی بیکار ہے، وہ اسلام کی عقلیت کو نہیں سمجھ پاتا تو اس کے فرعی مسائل کی عقلیت کو کیسے سمجھ پائے گا، وہ عقل سے اس قدر بعید بلکہ محروم ہے کہ بہن کے معنی ومقصود کو بھی نہیں سمجھتا، جو جو رعایت حقیقی بہن کے ساتھ ہے کیا وہی چچازاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد بہن کے ساتھ بھی ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۴۲]: ۱...... اپنی خالہ زاد بہن کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (سورة الأحزاب : ۵۰)

(۲) (سورة النساء : ۲۴)

"أي ماعدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۵/۶، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲/۶۶، حافظ كتب خانه كوئٹه)

۲......اپنی ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......خالہ زاد بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہے۔

۲...... پھوپھی زاد اور ماموں زاد بہن کی لڑکی سے بھی نکاح درست ہے۔جس جس عورت سے نکاح حرام ہے اس کی تفصیل چوتھے پارہ کے آخر میں قرآن پاک میں بیان فرمادی گئی ہے، اس میں ان مذکورتین عورتوں کوشمارنہیں کیا گیا ہے(۱)، تفصیل کے بعد فرمادیا گیا:﴿و أحل لكم ما وراء ذلكم﴾(۲) یعنی''ان محرمات کے علاوہ عورتوں سے نکاح درست ہے''۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح :بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

خالہ اور چچا وغیرہ کی لڑکیوں سے نکاح

سوال[۵۵۴۳] : خالہ کی لڑکی اور پھوپھی کی لڑکی اور تائی کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالہ کی لڑکی اور پھوپھی کی لڑکی اور تائی کی لڑکی سے نکاح کرنا ممنوع نہیں بلکہ جائز ہے، اگر کوئی اَور وجہ

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم، و بناتكم، و أخواتكم، وعماتكم، وخالاتكم، وبنات الأخ، و بنات الأخت، و أمهاتكم الّتي أرضعنكم، وأخواتكم من الرضاعة، وأمّهٰت نسائكم، وربائبكم الّتي في حجوركم من نسائكم الّتي دخلتم بهن، فإن لم تكونوا دخلتم بن فلاجناح عليكم، وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم، وأن تجمعوا بين الأختين إلا ماقد سلف، إن الله كان غفوراً رحيماً﴾ (سورة النساء : ۲۳)

(۲) (سورة النساء : ۲۴)

''أي ماعدا من ذُكرن من المحارم، هن لكم حلال''. (تفسير ابن كثير : ۱/ ۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في التفسير المنير : ۵/ ۶، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري : ۲/ ۶۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات : ۳/ ۴۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

حرمت ہو مثلاً مصاہرت یا رضاعت تو دوسری بات ہے، ورنہ صرف مذکورہ فی السوال رشتہ مانع نکاح نہیں (۱)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح

سوال [۵۵۴۴]: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا جو حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے، ہر مسلمان کو فرض ہے کہ سنت کی پیروی کرے، لیکن میری عمر ۷۷/ برس کی ہوئی، ایسا عقد میری نظر سے نہیں گذرا، نہ آپ کے یہاں کوئی عقد ہوا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جن قرابتوں سے نکاح حرام ہوتا ہے ان کی تفصیل قرآن پاک (۲) اور حدیث شریف (۳) اور کتب فقہ میں مذکور ہے (۴)، چچازاد بھائی ان قرابتوں میں نہیں (۵)۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیٹی

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان "پھوپھی کی لڑکی سے نکاح"۔)

(۲) قال الله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهتكم وبنتكم وأخواتكم وعمتكم وخلتكم وبنت الأخ وبنت الأخت وأمهتكم الّتي أرضعنكم وأخواتكم من الرضاعة وأمهات نسائكم وربائبكم الّتي في حجوركم من نسائكم﴾ الخ. (سورة النساء: ۲۳)

(۳) "عن ابن عباس رضي الله عنه قال: حرم من النسب سبعٌ ومن الصهر سبعٌ، ثم قرأ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ رواه البخاري". قال الملا على القاري رحمه الله تعالى: "حرم من النسب سبع": أى نسوة وهن: الأم، والبنت، والأخت والعمة، والخالة، وبنت الأخ، وبنت الأخت". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الثالث: ۶/۳۴۰، رشيديه)

(۴) "لايحل للرجل أن يتزوج بأمه ولا جداته من قبل الرجال والنساء، لقوله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم﴾ الجدات أمهات .... ولا بنته لما تلونا، ولا ببنت ولده وإن سفلت للإجماع، ولا بأخته ولا ببنات أخته ولا ببنات أخيه ولا بعمته ولا بخالته ... وتدخل فيها العمات المتفرقات والخالات المتفرقات وبنات الإخوة المتفرقين؛ لأن جهة الاسم عامة". (الهداية، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/۳۰۷، مكتبة شركة علمية ملتان)

(۵) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ماوراء ذالكم﴾ (سورة النساء: ۲۴) .... =

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کردینا بذریعۂ وحی تھا، اس پر شبہ کی گنجائش نہیں (۱) اور اس کی نظیر تلاش کرنا لاحاصل ہے، کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ۷/۷ سال سے زائد بھی عمر ہوجائے تب بھی اس فکر میں نہ پڑیں۔ البتہ حقیقی بھائی کی لڑکی سے نکاح حرام ہے، جیسے قرآن پاک میں ہے ﴿وبنات الأخ﴾ (۲)، عینی، علاتی، اخیافی سب کا یہی حکم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= "ماعدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(۱) "وعن بريدة رضي الله تعالىٰ عنه قال: خطب أبوبكر وعمر فاطمة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "إنها صغيرة" ثم خطبها عليّ فزوجها منه". رواه النسائي".

قال الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ تحته: "ثم إن الله تعالىٰ أمرني أن أزوّج فاطمة بنت خديجة من عليّ بن أبي طالب، فاشهدوا أني قد زوجته على أربعمائة مثقال فضة إن رضي بذلك علي بن أبي طالب". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه، الفصل الثالث: ۱۵/۴۷۶، ۴۷۷، رشيديه)

"عن عبدالله بن بريدة عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه قال: خطب أبوبكر وعمر رضي الله تعالىٰ عنهما فاطمة، فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إنها صغيرة" فخطبها عليٌّ فزوجها منه". (سنن النسائي، كتاب النكاح، تزوج المرأة مثلها في السن: ۲/۶۹، قديمي)

(۲) "عن ابن عباس رضي الله عنهما قال: حرم من النسب سبعٌ ومن الصهر سبعٌ، ثم قرأ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم﴾ رواه البخاري". قال الملا علي القاري رحمه الله تعالىٰ: "حرم من النسب سبع": أي نسوة وهن: الأم، والبنت، والأخت والعمة، والخالة، وبنت الأخ، وبنت الأخت". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الثالث: ۶/۳۴۰، رشيديه)

"لايحل للرجل أن يتزوج بأمه ولاجداته من قِبل الرجال والنساء، لقوله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم﴾ الجدات أمهات .... ولا ببنته لما تلونا، ولا ببنت ولده وإن سفلت للإجماع، ولا بأخته ولا ببنات أخته ولا ببنات أخيه ولا بعمته ولا بخالته ...... وتدخل فيها العمات المتفرقات والخالات المتفرقات وبنات الإخوة المتفرقين؛ لأن جهة الاسم عامة". (الهداية، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/۳۰۷، مكتبة شركة علمية ملتان)

چچازاد بھائی کی لڑکی سے نکاح

سوال[۵۵۴۵]: دو بہن بھائی ہیں، بھائی کا ایک لڑکا ہے اور بہن کے لڑکے کی لڑکی ہے، رشتہ سے بھائی کا لڑکا اس لڑکی کا چچا ہوتا ہے۔ تو ان دونوں کی آپس میں شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رشتہ ایسی قرابت نہیں ہے جس کی وجہ سے نکاح حرام ہو، حقیقی بھائی، بہن کی لڑکی سے نکاح ناجائز ہوتا ہے۔ پھوپھی زاد، چچازاد، خالہ زاد، ماموں زاد بہن کی لڑکی سے نکاح ناجائز نہیں ہوتا ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۶/۳/۸۸ھ۔

بیوہ کا نکاح دیور سے

استفتاء [۵۵۴۶]: ایک شخص اپنی منکوحہ بیوی اور لڑکی و والدین حقیقی و تین برادر نابالغ چھوڑ کر انتقال کر گیا، مرحوم کے والدین مرحوم کی بیوی سے اپنے دوسرے لڑکے خوردسال کی شادی یا نکاح کرنا چاہتے ہیں، مرحوم کی بیوی اور بیوی کے ورثاء بھی اس نکاح سے ناراض ہیں۔ شرعاً بصورت مذکورہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مرحوم کی بیوی جب کہ بالغہ ہے تو کوئی شخص جبراً اس کا نکاح نہیں کرسکتا(۲)، جہاں نکاح کرنا ہو اس کی مرضی سے کریں، اگر اپنے دیور سے رضامند ہو، اور بھی کوئی مانع نہ ہو تو اس سے بھی درست ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/ ذوالحجہ/ ۵۶ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ''خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح''۔)

(۲) "و لا تجبر البالغة البكر على النكاح". (الدر المختار، باب الولي: ۵۸/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۴/۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۴۹۵/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾. (النساء: ۲۴) .... =

بھابھی کے پہلے شوہر کی لڑکی سے نکاح

سوال[۵۵۴۷]: نقشۂ مذکورہ کے مطابق ہندہ کا نکاح سعید سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ زید مر چکا ہے، خالدہ نے نکاح ثانی عبداللہ سے کیا ہے۔

خالدہ ——— زوجین ——— اورزید
زوجین
عبداللہ: شوہر ثانی — ہندہ: دختر زید
عبداللہ کا چھوٹا بھائی: سعید

بانی: عرفان ابن مغل

الجواب حامداً ومصلیاً:
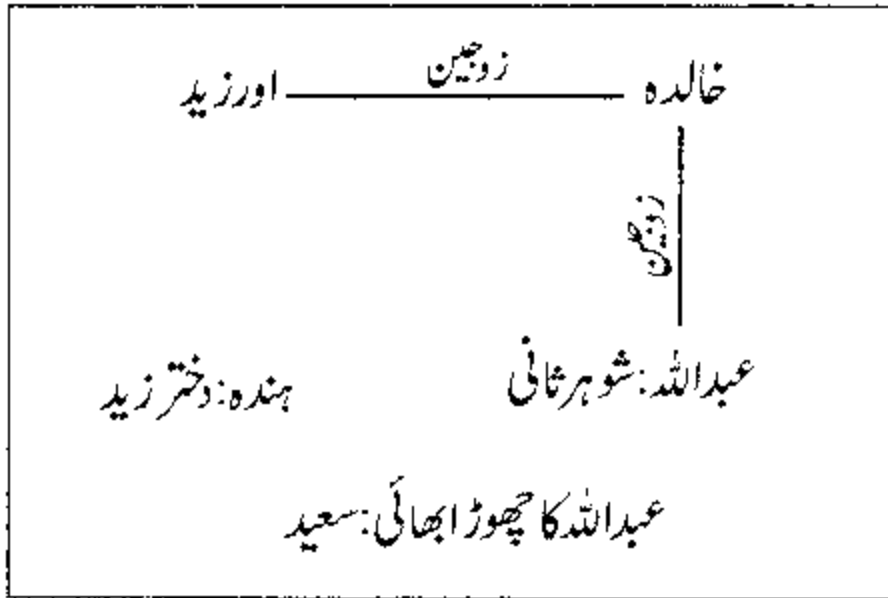
ا...... ایسی صورت میں عبد اللہ کا چھوٹا بھائی سعید ہندہ سے عقد کرسکتا ہے اس لئے کہ وہ محرم نہیں ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۸ھ۔

بیوہ کا نکاح امام سے

سوال[۵۵۴۸]: ہندہ اور اس کے بچے مسلمان ہو گئے تھے، ان میں سے بڑی لڑکی کی شادی مسلمان سے کردی گئی تھی، اب وہ لڑکی بیوہ ہوگئی ہے تو اس بیوہ کا نکاح بعد عدت امام سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ لوگ اس میں شک کر رہے ہیں کہ نماز نہیں ہوگی۔

= "أي ماعدا من ذُكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

"أي أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم". (التفسير المنير: ۶/۵، دار الفكر بيروت)

قال الله تعالىٰ ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾: أي ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة". (التفسير المظهري: ۶۶/۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۴۳۷/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذافي تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۶۹/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، بہن کی لڑکی سے نکاح")

الجواب حامداً ومصلیاً:

قال الله تعالیٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾(۱)۔ جب وہ لڑکی مسلمان ہے اور اس کی عدت بھی ختم ہوچکی تو مسلمان مرد سے اس کی شادی بلاتکلف درست ہے(۲)، جوشخص اس سے نکاح کرے گا اس نکاح کی وجہ سے اس کی امامت میں کچھ خرابی نہیں آئے گی، بلاشک وشبہ اس کی امامت درست ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۲/۸۷ھ۔

بیوی کی چچازاد بہن سے نکاح

سوال[۵۵۴۹]: اپنی بیوی کی چچازاد بہن سے شادی کرسکتا ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنی بیوی کے ہوتے ہوئے بھی اس کی چچازاد بہن سے عقد نکاح درست ہوگا (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۲/۸۸ھ۔

بہن، بھائی کے لڑکے لڑکی کا آپس میں نکاح

سوال[۵۵۵۰]: ایک ماں باپ سے دو بھائی بہن ہیں تو بھائی کا لڑکا اور بہن کی لڑکی ان دونوں کا

---

(۱) (سورة النساء: ۲۴)

"أي ما عدا من ذكرن من المحارم هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

"أي أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم". (التفسير المنير: ۵/۶، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲/۶۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح"۔)

نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھائی کے لڑکے کا نکاح بہن کی لڑکی سے کرنا جائز ہے، نکاح کرنے میں کوئی وجہ حرمت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۳/۸۸ھ۔

ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ سے نکاح

سوال [۵۵۵۱]: زید کی ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ ہے، زید اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ نکاح درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ساس کی ماموں زاد ہمشیرہ سے نکاح درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۴/۱۴۰۱ھ۔

والد کی ماموں زاد بہن سے نکاح

سوال [۵۵۵۲]: حقیقی بہن کے بڑے پوتے سے اپنی حقیقی لڑکی کا نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقیقی بہن کے پوتے سے اپنی حقیقی لڑکی کا نکاح کرنا شرعاً درست ہے، یہ ان رشتوں میں سے نہیں جن

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان: ''خالہ زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، بہن کی لڑکی سے نکاح''۔)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (النساء: ۲۴)

''أی ماعدا من ذکرن من المحارم، هن لکم حلال''. (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(وکذا فی التفسیر المظهری: ۲/۶۶، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، دار الکتب العلمیة بیروت)

کوشریعت نے حرام قرار دیا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۴/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند،۵/۱۱/۸۸ھ۔

والد کے پھوپھی زاد بھائی سے نکاح

سوال[۵۵۵۳]: لڑکی کے والد اور لڑکا آپس میں ماموں، پھوپھی زاد بھائی ہوتے ہیں، جس سے نکاح ہو رہا ہے وہ چچا لگتا ہے۔لڑکی کا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ پھر ماں باپ کی غیر موجودگی میں نکاح کرا دیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پھوپھی زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح شرعاً جائز ہے، حقیقی چچا سے ناجائز ہے، لیکن یہ حقیقی چچا نہیں بلکہ اس کے والد کا پھوپھی زاد بھائی ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند،۲۱/۲/۹۲ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم، و بناتکم، وأخواتکم، وعماتکم، وخالاتکم، وبنات الأخ، و بنات الأخت، و أمهاتکم الّتی أرضعنکم، وأخواتکم من الرضاعة، وأمّهٰت نسائکم، وربائبکم الّتی فی حجورکم من نسائکم الّتی دخلتم بهن، فإن لم تکونوا دخلتم بهن فلاجناح علیکم، وحلائل أبنائکم الذین من أصلابکم، وأن تجمعوا بین الأختین إلا ماقد سلف، إن اللہ کان غفوراً رحیماً.........وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (سورة النساء : ۲۴)

"أی ماعدا من ذکرن من المحارم، هن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر : ۱/۴۷۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(وکذا فی التفسیر المظهری : ۲/۶۲، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (النساء : ۲۴)

"أی ماعدا من ذُکرن من المحارم، هن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، سهیل اکیڈمی)

(وکذا فی التفسیر المنیر : ۵/۲، دارالفکر بیروت)

(وکذا فی التفسیر المظهری : ۲/۶۲، حافظ کتب خانه کوئٹه)

سوتیلی ساس سے زنا، پھر نکاح

سوال[۵۵۵۴]: ایک شخص نے اپنی سوتیلی ساس سے زنا کیا جس سے حمل بھی ہوگیا اور اس حمل کی حالت میں اس سے نکاح کرلیا۔ آیا یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ نیز سوتیلی ساس سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کے متعلق جس نے اپنی سوتیلی ساس سے زنا کیا ہو پھر حمل کی حالت میں اس سے نکاح کرلیا ہو، قرآن مجید احادیث صحیحہ اور فقہ اسلامیہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کرنا قطعاً حرام ہے(۱)، اگر شرعی طریق پر زنا کا ثبوت ہوجائے تو حکومتِ اسلامیہ میں زانی اور زانیہ پر حدِ زنا جاری کرنا لازم ہے(۲)، اپنی سوتیلی ساس یعنی اپنی بیوی کی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا شرعاً درست ہے خواہ بیوی زندہ ہو، خواہ مرچکی ہو: "بخلاف الجمع بين امرأة و بنت زوجها، فإنه يجوز، اهـ". مجمع الأنهر (۳)۔ ایسی حاملہ سے بھی نکاح درست ہے، اگر وہ حمل اس نکاح کرنے والے کا ہے (زنا سے) تب تو اس کو صحبت بھی جائز ہے اور اگر کسی اور کا ہے تو وضعِ حمل سے پہلے صحبت وغیرہ ناجائز ہے اور نکاح جائز ہے:

"وصح نكاح حبلى من زنا عند الطرفين، و عليه الفتوى لدخولها تحت النص، و فيه إشعار بأنه لو نكح الزاني، فإنه جائز بالإجماع، خلافاً لأبي يوسف رحمه الله تعالى قياساً على الحبلى من غيره. و لا توطئ الحبلى من الزنا: أي يحرم الوطي، و كذا دواعيه، و لا تجب النفقة

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿و لا تقربوا الزنى إنه كان فاحشةً و ساء سبيلاً﴾. (سورة الإسراء: ۳۲)

(۲) "ويثبت بشهادة أربعة في مجلس واحد بلفظ الزنا، لا الوطء والجماع، فيسألهم الإمام عنه: ما هو؟ و كيف هو؟ و أين هو؟ و متى زنا؟ و بمن زنا؟ فإن بينوه وقالوا: رأيناه و طئها في فرجها كالميل في المكحلة، وعُدّلوا سراً وعلناً، حكم به وجوباً". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، كتاب الحدود: ۴/۷، ۸، سعيد)

(۳) (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۳۰۹، مكتبه شركة علميه ملتان)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث: وأما الجمع بين ذوات الأرحام: ۱/۲۷۷، رشيديه)

حتى تضع الحمل اتفاقاً، اهـ". مجمع الأنهر (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۱۱/۵۵ھ۔

سوتیلی خالہ سے نکاح

سوال [۵۵۵۵]: پہلی بیوی کا لڑکا اور دوسری بیوی کی بہن، ان کا ایک دوسرے سے نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر دو بہنیں ہوں، ان میں سے ایک سے ایک آدمی نکاح کرے اور دوسری سے اس کا لڑکا نکاح کرے تو شرعاً اجازت ہے (۲)، یعنی سوتیلی والدہ کی بہن، حقیقی خالہ کی طرح حرام نہیں، بلکہ اس سے نکاح جائز ہے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۲/۳/۱۳۹۱ھ۔

---

(۱) (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بهاحق الغير: ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لايكون بها حمل من آخر: ۳/۴۵۳، دار الكتب العلمية ملتان)

(۲) "لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، و يتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث في المحرمات، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۷، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۳، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿و أحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴) .... =

سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح

سوال[۵۵۵۱]: زید کی دو بیویاں ہیں: زینب اور کلثوم۔ پہلی بیوی زینب سے ایک لڑکا خالد ہے، دوسری بیوی کلثوم کی ایک بہن رقیہ ہے۔ واضح رہے کہ کلثوم اور رقیہ بھی آپس میں سوتیلی بہن ہیں۔ تو خالد کا نکاح رقیہ سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ لڑکی بھی سوتیلی ماں کی سوتیلی بہن ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالہ سے نکاح حرام ہے، مگر خالہ وہ ہے جو حقیقی والدہ کی بہن ہو(۱)، سوتیلی والدہ، والد کی دوسری بیوی کی جو بہن ہے وہ خالہ نہیں اس سے نکاح حرام نہیں، لہٰذا زید کے لڑکے خالد کا نکاح زید کی دوسری بیوی کلثوم کی حقیقی بہن سے درست ہے اگر کوئی اور رشتہ حرمت درضاعت وغیرہ کا نہ ہو(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

= "أی ماعدا من ذکرن من المحارم، هن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(وکذا فی التفسیر المظهری: ۲/۲۶، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقرابة: ۳/۴۱۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم، و بناتکم، وأخواتکم، و عماتکم، وخالاتکم و بنات الأخ، و بنات الأخت﴾ الآیة (سورة النساء: ۲۳)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۴۰۵، ۴۰۶، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۶۴، رشیدیه)

(۲) "أسباب التحریم أنواع: قرابة، مصاهرة، رضاع، جمع، ملک، شرک، إدخال أمة علی حرة، فهی سبعة، الخ". (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۲۸، سعید)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿و أحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أی ماعدا من ذکرن من المحارم، هن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، سهیل اکیڈمی لاهور)=

سوتیلی والدہ کی حقیقی بہن سے نکاح

سوال[۵۵۵۷]: حاجی عبدالرحمٰن کی دو بیویاں: مریم بی اور زیب النساء ہیں، پہلی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، اس سے دو لڑکے: شبیر احمد اور رحمت احمد ہیں، دوسری بیوی اپنی حقیقی بہن سے شبیر احمد کا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ تو یہ نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالہ سے نکاح کرنا حرام ہے(۱)، مگر خالہ وہ ہے جو والدہ کی بہن ہو، سوتیلی والدہ کی بہن خالہ نہیں، اس سے نکاح جائز ہے۔ شبیر احمد کی اپنی والدہ مریم بی کا انتقال ہوگیا، شبیر احمد کے والد کی دوسری بیوی زیب النساء ہے جو کہ شبیر احمد کی حقیقی والدہ نہیں بلکہ سوتیلی والدہ ہے، زیب النساء کی بہن شبیر احمد کی خالہ نہیں، لہذا ان دونوں کا نکاح جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۱۹/۴/۹۰ھ۔

سوتیلے ماموں سے شادی

سوال[۵۵۵۸]: زید کی دو بیٹی جوان ہیں مگر بیوی کا انتقال ہوگیا ہے، زید نے دوسری شادی کر لی۔

= (وكذا في التفسير المنير: ۶/۵، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۶۶/۲، حافظ كتب خانه كوئته)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۴۳۷/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم و بناتكم وأخواتكم و عماتكم و خالاتكم و بنات الأخ و بنات الأخت﴾ الآية (سورة النساء: ۲۳)

(وراجع: صحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ما يحل من النساء و ما يحرم: ۷۶۵/۲، قديمي)

(وبدائع الصنائع للعلامة الكاساني، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۴۰۵/۳، ۴۰۶ دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴)

(وأيضاً راجع للتخريج المسئلة السابقة)

ب، دوسری بیوی کے بھائی سے زید کی بیٹی کی شادی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی لڑکی کی شادی اس کے ماموں سے درست نہیں، مگر یہاں زید کی دوسری بیوی کا بھائی زید کی پہلی بیوی سے جو بیٹی ہے اس کا ماموں نہیں۔ یہ نکاح شرعاً درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

چچی سے نکاح

سوال[۵۵۵۹]: میں نے نکاح ثانی کیا ہے جو رشتہ میں میری چچی لگتی ہے، سگی چچی نہیں ہے، لیکن اب کچھ لوگ اس پر شبہ کرتے ہیں۔ حضور والا کا فتویٰ مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر سگی چچی بھی ہو اور کوئی دوسرا رشتہ اس سے حرمت والا نہ ہو، اور وہ بیوہ ہو کر عدت گزر جائے تو اس سے بھی نکاح شرعاً درست ہے، کوئی شبہ نہ کریں(۲)۔ لیکن جب بیویاں دو ہوں تو دونوں کے حقوق برابر ادا کرنا لازم ہے، ایسا نہ ہو کہ ایک طرف جھک جائے اور دوسری کی پرواہ نہ کرے کہ یہ ظلم ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۱۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۱۵ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "سوتیلی والدہ کی بہن سے نکاح"۔)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أي ماعدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۵/۶، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲/۲۲، حافظ كتب خانه كوئته)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "و منها وجوب العدل بين النساء في حقوقهن ..... فإن كان له أكثر من امرأة، فعليه العدل بينهن في =

چچی سے نکاح

سوال[۵۵۲۰]: زید کی زوجہ مسماۃ ہندہ کا نکاح زید کے طلاق دینے یا انتقال کے بعد زید کے حقیقی بھائی کے بیٹے عمرو کے ساتھ جائز ہے یا نہیں، نیز ہندہ کے بطن سے زید کے اولاد بھی موجود ہے۔ نیز ہندہ زید کی زوجیت میں ہوتے ہوئے عمرو سے مثل اجنبی پردہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چچی سے بھتیجے کا نکاح شرعاً درست ہے بشرطیکہ کوئی اور مانع: مصاہرت ورضاعت وغیرہ نہ ہو(۱)۔ چچی اور بھتیجے آپس میں محرم نہیں بلکہ اجنبی ہیں، ان میں پردہ ضروری ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱۱/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۱/۶۴ھ۔

= حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة، و هو التسوية بينهن في ذلك .... والأصل فيه قوله عزوجل: ﴿وإن خفتم أن لا تعدلوا فواحدة﴾ [النساء: ۳] .... ﴿ذلك أدنى ألا تعولوا﴾: أى تجوروا، والجور حرام، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في وجوب العدل بين النساء: ۳/۲۰۸، ۲۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب القسم: ۳/۳۷۹، رشيديه)

(وكذا في فقه السنة، الكفاءة في الزواج، الحقوق الواجبة للزوجة على زوجها: ۲/۱۴۲، دار الكتب بشاور)

(۱) (تقدم تخريجه تحت المسئلة المتقدمة)

(۲) "عن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إياكم والدخول على النساء": أى غير المحرمات على طريق التخلية أو علىٰ وجه التكشف: فقال رجل: يا رسول الله! أرأيت الحمو؟ ...... قال ابن الملك: أى أخبرني عن دخول الحمو عليهن ...... و هم أقارب الزوج غير آباءه وأبناءه. قال القاضي: الحمو قريب الزوج كابنه وأخيه ....، قال: "الحمو الموت، الخ". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب النظر إلى المخطوبة و بيان العورات، الفصل الأول: ۶/۲۷۸، رشيديه)

(وكذا في فيض القدير: (رقم الحديث: ۲۹۱۸): ۵/۲۴۵۲، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

چچی اور ممانی سے نکاح

سوال[۵۵۲۱]: بھتیجا یا بھانجا اپنی چچی یا ممانی سے نکاح کرسکتا ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ رشتہ نکاح سے مانع نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۴/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/۴/۶۳ھ۔

بھائی کی مزنیہ کی لڑکی سے نکاح

سوال[۵۵۲۲]: ۱...... زید کے ناجائز (زنا) کے تعلقات ماموں کی بیوی سے ہیں تو زید کے چھوٹے بھائی کا نکاح ماموں کی بیوی کی لڑکی سے جائز ہے یا حرام؟ ماموں بھی زندہ ہیں۔

۲......اگر زید کے ماموں کی بیوی خود تسلیم کرے کہ یہ میری لڑکی میرے شوہر کے نطفہ سے ہے تو نکاح حرام ہے یا حلال؟

۳..... اس فیصلہ کے بعد بھی زید اپنی ممانی سے برابر زنا کررہا ہے۔

۴......اگر لڑکی نے اپنی ماں کو اس بُرے فعل میں مبتلا دیکھ لیا ہو تو پھر بھی اس کا نکاح جائز ہے یا حرام؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... زید کی ان نالائق حرکتوں اور معصیتوں کی وجہ سے جو اس نے ماموں کی بیوی سے کی ہیں اس کے چھوٹے بھائی کا نکاح ماموں کی لڑکی سے ناجائز نہیں ہوگا۔

۲...... یہ نکاح جائز ہے۔

۳......اس نکاح پر اس سے بھی اثر نہیں پڑے گا۔

۴......اس سے بھی یہ نکاح حرام نہیں ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۷/۸۹ھ۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''پھوپھی کی لڑکی سے نکاح۔)

(۲) ''و یحل لأصول الزاني و فروعه أصول المزنيّ بها و فروعها''. (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل =

زانی کے بیٹے کا نکاح مزنیہ کی نواسی سے

سوال[۵۵۶۳]: زید نے ایک بنگالی عورت سے زنا کیا، زنا کے بعد عقد بھی ہوگیا تھا۔ ہندہ کی بیٹی عابدہ ہے اور عابدہ کی بیٹی فاطمہ ہے۔ زید کے لڑکے بکر کا عقد فاطمہ سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کی اس کمینہ حرکت کی وجہ سے اس کے لڑکے بکر کا عقد نکاح ہندہ کی لڑکی کی لڑکی سے ناجائز نہیں بلکہ درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۶/۳/۹۵ھ۔

زانی اور مزنیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح

سوال[۵۵۶۴]: مسمی عبداللہ شیخ بیان کرتے ہیں کہ میں نے مسماۃ فضلی سے زنا کیا جب کہ دونوں ہی شادی شدہ تھے، عرصہ کے بعد مسماۃ فضلی کے اپنے خاوند کی موجودگی میں لڑکی پیدا ہوئی اور میرے لڑکا پیدا ہوا، ان دونوں کا ہم نے آپس میں نکاح کردیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عبداللہ شیخ اور فضلی کی معصیت کی وجہ سے ان دونوں کے لڑکے لڑکی کا نکاح آپس میں ناجائز نہیں ہے، بلکہ جائز ہے، حتی کہ اگر عبداللہ شیخ اور فضلی آپس میں نکاح کرلیں جب کہ فضلی نہ کسی کے نکاح میں ہو نہ عدت میں،

= في المحرمات: ۱۷۹/۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳۷/۳، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۶/۱، دار إحياء التراث العربي)

(۱) "ولا تحرم أصولها و فروعها على ابن الواطي و أبيه، كما في المحيط السرخسي". (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳۲۶/۱، دار إحياء التراث العربي. بيروت)

"و يحل لأصول الزاني و فروعه أصولُ المزنيّ بها و فروعها". (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۷۹/۳، رشيديه)

تب بھی دونوں کی مذکورہ اولاد کا نکاح صحیح ہوگا: "لا بأس بأن یتزوج الرجل المرأة و یتزوج ابنه ابنتها أو أمها". فتاوی عالمگیری: ۲/ ٦ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۵/ ۹۴ھ۔

زانی، زانیہ کی اولاد کا آپس میں نکاح

سوال [۵۵۲۵]: ایک مرد نے ایک عورت سے زنا کیا، پھر مرد کا نکاح کسی اَور عورت سے اور عورت کا نکاح کسی دوسرے مرد سے ہوجائے، پھر ان دونوں سے اولاد ہو تو ان (اولاد) کا نکاح آپس میں درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایک مرد ایک عورت سے غلط طریقہ پر صحبت کرے مگر اس مرد کی شادی کسی اَور عورت سے ہوئی جس سے لڑکا پیدا ہوا، عورت کی شادی کسی اَور مرد سے ہوئی اس سے لڑکی پیدا ہوئی تو اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح درست ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۸/ ۱۳۹۹ھ۔

= (و کذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۳۲، سعید)

(۱) (الفتاوی العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الثانی: المحرمات بالصهرية: ۱/ ۲۷۷، رشیدیه)

(و کذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۱۷۳، رشیدیه)

(و کذا فی فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۳/ ۲۱۸، ۲۱۹، مصطفی البابی الحلبی مصر)

"وأما بنت زوجه ابیه (أی المتزوج) أو ابنه فحلال". (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/ ۳۱، سعید)

(۲) "ولا تحرم أصولها و فروعها علی ابن الواطیء وأبیه، کما فی محیط السرخسی". (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/ ۳۲۲، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

"و یحل لأصول الزانی و فروعه أصولُ المزنیّ بها و فروعها". (البحر الرائق، کتاب النکاح،

زانیہ کی لڑکی کا نکاح شریف لڑکے سے

سوال[۵۵۶۶]: ایک شریف اور اچھے گھرانے کی لڑکی کے ناجائز حمل قرار پاجاتا ہے(جس سے حمل قرار پایا وہ مرد کافر تھا)، لیکن اس لڑکی کی شادی بچی پیدا ہونے کے چھ ماہ بعد ایک شریف لڑکے سے ہو جاتی ہے، اس وقت اس ناجائز طرح سے پیدا ہونے والی لڑکی کی عمر ۱۶، ۱۷/ سال ہے، لڑکی سمجھدار، پڑھی لکھی، نمازی ہے، دیندار ہے، اسلام کو سمجھتی ہے۔ کیا ایسی لڑکی سے کوئی بھی شریف اور اچھے گھرانے کا لڑکا شادی کر سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو لڑکی اپنی ماں کی غلطی کی وجہ سے غلط (ناجائز) صورت حال سے پیدا ہوئی اور اب وہ بالغ ہو کر نیک، دیندار، شریف ہے اور اس سے کوئی شریف لڑکا شادی کرنا چاہتا ہے تو اس کو شادی کرنا درست ہے، ماں کی غلطی کی وجہ سے اس لڑکی کی شادی میں کوئی رکاوٹ نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۳/۱۳۹۱ھ۔

سمدھی، سمدھن کا نکاح

سوال[۵۵۶۷]: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، کچھ عرصہ کے بعد زید کی ماں نے ہندہ کے باپ سے شادی کر لی۔ کیا یہ شادی درست ہے؟ اگر شادی درست ہے تو پھر زید کی ماں ایک واسطے سے ساس ہوگئی جو ناقابلِ فہم ہے۔

= فصل فی المحرمات: ۳/ ۱۷۹، رشیدیہ)

(وكذا فی الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۳۲، سعید)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أی ما عدا من ذُکرن من المحارم هن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۴۷۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وكذا فی التفسیر المنیر: ۵/ ۶، دار الفکر بیروت)

(وكذا فی التفسیر المظهری: ۲/ ۲۶، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(وكذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقرابة: ۳/ ۴۱۱، دار الکتب العلمیة بیروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سمدھی سمدھن(۱) کا نکاح ہے جو کہ جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۶/۹۳ھ۔

بھائی کی بیوی کی بیٹی سے نکاح

سوال[۵۵۶۸]: بڑے بھائی نے جس عورت سے نکاح کیا ہے، اس کی ایک لڑکی پہلے شوہر سے ہے۔ کیا اس لڑکی سے چھوٹے بھائی کا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اور یہ عورت بغیر طلاق کے ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عورت کی اس لڑکی کا نکاح اس لڑکے سے جائز ہے جس کے بڑے بھائی کے گھر میں وہ عورت ہے(۳)۔ اس عورت کے شوہر نے اگر طلاق نہیں دی ہے تو بڑے بھائی کا اس عورت کو اپنے گھر میں رکھنا اور تعلقِ زوجیت قائم کرنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے(۴)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴/۷/۸۷ھ۔

---

(۱) ”سمدھی: دولہا اور دولہن کے باپ آپس میں سمدھی ہوتے ہیں۔ سمدھن: دولہا اور دولہن کی مائیں آپس میں سمدھن کہلاتی ہیں“۔ (فیروز اللغات، ص ۸۰۹، فیروز سنز لاہور)

(۲) ”وأما بنت زوجة أبيه (اى المتزوج) أو ابنه فحلال“. (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/ ۳۱، سعيد)

”لا بأس بأن يتزوج الرجل المرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها“. (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث في بيان المحرمات، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/ ۲۷۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/ ۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) (راجع الحاشية المتقدمة آنفاً)

(۴) ”لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره“. (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث، كتاب النكاح، =

بیوی کی بیٹی سے شوہر کے بھائی کا نکاح

سوال[۵۵۲۹]: ہندہ حنفی مسلک سے تعلق رکھتی ہے اوراس نے زید سے شادی کرلی، زید شافعی مسلک سے تعلق رکھتا ہے، چندسال بعد زید کا انتقال ہوگیا۔اس اثناء میں ہندہ کے بطن سے دو بچے ہوئے: ایک لڑکی اورایک لڑکا۔عدت گزرنے کے بعد ہندہ نے نکاح ثانی کرلیا، ثانی شوہر کا ایک بھائی ہے، اب ہندہ کی لڑکی سنِ شعور کو پہونچ چکی ہے، ہندہ کا موجودہ شوہر اپنے سگے بھائی سے ہندہ کی لڑکی سے شادی کرانا چاہتا ہے۔ ازروئے شرع مطلع کیجئے کہ رشتہ جائز ہے یا ناجائز ہے؟ ہندہ کے موجودہ شوہر اور مرحوم شوہر میں کوئی خونی رشتہ نہیں، دونوں مسلمان ہیں اور شافعی مسلک کے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ کا نکاحِ ثانی ایک شخص سے ہوا، اس کی لڑکی جو کہ پہلے شوہر مرحوم سے ہے، اس کا نکاح ہندہ کے موجودہ شوہر کے بھائی سے ہو، شرعاً درست ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۷/ ۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۹۲ھ۔

= القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/ ۱۳۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لا تكون منكوحة الغير: ۳/ ۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) قال الله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم .... وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (پ: ۵، سورة النساء: ۲۳، ۲۴)

"قال الخير الرملي ...... ولا تحرم بنت زوج الأم و لا أمه و لا أم زوجة الأب و لا بنتها".

(ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/ ۳۱، سعيد)

"فلذا أجاز التزويج بأم زوجة الابن و بنتها، و جاز للابن التزوج بأم زوجة الأب و بنتها". (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/ ۲۱۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/ ۲۷۷، رشيديه) =

ایک بھائی سے لڑکی، دوسرے بھائی سے ماں کے نکاح کا حکم

سوال[۵۵۷۰]: ہندہ اور ہندہ کی لڑکی کانپور آئے بغرضِ شادی لڑکی کی شادی، زید کے بڑے بھائی سے ہوگئی، کچھ دنوں بعد لڑکی کی ماں نے زید سے شادی کچھ تعلق ہو جانے پر کرلی۔ دونوں کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس لڑکی کی شادی زید کے بھائی سے ہوئی اور لڑکی کی والدہ کی شادی زید سے ہوئی تو دونوں صحیح ہیں(۱)۔ فقط۔ والسلام۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

شوہر کے لڑکے اور بیوی کی لڑکی کا نکاح

سوال[۵۵۷۱]: زید کی زوجہ ثانیہ کی جو لڑکی خاوندِ اول سے ہے، زید کے اس لڑکے سے جو پہلی بیوی سے ہے۔ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جائز ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

= (وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۷۳/۳، رشیدیه)

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''بیوی کی بیٹی سے شوہر کے بھائی کا نکاح''۔)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم .... وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (سورة النساء: ۲۳، ۲۴)

''فلذ أجاز التزویج بأم زوجة الابن و بنتها، و جاز للابن التزوج بأم زوجة الأب و بنتها''. (فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات: ۲۱۱/۳، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة: ۲۷۷/۱، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۱۷۳/۳، رشیدیه)

''وأما بنت زوجة أبیه (أی المتزوج) أو ابنه فحلال''. (الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۱/۳، کتاب النکاح، سعید)

شوہر کی لڑکی کا نکاح بیوی کے لڑکے سے

سوال[۵۵۷۲]: ہندہ مرگئی اس نے ایک لڑکا چھوڑا، لڑکے کے باپ نے دوسری شادی کرلی اور آنے والی عورت کے ساتھ ایک لڑکی آئی۔ تو اس لڑکی سے ہندہ کے لڑکے کا نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر بیوی کی لڑکی پہلے شوہر سے ہے اور شوہر کا لڑکا پہلی بیوی سے ہے تو ان دونوں کا نکاح شرعاً درست ہے، دونوں آپس میں بہن بھائی نہ ہوئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

باپ اور بیٹے کا نکاح دو بہنوں سے

سوال[۵۵۷۳]: دو حقیقی بہنوں کا نکاح دو حقیقی باپ بیٹے سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ پہلے ان کا رشتہ ان عورتوں سے کچھ نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی اور مانعِ شرعی موجود نہ ہو تو یہ نکاح جائز ہے، ایک عورت اگر کسی مرد کے نکاح میں ہو تو اس عورت کی لڑکی اس مرد کے باپ پر حرام نہیں ہوتی تو اس کی بہن بطریقِ اَولیٰ حرام نہ ہوگی: "وأما بنت زوجة

---

(۱) "وأما بنت زوجة أبيه (أي المتزوج) أو ابنه فحلال". (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۱، کتاب النکاح، سعید)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۲/۱۴، دار المعرفة بيروت)

"لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأةً و يتزوج ابنُه ابنتها أو أمها". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

أبيه أو ابنه فحلال ". در مختار علی الشامی: ۲/ ۴۳۰ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱/ ۹/ ۱۳۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ رمضان/ ۱۳۵۴ھ۔

ایک عورت اور اس کے شوہر کی بیٹی کا نکاح ایک شخص سے

سوال [۵۵۷۴]: عورت مع اپنی سوتیلی ماں کے ایک شخص کے نکاح میں جمع ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

ہوسکتی ہے: "ويجوز الجمع بين امرأة و بنت زوجها، اهـ". عالم گیری: ۱/ ۲۷۷ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ۲/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ۲/ ۶۱ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۳۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/ ۱۴، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/ ۲۷۴، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/ ۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الرابع: المحرمات بالجمع: ۱/ ۲۷۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/ ۴۶۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/ ۴۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/ ۲۱۸، مصطفى البابي الحلبي مصر)

شوہر کی لڑکی اور بیوی کے لڑکے کا نکاح

سوال[۵۵۷۵]: زید نے ایک عورت سے نکاح کیا مثلاً ہندہ سے، اور اس عورت کے ساتھ پہلے خاوند مثلاً عمر سے ایک لڑکا ہے اور عمر کے انتقال کے بعد زید نے یہ نکاح کیا ہے، اب زید نے دوسری عورت سے نکاح کیا ہے اور پہلی عورت کے نکاح کے بعد اس دوسری عورت سے زید کے نطفہ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ تو آیا اس لڑکے کا نکاح اس لڑکی کے ساتھ ہو سکتا ہے کہ نہیں؟ یعنی وہ لڑکا عمر کے نطفہ سے ہے، مگر عمر کے انتقال کے بعد اس لڑکے کی والدہ زید کے نکاح میں آ گئی اور زید کی پہلی عورت سے ایک لڑکی ہے تو ان دونوں کا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

اور اس لڑکی کا نکاح نابالغی کی حالت میں دوسری جگہ ہوا تھا، مگر نابالغی کی حالت میں بیوہ ہو گئی اور اب لڑکی قریبِ بلوغ ہے تو اس نکاح میں صرف والد کی اجازت کافی ہے یا لڑکی کی اجازت چاہئے اور لڑکا اور لڑکی کے والدین علیحدہ علیحدہ ہیں اور آیا جب اس جگہ پہلے اس کا نکاح ہوا تھا، اس سے بھی اجازت لینی پڑے گی یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ نکاح جائز ہے، اگر لڑکی بالغہ ہو تو خود اس کی اجازت بھی کافی ہے بشرطیکہ نکاح برادری میں مہرِ مثل پر ہو۔ اگر نابالغہ ہے یا نکاح غیر برادری میں ہو، یا مہرِ مثل سے کم پر ہو تو لڑکی کے ولی کی اجازت ضروری ہے (۱) اور صورت موجودہ میں باپ ولی ہے لڑکی کے پہلے خسر سے اجازت کا کوئی تعلق نہیں (۲)۔

---

(۱) "هو أي الولي شرط صحة نكاح صغير و مجنون و رقيق لا مكلفة، فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله، تصرف في نفسه، وما لا فلا". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي : ۳/۵۴، ۵۵، ۵۶، سعيد)

(۲) "و للولي إنكاح الصغير والصغيرة، والولي العصبة بترتيب الإرث .... يعني أولاهم الابن وابن الابن وإن سفل .... ثم الأب وأب الأب، الخ". (تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء : ۲/۵۰۳، ۵۰۴، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء : ۳/۲۰۶ – ۲۱۱، رشيديه)

"وأما بنت زوجة أبيه وابنه، فحلال، اهـ". درمختار(۱)۔ "لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة، و يتزوج ابنُه ابنتها، اهـ". هندية: ۱/ ۲۷۷(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۲/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

بھائی سے حلالہ کروانے کے بعد دونوں بھائیوں کی اولاد کا آپس میں نکاح

سوال[۵۵۷۶]: محمد شاہد و محمد زاہد دونوں حقیقی بھائی ہیں، دونوں ہی شادی شدہ ہیں۔ محمد شاہد نے اپنی بیوی مسماۃ جمیلہ کو- جوکئی بچوں کی ماں ہے-غصہ میں تین طلاق دیدی، عدت کے بعد محمد زاہد سے نکاح کردیا، ۱۲، ۱۳/ دن کے بعد محمد زاہد نے مسماۃ جمیلہ کو تین طلاق دیدی۔ عدت کے بعد پھر مسماۃ جمیلہ کا نکاح محمد شاہد سے ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ محمد شاہد و محمد زاہد کی اولاد کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

محمد شاہد اور محمد زاہد کی اولاد کا آپس میں نکاح درست ہے، محمد شاہد کی بیوی کا نکاح بعد طلاق وعدت محمد زاہد سے ہوجانے کی وجہ سے ان کی اولاد کے نکاح میں رکاوٹ اور حرمت پیدا نہیں ہوگی:

"لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنُه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي، اهـ". عالمگیری: ۱/ ۲۷۷(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۲/۹۶ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۳۱، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، فصل في المحرمات: ۲/ ۱۴، دار المعرفة بيروت)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/ ۲۷۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/ ۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/ ۲۷۷، رشيديه) =

مزنیہ کے بیٹے سے زانی کی بیٹی کا نکاح

سوال [۵۵۷۷]: ایک عورت شادی شدہ ہے، اس کا زید سے ناجائز تعلق ہوگیا، بعد میں زید کی شادی ہوگئی اور ان دونوں کا ناجائز تعلق ختم ہوگیا۔ اب زید کے بچے ہوئے اور اس عورت کے بھی بچے ہیں ناجائز تعلق سے پہلے بھی اور اس زمانہ کے بعد بھی جس زمانہ میں ناجائز تعلق رہا، اور بعد کے بھی جب کہ ناجائز تعلق ختم ہوگیا۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ عورت اور زید اپنے بچوں کی آپس میں شادی کر سکتے ہیں یا نہیں، یعنی اس عورت کے لڑکے سے جو اسی زمانہ کی پیدائش ہے جس زمانہ میں ناجائز تعلق تھا، زید اپنی لڑکی کا نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیا اس زمانہ کے پہلے یا بعد کے بچوں سے شادی کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس عورت کی جتنی بھی اولاد ہے وہ اس کے شوہر کی طرف منسوب ہوگی، کسی کا نسب بھی زید سے ثابت نہیں ہوگا (۱)، لہٰذا زید اور اس عورت کی اولاد میں حرمت ثابت نہیں ہوئی، ان کا آپس میں نکاح درست

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۷۳/۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۲۱۸/۳، ۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) قال أبو بكر الجصاص رحمه الله تعالى: "وقوله: الولد للفراش الخ". قد اقتضى معنيين: أحدهما إثبات النسب لصاحب الفراش، والثاني أن من لا فراش له، فلا نسب له". (أحكام القرآن للجصاص، سورة النور [پ: ۱۸]، تحت آية ﴿والذين يرمون أزواجهم﴾ الآية: فصل: اتفاقهم أن الولد قد ينفي من الزوج باللعان: ۳/۳۴۶، قديمی)

"ولأنهم قالوا في حرمة بنته من الزنى: إن الشرع قطع النسبة إلى الزاني لمافيها من إشاعة الفاحشة، فلم يثبت النفقة والإرث لذلك، الخ". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۱۹۷/۳، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لايكون بها حمل من آخر: ۴۵۳/۳، دارالكتب العلمية بيروت) =

ہوگا، خواہ ناجائز تعلق رہنے کے وقت کی اولاد ہو یا پہلے کی یا بعد کی، وهكذا يفهم مما في الفتاوى العالمكيرية: ۲/ ٦:

"لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأةً ويتزوج ابنُه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي". (۱)۔ والبسط في رد المحتار، فصل في المحرمات: ۲/ ۳۸۱(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۸/ ۱۰/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۹/ ۱۰/ ۸۸ھ۔

بیوی کی چچیری بھانجی اور ماں کی چچازاد بہن کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۷۸]: زید کی شادی ہندہ سے ہوئی تھی اور اس سے ایک لڑکا بدر پیدا ہوا، اس کے بعد ہندہ کی وفات ہوگئی، پھر زید کی دوسری شادی سلطانہ سے ہوئی جو اپنے ساتھ اپنے پہلے شوہر قمر کا ایک لڑکا جعفر کو زید کے یہاں لے کر آئی ہے۔ سلطانہ حیات ہے، سلطانہ کے سگے چچا، یا سگے بڑے باپ کی لڑکی رضیہ ہے اور رضیہ کی شادی فرقان سے ہوئی تھی۔ رضیہ کے بطن سے تین لڑکیاں ہیں، جن کا نام نرگس، ریحانہ، نجمہ ہے۔ ان تینوں لڑکیوں کا نکاح زید، بدر، جعفر سے جائز ہے یا نہیں جب کہ سلطانہ حیات ہو؟ زید سلطانہ کی موجودگی میں یہ نکاح کرنا چاہتا ہے اور زید کا لڑکا بدر ہے، جعفر سلطانہ کے بطن سے ہے، زید کی رضیہ چچیری سالی بھی لگتی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے نوازیں، عین نوازش ہوگی۔

= "والزنا المحض سبب لإيجاب العقوبة، فلا يصلح سبباً لإيجاب الحرمة والكرامة، ألا ترى أنه لا يثبت به النسب والعدة، الخ". (كتاب المبسوط للسرخسي، كتاب النكاح، ۴/ ۲۲۸، مكتبه غفاريه)

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/ ۲۷۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/ ۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۳۱، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

رضیہ زوجہ فرقان کی تین لڑکیاں ہیں: نرگس، ریحانہ، نجمہ ان میں سے ایک کی شادی رضیہ کی چچازاد بہن سلطانہ کے شوہر زید سے ہوجائے اور ایک کی شادی زید کے لڑکے بدر سے ہوجائے اور ایک کی شادی زید کی زوجہ سلطانہ کے لڑکے جعفر بن قمر سے ہوجائے تو شرعاً درست ہے۔ ان میں کوئی حرمت کا شبہ نہیں: ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ الآیة (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۳۹۱/۱۲/۵ھ۔

بیوی کی بھتیجی سے نکاح

سوال [۵۵۷۹]: زید نے جس عورت سے شادی کی تھی اس کا انتقال ہوچکا ہے اور اس نے دو بچے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی ہیں اور زید اپنی مرحومہ کے بھائی کی لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ آیا یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟ مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرمائے، عین نوازش ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی اور مانع شرعی نہ ہو تو شرعاً یہ نکاح درست ہے لقولہ تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (۲)۔ البتہ اس مرحومہ کی حیات میں یہ نکاح درست نہ ہوتا، کیونکہ پھوپھی اور بھتیجی ایک شخص کے نکاح

---

(۱) (سورة النساء: ۲۴)

"أی ماعدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۵/۲، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهری: ۲/۶۲، حافظ كتب خانه كوئته)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۳/۴۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (سورة النساء: ۲۴)

(أيضاً راجع للتفصيل رقم الحاشية: ۱)

میں ایک وقت میں رہنا ممنوع ہے، کذا فی نصب الرایۃ(۱)، حدیث شریف میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۵/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۳/ جمادی الاولیٰ/۶۶ھ۔

بھتیجے کی بیوی سے نکاح

سوال[۵۵۸۰]: دو بھائی سگے ہیں: بندہ اور کمالو، جس میں سے بندہ کا انتقال ہوگیا ہے اور بندہ کی عورت سے کمالو کا نکاح ہوگیا ہے اور بندہ کا ایک لڑکا تھا اور اس کا بیاہ ہوگیا تھا جس میں اس کی عورت اس سے رضامند نہیں ہے، کمالو سے رضامند ہے اور لڑکا میرے نہیں ہے، اس کی عورت مجھ کو چاہتی ہے اور میرے بھتیجے کو نہیں چاہتی اور چار دفعہ وہ بھاگ چکی ہے۔ اس کے ساتھ میرا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ فقط۔

السائل: کمال، ۹/ ذی الحجہ/۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر آپ کا بھتیجہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے اور عدت گزر جائے، نیز کوئی اور بھی مانع نہ ہو تو شرعاً آپ کا اس بھتیجے کی بیوی سے نکاح درست ہے(۲)۔

---

(۱) "قال علیہ السلام: "لا تنکح المرأۃ علی عمتها، ولا علی خالتها، ولا ابنة أخیها، ولا علی ابنة أختها، الخ". (نصب الرایة لأحادیث الهدایة، کتاب النکاح، فصل فی بیان المحرمات، ۳/۱۶۹، المکتبة المکیة بیروت)

(والحدیث أیضاً أخرجه البخاری، کتاب النکاح، باب لا تنکح المرأۃ علی عمتها: ۲/۷۶۶، قدیمی)

(وکذا فی النسائی فی سننه فی کتاب النکاح، باب الجمع بین المرأۃ و عمتها: ۲/۸۰، قدیمی)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۴۳۰، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾. (سورۃ النساء: ۲۴)

"أی ماعدا من ذکرن من المحارم، هن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، سهیل اکیڈمی لاهور) ....

بغیر طلاق کے اس سے آپ کا نکاح درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۵/۱۲/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۶/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

بہن کی سوکن کی لڑکی اور علاقی بھائی بہن کا نکاح

سوال [۵۵۸۱]: زید کی دو بیویاں ہیں، زوجۂ اُولیٰ سے ایک لڑکی پیدا ہوئی، اس کے انتقال کے بعد زید نے نکاحِ ثانی کیا، اس نکاح سے دو اولادِ نرینہ پیدا ہوئی اور زوجۂ ثانیہ کے ایک حقیقی بھائی بکر نے زوجۂ اولیٰ کی لڑکی سے نکاح کرلیا۔ آیا یہ نکاح ازروئے شریعت درست ہے؟ نیز زوجۂ ثانیہ کی اولادِ نرینہ زوجۂ اولیٰ کی اولادِ اناثہ سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ مدلل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زوجۂ ثانی کے حقیقی بھائی بکر نے جو زید کی زوجۂ اولیٰ کی لڑکی سے نکاح کیا ہے تو یہ شرعاً درست ہے (۲)، اس سے حرمت مصاہرت نہیں، نہ نسبی حرمت ہے، اگر کوئی حرمتِ رضاعت ہو تو امرِ آخر ہے۔

= (وكذا في التفسير المنير: ۶/۵، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۶۶/۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۴۳۷/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذافي تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۶۹/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "لا يجوز لرجل أن يتزوج زوجة غيره وكذلك المعتدة". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لاتكون منكوحة الغير: ۴۵۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أي ماعدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۴۷۴/۱، سهيل اكيڈمی لاهور) =

دوسری صورت میں زوجۂ ثانیہ اور زوجۂ اولیٰ کی اولاد باپ میں شریک ہیں، لہذا یہ علاتی بھائی بہن ہیں، ان کا نکاح آپس میں درست نہیں، لقولہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم و بناتکم وأخواتکم﴾ الخ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/۲/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

ربیبہ اور اس کی سوتیلی ماں کو نکاح میں جمع کرنا

سوال [۵۵۸۲]: بکر کی منکوحہ ہندہ کے بطن سے ایک دختر زبیدہ ہے اور لڑکی کا نکاح زید سے کیا گیا اور زید کی اس منکوحہ زبیدہ کے بطن سے دو طفل ہوئے۔ اسی دوران میں بکر کی منکوحہ ہندہ فوت ہوگئی، اس نے سکینہ سے نکاح کرلیا اور ایک لڑکا تولد ہوا۔ بکر کے فوت ہوجانے کے بعد زید نے زبیدہ کی موجودگی میں سکینہ سے نکاح کرلیا اور ایک ماہ بعد سکینہ کے کہنے پر زبیدہ کو طلاق دیدی۔ کیا از روئے شرع یہ نکاح جائز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو نکاح خواں اور گواہانِ حضورِ نکاح کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

شرعاً یہ نکاح جائز ہے، در مختار بر حاشیہ شامی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۳۹ میں ہے: "فجاز الجمع بین امرأة و بنت زوجها، اھ" (۲)، پس جائز ہے نکاح

= (وکذا فی التفسیر المنیر: ۵/۶، دار الفکر بیروت)

(وکذا فی التفسیر المظهری: ۲/۶۶، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

(۱) (سورۃ النساء: ۲۳)

(راجع صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یحل من النساء و ما یحرم: ۲/۷۶۵، قدیمی)

(وبدائع الصنائع للعلامة الکاسانی، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقرابة: ۳/۴۰۵، ۴۰۶، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۶۴، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۹، سعید)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی بیان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، دار الکتب العلمیة بیروت) =

میں جمع کرنا ایک عورت کو اور اس کے شوہر کی لڑکی کو۔ زبیدہ صورت مسئولہ میں سکینہ کے شوہر (بکر کی) لڑکی ہے، زید نے ہر دو کو نکاح میں جمع کرلیا ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۳/۲/۲۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۳/۲/۲۹ھ۔

زوجۂ ربیب سے نکاح

سوال [۵۵۸۳]: ۱...... زید نے ایک عورت سے نکاح کیا جس کے ساتھ ایک لڑکا بھی ہے، زید نے اس لڑکے کا بھی نکاح کردیا، اس کے بعد وہ عورت و لڑکا فوت ہوگیا۔ تو زید سوتیلے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

۲...... اگر اس لڑکے کی والدہ زندہ زید کے نکاح میں ہو جب بھی زید اپنے اس سوتیلے لڑکے کی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

عبدالرحیم، امام مسجد جامع مظفر آباد، ضلع سہارن پور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اگر کوئی اَور مانع شرعی موجود نہیں تو کرسکتا ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (۱)۔ سوتیلا بیٹا شرعی بیٹا نہیں کہ اس کی بیوی سے نکاح ناجائز ہو۔

۲...... اس صورت میں بھی یہ نکاح جمع جائز ہے، اگر اس لڑکے کی والدہ اور اس کی بیوی میں کوئی اَور

= (وكذافي تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۶۸/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، ۲۱۸/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) (سورة النساء: ۲۴)

"أي ماعدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۴۷۴/۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۶/۵، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۶۶/۲، حافظ كتب خانه كوئته)

مانعِ نکاحِ رشتہ داری نہ ہو: "فجاز الجمع بین امرأۃ و بنت زوجھا أو امرأۃ ابنھا، الخ".
درمختار: ۱/۱۸۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔
الجواب صحیح: عبد اللطیف، عفا اللہ عنہ، ۳/ رجب/ ۵۲ھ۔

جس لڑکے سے لواطت کی ہو اس کے نکاح میں اپنی لڑکی دینا

سوال [۵۵۸۴]: ایک شخص نے ایک لڑکے سے اغلام بازی کی اور اب اپنی لڑکی سے اس کا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کمینہ حرکت اور سخت معصیت کی وجہ سے اس شخص کی لڑکی اس لڑکے پر حرام نہیں ہوئی بلکہ نکاح کی اجازت ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/ ۵/ ۱۳۹۵ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات، كتاب النكاح: ۳/۳۹، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۶۸، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۲۱۸، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أي ماعدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۵/۲، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲/۲۶، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۳/۴۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

شاگردہ سے نکاح

سوال[۵۵۸۵]: حامد اپنی شاگردہ کوزوجیت میں لانا چاہتا ہے، حامد شادی شدہ ہے، ایک یا دو بچے ہیں، مگر پہلی زوجہ اجازت دے رہی ہے اور حامد اس قابل بھی ہے کہ دونوں کا نباہ کرسکتا ہے۔ اصول شرع کے مطابق براہ کرم تفصیل سے واضح تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ضرورت ہو، شرع کے مطابق حقوق ادا کرنے کی قدرت ہوتو چار عورتوں کو بھی ایک وقت میں نکاح میں رکھنا درست ہے، لقوله تعالیٰ: ﴿فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و رباع﴾(۱)۔ شاگردہ ہونا نکاح سے مانع نہیں (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۶/۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) (سورة النساء: ۳)

"ومنها: وجوب العدل بين النساء في حقوقهن ...... فإن كان له أكثر من امرأة فعليه العدل بينهن في حقوقهن من القسم والنفقة والكسوة، وهو التسوية بينهن في ذلک، حتى لو كانت تحته امرأتان حرتان أو أمتان يجب عليه أن يعدل بينهما في المأكول والمشروب، والملبوس، والسكنى والبيتوتة، والأصل فيه قوله عزوجل: ﴿وإن خفتم أن لاتعدلوا فواحدة﴾ [النساء: ۳] عقيب قوله تعالى: ﴿فانكحوا ماطاب لكم من النساء مثنى وثلاث ورباع﴾ [النساء: ۳]: أي إن خفتم أن لاتعدلوا في قسم والنفقة في نكاح المثنى والثلاث والرباع ﴿فواحدة﴾ ندب سبحانه وتعالى إلى نكاح الواحدة عند خوف ترک العدل في الزيادة، وإنما يخاف على ترک الواجب، فدل أن العدل بينهن في القسم والنفقة واجب". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في وجوب العدل بين النساء: ۳/۲۰۸، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فقه السنة، المحرمات من النساء، باب وجوب العدل بين الزوجات: ۲/۱۰۳، دارالكتب پشاور)

(۲) "أي ماعدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۵/۲، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهرى: ۲/۶۶، حافظ كتب خانه كوئٹه) .... =

دیوبندی اور بریلوی کے درمیان مناکحت

سوال[۵۵۸۲]: رضاخانی عقائدوالوں کے یہاں سے شادی میں لڑکی لینااور یاان کے یہاں اپنی لڑکی دینا ہمارے لئے کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مولوی احمد رضا خان صاحب نے لکھا ہے کہ:''وہابی سے نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں، مرد ہو یا عورت۔ اپنی لڑکی وہابی کو دینا ایسا ہے جیسے کتے کو دیدینا، یہ نکاح نہیں بلکہ جس نے اپنی لڑکی وہابی کو دیدی اس نے زنا کے واسطے دی ہے، سب اولاد حرامی ہوگی۔ وہابی کی لڑکی لینا بھی حرام اور گناہ ہے۔ وہابی کی نماز نہیں، ان کو اپنی مسجد میں مت آنے دو، ان کے ساتھ کھانا پینا سب گناہ ہے، ان کے جنازہ کی نماز مت پڑھو۔ وہابی کے پیچھے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں، بالکل کافرومرتد ہیں''۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کے فتوے میں یہ سب باتیں موجود ہیں۔

اکابر دیوبند جیسے: حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ اسرارہم سب کے نام لے کر سب کو بریلیوں کے سرغنہ مولوی احمد رضا خان صاحب نے کافرومرتد لکھا ہے (نعوذ باللہ منہ)۔

اب خود ہی غور کرلیا جائے کہ جس کے یہ عقائد وخیالات ہوں اس کے ساتھ نکاح کرنا کیسا ہوگا، اور اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہوگا؟ اگر وہ اپنی لڑکی دے گا تو کتا سمجھ کر دے گا۔ زنا کے واسطے دے گا، اگر لڑکی لے گا تو حرام کاری کے واسطے لے گا۔ غرض دونوں صورت میں ان کے نزدیک اولاد حرام ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱/۹۵ھ۔

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۴۳۷/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

دیوبندی لڑکی کا نکاح بریلوی لڑکے سے

سوال[۷۵۵۵]: زید علمائے دیوبند کے مسلک پر عمل پیرا ہے اور اس نے اپنی لڑکی کی شادی لاعلمی میں ایک بریلوی مسلک لڑکے کے ساتھ کردی ہے جب کہ اس کے یہاں میلاد، فاتحہ، قیام وسلام ہوتا ہے، مزارات بزرگاں پر جاتا ہے، رسول کے لئے علم غیب مانتا ہے اور یا رسول اللہ کا نعرہ لگاتا ہے، یاغوث المدد کا وظیفہ جپتا ہے اور رسول کو حاضر وناظر مانتا ہے، علمائے دیوبند کی برائی بیان کرتا ہے اور انہیں خارج از ایمان کہتا ہے۔ تو ایسے لڑکے کے ساتھ نکاح منعقد ہوا کہ نہیں؟ ابھی اس لڑکی کی رخصتی نہیں ہوئی ہے اور زید اپنی لڑکی کو اس بریلوی کے یہاں رخصت نہیں کرنا چاہتا ہے، طلاق کا خواہش مند ہے، لیکن وہ لڑکا طلاق نہیں دیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں ساری عمر طلاق نہیں دوں گا۔ ایسی صورت میں عندالشرع اس سے چھٹکارہ کی کیا صورت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ زید کا اور زید کی لڑکی کا مسلک وہی ہے جو علمائے دیوبند کا مسلک ہے اور اس مسلک کی وجہ سے وہ لڑکا علمائے دیوبند کو خارج از اسلام سمجھتا ہے تو اس کے نزدیک زید بھی خارج از اسلام ہے اور زید کی لڑکی بھی خارج از اسلام ہے۔ پس اس کا نکاح ہی اس کے نزدیک صحیح نہیں ہوا۔ اس جہت سے طلاق کی کیا ضرورت ہے۔ اگر رخصتی کردی جائے گی تو بھی چونکہ اس لڑکے کے نزدیک زید کی لڑکی مسلمان نہیں بلکہ کافر ہے تو اس سے صحبت کرنا حرام اور زنا ہوگا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب کی کتابوں: "فتاوی رضویہ" "الملفوظ" وغیرہ میں صاف صاف یہ موجود ہے۔ حاصل یہ کہ خود اس شخص سے تحقیق کی جائے کہ وہ علمائے دیوبند اور زید کو مسلمان سمجھتا ہے یا کافر۔ اگر کافر سمجھتا ہے تو نکاح کیسے درست ہوا؟ اگر مسلمان سمجھتا ہے تو اقرار کرلے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) اگر بریلوی کے عقائد کفریہ ہوں تو ان سے نکاح جائز ہی نہیں اور اگر محض بدعتی ہے تو ان سے نکاح کرنے سے نکاح تو ہو جاتا ہے لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن و لأمة مؤمنة خير من مشركة و لو أعجبتكم، ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا و لعبد مؤمن خير من مشرك﴾. (سورة البقرة: ۲۲۱)

"و منها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ﴿و لا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾ و لأن في إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع المؤمنة في الكفر، اهـ". =

اہل حدیث لڑکی کا نکاح دیوبندی حنفی سے

سوال [۵۵۸۸]: اگر کسی اہل حدیث لڑکی کا نکاح کسی حنفی دیوبندی لڑکے سے کر دیا جائے تو لڑکی کو اپنے عقیدہ ومذہب پر قائم اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حق باقی رہتا ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً و مصلياً:

حنفی و دیوبندی اور اہل حدیث کے درمیان رفعِ یدین، آمین بالجہر، تورّک، قنوت، تعدادِ وتر، تعدادِ تراویح، جمعہ فی القریٰ، قراءۃ خلف الامام وغیرہ فروعی مسائل میں اختلاف ہے، دونوں کے پاس دلائل ہیں۔ بحث دلائل کی قوت وضعف میں ہے، ترجیح ونسخ میں ہے۔ ان میں سے بعض میں تو اولیٰ اور غیر اولیٰ کا اختلاف ہے، بعض میں واجب وغیر واجب کا اختلاف ہے۔ بایں ہمہ عقیدہ ایمانیہ جو کہ حدیثِ جبرئیل میں مفصل مذکور ہے، اس پر سب ہی متفق ہیں۔ پھر عقیدہ تبدیل کرنے کا کیا سوال ہے؟

اگر اختلاف عقیدہ کی کوئی چیز ہے، مثلاً: لڑکی کا عقیدہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تقلید شرک ہے اور حنفی دیوبندی مشرک ہیں، تو پہلے اس کی تحقیق کی جائے کہ ایسی اہلِ حدیث لڑکی کا حنفی دیوبندی سے نکاح بھی صحیح ہوا یا نہیں؟ تبدیلِ عقیدہ سوال بعد کا ہے۔ جیٹھ، دیور وغیرہ نامحرم ہیں، ان سے شرعی پردہ لازم ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۷/ ۱۳۹۹ھ۔

= (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۳/ ۴۶۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"و منها ألا تكون المرأة مشركةً إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾ الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في نكاح المشركة: ۳/ ۴۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

باب المحرمات

الفصل الأول فی المحرمات من النسب

(نسبی محرمات کا بیان)

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور دیگر محرمات میں فرق

سوال[۵۵۸۹]: جن عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے، مثلاً: بہن، ماں، ساس، ان سے پردہ کرنا ہوگا یا نہیں؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ساس سے پردہ نہ کیا جائے، لیکن اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے، کیونکہ ازواجِ مطہرات سے نکاح کرنا حرام ہے، لیکن ارشادِ باری یہ بھی ہے کہ ان سے پردہ کرنا ضروری ہے۔ تو ساس سے پردہ نہ کرنا اور ازواجِ مطہرات سے پردہ کرنا دونوں متعارض معلوم ہوتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ازواجِ مطہرات کی کچھ خصوصیات بھی ہیں، ان کو امہات المؤمنین فرمایا گیا: ﴿وأزواجه أمهاتهم﴾ (الاية)(۱)، لیکن اگر حقیقی ماں قرار دیا جائے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے پردہ نہ ہو، حالانکہ آیتِ حجاب ان کے لئے مستقلاً نازل ہوئی۔ نیز ان کو حقیقی ماں قرار دینے کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ کسی (بھی) مرد کا کسی (بھی) عورت سے نکاح جائز نہ ہو، کیونکہ سب بھائی بہن ہو جائیں گے، حالانکہ نکاح کا بکثرت واقع ہونا اس زمانہ میں بھی پیش آیا، اس لئے ان دونوں مسئلوں میں ان پر وہ احکام نافذ نہیں ہوں گے جو حقیقی ماں پر ہوتے ہیں۔ البتہ جس طرح اپنی ماں سے نکاح حرام ہے، اسی طرح ازواجِ مطہرات سے بھی کسی امتی کا نکاح جائز نہیں: ﴿ولا أن تنكحوا أزواجه من بعده أبداً﴾ (الاية)(۲)۔ غرض ازواجِ مطہرات کو دیگر مستورات پر قیاس کر کے جملہ

---

(۱) (سورة الأحزاب: ۲)

(۲) (سورة الأحزاب: ۵۳)

احکام کونافذ کرنا درست نہیں:﴿یا نساء النبیّ لستن کأحد من النساء﴾ الآیة(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/۱۱/۸۷ھ۔

محرمات کی تفصیل

سوال[۵۵۹۰]: مرد کے لئے کون کون سی عورتیں حرام ہیں، اسی طرح عورت کے لئے کون کون سے مرد حرام ہیں؟ مفصل تحریر فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اصول: ماں، نانی، دادی وغیرہ۔ فروع: بیٹی، پوتی، نواسی وغیرہ۔ اصلِ قریب کی فروع: بہن، بھانجی، بھتیجی وغیرہ۔ اصلِ بعید کی صلبی اولاد: خالہ، پھوپھی۔ رضاعی ماں اور اسکی اولاد، رضاعی بہن اور اس کی اولاد۔ رضاعی ماں کے اصول: نانی، دادی وغیرہ۔ بیوی کی ماں، نانی، دادی۔ مدخولہ بیوی کی بیٹی، پوتی، نواسی۔ باپ دادا کی بیوی، مزنیہ کی ماں، بیٹی وغیرہ یعنی اصول وفروع بیٹے، پوتے۔ نواسے کی بیوی۔ مشرکہ، کافرہ۔

یہ عورتیں تو ہمیشہ کے لئے حرام ہیں اور کچھ عورتیں ایسی بھی ہیں جو خاص محدود حالات میں حرام ہیں، وہ حالات نہ رہیں تو ان کی حرمت نہ رہے گی جیسے: بیوی کی خالہ، پھوپھی، بہن اس وقت تک حرام ہیں جب تک بیوی نکاح میں ہے، اگر وہ مرجائے یا اس کو طلاق ہوجائے اور عدت گزر جائے تو ان کی حرمت نہیں رہے گی۔ اور اگر کسی کے نکاح میں چار بیویاں ہوں تو پانچویں سے نکاح درست نہیں لیکن اگر کوئی سی مرجائے یا اس کو طلاق ہو جائے اور اس کی عدت گزر جائے تو پانچویں سے نکاح حرام نہ ہوگا۔

مردوں کے جن رشتوں سے عورتوں کے نکاح درست نہیں، اگر ان رشتوں کو مردوں کی طرف منسوب کیا جائے تو عورتوں کا نکاح ان مردوں سے بھی درست نہیں ہوگا، مثلاً: کسی عورت کا نکاح اپنے اصول: باپ، دادا، نانا وغیرہ اور فروع: بیٹے، پوتے، نواسے وغیرہ سے درست نہیں ہوگا۔ مزید تفصیل کتب فقہ، شامی (۲)،

(۱) (سورة الأحزاب: ۳۲)

(۲) "أسباب التحريم أنواع: قرابة، مصاهرة، رضاع، جمع، ملک، شرک، إدخال أمة على حرة، فهي سبعة ..... وتعلق حق الغير بنكاح أو عدة ذكرهما في الرجعة، حرم على المتزوج ذكراً كان أو أنثى، نكاح أصله وفروعه، علا أو نزل. وبنت أخيه وأخته، وبنتها ولو من زنا، وعمته وخالته، فهذه السبعة مذكورة في آية: =

فتاویٰ عالمگیری میں ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

عورت کے محارم کون کون ہیں؟

سوال[۵۵۹۱]: عورت کے لئے محرم کون کون شخص ہیں؟ اور نامحرم کون ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس جس سے نکاح ناجائز ہے وہ محرم(۲) اور جس جس سے نکاح جائز ہے وہ نامحرم ہے(۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۵/۹۲ھ۔

بھانجی اور بھتیجی سے نکاح

سوال[۵۵۹۲]: سگی بھانجی اور سگی بھتیجی کے ساتھ اسلام کی نظر میں شادی جائز ہے یا نہیں؟

محمد جمیل۔

= ﴿حرمت علیکم أمهاتکم﴾ ویدخل عمة جده وجدته، الخ". (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۲۸/۳-۳۰، سعید)

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الأول الخ: ۲۷۳/۱، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۳/۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۵۸/۲-۴۶۰، دارالکتب العلمیه بیروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم وبنتکم وأخوتکم وعمتکم وخلتکم وبنت الأخ وبنت الأخت وأمهاتکم الّتی أرضعنکم وأخوتکم من الرضاعة وأمّهٰت نسآئکم وربآئبکم الّتی فی حجورکم من نسائکم الّتی دخلتم بهن﴾ (سورة النساء: ۲۳)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذلکم﴾. (النساء: ۲۴)

الجواب حامداً ومصلیاً:

سگی بھانجی (بہن کی لڑکی) اور سگی بھتیجی (بھائی کی لڑکی) سے نکاح کرنا حرام ہے، اس کی حرمت قرآن کے چوتھے پارے کے اخیر میں مذکور ہے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

بھانجے کی لڑکی سے نکاح حرام ہونے کی وجہ

سوال [۵۵۹۳]: بھانجے کی لڑکی سے نکاح کس وجہ سے حرام ہے اور اس کا ثبوت کہاں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حرمتِ قرابت کی بناء پر ممنوع ہے: "فتحرم بنات الإخوة والأخوات، وبنات أولاد الإخوة والأخوات وإن نزلن، اهـ". شامی، ج: أول فصل فی المحرمات (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

ایضاً

سوال [۵۵۹۴]: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں چودہ عورتوں کی تخصیص فرمائی ہے اور ماسوا ان چودہ

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم وبناتکم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ (سورة النساء: ۲۳)

"وتحرم علیه بنات الأخ وبنات الأخت، الخ". (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقرابة: ۳/۴۱۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/ ۴۵۹، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۲) (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳/۲۸، سعید)

(وکذا فی حاشیة الشبلی علی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۲/۴۵۹، دارالکتب العلمیه بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی بیان المحرمات، القسم الأول: ۱/۲۷۳، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

عورتوں کے جن جن عورتوں سے نکاح کرنا جائز ہے، ان سب کی تشریح حدیث میں صراحۃً بیان فرمائی ہے، اب ﴿أحل لکم ما وراء ذٰلکم﴾ سے چودہ عورتوں کے سوا جتنی عورتیں ہیں، سب سے نکاح کرنا جائز معلوم ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں "بنات الأخ وبنات الأخت" کی حرمت آئی ہے یعنی بھانجی سے نکاح کرنے کی حرمت آئی ہے، بھانجی کی لڑکی سے نکاح کرنے کی حرمت کہاں سے ثابت ہوتی ہے؟ اگر بھانجی کی لڑکی سے نکاح کرنا حرام ہے تو عم، عمۃ، خالہ کی لڑکی سے نکاح کرنا حرام ہونا چاہیے۔ چونکہ معطوف اور معطوف علیہ کا ایک حکم ہوتا ہے اور فقہاء کے قول میں اختلاف واقع ہوا ہے: بعض فقہاء نے "وإن سفلن" کی قید لگائی ہے جیسا کہ صاحبِ درمختار اور بعض فقہاء نے "وإن سفلن" کی قید نہیں لگائی ہے، بلکہ سکوت کیا جیسا کہ صاحبِ ہدایہ۔

المستفتی: نادر حسین فرید پوری، ۸/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

الجواب صالحاً مصلیاً:

"وتحرم علیه بنات الأخ بالنص، وهو قوله تعالی: ﴿وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ وإن سفلن بالإجماع". بدائع: ۲/ ۵۷ (۱)، اس سے معلوم ہوا کہ بھانجی کی لڑکی سے نکاح حرام ہے اور یہ حرمت اجماع سے ثابت ہے۔

"ويحرم بنة أخته لأب وأم، أولأحدهما لقوله تعالیٰ: ﴿وأخواتكم﴾. وفيها لقوله تعالی: ﴿وبنات الأخت﴾. وابنة أختيه لأب وأم أولأحدهما، لقوله تعالیٰ: ﴿وبنات الأخ﴾ وإن سفلن، لعموم المجاز أودلالة النص أوالإجماع". مجمع الأنهر، ص: ۳۲۳ (۲)، اس سے معلوم ہوا کہ بھانجی کی لڑکی کی حرمت عموم مجاز سے بھی نکلتی ہے اور "دلالۃ النص" سے بھی ثابت ہوتی ہے۔

رہا بعض فقہاء کا سکوت تو اس سے جواز ثابت نہیں ہوتا "لأن الناطق مقدم علی الساكت" اور

---

(۱) (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات بالقرابة: ۳/ ۴۱۰، دارالکتب العلمیه، بیروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/ ۴۵۹، عباس احمد الباز مكة المكرمة)

(۲) (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/ ۳۲۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

اس کو اختلاف نہیں کہتے، اگر بعض جواز لکھتے اور بعض حرمت تب اختلاف ہوتا۔ رہا عم، عمہ، خالہ کی لڑکی کو بھانجی کی لڑکی پر قیاس کر کے حرمت کا تقاضہ کرنا، سو یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ نص میں: "بنات الأخ وبنات الأخت" مذکور ہیں اور "بنت" کا اطلاق جس طرح سے لڑکی پر آتا ہے، لڑکی کی لڑکی پر بھی آتا ہے اور "عمہ" کا اطلاق پھوپھی پر آتا ہے مگر پھوپھی کی لڑکی پر نہیں آتا۔ نیز اس کے متعلق کوئی اجماع منعقد نہیں ہوا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۹/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

بھانجی کی لڑکی سے نکاح، ایسی اولاد کا نسب، حقِ وراثت، مہر، ان کا ایک مکان میں رہنا، ایسی عورت کا حقِ وراثت

سوال[۵۵۹۵]: زید نے اپنی سگی بہن کی بیٹی یعنی اپنی سگی بھانجی کی بیٹی سے نکاح کر دیا جس میں دو آدمی گواہ تھے، اور حالتِ نکاح میں زید اور اس کی بھانجی کی بیٹی دونوں بالغ تھے اور زید مذکورہ اپنی سگی بہن کی بیٹی سے نکاح کرنا شرعاً حلال سمجھتا ہے اور قیاس بھی کرتا ہے: جیسا کہ اپنی پھوپھی سے نکاح کرنا حرام مگر اس کی بیٹی سے حلال ہے:

وقال رجلٌ آخر: جاء في تفسير خازن: "قوله تعالى: ﴿وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ اھ". [پارہ لن تنا]، ص: ۳٤٠(۱)۔

وفي الدرالمختار على حاشية ردالمحتار: "حرم على المتزوج ذكراً كان أو أنثى نكاح أصله وفروعه، عَلَا أو نزل، اھ" عبارتِ مذکورہ سے معلوم ہوا کہ اپنی بھانجی کی بیٹی سے نکاح کرنا حرام ہے۔

استفتاء ان باتوں کا ہے:

۱......زید مذکور کا نکاح اپنی سگی بھانجی کی بیٹی سے شرعاً درست ہوا یا نہیں؟

۲......ان دونوں کی جفتی سے جو اولاد ہوئی اس کا نسب زید سے ثابت ہوا یا نہیں، مگر زید اس کو اپنا لڑکا

(۱) (تفسیر الخازن: ۱/۳۶۲، حافظ کتب خانہ کوئٹہ)

لڑکی ثابت کرتا ہے؟

۳.....زید کے مرنے کے بعد یہ لڑکا لڑکی عصبہ بن کر اس کے مال کی وارث بنیں گے یا نہیں؟

۴.....زید پر اس عورت کا مہر واجب ہے یا نہیں؟

۵.....زید کے مرنے کے بعد اس کے مال سے یہ عورت ثمن کی وارث ہوگی یا نہیں؟

۶.....زید مذکور کی سگی بھانجی کی بیٹی سے جو لڑکے زید کی جفتی سے پیدا ہوئے اگر وہ عورت اپنے لڑکا لڑکی کو لیکر زید کے مکان کے باہر دوسری جگہ سکونت کرے تو ہر قسم کی دشواری وسختی و بے غیرتی پیش آتی ہے، اس تقدیر پر اگر وہ عورت اپنے بال بچے لیکر زید کے مکان میں علیحدہ گھر بنوا کر سکونت اختیار کرے اور زید سے نزدیکی نہ کرے، مگر ایک دوسرے کو گھر کے باہر آمد ورفت کے وقت دیکھتا ہے کیونکہ ایک مکان میں ایک دوسرے کو ضرور دیکھ لیا کرتا ہے، مگر بدکاری سے دور رہتے ہیں، مگر امکان سے خالی نہیں، شیطان ہر شخص کے ساتھ ہے اور زید مذکور بظاہر فاسق ہے، علامت فسق کی اس میں پائی جاتی ہے۔ تو ایک مکان میں دونوں کا علیحدہ علیحدہ رہنا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

۷.....زید اور اس کی بھانجی کی بیٹی دونوں سے فرزند پیدا ہوئے، اب زید اور اس کی بھانجی کی بیٹی پر کونسی سزا شرع کی رو سے وارد ہے، زنا کی یا اور کسی قسم کی؟ مفتی بہ قول بیان فرمادیں۔

۸.....زید اپنی بھانجی کی بیٹی سے نکاح وجماع کرنے کے بعد جو لڑکی پیدا ہوئی اور اس لڑکی سے دوسرے نیک شریف النسب آدمی کا نکاح کردیں تو اس میں شرعاً کوئی عیب تو نہیں ہوگا؟ زید بھی شریف النسب آدمی ہے۔

۹.....زید کی بھانجی کی بیٹی سے جو زید کے لڑکا یا لڑکی پیدا ہو تو شرعاً "ولد الزنا" کہلائے جائیں گے یا نہیں؟

۱۰.....اگر وہ لڑکا بالغ عالم ہونے کے بعد امامت کرے تو اس کے پیچھے دوسروں کی نماز بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ ہر سوال کے جواب کو ادلہ سے زیور پہنا کر تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....یہ نکاح ناجائز ہے، متون، شروح، فتاویٰ سب میں عدمِ جواز مصرح ہے، کسی کتاب میں اس کا

جواز نہیں ہے۔

۲..... باوجود نکاح حرام ہونے کے اس نکاح سے جو اولاد ہوگی وہ زید سے ثابت النسب ہوگی، نکاحِ محارم سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ثابت النسب ہوتی ہے:

"ولا حد إن كان بشبهة العقد: أي عقد النكاح عنده: أي الإمام، كوطء محرم نكحها. وقالا: إن علم الحرمة، حُدّ، وعليه الفتوى، خلاصة. لكن المرجح في جميع الشروح قول الإمام، فكان الفتوى عليه أولى، قاله قاسم في تصحيحه. لكن في القهستاني عن المضمرات: على قولهما الفتوى. وحرر في الفتح أنها من شبهة المحل، وفيها يثبت النسب، كمامر، اهـ". درمختار كتاب الحدود۔

"(قوله: كوطء محرم نكحها): أي عقد عليها، أطلق في المحرم فيشتمل المحرم نسباً ورضاعاً وصهريةً، اهـ. (قوله: وقالا الخ) مدار الخلاف على ثبوت محلية النكاح للمحارم وعدمه، فعنده هي ثابتة على معنى أنها محل نفس العقد لا بالنظر إلى خصوص عاقد بقبولها مقاصده من التوالد .... فأورث شبهةً ونفياً على معنى أنها ليست محلاً يعقد هذا العاقد فلم يورث شبهةً. وتمامه في الفتح والنهر، اهـ". ردالمحتار: ۳/۳۳٦(۱)۔ والمسئلة مذكورة في ردالمحتار: ۲/۵۷٤، ۹۹۹(۲)۔

۳..... نسب تو ثابت ہے، احتیاطاً میراث کا استحقاق نہیں ہوگا: "وأما الإرث فلا تثبت فيه، اهـ". طحطاوی: ۲/٦۰(۳)۔

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب الحدود، مطلب في بيان شبهة العقد: ۴/ ۲۳، ۲۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الرابع في الوطء الذي يوجب الحد والذي لايوجبه: ۲/ ۱۴۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لايوجبه: ۵/ ۲۵، ۲٦، رشيديه)

(۲) (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/ ۲۸، ۲۹، سعيد)

(۳) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار، باب المهر: ۲/ ۲۰، دارالمعرفة بيروت)

(وكذا في رد المحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/ ۱۳۲، سعيد)

۴......واجب ہے:"ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد، وهو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة کشهود بالوطء فی القبل لا بغیره، ولم تزد علی المسمیٰ. ویثبت لکل واحد منهما فسخه ولو بغیر محضر من صاحبه، دخل بها أولا فی الأصح، اهـ". در مختار: ۵۷۴/۲۔ "(قوله: کشهود) ومثله تزوج الأختین معاً، ونکاح الأخت فی عدة الأخت، الخ". شامی (۱)۔

عبارتِ بالا سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مہرِ مثل واجب ہوگا اور مسمیٰ سے زائد نہیں ہوگا اور طرفین پر اس نکاح کا فسخ کرنا واجب ہے، دخول کی نوبت آئی ہو یا نہیں آئی ہو۔

۵......اگر زندگی میں نکاح فسخ نہیں کیا تب بھی عورت کو میراث نہیں ملے گی، کما مرّ فی، ص: ۳ (۲)۔ (اس نکاح کا فسخ واجب ہے)۔

۶......اس میں فتنہ کا قوی احتمال ہے، لہٰذا قطعاً علیحدگی اور متارکت کر کے عورت کا نکاح دوسری جگہ کردیا جائے، زید کے لئے اس عورت کو اپنے نکاح میں رکھنا ہرگز ہرگز جائز نہیں (۳)۔ دنیا میں نا سمجھ لوگوں میں اگر بے عزتی ہوتی ہے تو آخرت کے عذاب سے انشاء اللہ نجات ہوگی، جس کے مقابلہ میں دنیا کی بے عزتی کوئی شئ نہیں اور اہلِ فہم لوگ دنیا میں بھی بے عزتی نہیں کریں گے۔

---

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۱۳۱/۳، سعید)

(وکذافی بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فی النکاح الفاسد: ۲۱۵/۳، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثامن فی النکاح الفاسد واحکامه: ۳۳۰/۱، رشیدیه)

(۲) (جواب نمبر: ۴ مراد ہے)

(۳) "بل یجب علی القاضی التفریق بینهما". (الدرالمختار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسده: ۱۳۳/۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثامن فی النکاح الفاسد وأحکامه: ۳۳۰/۱، رشیدیه)

(وکذا فی المحیط البرهانی، الفصل السادس عشر، فی النکاح الفاسد وأحکامه: ۲۴۸/۳، مکتبه غفاریه کوئٹه)

۷......حد زنا واجب نہیں(۱)، تعزیر واجب ہے(۲) بشرطیکہ اسلامی حکومت ہو(۳)، ورنہ باہمی متارکت تامہ کرکے ہر دو توبہ کرلیں(۴)۔

۸......اولاد کا اس میں کیا قصور ہے، دوسرے لوگ اگر اس اولاد سے نکاح کرلیں تو شرعاً درست ہے(۵)۔

۹......"ولد الزنا" نہیں، بلکہ ثابت النسب ہیں(۶)۔

---

(۱) (راجع رقم: ۳)

(۲) "الحاصل أن كل من ارتكب معصية ليس فيها حد مقرر، وثبت عليه عند الحاكم، فإنه يجب التعزير". (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب التعزير: ۵/۴۱، رشيدية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۱۶۸، رشيديه)

(۳) "وركنه (أي الحد) إقامة الإمام أو نائبه في الاقامة". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الأول: ۲/۱۴۳، رشيديه)

(۴) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع واتباع العورات، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القارى شرح صحيح البخارى، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد والتدابر: ۲۲/۱۳۷، مطبعه خيرية بيروت)

(۵) "والولد محترم مكرم داخل تحت قوله تعالى: ﴿ولقد كرمنا بني آدم﴾ [الإسراء: ۷۰] فليس فيه صفة القبح؛ لأنه مخلوق بخلق الله تعالى، الخ". (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۴، رشيديه)

"النكاح ينعقد متلبساً بايجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(۶) "ويثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه) .... =

۱۰..... اگر اس میں امامت کی اہلیت ہے تو اس کے پیچھے بلا کراہت نماز درست ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۷/ ربیع الثانی/ ۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ، ۲۷/۲/۶۴ھ۔

سگے بھانجے کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۵۹۶]: سگے بھانجے کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہن اور بہن کی اولاد کسی سے بھی نکاح جائز نہیں، بھانجے کی لڑکی سے بھی نکاح جائز نہیں: ﴿وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ کے تحت اس کی تصریح موجود ہے(۲)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند، ۴/۹/۸۹ھ۔

= (وكذا في بدائع الصنائع للعلامة الكاساني، كتاب النكاح، فصل في النكاح الفاسد: ۳/۵۱۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/۲۴۸، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) "وولد الزنا إذا كان أفضل القوم، فلا كراهة إذا لم يكونا محتقرين بين الناس، لعدم العلة للكراهة، الخ". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب الإمامة: ۱/۶۱۰: رشيدية)

"وولد الزنا، هذا إن وُجد غيرهم، وإلا فلا كراهة. بحر". (الدر المختار، مطلب: البدعة خمسة أقسام: ۱/۵۶۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلوة، باب الإمامة، الفصل الثالث في بيان من يصلح إماماً لغيره: ۱/۸۵، رشيديه)

(۲) (سيأتي تخريجه تحت عنوان: "نواسی سے نکاح"۔)

اخیافی بہن سے نکاح

سوال [۵۵۹۷]: ۱......زید کا انتقال ہوگیا اور اس نے ایک لڑکا اور بیوی کو چھوڑا، بعد آں اس کی بیوی نے عمر کے ساتھ نکاح کرلیا اور عمر سے لڑکی ہوئی۔ اس صورت میں زید کے لڑکے کا نکاح عمر کی لڑکی کے ساتھ کرنا صحیح ہوگا یا نہیں؟

باپ شریک بہن کے ساتھ نکاح

سوال [۵۵۹۸]: ۲......بکر کی پہلی بیوی سے ایک لڑکا ہوا تھا اور بکر کی بیوی کا انتقال ہوگیا، چنانچہ بکر نے دوسرا نکاح کرلیا، دوسری بیوی سے لڑکی ہوئی۔ کیا ان دونوں کا نکاح درست ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......صورتِ مسئولہ میں زید کے لڑکے اور عمر کی لڑکی کی ماں ایک ہے، پس یہ دونوں بہن بھائی ہوئے، لہٰذا ان کا آپس میں نکاح درست نہیں۔

۲......ان دونوں کا باپ ایک ہے لہٰذا ان کا نکاح بھی ناجائز ہے: "وتحرم أخته لأب وأم أولأحدهما، اھ". مجمع الأنهر، ص: ۳۲۳(۱)۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مظاہر العلوم سہارنپور، ۷/۱۱/۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ ذی قعدہ/۵۵ھ۔

باپ اور ماں شریک بہن سے نکاح کی حرمت

سوال [۵۵۹۹]: قرآن شریف میں جو رشتے نکاح یا پردہ کے متعلق ہیں وہ صرف سگے ہیں یا دور

---

(۱) (مجمع الأنهر، باب المحرمات، كتاب النكاح: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قال رحمه الله: وأخته......... لأن حرمتهن منصوص عليها في هذه الآية، ويدخل الأخوات المتفرقات، الخ". (تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۶۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۴، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۳/۴۰۹، دار الكتب العلمية بيروت)

کے بھی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

قرآن شریف میں بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی سے نکاح حرام ہے، اس میں بہن کی تینوں قسمیں مراد ہیں: ایک عینی یعنی ماں اور باپ دونوں میں شریک ہو جس کو سگی بہن کہتے ہیں۔ دوسرے علاتی: یعنی باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں۔ تیسرے اخیافی: یعنی ماں ایک ہو باپ الگ الگ۔ ایسی تینوں قسموں کی بہن سے نکاح حرام ہے(۱)۔ ایسے ہی بھائی کی لڑکی اور بہن کی لڑکی سے بھی نکاح حرام ہے(۲)، باقی دور کے رشتہ کی اگر بہن ہو، مثلاً: پھوپھی کی لڑکی یا خالہ کی لڑکی یا ماموں کی لڑکی یا چچا کی لڑکی تو اس سے نکاح حرام نہیں ہے(۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

چچا سے بھتیجی کا نکاح

سوال[۵۶۰۰]: کیا خاص چچا سے بھتیجی کا عقد جائز ہے یا نہیں؟ صورت دراصل یہ ہے کہ لڑکا لڑکی

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: "باپ شریک بہن کے ساتھ نکاح"۔)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم وبناتکم وأخواتکم وعماتکم وخالاتکم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ (سورة النساء: ۲۳)

قال العلامة الکاساني: "وتحرم علیه بنات الأخ وبنات الأخت بالنص، الخ". (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۳/۴۰۶، ۴۱۰، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۵۹، دارالکتب العلمیة بیروت)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿وأحل لکم ما وراء ذالکم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أي ما عدا من ذکرن من المحارم هن لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ۱/۴۷۴، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا في التفسیر المنیر: ۵/۶، دارالفکر بیروت)

(وکذا في التفسیر المظهري: ۲/۶۶، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(وکذا في بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في بیان بعض المحرمات: ۳/۴۳۷، دارالکتب العلمیة بیروت)

بالغ وبالغہ باکرہ تقریباً ہم عمر ہیں، لڑکی کا اصرار یہ ہے کہ شادی ہوتو اس لڑکے سے، ورنہ بصورتِ دیگر خودکشی کرلوں گی۔ اس مجبوری کی حالت میں شریعت میں جان بچانے یا خوشگوار زندگی کے لیے کچھ گنجائش ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چچا، بھتیجی کا نکاح حرام ہے، کسی صورت سے جائز نہیں، قرآن کریم میں ہے: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعما تكم وخالاتكم وبنات الأخ﴾ الأية (۱)۔ جس چیز کو اللہ پاک نے خود حرام قرار دیا ہے اس کو حلال کرنے کی کس کی مجال ہے، اس طرح جان بچانے کی دھمکی سے کیا حقیقی بہن، بیٹی، والدہ کے نکاح کی بھی اجازت حاصل کی جائے گی؟ اور پھر اگر کسی کے دل میں کفر اختیار کرنے کا جوش پیدا ہو اس کی بھی اجازت لی جائے گی؟ دین، ایمان کیا ہوگا، جی چاہتا کھلونا بن جائے گا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

سوتیلے ماموں سے نکاح

سوال [۵۲۰۱]: ۱...... زید نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے علاتی ماموں سے کردیا، علاتی ماموں اور حقیقی والدہ کا والد ایک ہے اور والدہ مختلف ہیں۔ شرعاً یہ نکاح جائز ہے یانہیں؟

۲...... اگر نہیں تو نکاح کے موقع پر جو لوگ واقف کار تھے اور نکاح میں موجود تھے ان کے ساتھ شریعت کیا حکم رکھتی ہے؟

---

(۱) (سورة النساء: ۲۳)

قال العلامة الكاساني تحت آية: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ .... "وتحرم عليه بنات الأخ وبنات الأخت بالنص، وهو قوله تعالىٰ: ﴿وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۳/۴۰۶، ۴۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۵۹، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث بيروت)

۳.....زید کے ساتھ یا اس کی لڑکی کی اولاد کے ساتھ میل جول برتاؤ کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے؟

۴.....ہر چہار اماموں میں سے کسی امام صاحب کے مذہب میں درست ہو تو بھی مطلع فرمایا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....یہ نکاح شرعاً جائز نہیں: "ويحرم أخته لأب وأم أولأحد هما لقوله: ﴿وأخواتكم﴾ وبنتها لقوله تعالى: ﴿وبنات الأخت﴾ وابنة أخيه لأب وأم، أو لأحدهما لقوله تعالى: ﴿بنات الأخ﴾ وإن سفلتا، لعموم المجاز، أو دلالة النص أو الإجماع، اهـ". مجمع الأنهر: ۱/۳۲۳(۱)۔

۲.....جو لوگ واقف ہونے کے باوجود اس نکاح میں شریک ہوئے، وہ سب گنہگار ہوئے سب کو توبہ لازم ہے(۲) اور ان دونوں میں تفریق ضروری ہے(۳)۔

---

(۱) (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"قوله: (وأخته وبنتها وبنت أخيه) .... ودخل فيه الأخوات المتفرقات وبنتهن وبنات الإخوة المتفرقين، الخ". (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق للزيلعي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۶۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿ولاتعاونوا على الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

قال العلامة آلوسي البغدادي في تفسير هذه الأية: "فيعم النهي كل ماهو من مقولة الظلم والمعاصي، ويندرج فيه النهي عن التعاون على الاعتداد والانتقام". (تفسير روح المعاني: ۶/۵۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"واتفقوا أن التوبة من جميع المعاصي واجبة سواء كانت المعصيته صغيرةً أو كبيرةً". (شرح النووي على صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)

(۳) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما". (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/۲۲۸، المكتبة الغفارية كوئته)

۳......اگر زید اپنی لڑکی اور داماد میں تفریق نہ کرائے اور وہ دونوں متارکت نہ کریں تو ان سے تعلقات ترک کردیئے جائیں تاکہ وہ تنگ آکر توبہ کریں (۱)۔

۴......عبارتِ منقولہ سے معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ اجماعی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۲/۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۲۹/صفر/۶۳ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

ماں کے ماموں سے نکاح

سوال[۵۶۰۲]: ماں کے ماموں محرمات میں داخل ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داخل ہیں: "وكذا بنت الأخ والأخت وإن سفلن، اهـ". عالمگیری: ۲/۲۷۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/۶/۶۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/۶/۶۴ھ۔

پھوپھی سے نکاح

سوال[۵۶۰۳]: حقیقی پھوپھی یعنی باپ کی بہن سے نکاح جائز ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص حقیقی

(۱) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق".

(مرقاة المفاتيح شرح مشكوٰة المصابيح، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع الخ، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القاري للعيني، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد الخ: ۲۲/۱۳۷، مطبعه خيرية بيروت)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث في بيان المحرمات، القسم الأول: المحرمات بالنسب: ۱/۲۷۳، رشيديه)

پھوپھی سے نکاح کرلے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

سائل مستری منیر احمد۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقیقی پھوپھی سے نکاح کرنا قطعی حرام ہے(۱)، للہذا یہ نکاح کرنے والا اگر اس مسئلہ کو جانتے ہوئے نکاح کرے گا تو شرعی قاعدہ کے موافق صاحبین کے نزدیک اس پر حد جاری کیجائے گی اور تفریق ہر حال میں ضروری ہے(۲)۔"وعند هما إذا نكح نكاحاً مجمعاً على تحريمه، فليس ذلك بشبهة، ويحد إن علم بالتحريم، وإلا لا". عالمگیری: ۲/ ۷٥٤ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی، یکم/ ربیع الاول/۵۴ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، یکم/ ربیع الاول/۵۴ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم﴾ الخ. (سورة النساء: ۲۳)

"فلهٰذا تحرم العمات والخالات، وتحل بنات الأعمام والعمات، الخ". (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/ ۴۵۹، دارالكتب العلميه بيروت)

(۲) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما". (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/ ۱۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن، في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/ ۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل السادس عشر، في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/ ۲۴۸، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۳) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، الباب الرابع في الوطء الذي يوجب الحد والذي لايوجبه: ۲/ ۱۴۷، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب في بيان شبهة العقد: ۴/ ۲۴، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لايوجبه: ۱/ ۵۹۵، داراحياء التراث العربي بيروت)

موطوءۃ الجد سے نکاح حرام ہے

سوال[۵۲۰۴]: ایک شخص کے سگے نانا ہیں ان کی دو بیویاں ہیں تو اس شخص نے اپنی سوتیلی نانی سے پہلے بدکاری کی، اس کے بعد اپنے نکاح میں لے لیا۔ کیا نواسہ کے لئے سوتیلی نانی سے نکاح کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بدکاری تو بدکاری ہے ہی، مگر موطوءۃ الجد سے بھی نکاح حرام ہے، جد: دادا ہو یا نانا، ہر دو کی موطوءہ سے نکاح ناجائز ہے، لقوله تعالیٰ: ﴿ولا تنكحوا ما نكح اٰبائكم﴾ الاية(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴۰۰/۱۲/۲۴ھ۔

سوتیلی والدہ سے نکاح

سوال[۵۲۰۵]: زید اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنا چاہتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت سے زید کے والد نے نکاح کیا وہ اس کی سوتیلی والدہ ہے، اس سے زید کا نکاح کسی طرح جائز نہیں، بالکل حرام ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲۸ھ۔

---

(۱) "ولا بامرأة أبيه وأجداده، لقوله تعالىٰ ﴿ولا تنكحوا ما نكح آبائكم﴾". (الهداية، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳۰۸/۲، شركة علمية ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳۲۴/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۲۶/۳، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولاتنكحوا ما نكح آبائكم من النسآء إلا ما قد سلف، إنه كان فاحشةً ومقتاً وسآء سبيلاً﴾ (سورة النسآء: ۲۲)

"أما منكوحة الأب، فتحرم بالنص وهو قوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا مانكح آبائكم من النسآء﴾، والنكاح يُذكر ويراد به العقد، وسواء كان الأب دخل بها أولا؛ لأن اسم النكاح يقع على العقد". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۲۳/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲۱۱/۳، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر) =

بہو سے نکاح

سوال [۵۶۰۶]: عرصہ ہوا زید نے اپنی سگی بہو کے ساتھ عقد کرلیا ہے۔ ایسی صورت میں زید کے گھر کھانا پینا جائز ہے یا ناجائز؟ عنداللہ اگر کوئی صورت ہو تو مطلع کریں کہ ہم لوگ اس کے یہاں کھاپی سکیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیٹے کی بیوی سے عقدِ نکاح کرنا بالکل حرام ہے، لقوله تعالى ﴿وحلائل أبنائكم﴾ (الآية)(۱)۔ اور نکاح ہی منعقد نہیں ہوا (۲)، لہٰذا زید سے اس کو الگ کرائیں، پھر زید توبہ کرے تب زید کا گناہ معاف ہوگا (۳)، پھر اس کے گھر کھانے پینے کا معاملہ جاری کریں۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند ۲۱/۱/۱۳۹۲ھ۔

= (وكذا في مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۴، رشيديه)

(۱) (سورة النسآء: ۲۳)

"وحليلة الابن (أي تحرم) نسباً أوسبباً". (التاتارخانية، كتاب النكاح، أسباب التحريم: ۲/۲۱۸، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۶، رشيديه)

(۲) "نعم! في البزازية: حكاية قولين في أن نكاح المحارم باطل أو فاسد، والظاهر أن المراد بالباطل ما وجوده كعدمه". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في نكاح أهل الذمة: ۳/۵۱۱، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه، ثم يستغفر الله يجد الله غفوراً رحيماً﴾ فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح وحين يمسّي". (تنبيه الغافلين، باب آخر من التوبة، ص: ۹۰، مكتبه حقانيه پشاور)

"واتفقوا على أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور، لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً". (النووي على الصحيح لمسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمى)

(وكذا في روح المعاني، تحت آية: ﴿يأيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث بيروت)

نواسی سے نکاح

سوال[۵۲۰۷]: نواسی سے نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح اپنی حقیقی بہن سے نکاح حرام ہے، اسی طرح حقیقی بہن کی لڑکی اور اس لڑکی کی لڑکی سے بھی حرام ہے، لقوله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ الآية. وتحرم عليه بنات الأخ وبنات الأخت بالنص، وهو قوله تعالى: ﴿وبنات الأخ وبنات الأخت﴾ وبنات بنات الأخ والأخت، وإن سفلت بالإجماع". بدائع الصنائع: ۲/ ۲۵۷(۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۶/ ۸۹ھ۔

بیوی کی لڑکی سے نکاح

سوال[۵۲۰۸]: زید نے کسی عورت سے نکاح کیا، اس کے ساتھ پہلے شوہر سے ایک لڑکی بھی آگئی، اس عورت کے مرنے یا طلاق دینے کے بعد اس کی حقیقی لڑکی سے نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت سے زید نے نکاح کے بعد ہمبستری کی ہے، اس کی لڑکی سے جو کہ اس کے پہلے خاوند سے ہے زید کا نکاح کبھی بھی اور کسی حال میں بھی جائز نہیں، بالکل حرام ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/ ۱۲/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، ۲۸/ ۱۲/ ۸۷ھ۔

---

(۱) (بدائع الصنائع للعلامة الكاساني، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۳/ ۴۰۶، ۴۱۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/ ۴۵۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/ ۳۲۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم ....وربائبكم التي في حجوركم من نسآئكم التي=

منکوحہ فاسدہ کی بیٹی سے نکاح

سوال[۵۶۰۹]: زید، جمیلہ بیوہ کے گھر سکونت پزیر ہے اور جمیلہ اپنے نفس کا داک اختیار زید کو دے دیتی ہے اور وہ زید مذکور قبول کرلیتا ہے اور جمیلہ مذکورہ کو اپنی بیوی جان کر اس کے ساتھ جماع کرتا رہتا ہے، مگر ایجاب وقبول کے وقت شاہد موجود نہیں ہیں، بعد میں یہ عورت لوگوں کو کہتی ہے کہ میں نے اپنے نفس کا داک زید کو دے دیا ہے۔ اب یہ نکاح بلا شہود فاسد ہے یا کہ صحیح؟ اگر فاسد ہے تو زید جب جمیلہ کے ساتھ جماع کرتا رہا ساتھ نکاح فاسد کے تو جمیلہ مذکورہ کی بیٹی سے جو بکر سے ہے زید مذکور نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر نکاح کرلیوے تو نکاح بیٹی کا باطل ہوتا ہے یا کہ درست ہے؟ بینوا توجروا۔

ضلع ہزارہ محمد اکبر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا گواہوں کے نکاح جائز نہیں، لہٰذا یہ نکاح صحیح نہیں ہوا اور اس جماع کی وجہ سے زید اور جمیلہ سخت گنہ گار ہوئے (۱)۔ ان دونوں کی علیحدگی اور متارکت واجب ہے (۲)۔ جب زید جمیلہ سے جماع کرچکا ہے تو جمیلہ

= دخلتم بهن﴾ الآية. (سورة النسآء: ۲۳)

"بنات الزوجة (أی تحرم) وبنات أولادها وإن سفلن بشرط الدخول بالأم، كذا في الحاوی القدسي، سواء كانت الابنة في حجره أولم تكن، كذا في شرح الجامع الصغير". (الفتاوی العالمكيرية، الباب الثالث في بيان المحرمات، القسم الثانی المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۴، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۵، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۱، سعيد)

(۱) "وهو (أی النكاح الفاسد) الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة كشهود، الخ". (الدر المختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۱، سعيد)

"إعلم أن الشهادة شرط في باب النكاح، لقوله عليه السلام: "لا نكاح إلا بشهود، الخ". (الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۶، شركة علميه ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط الشهود: ۳/۴۰۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "بل يجب على القاضی التفريق بينهما". (الدر المختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۲۳۳، سعيد) .... =

کی اولاد خواہ کسی سے ہو زید پر حرام ہے، لہٰذا زید کا نکاح جمیلہ کی بیٹی سے جو بکر سے ہے ہرگز جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۴/۴/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم، ۶/ ربیع الثانی/ ۵۸ھ۔

داماد سے نکاح

سوال [۵۲۱۰]: زینب نے اپنی لڑکی کا نکاح خالد کے ساتھ کیا اور بعد چندون کے زینب خالد یعنی اپنے داماد پر فریفتہ ہوگئی اور اپنی لڑکی کو اس سے طلاق دلا کر خود اپنے ساتھ نکاح کر لیا۔ یہ نکاح اس کا صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

داماد کا ساس سے نکاح حرام ہے: "ویحرم أم امرأته مطلقاً، دخل أولا إن كان العقد صحيحاً، اهـ". در منتقی، ص: ۳۲۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/۵۵ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ ذی قعدہ/ ۵۵ھ۔

=(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/۲۴۸، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿حرمت عليكم أمهاتكم .... وربائبكم التي في حجوركم من نسآئكم التي دخلتم بهن﴾ الآية. (سورة النسآء: ۲۳)

"بنات الزوجة (أي تحرم) وبنات أولادها وإن سفلن بشرط الدخول بالأم، كذا في الحاوي القدسي، سواء كانت الابنة في حجره أولم تكن، كذا في شرح الجامع الصغير". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۷۴، الباب الثالث في بيان المحرمات، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۵، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۱، سعيد)

(۲) (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

خونی رشتے اور حرمتِ نکاح

سوال[۵۲۱۱]: خون کا رشتہ کس کو کہتے ہیں اور اس کی اہمیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو رشتہ نسبی ہو جیسے بھائی بہن، پھوپھی، چچا، خالہ، ماموں وغیرہ یہ سب خونی رشتے ہیں، ان سے نکاح حرام ہے، قرآن کریم میں بھی حرمت مذکور ہے، چوتھے پارہ کا اخیر دیکھئے: ﴿حرمت علیکم أمهاتکم﴾ الخ(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۳/۸/۵ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۶۵/۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۶۰/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (سورة النساء: ۲۳)

(راجع للتفصيل: فتح القدير، فصل في المحرمات: ۲۱۹/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(والفقه النافع، كتاب النكاح، (رقم القاعدة: ۲۵۹): ۵۰۲/۲، ۵۰۳، مكتبه بيروت)

الفصل الثانی فی المحرمات من الرضاع

(حرمتِ رضاعت کا بیان)

رضاعی بھائی کی نسبی بہن اور ماں سے نکاح

سوال[۵۲۱۲]: رضاعی بھائی کے بڑے یا چھوٹے بھائی سے اس رضاعی بھائی کی بہن یا ماں کی شادی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رضاعی بھائی کی نسبی بہن سے اور ماں سے شادی جائز ہے جب کہ وہ اس کی خود کی رضاعی یا نسبی بہن یا ماں نہ ہو(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۲/۴ھ۔

رضاعی بہن سے نکاح کا حکم

سوال[۵۲۱۳]: مسماۃ ساجدہ اور مسماۃ صابی دونوں ایک مکان میں رہتی تھیں۔ساجدہ کے یہاں عبدالرشید اور صابی کے یہاں محمد شریف پیدا ہوئے، دونوں لڑکوں کی ولدیت علیحدہ علیحدہ ہے۔عبدالرشید نے صابی کا دودھ پیا ہے اور محمد شریف نے ساجدہ کا دودھ پیا۔اس وقت یہ دونوں جوان ہیں اور دونوں کی بالترتیب

---

(۱) "ویجوز أن یتزوج الرجل بأخت أخیه من الرضاع؛ لأنه یجوز أن یتزوج بأخت أخیه من النسب".

(الهدایة، کتاب الرضاع: ۲/۳۵۱، مکتبه شرکة علمیة ملتان)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریة، کتاب الرضاع: ۱/۳۴۳، رشیدیه)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب الرضاع: ۱/۳۷۷، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(وکذا في الدر المختار، کتاب الرضاع: ۳/۲۱۷، سعید)

چھوٹی بہنیں بھی جوان ہیں۔تو عبدالرشید کا نکاح محمد شریف کی بہن سے اور محمد شریف کا نکاح عبدالرشید کی بہن سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

عبدالرحمٰن تحصیل اوڑی بارہ مولہ کشمیر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسمی عبدالرشید کا نکاح مسماۃ صابی کی کسی لڑکی سے جائز نہیں اور محمد شریف کا نکاح مسماۃ ساجدہ کی کسی لڑکی سے جائز نہیں، ہرگز ایسا ارادہ نہ کریں (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۳/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند۔

ایضاً

سوال[۵۲۱۴]: جس عورت نے عوام میں زید کو دودھ پلانے کا اقرار کیا اور کرتی رہی اور اب وہ اپنی لڑکی کا نکاح زید کو دینے پر آمادہ ہوگئی۔اس کے اقرار عندالعوام سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی یا نہیں؟ بلکہ زید کا باپ بھی اس کا مقر ہے کہ میرے لڑکے نے اس کا دودھ پیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب لڑکی کی والدہ اور لڑکے کے والد صاحب کا اقرار ہے تو ان کو اپنی اولاد کا اس طرح کا نکاح

---

(۱) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة". (مشكوة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/۲۷۳، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، باب ما يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، ص: ۱۳۹، قديمي)

"فيحرم منه: أي بسببه ما يحرم من النسب". (ردالمحتار، باب الرضاعة: ۳/۲۱۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۳۸۸، رشيديه)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الرضاع: ۱۱/۱۲۳، إدارة القرآن كراچي)

کرنا حرام ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: عبد اللطیف، صحیح: سعید احمد غفرلہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

رضاعی بہن کی نسبی بہن سے نکاح

سوال[۵۲۱۵]: ۱...... طاہرہ کی دولڑکیاں عائشہ وزینب عمر ایک سال اور منیرہ کے دولڑکے عبدالغنی اور حسام الدین۔ کیا عبدالغنی اور زینب کا نکاح جائز ہے؟ ایسے ہی عبدالغنی اور عائشہ کا نکاح جائز ہے؟ اور حسام الدین وزینب اور حسام الدین وعائشہ میں نکاح ہوسکتا ہے؟

۲...... جب کہ حسام الدین بعمر ۲/ سال چھ ماہ ہونے کے بعد زینب نے حسام الدین کی والدہ، منیرہ کا دودھ پیا تھا، اور زینب کی عمر چار ماہ کی تھی تو کیا حسام الدین وزینب میں نکاح ہوسکتا ہے؟ ایسے ہی حسام الدین و عائشہ میں یا عبدالغنی وزینب میں یا عبدالغنی وعائشہ میں وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲...... زینب نے مدتِ رضاعت میں منیرہ کا دودھ پیا ہے، لہٰذا عبدالغنی اور حسام الدین دونوں زینب کے دودھ شریک بھائی ہوگئے، ان دونوں میں سے عائشہ کسی کی رضاعی بہن نہیں، لہٰذا عائشہ کا نکاح ان میں سے جس کے ساتھ مناسب ہو کردیا جائے، قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأخواتكم من الرضاعة﴾ الآية(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ۔

---

(۱) "عن عقبة بن الحارث –قال: و قد سمعته من عقبة و لكني لحديث عبيد أحفظُ –قال: "تزوجت امرأةً، فجائتنا امرأة سوداء، فقالت: إني قد أرضعتُكما، فأتيت النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، فأخبرته، فقلت: إني تزوجت فلانة بنت فلان، فجاء تني امرأة سوداء، فقالت: إني قد أرضعتُكما فأعرض عني، فأتيته من قِبل وجهه، فقلت: إنها كاذبة، قال: "وكيف بها و قد زعمت أنها قد أرضعتُكما، دعها عنك". (سنن النسائي، باب الشهادة في الرضاع: ۲/ ۸۴، قديمي)

(۲) (سورة النساء: ۲۳)

باپ شریک رضاعی بہن سے نکاح کرنا

سوال[۵۲۱۱]: مسماۃ مردان دختر اللہ دتہ (زوجۂ تاجہ) نے اپنے حقیقی بھائی مسمّی محمد ولد اللہ دتہ کو اپنا دودھ پلایا۔ اور مسماۃ سرداران کے فوت ہوجانے کے بعد اس کے خاوند مسمّی تاجہ نے ایک دوسری عورت مسماۃ بانو کے ساتھ نکاح کیا، مسماۃ بانو کے بطن سے ایک لڑکی مسماۃ سرداران بنت تاجہ پیدا ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ سرداران بنت تاجہ کا نکاح مسمّی محمد ولد اللہ دتہ کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

نوٹ: ان کے پاس سرداران بنت تاجہ اور محمد ولد اللہ دتہ کے جواز نکاح کے لئے ذیل کی دلیل ہے:

"فأخرج الشافعي عن زينب بنت أبي سلمة أنها قالت: كان الزبير يدخل عليّ، وأنا أمتشط، أرى أنه أبي وأن ولده إخوتي؛ لأن امرأته أسماء أرضعتني، فلما كان الحرة، أرسل إليّ عبد الله بن الزبير يخطب ابنتي أم كلثوم على أخيه حمزة بن الزبير۔

وكان للكلبية، فقلت: وهل تحل له؟ فقال: إنه ليس لك بأخ، إنما إخوتك من ولدت أسماء دون من ولد الزبير من غيرها. قالت: فأرسلت فسألت، والصحابة متوافرون، وأمهات المؤمنين، فقالوا: إن الرضاع لا يحرم شيئاً من قبل الرجل فأنكحتها إياه". نيل الأوطار للشوكاني: ١٢٤، ١٢٥ مطبع منيريه مصر (١)۔

= "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة". (مشكوة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الأول: ٢/٢٧٣، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، باب يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، ص: ١٣٩، قديمي)

"فيحرم منه: أي بسببه ما يحرم من النسب". (ردالمحتار، باب الرضاعة: ٣/٢١٣، سعيد)

(وإعلاء السنن، كتاب الرضاع: ١١/١٢٣، إدارة القرآن كراچي)

(١) (نيل الأوطار للشوكاني، باب: يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب: ٧/١٢٤، ١٢٥، دارالجيل، بيروت)
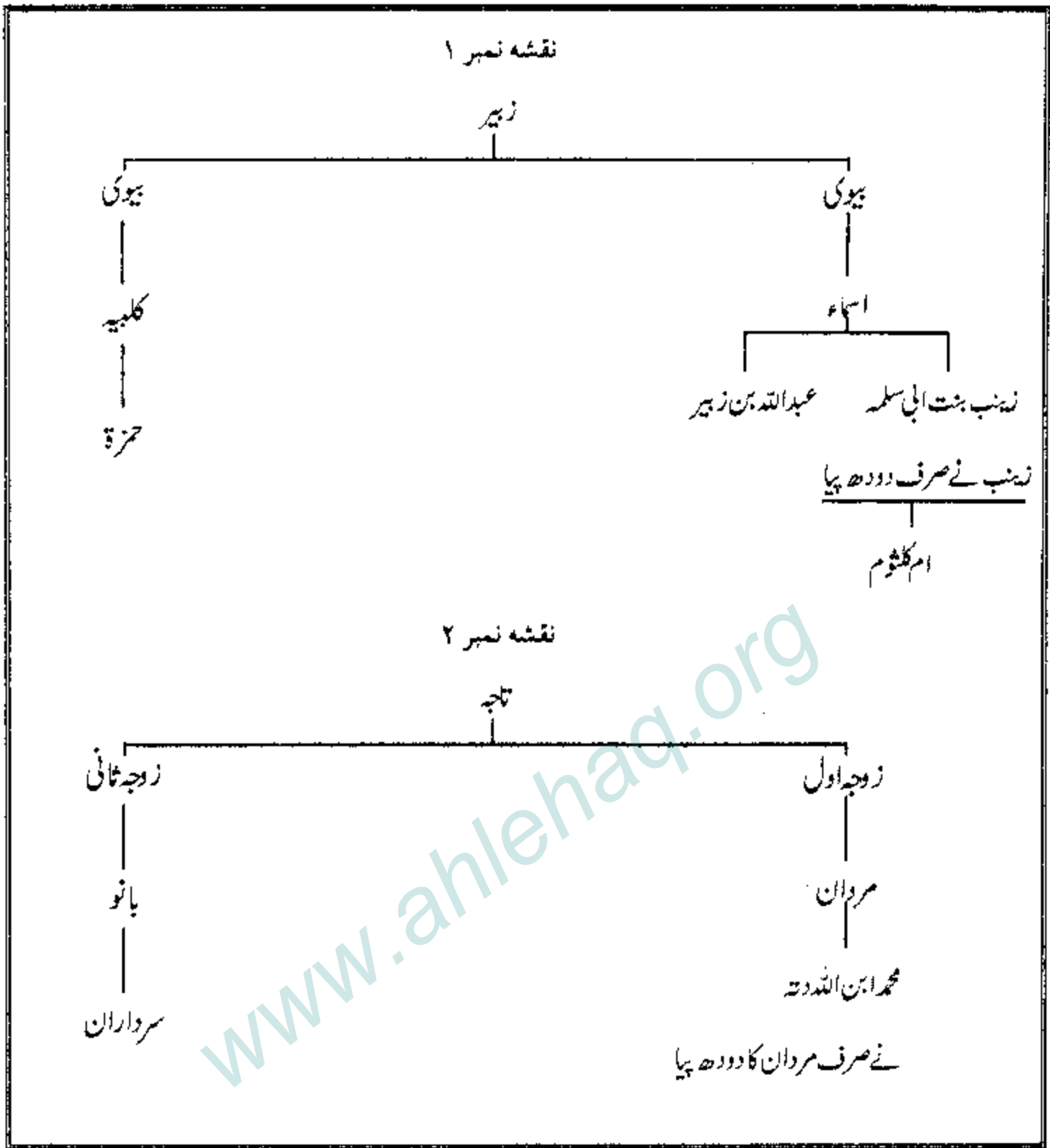
١-ام کلثوم بنت زینب حمزہ پر حلال لیکن عبداللہ پر حرام ہے، اسی طرح عبداللہ پر حرام اور حمزہ پر حلال ہے۔

٢-اوپر کی شکل کے مطابق محمد کا نکاح سردارن کے ساتھ بلا شبہ ہوسکتا ہے اور مردان کا دودھ اپنی سوت کی اولاد کے لئے حرمت کا سبب نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسمی تاجہ مسمی محمد ولد اللہ دتہ کا رضاعی باپ ہے اور مسماۃ سرداران کا نسبی باپ ہے، پس محمد اور مسماۃ

سرداران دونوں بھائی بہن ہوئے، حنفیہ کے نزدیک ان کا آپس میں نکاح ناجائز ہے، بشرطیکہ مسماۃ مروان دختر اللہ دتہ زوجۂ تاجہ نے جو دودھ مسمی محمد کو پلایا ہے وہ مسمی تاجہ کی وطی سے اترا ہو:

"و لا حل بين رضيع و ولد زوج ولبنها: أى لبن المرضعة منه: أى من الزوج، بأن نزل بوطئه، فهو: أى ذلك الزوج أب الرضيع، وابنه: أى ابن زوج المرضعة أخٌ للرضيع وإن كان من امرأة أخرى، و بنته أختٌ للرضيع، وابن بنته من امرأة أخرى. اهـ". مجمع الأنهر: ۳۳۷/۱(۱)۔

"نیل الاوطار" میں جس جگہ یہ روایت نقل کی ہے اسی جگہ اس کا جواب بھی ہے ملاحظہ فرمایئے:

"وأجيب بأن الاجتهاد من بعض الصحابة والتابعين لا يعارض النص، و لا يصح دعوى الإجماع لسكوت الباقين؛ لأنا نقول، الخ"(۲)۔ نیز اس سے چند سطر پہلے لکھا ہے:" و قد ذهب الأئمة الأربعة، إلى أنه يحرم نظير المصاهرة بالرضاع"(۳)۔

اور شروع باب میں روایت ہے جو اس کی دلیل ہے:

"عن ابن عباس رضى الله تعالىٰ عنهما: أن النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم أريد على ابنة حمزة رضى الله تعالىٰ عنه فقال: "إنها لا تحل لى، إنها ابنة أخى من الرضاعة، و يحرم من الرضاعة ما يحرم من الرحم". و فى لفظ: "من النسب". متفق عليه". ميزان شعرانى: ۱۴۳/۲(۴)۔

شعرانی میں لکھا ہے: "اتفق الأئمة على أنه يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، اهـ"(۵)۔

(۱) (مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۳۷۷/۱، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(۲) (نيل الأوطار للشوكانى، باب: يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب: ۱۲۵/۷، دار الجيل بيروت)

(۳) (نيل الأوطار، المصدر السابق: ۱۲۴/۷)

(۴) (نيل الأوطار، المصدر السابق: ۱۲۳/۷)

(۵) (ميزان الشعرانى، كتاب الرضاع: ۱۳۸/۲، مصطفى البابى الحلبى بمصر)

فتح الباری: ۹/ ۱۳۰ باب لبن الفحل میں ہے:"وفي الحديث أن لبن الفحل يحرم فتنتشر الحرمة لِمَن ارتضع الصغير بلبنه، فلا تحل له بنت زوج المرأة التي أرضعته من غيرها مثلاً"۔

اس کے بعد جن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بعض تابعین کا اختلاف ہے ان کے نام اور نقلِ استدلال ذکر کر کے لکھا ہے:

"واحتج بعضهم من حيث النظر، بأن اللبن لا ينفصل من الرجل، وإنما ينفصل من المرأة، فكيف تنتشر الحرمة إلى الرجل؟ والجواب: أنه قياس في مقابلة النص، فلا يلتفت إليه، وأيضاً فإن سبب اللبن هو ماء الرجل و المرأة معاً، فوجب أن يكون الرضاع منهما، كالجد لمّا كان سبب الولد أوجب تحريم ولد الولد به، لتعلقه بولده. وإلى هذا أشار ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما لقوله في هذه المسئلة: "اللقاح واحد". أخرجه ابن أبي شيبة، وأيضاً فإن الوطي يدر اللبن، فللفحل فيه نصيب۔

وذهب الجمهور من الصحابة رضي الله تعالىٰ عنهم، والتابعين، و فقهاء الأمصار كالأوزاعي في أهل الشام، والثوري وأبي حنيفة وصاحبيه في أهل الكوفة، وابن جريج في أهل مكة، ومالك في أهل المدينة، والشافعي وأحمد وإسحاق، وأبي ثور، وأتباعهم -رحمهم الله تعالى أجمعين- إلى أن لبن الفحل يحرم، وحجتهم هذا الحديث الصحيح .... قال القاضي عبد الوهاب: يتصور تجريد لبن الفحل برجل له امرأتان ترضع أحدهما صبياً، والأخرى صبيةً، فالجمهور قالوا: يحرم على الصبي تزويج الصبية. اهـ"(۱)۔

یہ سب بحث استیذان أفلحؓ علی عائشةؓ میں ہے۔ اس سے معلوم ہو گیا جمہورِ صحابہ وتابعین وفقہاء

= "وهذه الحرمة كما تثبت في جانب الأم، تثبت في جانب الأب، و هو الفحل الذي نزل اللبن بوطئه، كذا في الظهيرية. يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما و فروعهما من النسب، والرضاع جميعاً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، باب الرضاع: ۱/ ۳۴۳، رشيديه)

(۱) (فتح الباري، باب لبن الفحل: ۹/ ۱۵۰، دار الفكر بيروت)

وائمہ اربعہ-رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین-کا مذہب اور دلیل کیا ہے۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ،معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور،۲۲/۶/۵۸ھ۔

الجواب صحیح:سعید احمد غفرلہ، صحیح:عبد اللطیف،مدرسہ مظاہر علوم،۲۵/جمادی الثانیہ/۵۸ھ۔

نکاح کے وقت حرمتِ رضاعت سے خاموشی پھر بعد میں اظہار

سوال[۵۶۱۷]: سراج الدین ولد دلبر خان کی شادی چودہ سال قبل شاہ بیگم دختر کالا خان نمبر دار کو ڈارہ کے ساتھ ہوئی،مسمی مذکور نے بارہ سال گزرنے کے بعد دوسری شادی مسماۃ حسن جان دختر کالا خان سے کی،پہلی بیوی سے تین لڑکیاں ہیں،اور سسر نے مسمی مذکور سے گیارہ ہزار بطور قرض حسنہ لئے تھے دوسری شادی ہونے کی وجہ سے،اور روپیہ دینے کی وجہ سے مسمی مذکور کے سسر اور ساس نے دودھ پینے کا مسئلہ بنالیا ہے اور مسمی مذکور کی بیوی شاہ بیگم کو ورغلا کر مسمی مذکور سے طلاق لینا چاہتے ہیں اور ایک دوسری جگہ نکاح کا منصوبہ بنارہے ہیں۔

دودھ پینے کا نہ کوئی گواہ ہے اور نہ کوئی ثبوت ہے اور نہ مسمی مذکور کی شادی کے وقت کوئی جھگڑا تنازعہ تھا، دونوں فریقین کی مرضی وخوشی ورضا سے مسمی مذکور کی شادی ہوئی تھی،مگر آج دوسری شادی کرنے اور روپیہ مانگنے پر یہ جھگڑا بنایا ہے،کیونکہ اس سے قبل بارہ سال تک دودھ کی کوئی بات تک نہ تھی،تو آج کیسے مسمی مذکور کی ساس اور سسر بتاتے ہیں؟شرعاً ان کے قول کا اعتبار ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو اب دودھ پینے کا مسئلہ(حرمت رضاعت)بالکل بے محل ہے،جو لوگ اپنی لڑکی کا نکاح کرنے والے ہیں وہ نکاح کرتے وقت کیوں خاموش رہے اور کیوں نکاح کیا؟اگر حرمتِ رضاعت تھی تو اس وقت کیوں نہیں کہا،اب ان کے قول کا شرعاً اعتبار نہیں(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دار العلوم دیوبند،۲۸/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ،دار العلوم دیوبند،۲۸/۱۲/۹۲ھ۔

---

(۱) "ومعناه أن يكون تحته صغيرة، و تشهد واحدة بأنها رضعت أمه، أو أخته، أو امرأته بعد العقد، ووجهه أن إقدامهما على النكاح دليل على صحته، فمن شهد بالرضاع المتقدم على النكاح، صار منازعاً =

حرمتِ رضاعت کا علم ہونے پر نکاح کا حکم

سوال[۵۶۱۸]: زید نے ہندہ سے نکاح کیا اور نکاح کو تقریباً تین سال ہو گئے اور اس دوران دو بچے ہندہ کے بطن سے پیدا ہوئے، تقریباً تین سال کے بعد معلوم ہوا کہ زید نے ہندہ کی والدہ کا دودھ مدت رضاعت میں پیا تھا، جن کے سلسلے میں علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ دونوں یکجا نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد دونوں کو الگ الگ کردیا لیکن زبانی طلاق نہیں ہو پائی اور اس کے بعد زید نے دوسری شادی بھی کرلی ہے۔ تو کیا زید سے الفاظ طلاق کہلوانا بھی ضروری ہے یا نہیں؟ اور کیا زید کے جو دو بچے ہندہ کے بطن سے پیدا ہوئے، صاحب نسب ہیں یا نہیں؟ بغیر الفاظِ طلاق کے ہندہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ فقط والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا ہندہ سے نکاح ایسی حالت میں ہوا کہ حرمتِ رضاعت کا علم نہیں تھا، لہذا یہ نکاح فاسد ہوا، جو بچے پیدا ہوئے وہ ثابت النسب ہیں، رضاعت کا علم ہونے پر زید زبان سے کہہ دے کہ میں نے ہندہ سے تعلقِ زوجیت ختم کردیا، پھر عدت گزار کر ہندہ دوسری جگہ نکاح کرے۔

"و بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، الخ". در مختار۔ "النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل يفسد، اهـ. (قوله: إلا بعد المتاركة): أي وإن مضى عليها سنون، كما في البزازية. وعبارة الحاوي: إلا بعد تفريق القاضي أو بعد المتاركة، اهـ. و قد علمت أن النكاح لا يرتفع بل يفسد، و قد صرّحوا في النكاح بأن المتاركة لا تتحقق إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها كتركتُك أو خليتُ سبيلك، اهـ". شامی، ص: ۲۸۳/۲(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۴۰۶/۲/۲۱ھ۔

= لهما؛ لأنه يدعي فساد العقد ابتداءً .... وإنما يدعي حدوث المفسد بعد ذلك، و إقدامُهما على النكاح يدل على صحته، الخ". (البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۴۰۵/۳، رشيديه)

(۱) (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۳۷/۳، سعيد)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۱۷/۲، دار المعرفة بيروت)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني المحرمات بالصهرية، و ما يتصل بذلك مسائل: ۲۷۷/۱، رشيديه)=

رضاعی بہن سے نکاح

سوال [۵۲۱۹]: رحیم اور کریم دو بھائی ہیں، کریم کی ایک دودھ شریک بہن ہے، اس بہن کی شادی رحیم کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا یہ درست ہوگا؟ ''بہشتی زیور'' میں لکھا ہے کہ: ''قادر اور ذاکر دو بھائی ہیں، ذاکر کی ایک دودھ شریک بہن ہے تو قادر کے ساتھ اس کا نکاح ہوسکتا ہے لیکن ذاکر کے ساتھ نہیں ہوسکتا''(۱)۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس عورت (کریم کی والدہ) کا دودھ اس لڑکی نے پیا ہے، اس کی تمام اولاد سے اس لڑکی کے حق میں حرمت رضاعت ثابت ہوگی، کریم ورحیم کسی سے بھی اس کی شادی درست نہ ہوگی۔ بہشتی زیور کے مسئلہ کا حل یہ ہے کہ ایک بھائی نے کسی غیر عورت کا دودھ پیا ہے اس کے لئے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی (۲)، لیکن جس بھائی نے اس کا دودھ نہیں پیا، اس کے حق میں ثابت نہیں (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند، ۲۸/ ۸/ ۸۹ھ۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/ ۴۰۰، رشيديه)

(۱) (بهشتي زيور، حصه چهارم، دودھ پینے اور پلانے کا بیان: ۲۸۸، دار الإشاعت كراچي)

(۲) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة". (مشكوة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/ ۲۷۳، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، باب يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، ص: ۱۳۹، قديمي)

"فيحرم منه: أي بسببه ما يحرم من النسب". (ردالمحتار، باب الرضاعة: ۳/ ۲۱۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/ ۳۸۸، رشيديه)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الرضاع: ۱۱/ ۱۲۳، إدارة القرآن كراچي)

(۳) بہشتی زیور میں ہے: "و ضابطة ما في هذا البيت الفارسي، بيت:

از جانب شیرده همه خویش شوند وأز جانب شیر خوار زوجان و فروع".

(حصہ چہارم، باب دودھ پینے اور پلانے کا بیان، ص: ۲۸۸، دارالاشاعت کراچی)

"و تحل أخت أخيه رضاعاً". (البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/ ۳۹۶، رشيديه) =

ایضاً

سوال[۵۶۲۰]: ہندہ کی گود میں ایک لڑکا تھا جوفوت ہوگیا، ہندہ نے اپنی بہن خالدہ کے لڑکے زید کو اپنا دودھ صرف ایک دن پلایا، اس کے بعد ہندہ کی ایک لڑکی پیدا ہوئی، جواب بالغ ہے۔اس لڑکی کا عقد خالدہ کے بڑے لڑکے یعنی زید جس کو دودھ پلایا تھا اس کے بڑے بھائی مسمّی بکر کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہن کے جس لڑکے کو ہندہ نے دودھ پلایا ہے وہ ہندہ کا رضاعی بیٹا ہوگیا، اس کا نکاح ہندہ کی کسی لڑکی سے درست نہیں (۱)۔اس لڑکے کے دوسرے بھائی سے جس کو دودھ نہیں پلایا ہے، ہندہ کی لڑکی کا نکاح درست ہے(۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۳۰ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۳/۳۰ھ۔

ایضاً

سوال[۵۶۲۱]: ایک آدمی بالفرض زید اس کے دو بیٹے اور پہلے لڑکے سے ایک لڑکی ہے اور دوسرے سے ایک لڑکا، دوسرے لڑکے کے لڑکے نے اپنی دادی کی چھاتی سے دودھ پیا ہے اور پہلے لڑکے کی لڑکی نے دودھ نہیں پیا ہے۔اب آپ یہ بتائیں کہ کیا دونوں لڑکوں کی لڑکی ولڑکوں سے شادی ہوسکتی ہے یا نہیں، جب کہ دوسرے لڑکے نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے، کیا ان پر حکمِ رضاعت کی وجہ سے شادی ممنوع ہوسکتی ہے؟ یا حکم رضاعی کا اطلاق نہیں ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لڑکے نے مدتِ رضاعت میں اپنی دادی کا دودھ پیا ہے وہ دادی اس کی رضاعی ماں ہوگئی ہے،

= (وكذا في الهداية، كتاب الرضاع: ۲/۳۵۱، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۱/۳۴۳، رشيديه)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''رضاعی بہن سے نکاح''۔)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''رضاعی بہن سے نکاح''۔)

اب اس دادی کی اولاد اور اولاد کی اولاد کسی سے بھی اس لڑکے کی شادی شرعاً درست نہیں، چاہے کسی نے اس دادی کا دودھ پیا ہو یا نہ پیا ہو(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۱/۱۳ھ۔

ایضاً

سوال [۵۲۲۲]: خالد کی ماں کی جانکنی کی حالت میں رشیدہ کی ماں نے خالد کو دودھ پلایا، اور رشیدہ کی ماں کی قریب المرگ حالت میں خالد کی ماں نے رشیدہ کو دودھ پلایا۔ آگے چل کر رشیدہ کی شادی افسر سے ہوگئی اور ایک نرینہ اولاد بھی ۴/ سالہ موجود ہے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ خالد کی شادی جمیلہ سے عنقریب ہونے والی ہے۔ صورتِ مسئولہ میں شرعی حکم کیا ہوگا؟ مطلع فرمائیں تاکہ اظہارِ حق ہو۔

نوٹ: رحیمہ بی بی کے دو شوہر ہوئے اور دونوں وفات پاگئے، ہر ایک سے ایک ایک بچی موجود ہے: رشیدہ و جمیلہ۔ نقشہ ملاحظہ فرمائیں:
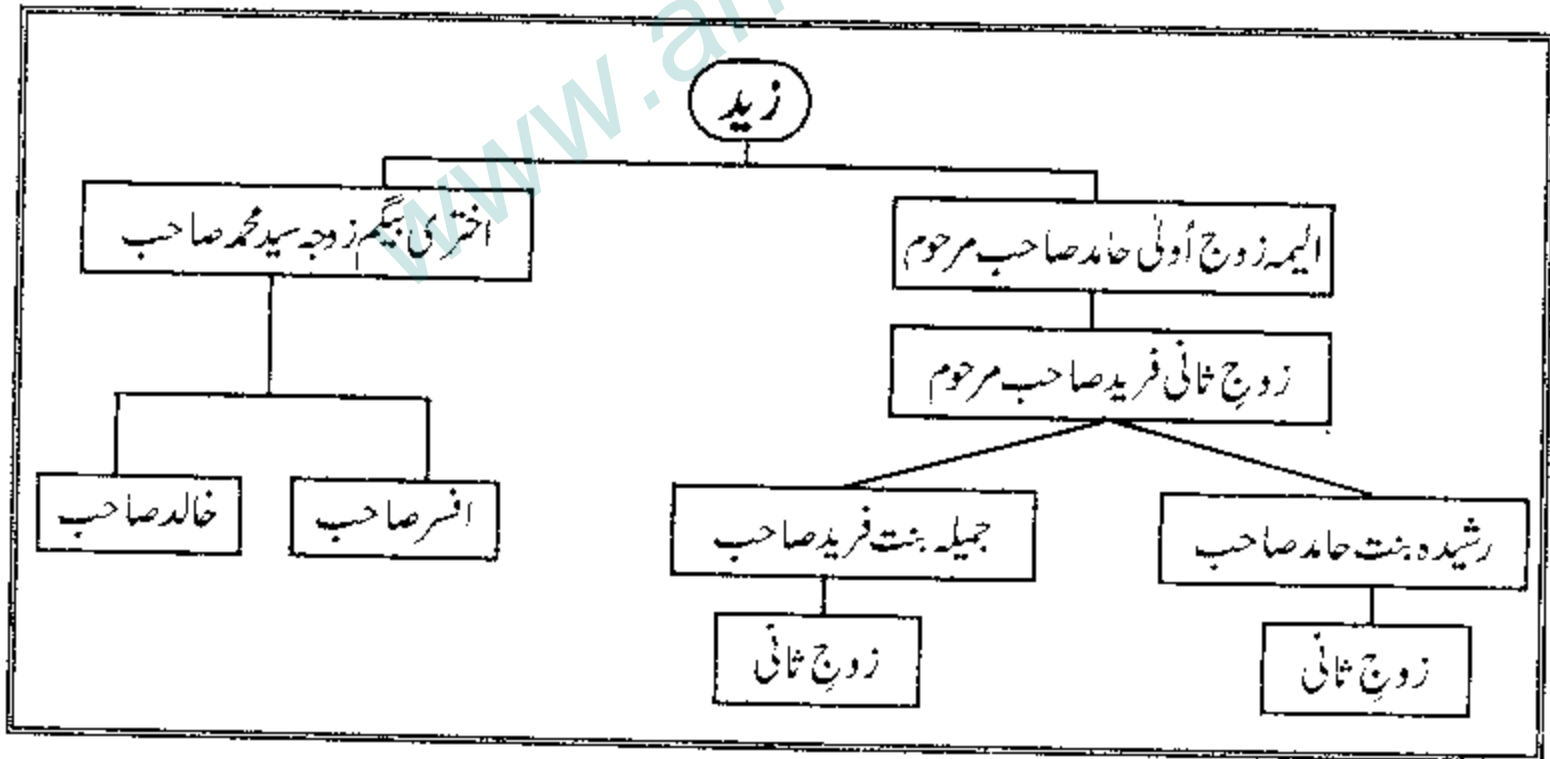
الجواب حامداً ومصلیاً:

خالد نے جس عورت کا دودھ پیا وہ اس کی رضاعی ماں ہوگئی، اس کی کسی اولاد سے خالد کا نکاح درست

---

(۱) (تقدم تخریجہ تحت عنوان ''رضاعی بہن سے نکاح''۔)

نہیں:"و یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب". شامی: ۲/ ۳۳۰"(۱)۔

ایسے ہی اگر رشیدہ نے خالد کی ماں کا دودھ پیا جیسا کہ سوال کی ابتدائی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے تو وہ اس کی ماں ہوگئی، اس کی کسی اولاد سے رشیدہ کا نکاح درست نہیں ہوا۔ اگر افسر خالد کا بھائی ہے اور رشیدہ نے خالد کی والدہ کا دودھ پیا ہو تو افسر کا نکاح رشیدہ سے درست نہیں ہوا ان دونوں میں تفریق کرادینا ضروری ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ: صورتِ سوال بہت عمیق ہے۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال[۵۶۲۳]: ایک عورت ہندہ نے ایک لڑکے کبیرہ کے بطن سے جو تھا اس کو دودھ پلایا۔ اب کبیر کی لڑکی کا جو اس کے بطن سے ہے ہندہ کے لڑکے کے ساتھ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ دونوں آپس میں رضاعی بہن بھائی ہیں، ان کا نکاح شرعاً درست نہیں ہے:"و لا حل بین رضیع

---

(۱) "عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنها قالت: قال: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم:" یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة". رواه البخاری". (مشکوة المصابیح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/۲۷۳، قدیمی)

"فیحرم منه: أی بسببه ما یحرم من النسب". (ردالمحتار، باب الرضاع: ۳/۲۱۳، سعید)

"کل امرأة حرمت من النسب، حرم مثلها من الرضاع، و هن الأمهات .... و بنات الأخ وبنات الأخت". (إعلاء السنن، کتاب الرضاع: ۱۱/۱۲۳، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "بل یجب علی القاضی التفریق بینهما .... أو متارکة الزوج". (الدرالمختار). "(قوله: أو متارکة الزوج) فی البزازیة: المتارکة فی الفاسد بعد الدخول لا تکون إلا بالقول کخلّیتُ سبیلک أو ترکتک، الخ". (ردالمحتار، باب المهر، مطلب فی النکاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعید)

وولد مرضعته. اهـ". ملتقى الأبحر: ۳۷۷(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ شعبان/ ۵۵ھ۔

بھول سے رضاعی بہن سے نکاح

سوال[۵۲۲۴]: ایک شخص کی شادی ہوگئی تھی، چند سال گزرنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں یعنی داماد نے اپنی ساس کا دودھ پیا تھا۔ اس وقت دو تین بچے ہیں اب کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ بات تحقیق سے ثابت ہے کہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں اور بے خبری میں نکاح کرلیا گیا تھا تو فوراً اس کو طلاق دے کر تعلق نکاح ختم کردے، اور وہ مطلقہ بعد عدت دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح کرلے(۲)۔

---

(۱) (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، باب الرضاع: ۱/۳۷۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"و لا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها، و ولد ولدها؛ لأنه ولد الأخ". (الدر المختار، باب الرضاع: ۳/۲۱۷، سعيد)

(و كذا في تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۲/۲۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(و كذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۳۹۷، رشيديه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿وأمهاتكم الّتي أرضعنكم و أخواتكم من الرضاعة﴾ (سورة النساء: ۲۳)

"يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة". (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب: يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب: ۱/۲۸۷، إمداديه ملتان)

"وبثبوت حرمة المصاهرة و حرمة الرضاع، لا يرتفع بهما النكاح، حتى لا تملك المرأة التزوج بزوج آخر إلا بعد المتاركة، وإن مضى عليه سنون". (البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۴۰۰، رشيديه)

(و كذا في رد المحتار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۳۷، سعيد)

"بل يجب على القاضي التفريق بينهما". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعيد)

(و كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۱/۳۴۷، رشيديه)

رضاعی بھائی بہن میں پردہ نہیں ہے، بعد میں اس سے بہن کی حیثیت سے ملنا درست ہے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۱/۱۴۰۰ھ۔

رضاعی اور سوتیلی بہن سے نکاح

سوال[۵۶۲۵]: زید نے سوتیلی بہن سے نکاح کیا، اس لڑکی کی ماں کا انتقال ہوگیا تھا جب کہ وہ پندرہ روز کی تھی، جب وہ تین ماہ کی ہوگئی تو اس نے زید کی ماں کا دودھ پستان سے پیا، تقریباً ایک سال تک دودھ پیا اور تقریباً پندرہ بیس آدمی گواہ ہیں۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟ جس نے نکاح پڑھایا۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث سے حوالہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح حرام ہے، ہردو میں تفریق واجب ہے(۲)۔ زید اور اس کی بہن اور نکاح پڑھنے والا اور نکاح میں شریک ہونے والے اور اس سے نکاح سے راضی ہونے والے اور باوجود قدرت کے اس نکاح سے نہ روکنے والے سب گناہ گار ہوگئے، سب کو علی الاعلان توبہ ضروری ہے(۳)۔ نیز کوشش کر کے زید کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی رضاعی بہن کو چھوڑ دے اور طلاق دیدے۔ جو شخص توبہ نہ کرے اس سے تعلق نہ رکھا جائے اگر نکاح پڑھانے والا توبہ نہ کرے تو اس کو امامت سے علیحدہ کردیا جائے(۴)۔ یہ اس وقت ہے کہ زید کی رضاعی بہن ہونا معلوم

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و لا یُبدین زینتھنّ إلا لبعولتھنّ .... أو بني إخوانھنّ أو بني أخواتھنّ﴾ (النور: ۳۱)

(۲) "بل یجب علی القاضي التفریق بینھما". (الدر المختار، کتاب النکاح، باب المھر، مطلب في النکاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعید)

(وکذا في المحیط البرھاني، الفصل السادس عشر في النکاح الفاسد وأحکامه: ۲۲۸/۳، غفاریه کوئٹه)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثامن في النکاح الفاسد وأحکامه: ۳۳۰/۱، رشیدیه)

(۳) "واتفقوا أن التوبة من جمیع المعاصي واجبة، سواء کانت المعصیة صغیرةً أو کبیرةً". (شرح النووي علی صحیح مسلم، کتاب التوبة: ۳۵۴/۲، قدیمي)

(۴) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، و لا یجوز فوقھا، إلا إذا کان الھجران في حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک.......... ما لم یظھر منه التوبة الخ". (مرقاۃ =

ہو، اگر معلوم نہ ہوتو پھر جس کو معلوم نہیں اس کو گناہ نہیں ہے توبہ پھر بھی ضروری ہے:

﴿ حرمت عليكم أمهاتكم و بناتكم وأخواتكم .... وأخواتكم من الرضاعة﴾الاية(۱)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳/۷/۵۹ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

دودھ شریک بہن کی بہن سے نکاح

سوال[۵۶۲۶]: زید اور عمرو دوحقیقی بھائی ہیں اور ہندہ ایک اجنبی لڑکی تھی، اس نے زید کے ساتھ دودھ پیا تو دودھ شریک بھائی ٹھہرا، اب اس لڑکی کا نکاح عمر سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور ہندہ کی بہن سے زید کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ عمر کا نکاح ہندہ کی بہن سے جائز ہے یا نہیں؟ مع حوالہ کتب تحریر فرماویں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندہ کا نکاح نہ زید کے ساتھ درست نہ عمر کے ساتھ کیونکہ یہ دونوں کی رضاعی بہن ہیں، لیکن ہندہ کی بہن سے (جس نے کہ زید وعمر کی والدہ کا دودھ نہیں پیا) زید کا نکاح بھی درست ہے اور عمر کا نکاح بھی درست ہے:

"ولا حل بين رضيعي امرأة، لكونهما أخوين، وإن اختلف الزمن والأب. و تحل أخت أخيه رضاعاً ونسباً، اهـ". رد المحتار: ۲/۴۰۸ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

= المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، رشيديه)

(۱) (سورة النساء: ۲۳)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة". (مشكوة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲/۲۷۳، قديمي)

(وابن ماجة، باب ما يحرم من الرضاع وما يحرم من النسب، ص: ۱۳۹، قديمي)

"فيحرم منه: أي بسببه ما يحرم من النسب". (ردالمحتار، باب الرضاعة: ۳/۲۱۳، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن، كتاب الرضاع: ۱۱/۱۲۳، إدارة القرآن كراچي)

(۲) (الدر المختار، باب الرضاع: ۳/۲۱۷، سعيد) .... =

بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح

سوال [۵۶۲۷]: قمرالدین کے ساتھ اس کی چچازاد بہن نے دودھ پیا ہے اور پھر اس کے بعد چچا زاد بہن کی کسی کے یہاں شادی ہوگئی اور لڑکی پیدا ہوگئی۔ اب اس لڑکی سے قمرالدین کے بڑے بھائی لعل الدین کی شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ کیا رضاعت کا کوئی درجہ ان میں بھی ہوسکتا ہے؟ براہ کرم بالتفصیل جواب سے مطلع کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

حقیقی بھائی کی رضاعی بھانجی سے نکاح درست ہے، شرعاً جائز ہے، لہذا لعل الدین کی شادی قمرالدین کی رضاعی بہن کی لڑکی سے شرعاً جائز ہے جب کہ چچازاد بہن نے لعل الدین کی والدہ کا دودھ نہ پیا ہو (۱)، بلکہ قمرالدین کے ساتھ کسی غیر عورت کا دودھ پیا ہو لیکن اگر قمرالدین کی والدہ کا دودھ پیا ہے، تو قمرالدین کی طرح وہ لعل الدین کی بھی بہن ہوگی اور لعل الدین سے اس لڑکی کا نکاح جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱/۱۴ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۹/۱/۱۴ھ۔

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۱/۳۷۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب الرضاع: ۲/۹۶، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۲/۶۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "ويجوز أن يتزوج الرجل بأخت أخيه من الرضاع؛ لأنه يجوز أن يتزوج بأخت أخيه من النسب، الخ". (الهداية، كتاب الرضاع: ۲/۳۵۱، شركة علميه ملتان)

(وكذا في رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/۲۱۵، ۲۱۷، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۱/۳۴۳، رشيديه)

(۲) "كل صبيين اجتمعا على ثدي امرأة واحدة، لم يجز لأحدهما أن يتزوج بالأخرى". (الهداية، كتاب الرضاع: ۲/۳۵۱، شركة علميه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/۲۱۷، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر، كتاب الرضاع: ۱/۵۵۴، غفاريه كوئٹه)

رضاعی خالہ سے نکاح

سوال[۵۱۲۸]: زید نے خالدہ سے نکاح کیا اور خالدہ کے دو بچے زید سے: نوازش علی اور زینب پیدا ہوئے، اس کے بعد خالدہ کا انتقال ہوگیا تو زید نے ہندہ سے نکاح کرلیا، ہندہ کے دو بچے: ایک نصیب علی اور طاہرہ پیدا ہوئے۔ اس کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، زید کے انتقال کے تقریباً دس بارہ سال بعد نوازش علی کے ایک لڑکی زبیدہ پیدا ہوئی۔ نوازش علی کی بیوی زبیدہ کے پیدا ہونے کے دس بارہ دن کے بعد انتقال کرگئی، اس کے بعد زبیدہ کو ہندہ نے جو کہ زبیدہ کی سوتیلی دادی ہے اس نے اپنا دودھ پلاکر پرورش کیا، قدرتی طور پر ہندہ کو دودھ اتر آیا۔ اب زبیدہ کی شادی زینب کے لڑکے صغیر احمد سے کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زبیدہ نے جب اپنے دادا کی بیوی ہندہ کا دودھ ایامِ رضاعت میں پیا تو ہندہ رضاعی والدہ ہوگئی اور ہندہ کا شوہر یعنی زبیدہ کا دادا رضاعی والد ہوگیا، جس طرح نسبی والد کی اولاد درِ اولاد سب سے نکاح حرام ہوتا ہے اسی طرح رضاعی والد کی بھی اولاد درِ اولاد سب سے نکاح حرام ہوجاتا ہے، لہذا اس صورت میں نسبی نمبر:۱، کے اعتبار سے تو صغیر احمد نمبر:۱، نسبی پھوپی زاد بھائی ہے۔

زبیدہ کا اتنا ہی رشتہ ہوتا تو نکاح جائز ہوتا لیکن رضاعت کے اعتبار سے زبیدہ اپنے والد کی رضاعی بہن ہوگئی اور اپنی پھوپی کی بھی رضاعی بہن ہوگئی اور صغیر احمد اس کا بھانجہ ہوگیا اور وہ صغیر احمد کی خالہ ہوگئی، جس طرح کہ نسبی خالہ سے نکاح ناجائز ہے اسی طرح رضاعی خالہ سے بھی ناجائز ہے:

"و لا حل بين رضيع وولد مرضعته وإن سفل، وولد زوج لبنها منه ...... فهو أب للرضيع، وابنه أخ و بنته أخت وإن كانت من إمرأة أخرى". مجمع الأنهر: ۱/۳۷۷(۱)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

---

(۱) (مجمع الأنهر، كتاب الرضاع ۱/۳۷۷، دار إحياء التراث العربي)

"قال: زوج مرضعة لبنها منه اب للرضيع، وابنه أخ، و بنته أخت، وأخوه عم، و أخته عمة، الخ". (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۲/۶۳۶، دارالكتب العلميه بيروت)

"عن عروة عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: أنها أخبرته أنه عمها من الرضاعة يسمى أفلح=

رضاعی بھائی سے نکاح

سوال [۵۶۲۹]: زید کی دو بیویاں (ہندہ اور زینب) ہیں، عمر نے ہندہ کا دودھ پیا اور زید کی ایک لڑکی خالدہ جو بطنِ زینب سے ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ عمر اور خالدہ کے درمیان رضاعت از روئے شرع ثابت ہوگی یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں لبنِ ہندہ زید سے ہے، لہٰذا عمر زید کا رضاعی بیٹا ہوا اور خالدہ زید کی نسبی بیٹی ہے (اگرچہ بطنِ زینب سے ہے) پس عمر اور خالدہ دونوں بہن بھائی ہوئے ان کا نکاح آپس میں درست نہیں:

"(و) لاحل بين رضيع (و ولد زوج لبنها): أي لبن المرضعة (منه): أي من الزوج بأن نزل بوطئه (فهو): أي ذلك الزوج (أب للرضيع، وابنه): أي ابن زوج المرضعة (أخٌ) للرضيع، وإن كان من امرأة أخرى (و بنته أختٌ) للرضيع وإن كانت من إمرأة أخرى". مجمع الأنهر، ص: ۳۷۸ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۱۳/ جمادی الاولیٰ/۵۵ھ۔

= استأذن عليها، فحجبته، فأخبرت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال لها: "لا تحتجبي منه، فإنه يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب". (الصحيح لمسلم، كتاب الرضاع: ۱/۴۶۷، قديمي)

(وأخرجه البخاري في صحيحه في باب: ﴿وأمهاتكم اللاتي أرضعنكم﴾: ۲/۷۶۴، قديمي)

(وأخرجه ابن ماجة في سننه في باب: يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب، ص: ۱۳۹، قديمي)

"يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع وأصولهما و فروعهما .... وأخو الرجل عمه، وأخته عمه، وأخو المرضعة خاله، وأختها خالته، و كذا في الجد والجدة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۱/۳۴۳، رشيديه)

"ثم بلغنا قوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب". فحكمنا فيه بحرمة جميع ما حرم من النسب من الأمهات والبنات، و الخالات، والعمات". (التفسيرات الأحمدية، والمحصنٰت، ص: ۲۵۴، حقانيه پشاور)

(۱) (مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۱/۳۷۷، ۳۷۸، دار إحياء التراث العربي بيروت) .... =

رضاعی بھتیجی سے نکاح

سوال[۵۲۳۰]: زید نے اپنی حقیقی نانی کا دودھ دوسال کی عمر کے اندر پیا تو کیا اس کے حقیقی ماموں کی بیٹی سے نکاح صحیح ودرست ہے؟ اور اگر نکاح ہو گیا اور اولاد بھی ہو گئی۔ تو کیا اب اس کو اپنی زوجہ سے جدائی اور مفارقت کرنی چاہئے یا نہیں؟ اور اس اولاد کی نسبت کیا حکم ہے، حلالی ہے یا حرامی؟

معرفت: عبدالحق ویروی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں زید اور اس کا ماموں رضاعی بھائی ہو گئے اور ماموں کی بیٹی زید کی رضاعی بھتیجی ہوئی، لہٰذا ان دونوں کا نکاح آپس میں ناجائز ہے، اگر نکاح ہو چکا ہے تو مفارقت ومتارکت لازم ہے: "و لا حل بين الرضيعة وولد مرضعتها، وولد ولدها؛ لأنه ولد الأخ. اهـ". در مختار (۱)۔

یہ نکاح فاسد ہے اور نکاحِ فاسد میں امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نسب ثابت ہو جاتا ہے:

قال العلامة المرغيناني رحمه الله تعالىٰ: "ودخل تحت النكاح الفاسد النكاح بغير شهود و نكاح المحارم مع العلم بعدم الحل عند الإمام، خلافاً لهما"۔ "النسب كما يثبت

= "وفي الخلاصة: و يحرم على الرضيع أبواه من الرضاع و أصولهما و فروعهما من النسب والرضاع جميعاً". (التاتارخانية، كتاب الرضاع: ۳۲۹/۳، إدارة القرآن كراچی)

"قال: زوج مرضعة لبنها منه أبٌ للرضيع، وابنه أخ، و بنته أخت، وأخوه عم، وأخته عمة، الخ". (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۶۳۶/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۳۴۳/۱، رشيديه)

(۱) (الدر المختار، باب الرضاع: ۲۱۷/۳، سعيد)

"وبين مرضعة وولد مرضعتها؛ لأنهما أخوان من الرضاعة أيضاً............ وولد ولدها: أي ولد التي أرضعت؛ لأنه ولد أختها". (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۶۳۷/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳۹۷/۳، رشيديه)

بالنکاح الصحیح یثبت بالنکاح الفاسد". ھدایة(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/۸/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/شعبان/۵۵ھ۔

رضاعی بھائی کی اولاد سے نکاح

سوال[۵۶۳۱]: محمد رمضان کی والدہ مسماۃ غلام فاطمہ کا دودھ شاہ محمد نے بھی پیا اور اس وقت شاہ محمد کی عمر چھ ماہ کی تھی کہ والدہ شاہ محمد فوت ہوگئی اور شاہ محمد کی حقیقی بہن غلام فاطمہ والدہ محمد رمضان ہے جس کا شاہ محمد نے دودھ پیا ہے۔ اب محمد رمضان چاہتا ہے کہ شاہ محمد اپنی دختر کا نکاح اور عقد میرے ساتھ کردے۔

کیا شرعاً محمد رمضان کا نکاح شاہ محمد کی بنت سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور جس وقت شاہ محمد، غلام فاطمہ والدہ محمد رمضان کا دودھ پیتا ہے اس وقت محمد رمضان غلام فاطمہ کو پیدا اور تولد نہیں ہوا تھا، بلکہ بعد آٹھ سال کے محمد رمضان تولد ہوتا ہے، لہٰذا محمد رمضان کا اور شاہ محمد کا اکٹھے دودھ پینا نہیں ہوا، بلکہ پس وپیش ہے۔ کیا کوئی صورت شرعاً ایسی نکل سکتی ہے کہ محمد رمضان کا نکاح شاہ محمد کی دختر سے درست ہو؟ دوسرے کیا شرع محمدی میں ہمشیرہ حقیقی کا دودھ پینا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد رمضان ولد رحیم بخش، قوم: پٹھان، چک نمبر: ۲۶۹، ڈاکخانہ فورٹ بنک، بہاولپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

محمد رمضان اور شاہ محمد نے اگر چہ ایک وقت میں غلام فاطمہ کا دودھ نہیں پیا ہے بلکہ پس وپیش پیا ہے، لیکن شریعت کی رو سے دونوں رضاعی بھائی بن گئے، جو حکم بیک وقت دودھ پینے پر مرتب ہوتا ہے وہی پس وپیش

---

(۱) ہدایہ میں یہ عبارت پوری اسی طرح نہیں بلکہ صرف یہ عبارت ہے "النسب کما یثبت بالنکاح الصحیح یثبت بالنکاح الفاسد". (الھدایة، باب ثبوت النسب: ۲/۴۳۴، مکتبہ شرکة علمیہ ملتان)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثامن فی النکاح الفاسد و أحکامه: ۱/۳۳۰، رشیدیہ)

(وکذا فی بدائع الصنائع، فصل فی النکاح الفاسد، کتاب النکاح: ۳/۲۱۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی المحیط البرهانی، الفصل السادس عشر فی النکاح الفاسد وأحکامه: ۳/۲۴۸، المکتبة الغفاریة کوئٹه)

پینے پر مرتب ہوتا ہے، رضاعی بھائی کی اولاد سے نکاح حرام ہے، لہٰذا یہ نکاح صحیح نہ ہوگا:

"ولاحل بين الرضيعة و ولد مرضعتها: أي التي أرضعتها، وولد ولدها؛ لأنه ولد الأخ، اهـ". در مختار. "و شمل أيضاً بالولادة قبل إرضاعها للرضيعة، أو بعده و لو بسنين، اهـ".

شامي: ٦٣١/٢(١)۔

"ولاحل بين رضيعي ثدي، وإن اختلف زمانهما، و لا بين رضيع و ولد مرضعته، وإن سفل، اهـ". مجمع الأنهر: ٢٧٧/١(٢)۔

بوقتِ ضرورت بہن کا دودھ پینا شرعاً درست ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

رضاعی بھانجی سے نکاح

سوال[۵۶۳۲]: میرے ایک ملنے والے ہیں جن کے متعلق مندرجہ ذیل معلومات کرنا چاہتا ہوں: یہاں پر ایک نکاح ہوا ہے اور بعد نکاح یہ معلوم ہوا کہ لڑکی نے شوہر کی حقیقی بہن کا دودھ بچپن میں ایک دو ماہ تک پیا، کیونکہ پیدائش کے بعد لڑکی کی والدہ بیمار ہونے کے سبب اس کو دودھ نہ پلا سکی اور اس کو شوہر کی بہن کا دودھ پلایا گیا۔ تو شریعت کے مطابق یہ نکاح ہوگیا ہے یا نہیں، اگر نکاح نہیں ہوا تو شرعاً کیا کرنا چاہئے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

رضاعی بھانجی سے نکاح حرام ہے(۴)، اگر غلطی سے ایسا کر دیا گیا تو فوراً ان دونوں میں جدائی کرادی

---

(۱) (الدر المختار، باب الرضاع: ۲۱۷/۳، سعید)

(۲) (مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۲۷۷/۱، ۲۷۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۶۳۷/۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳۹۷/۳، رشيديه)

(۳) عباراتِ فقہاء اس بارے میں مطلق ہیں، کسی رشتہ وغیرہ کی بناء پر کسی عورت کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا ہے: "هو مص الرضيع من ثدي الآدمية في وقت مخصوص". (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۶۳۷/۲، دارالكتب العلميه بيروت)

(۴) "عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال: رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "يحرم من الرضاعة ما يحرم من الولادة". رواه البخاري". (مشكوة المصابيح، باب المحرمات، الفصل الأول: ۲۷۳/۲، قديمي)

جائے اور شوہر کہہ دے کہ میں نے تعلق زوجیت ختم کردیا اور طلاق دیدی (۱)۔ اس کے بعد عدت تین حیض گزار کر لڑکی کا نکاح دوسری جگہ کردیا جائے (۲)۔ اگر دونوں میں خلوت نہیں ہوئی تو طلاق کے بعد عدت لازم نہ ہوگی (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

رضاعی بھتیجی کا حکم

سوال[۵۶۳۳]: میرے خسر کو میری والدہ نے بچپن میں دودھ پلایا تھا، لہٰذا میرے خسر میرے رضاعی بھائی ہوئے، اور جس لڑکی سے میرا عقد ہوا ہے وہ میری بھتیجی ہوئی۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی

= "فيحرم منه: أي بسببه ما يحرم من النسب". (ردالمحتار، باب الرضاع: ۲۱۳/۳، سعيد)

"كل امرأة حرمت من النسب، حرم مثلها من الرضاع، و هن الأمهات .... و بنات الأخ وبنات الأخت". (إعلاء السنن، كتاب الرضاع: ۱۲۳/۱۱، إدارة القرآن كراچی)

(۱) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما .... أو متاركة الزوج". (الدرالمختار). "(قوله: أو متاركة الزوج) في البزازية: المتاركة في الفاسد بعد الدخول لا تكون إلا بالقول كخلّيتُ سبيلک أو تركتک، الخ". (ردالمحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۳/۳، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (الهداية، باب العدة: ۴۲۲/۲، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث عشر في العدة: ۵۲۶/۱، رشيديه)

(۳) "وإن كان الفساد لعجزه عن الوطء حقيقةً، لا يجب عليها العدة، وكذا لو طلقها قبل الخلوة". (فتاوىٰ قاضي خان، باب العدة: ۵۴۹/۱، رشيديه)

"والعدة تجب على المطلقة، وكذلک بالفرقة بالنكاح الفاسد .... و في الخلاصة: أو بالخلوة الصحيحة". (التاتارخانية، كتاب الطلاق، الفصل الثامن والعشرون في العدة: ۵۳/۴، إدارة القرآن كراچی)

کے ساتھ میرا نکاح درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہے تو اب کیا کیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایامِ رضاعت میں جب دودھ حلق کے اندر اتر جائے تو رضاعت ثابت ہوجاتی ہے، دودھ کم ہو یا زائد، ایک دفعہ ہو یا زائد، سب کا یہی حکم ہے(۱)۔ اگر یہ ثابت ہو کہ ایامِ رضاعت میں آپ کے خسر کو آپ کی والدہ نے دودھ پلایا ہے تو آپ کے خسر آپ کی والدہ کے رضاعی بیٹے اور آپ کے رضاعی بھائی ہوگئے اور جس لڑکی سے آپ کی شادی ہوئی وہ آپ کی رضاعی بھتیجی ہوئی، اور رضاعی بھتیجی سے نکاح حرام ہے: "یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب"(۲)۔

لیکن قابلِ غور یہ امر ہے کہ جس وقت آپ کی شادی ہوئی، کیا اس وقت رضاعت کا علم نہیں تھا، یا مسئلہ کا علم نہیں تھا؟ اگر لاعلمی میں ایسا ہوا تو فوراً متارکت لازم ہے، آپ اس سے تعلقِ زوجیت ختم کردیں، اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو سخت گناہ کیا(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۱۳۸۷ھ۔

---

(۱) "و شرعاً (مص من ثدي آدمية في وقت مخصوص)". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الرضاع: ۳/۲۰۹، سعيد)

"قليل الرضاع و كثيره سواء، إذا حصل في مدة الرضاع، يتعلق بها التحريم". (الهداية، كتاب الرضاع: ۲/۳۵۰، شركة علميه ملتان)

(و كذا في ملتقى الأبحر، كتاب الرضاع: ۱/۵۵۱، ۵۵۲، غفاريه كوئٹه)

(۲) (سنن أبي داؤد، كتاب النكاح، باب: يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب: ۱/۲۸۷، مكتبه إمداديه ملتان)

(وصحيح البخاري، كتاب النكاح، باب ﴿وأمهاتكم الّتي أرضعنكم﴾ و يحرم من الرضاعة ما يحرم من النسب: ۲/۷۶۴، قديمي)

(۳) "و في البزازية: و بثبوت حرمة المصاهرة و حرمة الرضاع لا يرتفع النكاح، حتى لا تملك المرأة التزوج بزوج آخر، إلا بعد المتاركة، وإن مضى عليه سنون، و قدمنا أنه لا بد في الفاسد من تفريق القاضي أو المتاركة بالقول، الخ". (البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۴۰۰، رشيديه) .... =

رضاعی ماں کی اولاد سے نکاح

سوال[۵۶۳۴]: حکم شرع اس بارے میں کیا ہے؟ جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(الف)	(ب)
۱-لڑکی انتقال کم عمری میں	۱-لڑکی مرحوم
۲-لڑکا	۲-لڑکی مرحوم
۳-لڑکا	۳-لڑکا
۴-لڑکی شادی شدہ	۴-لڑکا
۵-لڑکا	۵-لڑکی شادی شدہ
۶-لڑکی مرحوم	۶-لڑکا
۷-لڑکا	
۸-لڑکا	
۹-لڑکی	
۱۰-لڑکی	

''الف'' اور ''ب'' آپس میں رشتہ دار، ''الف'' بھاوج اور ''ب'' نند ہے، اور ایک ہی جگہ رہتے تھے۔ ''ب'' کو ہمیشہ دودھ کی کمی رہتی تھی، ''الف'' نے باجازتِ شوہر ''ب'' کے بچوں کو حسبِ ضرورت وموقع دودھ پلایا ہے اور اب ''ب'' کے چوتھے لڑکے کا خیال ''الف'' کی دسویں لڑکی سے شادی کی نسبت طے کرنا ٹھہرا ہے۔ اور ''الف'' کی دسویں لڑکی کا دودھ ''ب'' کے چوتھے لڑکے نے نہیں پیا ہے، البتہ ''ب'' کے چوتھے لڑکے نے ''الف'' کے آٹھویں لڑکے کا دودھ پیا ہے۔ یہاں پر اختلاف واعتراض دودھ بھائی کا پیدا ہوتا ہے، لہٰذا اس مسئلہ میں شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

= (وكذا في الدر المختار، باب المحرمات: ۳/۳۷، سعيد)

"إذا وقع النكاح فاسداً، فرق القاضي بين الزوج والمرأة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد و أحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ ''ب'' کے چوتھے لڑکے نے ''الف'' کا دودھ پیا ہے تو ''الف'' اس کی رضاعی والدہ ہوگئی، اور ''الف'' کی سب اولاد اس کے رضاعی بھائی بہن بن گئے، اس کی شادی ''الف'' کی کسی بھی لڑکی کے ساتھ جائز نہیں، بالکل حرام ہے، اس نے دودھ ''الف'' کے کسی لڑکے یا لڑکی کے زمانۂ شیر خوارگی میں پیا ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس طرح چوتھے لڑکے کے علاوہ جس نے بھی ''الف'' کا دودھ پیا ہے اس کی شادی ''الف'' کی کسی بھی لڑکی سے درست نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/ ۱۱/ ۸۸ھ۔

رضاعی ماموں سے نکاح درست نہیں

سوال [۵۱۳۵]: نواسی کا نکاح رضاعی ماموں سے معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہوگیا ہے، بعد میں اس کے رضاعی ماموں ہونے کا علم ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نکاح ہونے کے بعد جب عورت حاملہ ہوچکی ہے

---

(۱) ''یحرم علی الرضیع أبواہ من الرضاع وأصولھما وفروعھما من النسب، والرضاع جمیعاً، حتی أن المرضعة لو ولدت من ھذا الرجل أو غیرہ، قبل ھذا الإرضاع، أو بعدہ، أو أرضعت رضیعاً، أو ولدت لھذا الرجل من غیر ھذہ المرأة، قبل ھذا الإرضاع أو بعدہ، أو أرضعت امرأة من لبنہ رضیعاً، فالکل إخوة الرضیع و أخواتہ، و أولادھم أولاد إخوتہ و أخواتہ''. (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الرضاع: ۱/ ۳۴۳، رشیدیہ)

''و یثبت أمومیة المرضعة للرضیع، و أبوّة زوج مرضعة، إذا کان لبنھا منہ لہ، و إلا لا''. (الدرالمختار، باب الرضاع: ۳/ ۲۱۳، سعید)

''و عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ أنہ قال: ''لا تنکح من أرضعتہ امرأة أبیک، و لا امرأة أخیک، و لا امرأة ابنک''. (بدائع الصنائع، کتاب الرضاع: ۵/ ۲۸، فصل فی المحرمات بالرضاع، دار الکتب العلمیة بیروت)

''والأصل فی ھذہ الجملة، قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: ''یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب''. (بدائع الصنائع، کتاب الرضاع: ۵/ ۲۵، دارالکتب العلمیة بیروت)

اس کی نانی نے دورانِ گفتگو اس بات کا اقرار کیا کہ بچپن میں جب شوہر کی والدہ شدید بیمار تھیں تو میں نے اس وقت لڑکے کو دودھ پلایا تھا، اس بنا پر شوہر اپنی منکوحہ کا رضاعی ماموں ہوتا ہے۔ اس کا نکاح صحیح ہوا یا نہیں، اور عنقریب جو بچہ پیدا ہونے والا ہے وہ حلالی ہے یا حرامی؟ نکاح کے جواز اور عدمِ جواز کو اور بچہ کے حلال اور عدمِ حلال کو واضح کر کے مسئلہ مذکورہ کا جواب وضاحت کے ساتھ عنایت فرمائیں۔ عدمِ جواز کی صورت میں فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے، اس لئے عورت کے ساتھ کیا معاملہ برتا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شوہر کے نزدیک یہ بات صحیح ہے کہ اس کی زوجہ اس کی رضاعی بھانجی ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا، فوراً اس کو علیحدہ کردے، بچہ پیدا ہونے سے پہلے اس کے متعلق کچھ نہ دریافت کیا جائے۔ اگر شوہر کے نزدیک یہ بات غلط ہے تو اس نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱/۹۶ھ۔

رضاعی چچا سے نکاح

سوال[۵۶۳۶]: زید کی اہلیہ کا ایک لڑکا خالد ہوا، خالد کے ہوتے ہی زید کی اہلیہ مرگئی تو زید کی بڑی لڑکی سلمیٰ نے اپنا دودھ پلا کر اپنے بھائی خالد کی پرورش کی، اب خالد کے پاس ایک لڑکی شادی کے لائق موجود ہے۔ تو خالد اپنی بڑی بہن سلمیٰ کے سب سے چھوٹے لڑکے کے ساتھ اس کا عقد کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں سلمیٰ کے لڑکے کا نکاح خالد کی لڑکی سے جائز نہیں، اس لئے کہ جب خالد نے سلمیٰ کا

---

(۱) "ولو تزوج امرأةً فقالت امرأة: أرضعتكما، فهو على أربعة أوجه: إن صدّقاها فسد النكاح و لا مهر لها إن لم يدخل بها. وإن كذّباها، فالنكاح بحاله .... وإن صدقها الرجل و كذبتها المرأة، فسد النكاح، والمهر بحاله. وإن صدقتها و كذبها الرجل، فالنكاح بحاله". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الرضاع: ۱/۳۴۷، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الرضاع: ۳/۲۳۹، ۲۴۰، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۴۰۶، رشيديه)

دودھ پی لیا تو سلمیٰ اس کی رضاعی ماں ہوگئی اور سلمیٰ کا لڑکا خالد کا رضاعی بھائی ہوکر خالد کی لڑکی کا رضاعی چچا ہوا(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۸۸ھ۔

تبدیلیٔ جنس سے پہلے اور بعد کی اولاد میں مناکحت

سوال[۵۶۳۷]: ایک عورت تھی وہ مرد بن گئی، عورت ہونے کے زمانہ میں اس کے ایک لڑکا تھا، اب مرد بننے کے بعد اس کے چند بچے پیدا ہوئے، ان میں ایک لڑکی بھی ہے۔کیا عورت ہونے کے زمانہ میں جو لڑکا پیدا ہوا تھا اس کی شادی اس لڑکی سے جائز ہوگی جو مرد ہونے کے بعد پیدا ہوئی ہے؟ نیز پہلے والے لڑکے اور بعد والی لڑکی کے درمیان بھائی چارہ کی کونسی نسبت ہوگی، وہ سگے بھائی بہن ہوں گے یا اخیافی وعلاتی ؟ یہ واقعہ ابھی اٹلی میں وقوع پذیر ہو چکا ہے؟

محمد مصطفیٰ قاسمی، فیروز آباد۔

الجواب حامداً ومصلياً:

ایک ہی ذات سے جو لڑکا لڑکی پیدا ہوئے اگر چہ ہر ایک کی پیدائش پر اس کی صفت جداگانہ تھی، پھر بھی ایک ذات سے مولود ہونے کی بنا پر ان کے درمیان ازدواج کا تعلق درست نہیں۔جس طرح عینی بہن سے نکاح حرام ہے اسی طرح علاتی اور اخیافی بہن سے بھی حرام ہے(۲)۔

---

(۱) "يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب". (الهداية، كتاب الرضاع: ۲/ ۳۵۱، شركة علمية ملتان)

"زوج مرضعةٍ لبنها منه، أبٌ للرضيع، وابنه أخٌ للرضيع، وإن كان من امرأة أخرى، وبنته أخت و أخوه عمٌ له، و أخته عمة له". (فتح المعين، كتاب الرضاع: ۲/ ۹۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/ ۳۹۳، رشيديه)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الرضاع: ۱/ ۳۷۸، دارإحياء التراث العربي، بيروت)

(۲) قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى: "(قوله أي يحرم) أخته، و بنتها، و بنت أخيه، و عمته، =

ہر ایک کی تولید کے وقت جو مولود منہ کی صفت تھی اسی کے اعتبار سے رشتہ قائم کیا جائے گا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

= و خالته، للنص الصريح، و دخل فيه الأخوات المتفرقات و بناتهن وبنات الإخوة المتفرقين".

(البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱٦٤، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/۴٦٠، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الفصل الثالث فی حرمة المصاهرة

(حرمت مصاہرت کا بیان)

حرمتِ مصاہرت

سوال [۵۶۳۸]: ۱...... عورت خوشحال کے رشتہ کے اعتبار سے زید کی چچی ہوتی تھی، زید کی عمر ۲۱، ۲۲/ سال کی تھی، زید غریب اور تنگدست تھا، وہ زید کو بلا کر اچھے کھانے کھلاتی تھی اور بہت خاطر کیا کرتی۔ اکثر زید کو پوچھتی تھی کہ تم مجھ کو کیا سمجھتے ہو؟ زید کہتا تھا کہ میں آپ کو اپنی ماں کے برابر سمجھتا ہوں، وہ خاموش ہو جاتی۔ حسبِ معمول ایک روز زید کو مکان سے بلا کر کھانا کھلایا اور اصرار کیا کہ یہیں آرام کرو، زید کھانا کھا کر اس کے کمرے میں سو گیا۔ اس کے بعد وہ کمرہ میں داخل ہو کر اندر کی کنڈی بند کر کے زید کا کپڑا چپکے سے اٹھا کر خود بھی برہنہ ہو کر زید کے اوپر چمٹ گئی، فوراً زید کی آنکھ کھل گئی، زید اس کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کرنے لگا، اور وہ زید سے بدکاری پر زور دیتی رہی، ترکیب بتلاتی کہ اس طرح کرو، زید گھبرا کر غصہ میں بھر گیا، کسی طرح اوپر ہو گیا اور پھر کنڈی کھول کر اپنے گھر چلا گیا، پھر کبھی اس کے جال میں نہیں پھنسا۔

۲...... کچھ عرصہ کے بعد وہ زید کے گھر آئی، رات کو قیام کیا، سب گھر والے اور وہ بھی نیچے سوئی اور زید اوپر چھت پر سویا۔ رات کو دو بجے کے بعد وہ چھت پر پہونچ کر زید کو لپٹ گئی، زید کی آنکھ کھل گئی، زید نے غصہ ہو کر جھڑک دیا اور اتر کر دوسرے مکان میں جا کر سویا، اس کے بعد وہ خاموش ہو گئی، کبھی کوئی حرکت نہیں کی۔

۳...... اس کے دس سال کے بعد زید کی شادی اس عورت کی لڑکی سے ہو گئی جس کو آٹھ سال ہو گئے، تین بچے بھی ہو گئے۔ اب اس گزری ہوئی بات کا کیا مسئلہ ہے؟ اگر چہ میری خواہش کبھی اس سے بدکاری کی نہیں ہوئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس نابکار نے اپنی اس کمینی حرکت سے اپنے لئے گناہ کا انبار جمع کر ہی لیا ہے، مگر آپ کی زندگی کو بھی تباہ کردیا، اگرچہ آپ کی نیت بالکل نہیں تھی۔ اور فرض کیجئے کہ جب وہ آپ کو آ کر لپٹی اور بدن برہنہ کیا اور دخول کی پوری کوشش کی، اس وقت آپ کو شہوت نہیں ہوئی، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی، مگر اس کو تو ضرور شہوت تھی، حرمتِ مصاہرت کے لئے ایک کی شہوت بھی کافی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے:

"وتكفي الشهوة من أحدهما". قال الشامي: "هذا يظهر في المس، اهـ" درمختار(۱)۔

اس وجہ سے اس کی لڑکی سے آپ کی شادی حرام ہے، فوراً اس کو چھوڑ دیں اور تعلقِ زوجیت منقطع کردیں، صاف لفظوں میں کہہ دیں کہ میں نے تجھ سے تعلقِ زوجیت ختم کردیا، آئندہ اس سے بالکل علیحدہ رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۳/۲۵ھ۔

ایضاً

سوال[۵۶۳۹]: زید نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا، سہواً کیا یا قصداً، بہرصورت اس کی بیوی حرام ہوگئی یا نہیں؟ اگر حرام ہوگئی ہے تو پھر دوبارہ شادی کرنے سے حلال ہوگی یا نہیں؟ اور اگر حرام نہ ہو تو اس بیوی کو طلاقِ صریح دینے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ اور بغیر طلاق کے وہ بیوی دوسرے مرد سے شادی کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں زید کی بیوی زید پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، دوبارہ نکاح کر کے بھی حلال نہیں ہوگی، اس کو طلاق دیدے، یا کہہ دے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا، اس کے بعد اگر مدخولہ ہے تو عدت گزار کر

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۶، سعيد)

"وكذا يوجبها المس .... من أحد الجانبين، و في المضمرات: أن شهوة أحدهما كافية إذا كان الآخر محل الشهوة". (مجمع الأنهر، كتاب النكاح باب المحرمات: ۱/۳۲۷، ۳۲۶، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۷، رشيديه)

اور اگر غیر مدخولہ ہے تو بغیر عدت گزارے اس کا نکاح دوسرے شخص سے جائز ہوگا:

"من زنیٰ بامرأة حرمت علیه أمها وإن علت، وابنتها وإن سفلت". فتاوی عالمگیری: ۱/۲۷٤ (۱)۔

"وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة، والمتاركة لا يتحقق الا بالقول إن كانت مدخولاً بها كتركتك أو خلّيت سبيلك، أما غير المدخول بها فقيل: تكون بالقول فيها، حتى لو تركها و مضى على عدتها سنون، لم يكن لها أن تتزوج بآخر، فافهم". در مختار و شامی: ۲/٤۳۷ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ ھذا۔

ایضاً

سوال [۵۶۴۰]: زید کی بیوی زینب کے بطن سے ایک لڑکا ہے جس کی عمر تقریباً دس برس ہوگی، اب زینب اپنے شوہر زید سے کہتی ہے کہ یہ لڑکا آپ کے لڑکے خالد کے نطفہ سے ہے (خالد زینب کا سوتیلا لڑکا ہے)۔ زید نے اپنے لڑکے سے دریافت کیا مگر اس نے قسم کھا کر انکار کیا کہ میری سوتیلی ماں جھوٹ بول رہی ہے۔ خالد دیندار ہے۔ ایسی صورت میں شرعاً کیا حکم ہے؟ زید پر زینب حرام ہوگئی یا نہیں؟

---

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریه کتاب النکاح، القسم الثانی، المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۴، رشیدیه)

(وکذا فی الهداية، کتاب النکاح: ۲/۳۰۹، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(وکذا فی فتح القدیر، فصل فی المحرمات: ۳/۲۱۹، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی خلاصة الفتاوی، الفصل الثالث المحرمات بالصهرية: ۲/۸، امجد اکیڈمی لاهور)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، باب المحرمات: ۳/۳۷، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، باب المحرمات: ۲/۱۷، دار المعرفة بیروت)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریه، کتاب النکاح، القسم الثانی: المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۷، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الرضاع: ۳/۴۰۰، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زینب کے شوہر کے نزدیک زینب اپنے اس اقرار میں جھوٹی ہے تو وہ اپنے شوہر پر حرام نہیں ہوئی، پھر دس برس تک اس نے برابر تعلق رکھا اور اتنی طویل مدت میں کبھی اظہار نہیں کیا تو اب وہ اپنے اس اقرار میں خود ہی شرعاً متہم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۸۸/۳/۵ھ۔

ایضاً

سوال[۵۲۶۱]: مسمی عبدالوحید کی لڑکی دلربا کی شادی عرصہ ۷، ۸/ سال ہوئے حقیقی بھتیجا عبدالرشید خان سے ہوئی اور تقریباً ڈیڑھ سال سے لڑکی اس بنیاد پر اپنے شوہر کے یہاں نہیں جاتی کہ عبدالرشید نے یہ طعنہ دیا کہ میں نے تو تیری ماں کو اپنی بیوی بنا کر رکھا، اس امر کی تصدیق کی گئی کہ عبدالرشید خان نے اپنی ساس یعنی چچی سے ناجائز تعلق رکھے تھے تو معلوم ہوا کہ شادی سے قبل واقعی عبدالرشید خان نے ساس سے زنا کیا۔ آپ تحریر فرمائیں کہ دلربا کا نکاح درست ہوا یا نہیں، یا معلوم ہونے پر نکاح ساقط ہو گیا؟ عبدالرشید سے طلاق دینے کو کہتے ہیں تو وہ آمادہ نہیں ہے، اور لڑکی شوہر کے یہاں جانے کو تیار نہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر عبدالرشید کو اس کا اقرار ہے کہ اس نے دلربا کی والدہ کے ساتھ زنا کیا ہے تو اس کا نکاح دلربا سے صحیح

---

(۱) "رجل تزوج امرأةً علی أنها عذراء، فلما أراد وقاعها، وجدها قد افتضت، فقال لها: من افتضک؟ فقالت: أبوک. إن صدقها الزوج بانت منه، ولا مهر لها. وإن کذبها، فهي امرأته".

(الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهریة و ما یتصل بذلک: ۱/ ۲۷۶، رشیدیه)

(و کذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۶۷، رشیدیه)

(و کذا في التاتارخانیة، کتاب النکاح، أسباب التحریم: ۲/ ۲۲۶، إدارة القرآن کراچی)

نہیں ہوا، یہ نکاح باطل ہوا طلاق دلوانے کی حاجت نہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۴/۶/۸۸ھ۔

ایضاً

سوال[۵۶۴۲]: زید اور بکر آپس میں باپ اور بیٹا ہیں، زید والد ہے اور بکر ولد، زید نے اپنے لڑکے بکر کی عورت سے ناجائز فعل یعنی زنا کیا، گواہ کوئی نہیں، صرف وہ عورت اقرار کرتی ہے کہ اس نے میرے ساتھ زنا کیا اور زید وبکر، کے آپس کے تعلقات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا ضرور ہوا ہے۔ تو آیا وہ عورت اب بکر کو جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کے والد نے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کی، اس کا نکاح ٹوٹ گیا یا کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکا اس بات میں اپنی بیوی کی تصدیق کرتا ہے اور اپنے باپ کو جھوٹا سمجھتا ہے تو شرعاً لڑکے پر اس کی بیوی حرام ہوگئی اس کے ذمہ واجب ہے کہ اس کو چھوڑ دے اور کہدے کہ میں نے تجھے چھوڑ دیا، یا طلاق دیدے، اور اگر لڑکا اپنی بیوی کی تکذیب کرتا ہے اور اپنے باپ کو اس انکار میں سچا سمجھتا ہے تو پھر وہ حرام نہیں ہوئی بدستور نکاح باقی ہے:

"رجل تزوج امرأةً علی أنها عذراء، فلما أراد وقاعها وجدها قد افتضت، فقال لها: من افتضك؟ فقالت: أبوك. إن صدقها الزوج، بانت منه، ولا مهر لها. وإن كذبها فهي امرأته، كذا

---

(۱) "ولو أقر بحرمة المصاهرة يؤاخذ به و يفرق بينهما، والإصرار علی الإقرار ليس بشرط، حتی لو رجع عن ذلك فقال: كذبت، فالقاضي لا يصدقه، ولكن فيما بينه و بين الله تعالیٰ، إن كان كاذباً فيما أقر، لا تحرم عليه امرأته". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۶، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، أسباب التحريم: ۲/۶۲۴، إدارة القرآن كراچی)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۹، رشيديه)

فی الظهیریة، الخ". الفتاویٰ العالمکیریہ: ۱/ ۲۷۶(۱)۔

"وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتارکة وانقضاء العدة". الدرالمختار: ۲/ ۴۷۲(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۸/ ۱۰/ ۶۱ھ

حرمتِ مصاہرت کی ایک صورت

سوال[۵۶۴۳]: ا...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسمی پیر جان ہمراہ زوجہ خود مسماۃ ہندہ چند دن اتفاقیہ آباد رہا، چنانچہ مذکورہ سے دولڑکیاں پیدا ہوئیں۔ بعدہ جب پیر جان نے دوسری شادی کی تو ہندہ نے ان سے بھاگنا شروع کیا جس میں اس بات کا چرچا پھیلا کہ پیر جان کا بھائی مسمی جموں خان شرارت کرتا ہے، اس لئے ہندہ بھاگتی ہے اور روپوش ہوجاتی ہے۔ اگر چہ فی الواقع جموں خان کی شرارت ضرور ہی ہے، لیکن نہ کبھی ہندہ کو لے بھاگا اور نہ اس کے ساتھ کبھی روپوش ہوا، اس اثنائے مخالفت فی مابین زوجین میں ہندہ کے بطن سے ایک لڑکا علی اختر خان پیدا ہوا، جس کی نسبت ولدیت کا پیر جان قائل ہے کہ علی اختر میرا ہی بیٹا ہے۔

جب علی اختر سال یا ڈیڑھ سال کی عمر کا ہوا تو اس کی والدہ ہندہ مذکورہ کو پیر جان نے طلاق دیدی، بعد انقضائے عدت ہندہ کے ساتھ جموں نے نکاح کرلیا۔ اب جموں خان کی لڑکی دوسری زوجہ مسماۃ فاطمہ کے بطن سے ہے اس کے ساتھ علی اختر خاں نکاح کرنا چاہتا ہے، مذکورہ کے لئے وہ لڑکی شرعاً درست ہے یا نہیں؟

---

(۱)(الفتاویٰ العالمکیریة، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة، وما یتصل بذلک: ۱/ ۲۷۶، رشدیه)

(وکذا فی الدرالمختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/ ۳۲، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار، فصل فی المحرمات: ۲/ ۱۵، دار المعرفة بیروت)

(۲) (وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳/ ۳۷، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۲/ ۱۷، دار المعرفة بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة، وما یتصل بذلک: ۱/ ۲۷۷، رشیدیه)

۲......بوجہ قواعدِ فقہیہ صورتِ ہذا میں حرمتِ مصاہرت یہاں ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟

۳......اور وہ جو فتح القدیر میں مرقوم ہے کہ کسی شخص نے منکوحۂ غیر باکرہ بالغہ کو حبس کرلیا تو بحالتِ حبس مذکور سے جو اولاد پیدا ہوئی تو اس کی نسبت ولدیت بطرفِ حابس منسوب ہے تو صورت مسئولہ میں یہ وجہ صادق آسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں علی اختر خان کا نسب مسمی پیرجان سے ثابت ہے، مسمی جموں خاں سے ثابت نہیں:

"قال أصحابنا: في ثبوت النسب ثلث مراتب: أحدهما النكاح الصحيح، وما هو في معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة و لا ينتفي بمجرد النفي، وإنما ينتفي باللعان، فإن كان ممن لا يلاعن بينهما، لا ينتفي نسب الولد، كذا في المحيط". الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثاني عشر في ثبوت النسب، كتاب الطلاق (۱)۔ لہٰذا جموں خان کی دوسری زوجہ کی لڑکی سے علی اختر کا نکاح شرعاً درست ہے: "وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال". درمختار على الشامي مصري، كتاب النكاح، فصل في المحرمات (۲)۔

---

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيريه، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۱/۵۳۶، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب، مطلب: الفراش على أربع مراتب: ۳/۵۵۰، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، كتاب الدعوى، الفصل الثامن والعشرون في دعوى النسب: ۱۱/۳۰۸، غفاريه كوئٹه)

(۲) (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۱، سعيد)

"لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأةً و يتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية، وما يتصل بذلك: ۱/۲۷۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

اس حرمتِ مصاہرت کا اثر جموں خان کی لڑکی اور پیر جان کے لڑکے پر نہیں پڑے گا، بلکہ مسماۃ ہندہ کے اصول وفروع جموں خان پر حرام ہوجائیں گے(۱)۔ فتح القدیر کی عبارت مع حوالہ صفحہ وباب ومطبع کتاب نقل کی جائے تب اس کے متعلق کچھ لکھا جاسکتا ہے، سوال میں جو عبارت ہے فتح القدیر کی نہیں ہے، خدا جانے وہاں کی کس عبارت کا یہ مطلب سمجھ لیا گیا۔ اور اس مطلب پر بھی صورتِ مسئولہ منطبق نہیں ہوتی، کیونکہ اس میں ''بکر'' کی قید ہے اور ہندہ بکر نہیں جیسا کہ سائل نے خود اقرار کرلیا کہ ''چنانچہ مذکورہ سے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں''۔

دوسرے اس میں حبس کی قید ہے اور صورت مسئولہ میں جموں نے ہندہ کو حبس نہیں کیا، جیسا کہ سائل نے لکھا ہے کہ ''لیکن نہ کبھی ہندہ کو لے بھاگا اور نہ کبھی اس کے ساتھ روپوش ہوا'' پھر تعجب ہے کہ فتح القدیر کی کس عبارت کے اس مطلب کو سامنے رکھتے ہوئے بھی علی اختر کے متعلق کیسے شبہ ہوا کہ اس کا نسب جموں خان سے ثابت ہوکر جموں کی لڑکی سے جو کہ دوسری زوجہ سے ہے جائز نہ ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۲/ رجب/ ۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،　　صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/ رجب/ ۵۴ھ۔

زانی کے انتقال کے بعد اس کی بیوی سے مزنیہ کی اولاد کا نکاح

سوال[۵۲۴۴]: زید نے ہندہ سے زنا کیا تھا، ہندہ عمر کی منکوحہ تھی، پھر زید مرگیا، اس کے مرنے کے بعد ہندہ کے لڑکے نے جو عمر کے نطفہ سے تھا زید مذکور کی بیوی سے نکاح کیا۔ کیا شرعاً یہ نکاح درست ہے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) قال العلامة ابن نجيم المصري رحمه الله تعالىٰ: "الثاني المحرمات بالمصاهرة، وهن فروع نسائه المدخول بهن وأصولهن و حلائل فروعه وحلائل أصوله". (البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۱۶۳/۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق للعلامة الزيلعي، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۵۹/۲، دار الكتب العلميه بيروت)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲۸/۳، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس زنا سے عمر کے لڑکے اور زید کی بیوی میں کوئی حرمت کا تعلق نہیں ہوا، لہذا یہ نکاح درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/۱۲/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۲/ ذی الحجہ/۵۳ھ۔

غلطی سے بیٹی کو بیوی سمجھ کر ہاتھ لگانے سے بیوی حرام کیوں ہو جاتی ہے؟

سوال[۵۶۴۵]: ایک مسئلہ ہے مرد رات کو اپنی بیوی کو جگانے کے لئے اٹھا، مگر غلطی سے لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا، ساس پر پڑ گیا اور بیوی سمجھ کر جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو وہ مرد اپنی بیوی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو گیا، لازم ہے کہ یہ مرد اب اس عورت کو طلاق دیدے اس میں غلطی کی کوئی رعایت نہیں۔ جب منشائے دلی اس کا ایک فعل کا نہیں تھا تو ایسی سخت سزا کیوں دی جاتی ہے؟ پھر یہ کہ "کرے کوئی بھرے کوئی"، "نزلہ بر عضوِ ضعیف ریزد" کا مضمون ہے۔ والسلام۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی ہرن کے بندوق مارے اور کسی آدمی کے غلطی سے لگ جائے تو اس غلطی سے بالکل تو اس کی معافی نہیں ہو جاتی ہے، بلکہ خون بہا دلایا جاتا ہے اور وہ بھی مارنے والے کے اعزاء سے دلایا جاتا ہے، دیکھئے یہاں بھی اسی طرح ہے یعنی اگر جان کر مارتا تو قتل کیا جاتا، غلطی کی تو اتنی رعایت ہوئی کہ خون بہا سے جان بچ گئی نیز گناہ نہیں ہوا(۲)۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أي ما عدا من ذُكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمی لاهور)

"أي أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم". (التفسير المنير: ۵/۲، دار الفكر بيروت)

قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾: أي ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة". (التفسير المظهري: ۲/۶۲، حافظ كتب خانه)

(۲) "والخطأ على نوعين: خطأ في القصد و هو أن يرمي شَخصاً يظنه صيداً، فإذا هو آدميٌّ. أو يظنه =

صورتِ مسئولہ میں بھی اگر جان کر کرتا اور قاضی شرعی تک اطلاع پہونچتی تو وہ حسبِ صوبدید تعزیراً سزا دیتا، نیز گناہِ عظیم کا مرتکب قرار پاتا (۱) اور غلطی کی وجہ سے سزا اور گناہ دونوں سے بچ گیا۔

بسا اوقات ایک فعل کا اثر دوسرے پر بھی پہونچتا ہے جیسا کہ مثالِ مذکور میں اعزاء سے خون بہا دلایا جاتا ہے۔ اگر کوئی ناسمجھ بچہ کسی کا کوئی نقصان کردے تو اس کی ذمہ داری بھی بڑوں پر آتی ہے۔ غور کرنے سے مثالیں ملیں گی (۲)۔ اور یہ سب دنیوی احکام ہیں، آخرت میں بلا وجہ ایک کے فعل کا گناہ دوسرے کو بھگتنا نہیں پڑیگا (۳)۔ جان کر فعلِ مذکور کرنے سے جس قدر گناہ ہوتا ہے (حرمت تو بہر حال ہے) اس کے مقابلہ میں

= حربیاً، فإذا هو مسلم .... وموجب ذلک الكفارة والدية على العاقلة لقوله تعالىٰ: ﴿فتحرير رقبة مؤمنة ودية مسلمة إلى أهله﴾ ولا إثم: يعني في الوجهين، الخ". (الهداية، كتاب الجنايات: ۵۵۷/۴، ۵۵۸، إمداديه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الجنايات: ۲۱۶/۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الجنايات: ۱۳/۹، ۱۴، رشيديه)

(۱) "الحاصل أن كل من ارتكب معصيةً ليس فيها حدٌّ مقدرٌ وثبت عليه عند الحاكم، فإنه يجب التعزير من نظر محرم و مس محرم .... والأصل في وجوب التعزير أن كل من ارتكب منكراً، أو آذى مسلماً بغير حق بقوله أو بفعله، يجب عليه التعزير". (البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۷۱/۵، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۱۶۸/۲، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۱۷۰/۳، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب الحدود، الفصل الثامن في التعزير: ۱۴۱/۵، ۱۴۲، إدارة القرآن كراچی)

(۲) "وإن أتلفا شيئاً، لزمهما ضمانه إحياءً لحق المتلف عليه، وهذا لأن كون الإتلاف موجباً لا يتوقف على القصد الخ". (الهداية، كتاب الحجر: ۳۵۱/۳، إمداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر: ۱۴۳/۸، ۱۴۴، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الحجر: ۲۵۸/۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۳) ﴿و لا تزر وازرة وزر أخرى﴾: أي لا يحمل أحدٌ ذنب أحد، ولا يجني جانٌ إلا على نفسه". (تفسير ابن كثير، سورة الإسراء: ۴۱/۳، مكتبه دار السلام بيروت)

(وكذا في روح المعاني، سورة بني اسرائيل: ۳۵/۱۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

حرمت کس قدر ہے ہلکی اور نرم سزا ہے، غور کا مقام ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱/۸۵ھ۔

آپ کے سوالات کا منشاء مسائلِ دینیہ سے ناواقفیت ہے، اس لئے ضروری ہے کہ علماء کی صحبت اختیار کیجئے، انشاء اللہ تعالیٰ اس قسم کے شبہات پیدا نہ ہوں گے۔

الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۵/صفر/۵۸ھ۔

حرمتِ مصاہرت دعوائے زنا سے

سوال[۵۶۴۲]: مسئلہ دریافت طلب ہے جس کے واقعات حسبِ ذیل ہیں:

۱- مسماۃ بوندی بیوہ تھی اس کا نکاح ثانی زید سے ہوگیا، ہر دو کی عمر بیس اور پچیس سال ہے، بعد نکاح معلوم ہوا کہ کر مرد خراب ہے، نکاح ہو کر عورت خاوند کے یہاں دو سال سے کم رہی ہوگی۔ عورت مسماۃ بوندی کے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی ہے جو زندہ ہے جس کی عمر تیرہ ماہ ہے اور ہمیشہ ان کے وہاں تکرار رہا۔ اب عورت مسماۃ بوندی اپنے باپ کے یہاں آگئی ہے، جب اس کے لینے کو سسرال کے لوگ گئے تو وہ کہتی ہے کہ میرا مالک تو بالکل خراب ہے، عورت کے قابل نہیں تو کیا مجھے میرے خسر کے ساتھ بھیج رہے ہو اور میرا خسر ہی مجھ کو خراب کرتا ہے اور چند مرتبہ میرے خسر نے مجھ کو خراب کیا ہے، یعنی مجھ سے بہت مرتبہ صحبت مباشرت کی ہے، میں ان کے یہاں نہیں جاؤنگی۔

گواہ ایسے واقع کے کوئی نہیں چشم دید، صرف مسماۃ بوندی کا بیان ہے اور ظاہر واقعات بھی واقع کی تائید کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں مسماۃ بوندی کو طلاق ہوسکتی ہے یا نہیں؟ وہ اپنا نکاح ثانی کرسکتی ہے یا نہیں، اس کا نکاح فسخ ہوگیا یا نہیں؟ مکمل جواب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کو مسماۃ بوندی کے اس کہنے کا یقین ہے اور اس کی تصدیق کرتا ہے تو شرعاً مسماۃ بوندی زید پر حرام ہوگئی، زید پر واجب ہے کہ مسماۃ بوندی سے متارکت کرلے یعنی اس کو کہہ دے کہ میں تجھے چھوڑ چکا، یا طلاق دیدے اور ہمیشہ کے لئے اس سے علیحدہ ہوجائے، اس کے بعد عدت گزار کر مسماۃ بوندی کسی دوسری جگہ شریعت کے موافق نکاح کرلے۔ اگر زید کو مسماۃ بوندی کے کہنے کا یقین نہیں بلکہ وہ اس کی تکذیب کرتا ہے تو پھر حرمت

نہیں ہوئی بدستور دونوں شوہر اور بیوی ہیں (۱)۔

"یحرم کلٌّ من الزانی والمزنیة علی أصل الآخر و فرعه، اهـ". شامی (۲)۔ "وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لا یحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتارکة و انقضاء العدة، اهـ". در مختار (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱۱/۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱۱/۵۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/۱۱/۵۸ھ۔

حرمتِ مصاہرت کے اقرار سے رجوع

سوال [۵۶۴۷]: آج سے ۴/ سال پہلے صبرو بیگم زوجہ حسین خان نے اپنے شوہر حسین کی زندگی میں جب حسین خان کہیں دوسری جگہ مزدوری کرنے گیا ہوا تھا، صبرو بیگم نے اپنے دیور مسمی سموں خان کے برخلاف علاقہ کے قاضی صاحب وغیرہ معتبرانِ علاقہ سے اپنے چند کسان گواہوں کی موجودگی میں یہ دعویٰ پیش کیا کہ میرے دیور سموں خان نے آج رات مجھ پر ہاتھ ڈالا اور مجھے پکڑا اور میرے ساتھ زنا بالجبر کیا ہے۔ قاضی صاحب نے مسماۃ صبرو بیگم کے بیانات سن کر یک گونہ افہام وتفہیم کی اور معاملہ کی تدارک رئیسِ علاقہ راجہ اللہ داد خان کے سپرد کی اور اس رات کو سموں خان اپنے گھر سے کہیں بھاگ کر چلا گیا، اطلاع پانے پر حسین خان شوہر

---

(۱) "رجل تزوج امرأةً علی أنها عذراء، فلمّا أراد وقاعها، وجدها قد افتضت، فقال لها: من افتضک؟ فقالت: أبوک، إن صدّقها الزوج، بانت منه و لا مهر لها، وإن کذبها فهي امرأته، کذا في الظهیریة".
(الفتاویٰ العالمکیریة، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية، وما يتصل بذلک: ۱/۲۷۶، رشیدیه)

(۲) (رد المحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۱، سعید)
(وکذا في البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۹، رشیدیه)
(وکذا في تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۶۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) (الدر المختار مع ردالمحتار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، سعید)
(وکذا في حاشیة الطحطاوي علی الدر المختار، فصل في المحرمات: ۲/۱۷، دار المعرفة بیروت)

صبرو بیگم گھر واپس آ گیا یعنی بیوی کو اس دعوی پر سچا جان کر معتبرانِ علاقہ سے شکایت کی کہ آپ نے میری بیوی کی تدارک نہ کی۔

خیر! بعدازاں معاملہ ویسا ہی رہا، چار سال گزرنے کے بعد جب حسین خان مرگیا تو عدت گزرنے کے بعد صبرو بیگم بیوہ کے اس دیور سموں خان کے بیٹے مسکین خان نے صبرو بیگم کے ساتھ نکاح کرلیا۔ چونکہ پہلے قاضی صاحب مرحوم اس وقت فوت ہو چکے تھے، ان اب کی جگہ ان کا فرزند قاضی علاقہ مقرر کیا گیا ہے، نکاح ہونے کے بعد معاملہ ھذا نئے قاضی صاحب کے سامنے پیش ہوا تو نئے قاضی صاحب نے صبرو بیگم وغیرہ معتبرانِ علاقہ کو طلب کیا تو اب صبرو بیگم نے بیان کیا کہ بیشک میں نے پہلے قاضی صاحب کے سامنے اپنے دیور سموں خان کے برخلاف مجھے پکڑنے اور ہاتھ ڈالنے اور زنا بالجبر کرنے کا دعویٰ کیا تھا، مگر میں نے وہ دعوی اپنے دوسرے دیور مسمی دھاور خان کے ورغلانے پر کیا تھا اور میں نے اس وقت جھوٹ بولا تھا۔

راجہ اللہ داد خان رئیس علاقہ وغیرہ جن گواہوں کے روبرو صبرو بیگم نے پہلے قاضی صاحب مرحوم کے سامنے دعوی کیا تھا، ان سب نے حلفیہ شہادت دی کہ صبرو بیگم نے اپنے دیور سمو خان کے برخلاف پکڑنے اور ہاتھ ڈالنے اور زنا بالجبر کرنے کا دعویٰ ہمارے روبرو بڑے قاضی صاحب کے سامنے پیش کیا تھا۔ علاوہ ازیں سموں خان کا صبرو بیگم کو پکڑنا اور چھیڑنا اور صبرو بیگم پر ہاتھ ڈالنا اہلِ دیہہ اور علاقہ کے مرد اور عورت اور خورد و کلاں میں معروف ومشہور، مزید برآں یہ ہے کہ صبرو بیگم کا فاحشہ اور غیر محتاط ہونا کالشمس فی نصف النہار ہے۔

گواہانِ سابقہ اور باشندگانِ دیہہ وعلاقہ سے تصدیق حاصل کرنے کے بعد جدید قاضی صاحب نے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے ماتحت حکم دیدیا کہ بوجہ حرمتِ مصاہرت فرزندِ سموں خاں کے مسمی مسکین خان کے لئے صبرو بیگم کا نکاح ناجائز اور حرام ہے اور فسخِ نکاح اور تفریق کا حکم دیدیا۔ قاضی جدید نے صبرو بیگم کے انکار بعد از اقرار کو غیر معتبر قرار دیا ہے، کما فی تکملۃ الشامی: ۱/۳۹۲:

"الإقرار المتأخر يرفع الإنكار المتقدم، والإقرار المتقدم يمنع الإنكار المتأخر"(۱)۔

فی العالمگيرية: ۲/۲۸۳: "ولو أقرت بحرمة المصاهرة يؤاخذ به، ويفرق بينهما. وكذلك إذا أضاف ذلك إلى ما قبل النكاح، الخ .... والاستمرار على هذا الإقرار ليس بشرط، حتى

(۱) (تكملة ردالمحتار، آخر كتاب الدعوى، مطلب واقعة الفتوىٰ: ۷/۵۰۶، سعيد)

لورجع عن ذلك وقال: كذبت، فالقاضي لا يصدقه "(۱)۔

عبارتِ مذکورہ کے مطابق صبر وبیگم کا انکار بعد از اقرار غیر معتبر ہے اور قابلِ قبول نہیں اور اثباتِ حرمتِ مصاہرت کے لئے یہ دلائل ہیں: و في العالمگيرية:

قال: "يثبت حرمة المصاهرة قيل: إن كان السائل والمسئول هازلين قال: لا يتفاوت ولا يصدق أنه كذبٌ"(۲)۔

فتح القدیر میں ہے:"و لا فرق في ثبوت الحرمة باللمس بين كونه عامداً أو ناسياً أو مكرهاً أو مخطئاً أيضاً، فتح القدير"(۳)۔

"وتقبل الشهادة على الإقرار باللمس والتقبيل بشهوة"۔ در مختار میں ہے:"و تقبل الشهادة على الإقرار باللمس والتقبيل بشهوة، وكذا تقبل على نفس اللمس والتقبيل والنظر إلى ذكره أو فرجها من شهوة في المختار"(٤)۔

امامِ دیہہ نکاح خواں نے اس حکم اور انفساخ کے فیصلہ کو نافذ نہیں ہونے دیا اور خلاف استفتاء قائم کر کے خلاف فتوی حاصل کر کے روڑہ انکار کھا ہے۔

۱.....بعض علماء نے یہ فتوی دیا کہ چونکہ اقرار حجتِ قاصرہ ہے تو صبر وبیگم کے اقرار کرنے سے سموں خان یا اس کے بیٹے مسکین خان پر اس اقرار کا اثر نہیں پڑتا۔

۲.....بعض علماء کہتے ہیں کہ عورت کے قول کا سرے سے اعتبار ہی نہیں تو صبر وبیگم کے اقرار یا انکار کا کوئی اعتبار نہیں۔

۳.....بعض علماء کہتے ہیں کہ حرمت مصاہرہ کے ثبوت کے لئے فقہاء نے جو دلائل کتب فقہ میں بیان

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۵، ۲۷٦، رشيديه)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية، المصدر السابق)

(۳) (فتح القدير، فصل في بيان المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(۴) (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۸، سعيد)

فرمائے ہیں، ان تمام عبارات میں صیغۂ مذکر کا استعمال کیا گیا ہے اور مذکر کے صیغوں کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ احکام مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں، اس قسم کے افعال اقوال یا اقرار مرد اگر کرے تو حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کا حکم دیا جائے گا۔ اگر عورت کی طرف سے اس قسم کے افعال، اقوال یا اقرار کا اعتبار ہوتا تو مؤنث کے صیغہ کے ساتھ بھی فقہاء عبارت پیش کرتے تو ثابت ہوا کہ عورت کی طرف سے اس قسم کے افعال، اقوال اور اقرار سے حرمتِ مصاہرت نہیں ثابت ہوتی۔ اور قاضی علاقہ کا کہنا ہے کہ مقامی واقعات اور گواہوں کی گواہی اور علاقہ کے عوام، خواص میں واقعہ کی شہرت اس مسئلہ کو نظر انداز نہیں کرسکتی باوجودیکہ معاملہ حلت وحرمت کا ہے تو حرمت کی جانب کو ترجیح ہے۔

الأشباہ والنظائر، ص:۸۸ میں: "الأصل فی الأبضاع التحریم، ولذا قال فی کشف الأسرار شرح فخر الإسلام: الأصل فی النکاح الحظر وأبیح للضرورة"۔ ۱۲۔ "فإذا تقابل فی المرأة حلٌ وحرمةٌ غلبت الحرمة، ولهذا لا یجوز التحری فی الفروج". ص:۱۳۲(۱). "إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام". ۱۲۔ "إذا تعارض دلیلان: أحدهما یقتضی التحریم والآخر الإباحة، قدّم التحریم"(۲). و لا یجوز التحری فی الفروج؛ لأنه یجوز فی کل ما جاز للضرورة، والفروج لا تحل بالضرورة انتهی"(۳)۔

ایک عورت کی شہادت اور قول کا شریعت نے بیسیوں جگہ اعتبار کیا ہے تو صبر و بیگم کا اقرار کیسے نظر انداز کیا جاسکتا ہے، واقعہ کی اصل حقیقت اور مسئلہ کے اندر علماء کا اختلاف پیشِ خدمت روانہ کیا جاتا ہے، اصولِ شرعیہ اور دینِ اسلام کی رو سے جو حق فیصلہ ہو، تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب کہ مسماۃ نے اپنے دیور کے متعلق دعویٰ اور اقرارِ زنا کیا تو مسماۃ کے حق میں اس دیور کی اولاد کی

---

(۱) (الأشباہ والنظائر، الفن الأول، القاعدة الثانیة، ص: ۹۲، قدیمی)

(۲) (الأشباہ والنظائر، الفن الأول، النوع الثانی من القواعد، القاعدة الثانیة، ص: ۱۰۹، قدیمی)

(۳) (الأشباہ والنظائر، الفن الأول، القاعدة الثالثة، ص: ۷۰، قدیمی)

حرمت ثابت ہوگئی (۱)، اب اس کے لڑکے سے نکاح جائز نہیں (۲)۔ مسماۃ کا اب یہ کہنا کہ میں نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا، اس نکاح کے حق میں قابلِ قبول نہیں، اقرار کا حجت قاصرہ ہونا مسلّم ہے، یہاں بھی مُقرّہ کے حق میں اس اقرار کی وجہ سے حرمت ثابت ہوئی ہے (۳)۔ یہ کہنا کہ عورت کے قول کا سرے سے اعتبار ہی نہیں بالکل غلط اور لغو ہے، کتب فقہ میں جزئیاتِ واضحہ مصرحہ اس کی تردید کرتی ہے (۴)۔

اگر مذکر کا صیغہ اس نوع کے احکام میں ذکر کیا جائے تو اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ عورتوں کے لئے یہ احکام ثابت نہیں، عامۂ قرآن کریم، حدیث شریف، کتب فقہ میں عبادات، معاملات وغیرہ کے مسائل میں مذکر کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے، مؤنث کا صیغہ اس جگہ ذکر کرتے ہیں جہاں دونوں کے احکام میں فرق بتانا مقصود ہوتا ہے یا اور کوئی حکمت ہوتی ہے۔ تو کیا کوئی شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ عورتوں کے لئے صرف وہ احکام ہیں جہاں مؤنث کا صیغہ مذکور ہے، باقی سب احکام مَردوں کے لئے ہیں، ہرگز نہیں بلکہ تمام احکام عام ہوتے ہیں:

"لأن النساء شقائق الرجال إلا أن يدل دليل خصوص" (۵)۔

(۱) "ولو أقرّ بحرمة المصاهرة، يؤاخذ به و يفرق بينهما. وكذلك إذا أضاف ذلك إلى ماقبل النكاح بأن قال لامرأته: كنت جامعت أمك قبل نكاحك، يؤاخذ به و يفرق بينهما .... والإصرار على هذا الإقرار ليس بشرط، حتى لو رجع عن ذلك فقال: كذبت، فالقاضي لا يصدقه، الخ". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية، وما يتصل بذلك: ۱/۲۷۵، رشيديه)

(۲) "وكذلك المزنيّ بهاتحرم على أصول الزاني وفروعه، ويحرم الزاني على أصولها و فروعها". (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۹، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۲، كتاب النكاح، سعيد)

(۳) (راجع رقم الحاشية: ۱)

(۴) "أي يثبت الرضاع بما يثبت به المال و هو شهادة رجلين أو رجل وامرأتين، وقال مالك: يثبت بشهادة امرأة واحدة، الخ". (تبيين الحقائق، كتاب الرضاع: ۲/۶۴۳، دارالكتب العلمية بيروت)

(۵) ﴿والذين هم لفروجهم حافظون﴾ يجوز أن يكون المراد عاماً في الرجال والنساء؛ لأن المذكر والمؤنث إذا اجتمعا غلب المذكر، الخ". (أحكام القرآن للجصاص، سورة المؤمنون: ۳/۳۷۳، قديمي)

عـالـمگیری (۱) قاضی خان (۲) فتح القدیر (۳) وغیرہ میں ایسی جزئیات موجود ہیں جن میں عورت کے قول وفعل، اقرار کی وجہ سے حرمت کا حکم دیا گیا ہے، کہیں مطلقاً، کہیں مرد کی تصدیق کے ساتھ جیسا کہ مرد کے قول وفعل واقرار کی وجہ سے حرمت کا حکم کیا جاتا ہے کہیں مطلقاً کہیں عورت کی تصدیق کے ساتھ۔ ہدایہ میں ہے: "و من مسته امرأةٌ بشهوة، حرمت عليه أمها و بنتها" (٤)۔ یہاں دیکھئے عورت کے فعل پر حرمت مرتب ہوئی۔

فتح القدیر: ۲/۳٦٦ میں شیخ ابن ہمام اس کے ذیل میں فرماتے ہیں: "و مس امرأة كذلك" (٥)۔ معلوم ہوا دونوں کے فعل میں کوئی فرق نہیں: "و ثبوت الحرمة بمسها مشروطٌ بأن يصدقها أو يقع في أكبر رأيه صدقها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها" (٦)۔

نیز ایک جزئیہ امام ابو یوسفؒ سے نقل کیا ہے: "امرأة قبلت ابن زوجها، وقالت: كانت من شهوة، إن كذّبها الزوج، لايفرق بينهما، ولو صدقها وقعت الفرقة" (٧)۔

فتاویٰ عالمگیری مصری: ۱/۲٧٦، میں ہے: "رجلٌ تزوج امرأةً على أنها عذراء، فلما أراد وقاعها، وجدها قد افتضت، فقال: لها من افتضك؟ فقالت: أبوك، إن صدقها الزوج، بانت منه

---

(۱) "وتقبل الشهادة على الإقرار بالمس والتقبيل بشهوة .... وهل تقبل الشهادة على نفس اللمس والتقبيل بشهوة؟ والمختار أنه تقبل". (الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية، وما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۱/۲٧٦، رشيديه)

(۲) "وأما المحرمة بدواعي الوطء إذا مسها أو قبلها بشهوة، تثبت حرمة المصاهرة .... مسُّ المرأة الرجل في الحرمة كمس الرجل المرأة". (الخانية على هامش الهندية، باب في المحرمات: ۱/۳٦١، رشيديه)

(۳) (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

(۴) (الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۳۰۹، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۵) (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۲۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(٦) (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/١٧٧، رشيديه)

(٧) (فتح القدير، فصل في المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفىٰ البابي الحلبي مصر)

ولا مهرلها. وإن كذبها، فهي امرأته، كذا في الظهيرية"(۱)۔

اس کے کچھ بعد ایک جزئیہ عالمگیری میں نقل کیا ہے جس میں محض ایک جانب سے اقرار ہے پھر بھی حرمت کا حکم کیا گیا ہے: "تزوج بأمة رجل ثم إن الأمة قبّلت ابن زوجها قبل الدخول بها، فادعى الزوج أنها قبلت بشهوة وكذبه المولى، فإنها تبين من زوجها لإقرار الزوج أنها قبلته بشهوة"(۲)۔

دیکھئے اس صورت میں فعل صادر ہوا عورت کی طرف سے اور اقرار کیا مرد نے پھر بھی حرمت ہوگئی، معلوم ہوا کہ عورت کے فعل پر بھی حرمت مرتب ہوتی ہے اور مُقِرّ ہ کے حق میں حرمت ہونا اس کے حجتِ قاصرہ ہونے کے منافی نہیں، بلکہ حجتِ قاصرہ ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ مقرّ ہ کے حق میں حرمت ثابت ہو جائے، یہاں مسماۃ مقرّ ہ ہے، لہٰذا اس کے حق میں حرمت ثابت ہو جائے گی۔ اور ایسا نہیں ہو سکتا کہ مسماۃ کے حق میں تو حرمت ہو اور دیور کے لڑکے کے حق میں حلت باقی رہے، اگر مقر کے حق میں بھی ثابت نہ ہو تو پھر اقرار کی حجیت ہی ختم ہو جائے گی، بحر/۳/۱۰۸ میں ہے:

"لافرق بين الرجل والمرأة، فلو مست المرأة عضواً من أعضاء الرجال بشهوة أو نظرت إلى ذكره بشهوة، فثبتت الحرمة"(۳)۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۱/۲۷۶، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۷، رشيديه)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح، ۱/۲۷۶، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، أسباب التحريم: ۲/۲۲۵، إدارة القرآن كراچی)

(۳) (البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۹، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضی خان، باب في المحرمات: ۱/۳۶۱، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، أسباب التحريم: ۲/۲۲۰، إدارة القرآن كراچی)

اقرار سے رجوع اور اپنے نفس کی تکذیب ایسے مسائل میں قضاءً معتبر نہیں، کذا فی البحر: ۲/۱۰۹(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۲۴/۴/۶۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۲۵/ ربیع الثانی/ ۶۶ھ۔

کیا حرمتِ مصاہرت حلالہ سے ختم ہو جاتی ہے؟

سوال[۵۲۴۸]: زید نے اپنی بیوی ہندہ کے ساتھ وطی کر کے دونوں میاں بیوی ایک بستر پر سور ہے تھے، آخر اللیل میں ہندہ کی ماں داماد کے پاس سوگئی، داماد نے ساس کے ساتھ اپنی بیوی جان کر وطی بالشبہ کیا، قریب الانزال کے وقت معلوم ہوا کہ بیوی نہیں بلکہ اس کی ماں ہے، ساس کو دیکھ کر زید فوراً علیحدہ ہوگیا۔ بعدہ ایک شخص سے زید نے ذکر کیا کہ واقعہ یہ ہے، اس نے چند عالموں سے دریافت کر کے کہا کہ زید! تم پر ہندہ حرام ہوگئی ہے بوجہ طلاق کے، اگر تم چاہو تو بعد حلالہ کے ہندہ سے نکاح کر سکتے ہو۔ یہ بات سن کر زید نے بعد حلالہ ہندہ سے نکاح کر لیا، اسی طرح دو سال گزر گئے۔

بعدہ ایک شخص نے کہا کہ بھائی زید! میں نے اَور عالموں سے اس مسئلہ کو دریافت کیا تھا، انہوں نے جواب دیا کہ ہندہ زید پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، لہذا زید نے ہندہ کو طلاق نامہ رجسٹری کرا کر بھیجدیا۔ ان سب واقعات کے پہلے ایک لڑکی دو لڑکے تھے، انہوں نے اپنی ماں ہندہ کو لا کر دوسرے مکان میں رکھا۔ اب زید پر ہندہ کسی صورت میں حلال ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اگر حلال نہ ہو تو زید ہندہ کی معیشت کا بندوبست کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور زید نے ہندہ کے ساتھ بعد وطی بالشبہ شخصِ مذکور کے قول کے مطابق نکاح کر کے وطی کیا۔ اس پر کیا حکم ہے، اور اس جاہل مفتی پر کیا حکم ہے؟ اور اس واقعہ کے شاہدوں سے وطی بالشبہ کا ثبوت نہ ہو بلکہ زنا کا ثبوت ہو تو اس پر کیا حکم ہے؟ فقط۔

---

(۱) "وفي الخلاصة: قيل لرجل: ما فعلت بأم امرأتک؟ قال: جامعتها، تثبت الحرمة، ولا يصدق أنه كذب وإن كانوا هازلين. والإصرار ليس بشرط في الإقرار لحرمة المصاهرة". (البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۹، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثالث، في حرمة المصاهرة: ۲/۱۰، امجد اكيڈمي لاهور)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، أسباب التحريم: ۲/۲۲۶، ادارة القرآن كراچي)

الجواب حامداً ومصلیاً:

وہ زوجہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، کوئی صورت اس کے حلال ہونے کی نہیں، اس سے متارکت واجب ہے، ہمیشہ کے لئے اس کو چھوڑ دے اور کہہ دے کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا، پھر بعد عدت وہ عورت دوسری جگہ نکاح کرلے۔ جس شخص نے یہ مسئلہ بتلایا ہے کہ طلاق پڑگئی، حلالہ کے بعد دوبارہ نکاح درست ہے، اس نے غلط بتلایا ہے۔ حرمتِ مصاہرت سے طلاق واقع نہیں ہوتی اور نکاح باطل نہیں ہوتا، البتہ نکاح فاسد ہوجاتا ہے اور عورت کو چھوڑنا واجب ہوجاتا ہے اور بعد حلالہ کے دوبارہ نکاح صحیح نہیں ہوتا:

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "و بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة، والوطأ بها لا يكون زناً، اهـ". در مختار۔

وقال ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: "ذكر محمد في نكاح الأصل أن النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع، بل يفسد، حتى لو وطيها الزوج قبل التفريق، لايجب عليه الحد اشتبه عليه أو لم يشتبه عليه. و قد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لاتتحقق إلا بالقول. قال في الحاوي: والوطي فيها لا يكون زنا؛ لأنه مختلف فيه، وعليه مهر المثل بوطيها بعد الحرمة، ولاحد عليه، ويثبت النسب، اهـ". ردالمحتار: ۲/۴۳۷(۱)۔

شخصِ مذکور پر اس وطی کی وجہ سے حدِ زنا لازم نہیں ہوگی اور اس کا گناہ مفتی مذکور پر ہوگا اور بغیر تحقیق کے فتویٰ دینا حرام ہے:

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أجرأكم على الفتيا أجرأكم على النار"۔

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "من أفتى بفتيا من

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۲/۱۷، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۷، رشيديه)

غير ماثبت، فإنما إثمه على من أفتاه. اهـ". دارمی، ص: ۲۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

حرمتِ مصاہرت سے متعلق بیانات

سوال[۵۶۴۹]: ایک شخص محمد عمر نے متوفی عنہا زوجہا سے جو حاملہ ہے قبل از وضعِ حمل نکاح کرلیا جس کی وجہ سے دیندار مسلمانوں نے قطعِ تعلق کیا۔ مزید براں یہ ہے کہ متوفی عنہا زوجہا کے ماموں نے کہا کہ اس محمد عمر کے چرواہے نے مجھے کہا کہ اس متوفی عنہا زوجہا کے ساتھ اس ناکح کے جو پہلی عورت سے ہے اس سے زنا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا ہے، میں گواہی جہاں کہو گے آکر دوں گا، اسی طرح اس ناکح کی جو اگلی عورت ہے، اس نے بھی ایک دوسرے شخص سے کہا ہے کہ میں اپنے لڑکے کو جو محمد عمر کا لڑکا ہے اس نے بیسوں مرتبہ اس متوفی عنہا زوجہا کے ساتھ زنا کیا ہے۔

اس بناء پر عمر تائب ہونے کو تیار ہوا بشرطیکہ یہ متوفی عنہا زوجہا جس سے حالتِ حمل میں میں نے عقد کیا ہے، صحیح نہیں ہوا تو دوبارہ مجھ سے عقد کرادو، گاؤں والوں نے کہا کہ تمہارے لڑکے سے جب اس کے ساتھ زنا ہوا ہے تو دائماً تم اس سے عقد نہیں کرسکتے - اب دریافت کرنے پر اور مجبور کرنے پر وہ شرعی فیصلہ پر تیار ہوا اور مدعی مدعیٰ علیہ اور گواہوں کا بیان لیا گیا جو آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے:

مدعی نور احمد: ''میں نے لوگوں سے سنا ہے کہ عمر کے لڑکے قمر الدین نے اس عمر کی منکوحہ ثانی متوفی عنہا زوجہا سے زنا کیا ہے، قبل ایں عقد الخ''۔

---

(۱) (سنن الدارمي، باب الفتيا و ما فيه من الشدة: ۱/ ۶۹، قديمي)

"أجرأكم على الفتيا أجرأكم على النار". (فيض القدير، (رقم الحديث: ۱۸۳): ۱/ ۳۰۰، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

"من أفتى بغير علم كان إثمه على من أفتاه". (فيض القدير، (رقم الحديث: ۸۴۹۰): ۱۱/ ۵۶۸۲، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(ومشكوة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، ص: ۳۵، قديمي)

مدعیٰ علیہ قمرالدین ولد عمر: ''میں حلفیہ بیان کہتا ہوں کہ مسماۃ دوران متوفی عنہا زوجہا سے میں نے زنا نہیں کیا''۔

گواہ والدہ قمرالدین جوز وجہ اول عمر ہے: ''میں نے اپنے لڑکے قمرالدین کو دوران کے ساتھ زنا کرتے نہیں دیکھا''۔

گواہ دوم کمال الدین: ''میں نے عمر کے لڑکے قمرالدین کو مسماۃ دوران کے ساتھ زنا کرتے نہیں دیکھا''۔

اب سوال یہ ہے کہ نوراحمد سے پہلے گواہ دویم نے رویتِ زنا کا اقرار کیا ہے۔

۲......عمر کی اول عورت اپنے بھائی سے پہلے اقرار کر چکی کہ ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ میں نے اپنے لڑکے کو دیکھا ہے، اپنے ہاتھ سے ایک دوسرے کو علیحدہ کیا، لیکن اب گواہی کے وقت رویتِ زنا کی منکر ہے۔ جب پوچھا گیا کہ تم نے اپنے بھائی سے رویت زنا کی کیسے خبر دی؟ تب جواب دیا میرے شوہر نے دوسری شادی کر کے مجھے اذیت پہونچائی جس کی وجہ سے میں نے کہا۔

۳......ایک شخص نے خبر دی ہے ان بیانات کے بعد کہ ان گواہوں نے برادری کے بعض افراد کے دباؤ سے یہ گواہی بدلی ہے۔

۴......یہ حرمتِ مصاہرت دیانات میں سے ہے یا نہیں، اگر ہے تو عورت واحد یا مرد واحد کے خبر دینے سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟

۵......اور یہ حکم مفتی کے سامنے جب گواہی دے گا تب ہی اس کی گواہی معتبر ہوگی، یا اور دوسرے کے لئے مانی جائے گی؟ اگر کہے گا تو اس کے حق اور دوسرے لوگوں کے حق میں بھی کہے گا تو مانی جائے گی۔

۶......لفظ ''أشهد'' یا اس کا ترجمہ گواہی کے وقت ادا کرنا ضروری ہے، کما فی متون کتب الفقه۔

۷......ان گواہیوں کا حکم بھی تحریر فرمادیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ سوال کچھ روز ہوئے پہلے بھی آیا تھا، پہلے بھی یہاں میں تدافع تھا، اب بھی تدافع ہے گواہوں کی طرف سے، مدعی ازخود تو رویتِ زنا کو نقل کرتا ہے اور جب ان کا بیان نقل کرتا ہے تو اس میں رویتِ زنا سے انکار

ہے۔شرعاً ثبوت زنا کے لئے چار عادل مَردوں کی شہادت ضروری ہے(۱)۔اگر اس میں کمی ہو تو گواہوں پر حدِ قذف جاری ہوتی ہے اور خود مدعی پر بھی اس باب میں عورت کی شہادت قطعاً معتبر نہیں، اگر شاہد بعد شہادت رجوع کرلیں تب بھی ان پر حدِ قذف جاری ہوگی (۲)۔

یہ سب باتیں اسلامی حکومت کی ہیں یہ سب تفصیل قضاءً ہے، لیکن دیانۃً حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے کے لئے چار گوہوں کی ضرورت نہیں، بلکہ اگر صرف ایک گواہ کے کہنے سے صدق کا غلبۂ ظن حاصل ہوجائے تب بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ قاضی، حَکم یا مفتی کے سامنے گواہی دی جائے یا بصیغۂ "أشهد" بیان کیا جائے، بلکہ یہ قبیلۂ اِخبار سے ہے اور حرمتِ مصاہرت کے لئے حقیقی زنا شرط نہیں، بلکہ یہ حرمت مس بالشہوۃ اور تقبیل بالشہوۃ سے بھی ثابت ہوتی ہے(۳)۔

ان تمام بیانات میں مسماۃ دوران کا بیان درج نہیں کہ وہ اقرار کرتی ہے یا انکار، اگر وہ اقرار کرے اور اس کے اقرار سے مدعیٰ علیہ کو صدق کا غلبۂ ظن حاصل ہوجائے تب بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجائے گی:

---

(۱) "ونصابها للزنا أربعة رجال". (الدرالمختار). "(قوله: أربعة رجال) فلا تقبل شهادة النساء".

(ردالمحتار، كتاب الشهادات: ۵/۴۶۴، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۷/۱۰۱، ۱۰۲، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الشهادة: ۳/۱۵۳، إمداديه ملتان)

(۲) "ويحد من رجع من الأربعة بعد الرجم فقط، لانقلاب شهادته بالرجوع قذفاً". (الدر المختار، باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها: ۴/۳۴، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيريه، الباب الخامس في الشهادة على الزنا والرجوع عنها: ۲/۱۵۴، ۱۵۵، رشيديه)

(وكذا في الهداية، باب الشهادة على الزنا والرجوع عنها، كتاب الحدود: ۲/۵۲۴، شركة علمية ملتان)

(۳) "والزنا واللمس والنظر بشهوة يوجب حرمة المصاهرة". (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۴۲۴ دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۳۰۹، مكتبه شركة علميه ملتان)

"رجل تزوج امرأةً علی أنها عذراء، فلما أراد وقاعها، وجدها قد افتضت، فقال لها: من افتضك؟ فقالت: أبوك. إن صدقها الزوج، بانت منه ولامهر لها. وإن كذبها فهي امرأته، كذا في الظهيرية". وكذا في الفتاویٰ العالمكيريه(۱)۔

"خبر الواحد يقبل في الديانات كالحل والحرمة والطهارة والنجاسة إذا كان مسلماً عدلاً ذكراً أو أنثیٰ حرًّا أو عبداً، محدوداً أولا. ولا يشترط لفظ الشهادة والعدد كذا في الوجيز للكردري، وكذا في المحيط السرخسي والهداية، اهـ". عالمگیری: ۵/۲۷۶(۲)۔ "إذا كانت الزوجة مشتهاةً، فأخبره رجل أن أبا الزوج و ابنه قبّلها بشهوة، ووقع في قلبه أنه صادق، له أن يتزوج بأختها أو أربعٍ سواها، بخلاف مالو أخبره بسبق الرضاع والمصاهرة على النكاح؛ لأن الزوج ثمة ينازعه في العارض لا ينازعه لعدم العلم، فإن وقع عنده صدقه وجب قبوله، وهكذا في الوجيز للكردري، اهـ". هندیہ: ۵/۳۱۲(۳)۔

حالتِ عدت میں جو نکاح کیا ہے وہ یقیناً ناجائز ہے، اس کا فسخ اور متارکت واجب ہے(۴)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۴/۳/۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۴/۳/۹ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۴/۳/۹ھ۔

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيريه، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية، و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۶، رشيديه)

(۲) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد، الفصل الأول: ۵/۳۰۸، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الكراهية: ۴/۴۵۲، إمداديه ملتان)

(۳) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الكراهية، الباب الأول في العمل بخبر الواحد، الفصل الأول: ۵/۳۱۲، رشيديه)

(۴) "أما نكاح منكوحة الغير ومعتدته، فالدخول فيه لا يوجب العدة إن علم أنها للغير؛ لأنه لم يقل أحدٌ بجوازه، فلم ينعقد أصلاً". (رد المحتار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، ۱/۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان، كتاب النكاح، باب في المحرمات: ۱/۳۶۶، رشيديه)

حرمتِ مصاہرت محض ظن سے

سوال[۵۲۵۰]: ۱...... ہندہ ایک دفعہ اپنی ساس سے جھگڑتے ہوئے کہتی ہے: کل کو تو مجھے اور تہمت بھی لگادے گی، یعنی تیرا تعلق بکر سے ناجائز ہے، بکر اس بات کو سنکر مسکرایا۔

۲...... جب زید مع اپنی بیوی کے سفر میں تھا تو بکر یعنی زید کا باپ ملنے آیا، پندرہ بیس روز رہا، ہندہ خوب ان دنوں بکر کی خدمت کرتی رہی، بڑی بے تکلفی سے باتیں کرتے رہتے، اور ہندہ خوب دنداسہ مل کر ہونٹوں کو سرخ کرتی اور آنکھوں میں سرمہ ڈالتی اور وہ دوپٹہ جو ۲۶، ۲۷/ سال کا بیاہ کا پڑا ہوا تھا اس نے نکال کر اپنے اوپر لے لیا، اس پر زید کو شک ہوا، چنانچہ زید رات کو اپنے پیشاب کے بار بار آنے کی تکلیف سے اٹھتا تو چارپائیاں ہندہ اور بکر کی جو دوسرے کمرہ میں تھیں (کیونکہ زید کو شک پہلے تھا ہی نہیں) چارپائی کے کھڑ کھنے کی آواز آئی، اس پر زید کو شک ہوا۔

ایک دفعہ زید بہت جلدی سے اٹھ کر پہونچا تو ہندہ اپنی چارپائی کے پاس جھکی ہوئی تھی، اس پر زید ہندہ کو پکڑ کر فی الفور باہر لے گیا اور اس کے سر پر قرآن پاک رکھا اور کہا: سچ سچ بتا کہ تو کس چارپائی سے اٹھی ہے۔ ہندہ کہنے لگی کہ میں اٹھ کر اپنی چارپائی سے باہر چلی تھی، اگر اپنی چارپائی کے بغیر، اور کسی دوسرے چارپائی سے اٹھی ہوں یعنی بکر کی چارپائی سے تو مجھے مرتی دفعہ ایمان نصیب نہ ہو۔

۳...... دوتین موقع پر بکر اور ہندہ کو دیکھا گیا کہ رات کو چارپائیاں اس طرح بچھاتے ہیں، چارپائیوں کے سر قریب قریب رہیں۔

۴...... ہندہ اور بکر اکثر علیحدگی کی تلاش میں رہتے ہیں، اگر ہندہ کو کہا جاتا ہے کہ تو بُرائی سے واپس آجا تو کہتی ہے اگر میں بری ہوں تو مجھے مرتی دفعہ ایمان نصیب نہ ہو، یا جو حصہ غیر مرد نے چھوا ہے وہ دوزخ میں جلے۔ کبھی زید سے کہتی ہے کہ میرا فیصلہ خدا تعالیٰ تمہارے سامنے کرے۔ بکر بھی انکار کرتا ہے۔

کیا مندرجہ بالا حالات میں ہندہ زید پر حلال ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کو ہندہ کا یقین ہے کہ وہ اپنے بیان میں سچی ہے وہ زید پر حرام نہیں ہوئی، نکاح بدستور باقی ہے، مگر بکر سے اس قدر بے تکلفی اور اختلاط نہیں چاہئے، اس کے انتظام کی ضرورت ہے۔ اور اگر زید کو ہندہ کا یقین

نہیں، بلکہ اس کوظنِ غالب ہے کہ ہندہ کا تعلق بکر سے ناجائز ہے اور مس بالشہوۃ کی نوبت آئی ہے(۱) تو اس کو علیحدہ کردے یعنی طلاق دیکر تعلق منقطع کردے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/صفر/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۳۰/صفر/۶۳ھ۔

حرمتِ مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا، زوجین میں تفریق ضروری ہوتی ہے

سوال[۵۲۵۱]: إذا زنىٰ أحدٌ مع امرأته أو بنت امرأته، أو بنته: أي بنت الزوجة والزوج معاً، هل امرأته حلال أم حرام؟ وإذا كان حراماً هل يبقى طلاقها و نكاحها؟

الجواب حامداً ومصلياً:

من زنىٰ بإحدى من ذُكرت في السوال، حرمت عليه زوجته، ولكن لم يرتفع النكاح

---

(۱) "وثبوت الحرمة بلمسها مشروطٌ بأن يصدقها و يقع في أكبر رأيه صدقها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه إلا أن يصدقها أو يغلب على ظنه صدقُها". (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۷۷/۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲۲۲/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۳/۳، سعيد)

"رجل قبّل امرأة أبيه بشهوة أو قبّل الأب امرأة ابنه بشهوة، وهي مكرهة، وأنكر الزوج أن يكون بشهوة، فالقول قول الزوج، وأن صدقه الزوج، وقعت الفرقة، الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۲۷۶/۱، رشيديه)

(۲) "و بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة والوطء بها، اهـ". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۷/۳، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۷/۲، دار المعرفة بيروت)

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۲۷۷/۱، رشيديه)

بعد، فعليه أن يفارقها فراقاً تاماً، قال في الدر المختار: ٢٧٩/٢: "وحرم بالصهرية أصل مزنيته .... و بحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح، حتى لا يحل له التزوج باخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة، اهـ"(١)۔ وقال الشامي: "قال في البحر الرائق: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني وفروعه، وحرمة أصولها و فروعها على الزاني، كما في الوطیء الحلال، اهـ"(٢)۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ۔

حرمتِ مصاہرت کے لئے مرد کا اقرار

سوال[۵۶۵۲]: ایک آدمی پر الزام ہے کہ اس نے اپنی لڑکی کے ساتھ زنا کیا ہے، مگر کہیں سے اس

(١) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٣٧/٣، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ١٧/٣، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيريه، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ٢٧٧/١، رشيديه)

(٢) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٣٢/٣، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ١٧٩/٣، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ١٩٣/٢، إمداديه ملتان)

ترجمۂ سوال وجواب

سوال: جب کوئی شخص اپنی عورت کی موجودگی میں اس کی بیٹی یا اپنی بیٹی یعنی بیوی کی اور اپنی سے زنا کرے تو کیا اس کی عورت حلال رہے گی یا حرام ہو جائے گی؟ اور جب حرام ہو جائے گی تو اس کے طلاق و نکاح (کا حکم) باقی رہے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جو شخص ان میں سے کسی سے زنا کرے جن کا سوال میں ذکر ہے، اس کی بیوی اس پر حرام ہو جائے گی لیکن نکاح ختم نہیں ہوگا، بلکہ اس شوہر پر اس کو پورے طور پر جدا کرنا لازم ہے، درمختار میں کہا ہے کہ صہریت کی وجہ سے اصلِ مزنیہ حرام ہو جاتی ہے (اس کے قول تک) اور حرمتِ مصاہرت سے نکاح ختم نہیں ہوتا حتی کہ اس کو دوسرے شخص سے نکاح بھی حلال نہیں ہوتا، مگر متارکت اور عدت ختم ہونے کے بعد اھ۔ اور شامی نے کہا ہے کہ بحر میں کہا ہے کہ حرمتِ مصاہرت سے حرمات اربع کا ارادہ کیا ہے: عورت کا زانی کے اصول اور اس کے فروع پر حرام ہونا اور عورت کے اصول وفروع کا زانی پر حرام ہونا جیسا کہ وطی حلال میں ہوتا ہے اھ۔ مختصراً۔

کا ثبوت نہیں ہے کہ کیا سچ ہے یا غلط ہے۔

گواہ نمبر ا: اس آدمی کی زوجہ کہتی ہے کہ میں نے شوہر کا ذکر کھڑا دیکھا تو شک ہوا کہ یہ زنا کر کے آئے ہیں۔

گواہ نمبر ۲: لڑکی بعمر ۹ سال اس کا بیان ہے کہ سب جھوٹ ہے کچھ نہیں ہوا۔ خود وہ شخص کہتا ہے کہ خدا گواہ ہے کچھ نہیں ہوا، جب کہ وہ پہلے ایک یا دو مولویوں کے سامنے زنا کا اقرار کر چکا ہے۔ دوسرے روز کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں ہے کہ میں نے کیا کہا۔ اس صورت میں اس کی زوجہ حرام ہو گئی یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کا جو کچھ بیان ہے وہ تو ثبوتِ زنا کے لئے بالکل کافی نہیں (۱)، لیکن مرد کا اقرار کر لینا حرمت کے لئے کافی ہوگا، یعنی جس نے دو مولویوں کے سامنے اقرار کیا ہے اور وہ گواہی دیتے ہیں کہ اس نے اقرار کیا ہے کہ اس نے اپنی لڑکی کے ساتھ زنا کی ہے، اس پر اس کی عورت یعنی لڑکی کی ماں حرام ہو گئی (۲) اس سے علیحدگی ضروری ہے، صاف صاف کہہ دے کہ میں نے تعلقِ نکاح ختم کر دیا (۳)۔ اس کے بعد اس کی وہ عورت

---

(۱) "(قوله: أربعة رجال) فلا تقبل شهادة النساء". (ردالمحتار، كتاب الشهادات: ۴۶۴/۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۱۰۲/۷، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب الشهادة: ۱۵۳/۳، إمداديه ملتان)

(۲) "ولو أقر بحرمة المصاهرة، يؤاخذ به و يفرق بينهما، والإصرار على الإقرار ليس بشرط، حتى لو رجع عن ذلك فقال: كذبت، فالقاضي لا يصدقه، ولكن فيما بينه و بين الله تعالىٰ إن كان كاذباً فيما أقر، لا تحرم عليه امرأته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۲۷۶/۱، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، أسباب التحريم: ۲۲۴/۲، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۱۷۹/۳، رشيديه)

(۳) "وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة، والمتاركة لا يتحقق إلا بالقول، الخ". (الدرالمختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۷/۳، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۱۷/۳، دار المعرفة بيروت) =

عدت تین حیض گزار کر دوسری جگہ اپنا نکاح کر لے(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

حرمتِ مصاہرت اور وجوبِ حدزنا میں فرق

سوال[۵۶۵۳]: زید و ہندہ کسی عالم کے آگے جا کر اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے زنا کیا ہے خواہ وہ عالم ان دونوں کا حَکَم ہو جائے یا نہ، کیا صورت مذکورہ میں مصاہرت عندالاحناف ثابت ہوتی ہے یا نہیں، یعنی بر تقدیر ثبوتِ زنا کے ہندہ کی ماں یا دختر کا نکاح زید کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ ایک مفتی صاحب کا کہنا ہے کہ زنا کا ثبوت دوطرح پر ہے: ایک یہ کہ قاضی کے آگے جا کر چار گواہ عدول بدین طور اپنی شہادت ادا کریں کہ:"رأيناه و طئها في فرجها كالميل في المكحلة"۔

دوم یہ ہے کہ دونوں زنا کنندگان صریحاً قاضی کے آگے جا کر زنا کا اقرار چار مجلس میں کریں، اور ما نحن فيه میں یہ دونوں صورتیں مفقود ہیں، کیونکہ یہاں شرعی قاضی موجود نہیں ہے اور عالم مذکور قاضی شرعی نہیں ہے، حَکَم ہو یا نہ ہو، پس بغیر دوصورتِ مذکورہ کے ثبوتِ زنا عندالحنفیہ نہیں ہے۔ اور یہ مسئلہ کتبِ احناف میں کسی کتاب میں نہیں ملتا کہ عالم مذکور اگر چہ حَکَم بھی ہو وہ قاضی کے حکم میں ہے۔ پس ما نحن فيه میں زنا ثابت نہیں ہو سکتا، جب زنا ثابت نہیں تو ثبوتِ مصاہرت کہاں، پس زید ہندہ کی ماں اور دختر کو نکاح میں لا سکتا ہے۔

درمختار میں ہے" فلا يثبت بعلم القاضي ولا بالبينة على الإقرار الخ"۔ "يثبت" کا فاعل ہے ردالمحتار میں اس کے تحت میں مرقوم ہے:" تصريح على ما فهم من حصر ثبوته بأحد شيئين: الشهادة

= (الفتاوى العالمكيريه، كتاب النكاح، القسم الثاني، المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۷، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء، لقوله تعالى: ﴿ والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلثة قروء﴾ (الهداية، باب العدة: ۲/۴۲۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيريه، الباب الثالث، عشر في العدة: ۱/۵۲۶، رشيديه)

بالزنا أو الإقرار به. وقوله: و لا بالبينة على الإقرار بيان لفائدة تقييد الشهادة بأن تكون على الزناء، الخ" (۱)۔ پس ثابت ہوا کہ زنا سے ثبوت کے لئے یہی دوصورتیں ہیں، تیسری صورت بالکل کوئی نہیں۔ تم کلام المفتی الفنجابی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ثبوتِ زنا کی جوصورتیں سائل نے نقل کی ہیں وہ وجوبِ حد کے لئے ہیں کیونکہ حد شبہات کی بنا پر ساقط کرنے کا حکم ہے: "ادرء وا الحدود ما استطعتم" الحدیث (۲)۔ ثبوتِ حرمتِ مصاہرت کے لئے ان صورتوں کی ضرورت نہیں ہے کہ نفس اقرار یا شہادت کافی ہے، اپنے اقرار پر اصرار بھی ضروری نہیں حتی کہ اگر اقرار سے رجوع کر کے اپنی تکذیب کردے تو شرعاً وہ تکذیب معتبر نہیں (۳)۔ اور اس حرمت کا ثبوت جس طرح زنا سے ہوتا ہے مس بالشہوۃ وتقبیل بالشہوۃ سے بھی ہوجاتا ہے (۴)۔ نیز عمد، نسیان، اکراہ، خطا، سب کا ایک حکم

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الحدود، مطلب: الزنا شرعاً لا يختص بما يوجب الحد: ۴/۱۰، سعيد)

(۲) والحديث بتمامه: "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ادرأوا الحدود عن المسلمين ما استطعتم". (سنن الترمذي، كتاب الحدود، باب ماجاء في درء الحدود: ۱/۲۶۳، سعيد)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "ادفعوا الحدود ما وجدتم له مدفعاً". (سنن ابن ماجة، باب الستر على المؤمن و دفع الحدود بالشبهات، ص: ۱۸۳، قديمي)

(وكذا في شرح الأشباه والنظائر، الفن الأول، النوع الثاني، القاعدة السادسة: ۱/۳۳۶، إدارة القرآن كراچي)

(۳) "لو أقر بحرمة المصاهرة، يؤاخذ به ويفرق بينهما. والإصرار على الإقرار ليس بشرط حتى لو رجع عن ذلك، فقال: كذبت، فالقاضي لايصدّقه، ولكن مابينه وبين الله تعالىٰ إن كان كاذباً فيما أقر، لاتحرم عليه امرأته". (الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية ومايتصل بذالك: ۱/۲۷۵، رشيديه)

(۴) "وكما تثبت هذه الحرمة بالوطأ، تثبت بالمس والتقبيل، الخ". (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

ہے اوران صورتوں میں حدزنا شرعاً جاری نہیں ہوتی ہے۔ مسائلِ حلت وحرمت میں مفتی کا فتویٰ عامی کے حق میں بمنزلۂ قضاء القاضی ہے:

"تثبت حرمة المصاهرة بالوطء، حلالاً كان أو عن شبهة أو زنا". كذا في فتاوىٰ قاضي خان(١)۔ "من زنىٰ بامرأة، حرمت عليه أمها وإن علت، وابنتها وإن سفلت. وكذا تحرم المزنيّ بها على اٰباء الزاني وأجداده وإن علوا، أو أبنائه وإن سفلوا". كذا في فتح القدير(٢)۔ "وكما تثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل، سواء كان بنكاح أو ملك أو فجور. ثم لا فرق في ثبوته الحرمة بالمس كونه عامداً أو ناسياً أو مكرهاً أو مخطئاً". كذا في فتح القدير(٣)۔

"لو أقر بحرمة المصاهرة يؤاخذ به ويفرق بينهما، والإصرار على الإقرار ليس بشرط، حتى لو رجع عن ذلك فقال: كذبت، فالقاضي لا يصدقه، ولكن ما بينه و بين الله تعالى إن كان كاذباً فيما أقر لاتحرم عليه امرأته، اهـ". كذا في الفتاوىٰ العالمكيريه مختصرا"(٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۳/۶۳ھ۔

صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ربیع الاول/ ۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۳/۶۳ھ۔

---

(١) (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، باب في المحرمات: ١/٣٦٠، رشيديه)

(٢) (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٣/٢١٩، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٣/١٧٩، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، فصل في المحرمات: ٣/٣٢، سعيد)

(٣) (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٣/٢٢٢، مصطفى البابي الحلبي، مصر)

(وكذا في رد المحتار، فصل في المحرمات: ٣/٣٥، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٢/٤٧٢، دارالكتب العلميه بيروت)

(٤) (الفتاوىٰ العالمكيريه، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، ١/٢٧٥، رشيديه)

نواسہ کی بیوی سے بوس وکنار کی بناء پر حرمت

سوال[۵۶۵۴]: زید نے اپنے نواسہ کی منکوحہ سے بوس وکنار کیا، یہ بیان صرف لڑکی کا ہے اور کوئی شہادت نہیں اور وہ لڑکی زید کی بھتیجی بھی ہوتی ہے۔ تو کیا وہ لڑکی زید کے نواسہ پر حرام ہوگئی یا نہیں؟ نیز اگر نواسہ اپنی مذکورہ بیوی کو طلاق دیدے تو نانا اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ حرمتِ مصاہرت کے سلسلہ میں دادا اور نانا میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید (نانا) پر اس کے نواسہ کی منکوحہ تو اسی وقت حرام ہوگئی تھی جب کہ اس کے نواسہ نے اس سے نکاح کیا تھا اور زید نانا نے اپنے نواسے کی بیوی کو شہوت سے بوسہ دیا اور نواسہ نے اس کی تصدیق بھی کر دی تو اب یہ نواسہ کی منکوحہ خود اپنے زوج پر بھی حرام ہوگئی، اب زوج پر لازم ہے کہ اس کو صاف صاف طلاق دیدے اور اپنے سے جدا کر دے، کذا فی البحر: "فتحرم حليلة ابن السافل على الجد الأعلىٰ، وكذا حليلة ابن البنت وإن سفل"(۱)۔

اس عبارت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ دادا اور نانا حرمتِ مصاہرت کے باب میں برابر ہیں: "وثبوت الحرمة بلمسها مشروطٌ بأن يصدقها و يقع في أكبر رأيه صدقُها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لاتحرم على أبيه وابنه، إلا أن يصدقاه أو يغلب على ظنهما صدقُه. ثم رأيت عن أبي يوسف رحمه الله تعالىٰ ما يفيد ذلك اهـ، بحر معزياً إلى الفتح، اهـ". شامي: ۲/ ۲۸۰(۲)۔

= (وكذا في التاتارخانية، كتاب النكاح، أسباب التحريم: ۲/ ۲۲۴، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۷۹، رشيديه)

(۱) (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۶۷، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۲۱۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/ ۲۶۲، ۲۶۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/ ۳۳، سعيد)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۲۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر) =

وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتارکة، وانقضاء العدة". الدرالمختار علی هامش ردالمحتار: ۲/۲۸۳(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیٹے کی بیوی سے ناجائز تعلق کی بناء پر حرمت

سوال[۵۲۵۵]: ہندہ نے نکاحِ ثانی زید سے کیا جو کہ نابالغ تھا، اس درمیان میں ہندہ کا تعلق اپنے خسر بکر سے ہوگیا، جب زید سنِ بلوغ کو پہنچا تو اس نے اپنے والد بکر کو اپنی زوجہ ہندہ سے زنا کرتے ہوئے دیکھا، وہ غیرت کا مارا اسی وقت اپنے وطن سے نکل گیا اور اب تک واپس نہیں آیا۔ اس کی عدم موجودگی میں ہندہ کے چند بچے پیدا ہوئے اور وہ بچے بعض بالغ ہیں، بعض آٹھ دس سال کے۔ برادری میں عام چرچا ہے کہ یہ سب بچے ولد الحرام ہیں، اب بکر ان بچوں کی شادی اپنے اخراجات سے کرنا چاہتا ہے۔

دریافت طلب یہ امر ہے کہ مطابقِ شرع شریف ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ اور ایسی شادی میں شریک ہونا کیسا ہے اور جو لوگ اس میں شریک ہوتے ہیں ان سے اور خود اس شخص سے ترک کلام، حقہ پانی بند کرنا کیسا ہے؟ مطابقِ شرع شریف حکم فرمادیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زنا کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے، اس کا مرتکب فاسق ہے(۲)۔ جب تک بکر ہندہ سے تعلق قطع

= (وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۷، رشیدیہ)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۳۷، سعید)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷، دار المعرفة بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، القسم الثانی: المحرمات بالصهریة و ما یتصل بذلک: ۱/۲۷۷، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الزنی إنه کان فاحشةً و ساء سبیلاً﴾: أی بئس طریقاً و مسلکاً .... ما من ذنب بعد الشرک أعظم عند اللہ من نطفةٍ و ضعها رجل فی رحمٍ لا یحل له". (تفسیر ابن کثیر، (سورة الإسراء: ۳۲): ۳/۵۵، مکتبہ دار السلام بیروت)

کرکے سچی توبہ نہ کرے اس کے ساتھ اختلاط، میل جول کرنا نہ چاہیے بلکہ اگر مفید ہو تو اس سے سب مل کر قطع تعلق کریں کہ وہ تنگ آکر توبہ کرلے (۱)۔ نیز جب اس لڑکے نے بیوی کو اپنے باپ سے زنا کرتے ہوئے دیکھا تو وہ بیوی اس شوہر پر حرام ہوگئی (۲)۔

تنبیہ: بلاشرعی ثبوت کے کسی کو ولدالزنا کہنا حرام ہے (۳)، اسی طرح کسی کو بلاشرعی شہادت کے زانی کہنا بھی حرام ہے (۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۰/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱۰/۵۶ھ۔

---

(۱) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك .... ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، باب ما ينهى عنه من التهاجر، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، ۷۵۹، رشيديه)

(۲) "وحرم أيضاً بالصهرية أصل مزنية". (الدرالمختار). "(قوله: حرم الخ) أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني و فروعه نسباً ورضاعاً، وحرمة أصولها و فروعها على الزاني نسباً و رضاعاً". (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۲، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۴، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية، أسباب التحريم: ۲/۲۱۸، إدارة القرآن كراچي)

(۳) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها زوج النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: أنها قالت: كان عتبة بن أبي وقاص عهد إلى أخيه سعد بن أبي وقاص .... فقال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "هو لك ياعبد بن زمعة! الولد للفراش و للعاهر الحجر". الحديث. (صحيح البخاري، كتاب الوصايا، باب قول الموصي لوصيه: تعاهد ولدي الخ: ۱/۳۸۳، قديمي)

"(قوله: على مراتب) ضعيف .... وهو فراش المنكوحة و معتدة الرجعي، فإنه فيه لا ينتفي إلا باللعان". (ردالمحتار، كتاب الطلاق، فصل في ثبوت النسب: ۳/۵۵۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۱/۵۳۶، رشيديه)

(۴) "وعُزر شاتمٌ بيا كافر .... ياحرام زاده، معناه: المتولد من الوطء الحرام، فيعم حالة الحيض، لايقال: =

ایضاً

سوال[۵۲۵۲]: ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی زوجہ سے بعدم موجودگی پسر خود فعلِ ناجائز کیا، اس عورت کو خسر کا حمل حرام ہوگیا، بیٹے کے پاس اس عورت کو بھیجا، اس نے یہ امر ظاہر ہونے پر اس کو واپس نکالدیا بعد گزرنے ایام حمل لڑکا پیدا ہوگیا۔ اس کے لڑکے نے آگے بڑا فساد پیدا کیا، اس کو طلاق کے واسطے کہا گیا اور مہر طلب کیا گیا تو مہر ۵۰۰/ روپیہ تھا، وہ ادائیگی کی وسعت نہ رکھتا تھا، اس وجہ سے طلاق نہ دے سکا اور ملازمت پر چلا گیا۔ اس اثناء میں دوسرا بچہ اس خسر کا پیدا ہوگیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ عورت بے طلاق بیٹے کے نکاح سے خارج ہوگئی یا نہیں؟ یا اس کو طلاق دینا ضروری ہے؟ اور مہر اس کو ادا کرنا چاہئے یا نہیں؟ بہر دو صورت بعد گزرنے میعادِ عدت اس عورت مطلقہ کا نکاح اس خسر سے جائز ہے یا نہیں؟ اور اس صورت میں جب کہ اس کا امر ظاہر ہوگیا اہلِ محلّہ جو لوگ اس کے طرفدار ہوتے ہیں، ان پر بھی کوئی سزاءِ شرعی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں۔ مہربانی ہوگی!

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں لڑکے پر اس کی بیوی حرام تو ہوگئی، مگر نکاح کرنا اس عورت کو بلا تفریق قاضی یا بلا متارکت جائز نہیں، البتہ اگر شوہر کہہ دے کہ میں نے چھوڑ دی یا قاضی تفریق کردے اور پھر عدت بھی گزر جائے تب عورت کو کسی دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا:

"وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة، والمتاركة لا يتحقق إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها كتركتُكِ أو خليت سبيلك، الخ". شامی(۱)۔

= فی العرف لا يراد ذلك بل يراد ولد الزنا". (الدر المختار، باب التعزير: ۴/۶۹، ۷۱، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الحدود، باب حد القذف، فصل في التعزير: ۵/۷۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود، فصل في التعزير: ۲/۳۷۳، غفاريه كوئته)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۳/۱۷، دار المعرفة بيروت)

اورمہرلڑکے کے ذمہ واجب ہے، کذا فی الفتاویٰ العالمکیریة(۱)۔ متارکت بالقول یاتفریق قاضی کے بعد جب عدت گزر جائے، تب بھی عورت کوخسر سے نکاح کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، کذا فی الھندیة(۲)۔ ایسی حالت میں خسر کی طرفداری کرنا اس معاملہ میں شرعاً گناہ ہے(۳)، بلکہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس سے تعلقات ترک کردیئے جائیں(۴)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

بیٹے کی بیوی سے بوسہ وغیرہ لینے سے حرمت

استفتاء [۵۲۵۷]: مندرجہ ذیل مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں، ایک شخص نے مندرجہ ذیل سوالات کے حسب ذیل حلفی بیانات دیئے:

سوالات:

۱- خدائے پاک اور قرآن شریف کی قسم کھا کر اور اپنے قلم سے لکھ کر بیان کرو کہ کیا تم نے اپنے بیٹے کی

---

(۱) "و یجب المھر علی الزوج، و یرجع بذالک علی الذی فعل إن عمد الفاعل الفساد، وإن لم یتعمد لا یرجع". (الفتاویٰ العالمکیریة، القسم الثاني: المحرمات بالصھریة و ما یتصل بذلک، کتاب النکاح: ۱/۲۷۶، رشیدیه)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار، فصل فی المحرمات: ۳/۷، دار المعرفة بیروت)

(وکذا فی التاتارخانیة، أسباب التحریم: ۲/۶۲۵، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "والثالثة حلیلة الابن و ابن الابن وابن البنت وإن سفلوا، دخل بھا الابن أم لا". (الفتاویٰ العالمکیریة، القسم الثاني: المحرمات بالصھریة و ما یتصل بذلک، کتاب النکاح، ۱/۲۷۴، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة، أسباب التحریم: ۲/۶۱۸، إدارة القرآن کراچی)

(وکذا فی بدائع الصنائع، فصل فی الفرقة الثالثة من المحرمات: ۳/۴۱۹، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وتعاونوا علی البر والتقوی، ولا تعاونوا علی الإثم والعدوان﴾ (سورة المائدة: ۲)

(۴) "قال الخطابی: رخص للمسلم أن یغضب علی أخیه ثلاث لیال لقلته، ولایجوز فوقھا، إلا إذا کان الھجران فی حق من حقوق اللہ تعالیٰ، فیجوز فوق ذلک .... ما لم یظھر منه التوبة والرجوع إلی الحق". (مرقاة المفاتیح، باب ما ینھی عنه من التھاجر، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، ۷۵۹، رشیدیه)

بیوی کیساتھ سوتے وقت چھ سات روز تک متواتر یہ حرکتیں کیں کہ اس کی چھاتی کئی مرتبہ پکڑی، اس کو منہ کھول دینے پر مجبور کیا، اس کے گالوں پر دو مرتبہ بوسہ دیا یعنی چوما اور اس کا کمر بند کھولا یا کھولنا چاہا اور کہا کہ میری جان! میں تجھ پر عاشق ہو گیا ہوں۔

۲- جس وقت تم نے اس کا کمر بند کھولا تھا یا کھولنا چاہا تھا، اس وقت کیا تم کو شہوت بہت زیادہ ہو رہی تھی اور تمہارے اعضائے تناسل میں بہت تندی ہو رہی تھی جس کی وجہ سے تم نے اس قسم کا بے ہودہ ارادہ کیا؟

۳- کیا تم اس سے صحبت کر سکے یا نہیں، اور تم کو اطمینان کے ساتھ انزال ہو گیا یا نہیں، اور صحبت تم نے اس عورت کی رضامندی سے کی یا بلا رضا؟ بالکل سچ اور صحیح تحریر کرو ورنہ خدائے تعالیٰ تم کو بڑی سخت سزا دیں گے۔

۴- اگر تم صحبت نہیں کر سکے اور پاجامہ اس کا نہیں کھول سکے اور تندی تم کو نہیں ہو رہی تھی تو کیا تم کو اس کشاکشی میں بغیر صحبت کئے ہوئے انزال ہو گیا تھا یا نہیں؟ بات ہرگز مت چھپانا، اس میں بڑی باریک بات ہے، بالکل سچ بیان کرو۔

۵- سب سے آخر میں یہ لکھو یا بیان کرو کہ میں نے جو کچھ اوپر لکھا یا بیان کیا، بالکل سچ اور صحیح ہے، اگر میں نے کوئی بات اس میں جھوٹ کہی ہو تو اللہ تعالیٰ مجھ کو اسی وقت ہمیشہ کے لئے اندھا اور کوڑھی کر دے اور میں بھیک مانگ کر مروں۔

جواب سوالات جرح:

۱- خدائے پاک اور قرآن شریف کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ یہ شیطان کا کام ہے کہ وہ آدمی کو بہکاتا ہے اور ذلت میں ڈلواتا ہے، تین چار مرتبہ اس نے یہ حرکت کرائیں کہ اس کے بدن پر ہاتھ لگوایا، یعنی اس کے پستان کو پکڑا اور اس کا منہ کھلا ہوا تھا، دو مرتبہ گالوں کو چوما، ایک دو مرتبہ اس کو منہ کھولنے کو بھی کہا، کمر بند اس کا نہیں کھولا، نہ کھولنے کا ارادہ کیا، نہ اس کے پلنگ پر بیٹھا۔

۲- کمر بند اس کا نہیں کھولا اور نہ کھولنا چاہا، نہ اس وقت مجھ کو شہوت ہو رہی تھی اور اعضائے تناسل پر تندی بھی نہیں ہو رہی تھی۔

۳- صحبت نہیں ہوئی، نہ رضامندی سے، نہ بغیر رضامندی اور نہ انزال ہوا۔

۴- انزال اس کو ہاتھ لگانے سے نہیں ہوا، نہ اعضائے تناسل پر تندی تھی، منی خارج نہیں ہوئی۔

۵- یہ جو کچھ میں نے اوپر لکھا ہے، یا بیان کیا ہے، یہ سچ اور صحیح ہے، اگر کوئی جھوٹ لکھی ہو تو خداوند تعالیٰ اسی وقت ہمیشہ کے لئے اس کی سزا مجھ کو دے گا۔

اب سوال یہ ہیں:

۱......ایسی صورت میں حنفی مذہب کی رو سے عمر کی بیوی اس کے نکاح میں داخل رہی یا نہیں؟

۲......اگر حنفی مذہب کی رو سے کوئی صورت عمر کے نکاح میں داخل رہنے کی باقی نہ ہو تو کسی دوسرے امام کے مذہب پر ضرورۃً عمل کرنا موجبِ گناہ تو نہیں ہوگا؟ اور کس امام کے مذہب کے موافق عمر کی بیوی نکاح سے باہر نہیں ہوسکتی، ان کا نام بھی تحریر کیجئے۔

۳......اگر عندالاحناف عورت مذکورہ ہمیشہ کے لئے عمر پر حرام ہوگئی اور کسی امام کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دوبارہ نکاح میں آنا جائز نہ ہوا تو کیا عورت مذکورہ بغیر کسی روک کے دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے؟

۴......عورت اپنے مہروں کا دعویٰ خسر پر کرے یا عمر (شوہر) پر؟

۵......عمر پر جس پر اس کے باپ نے اتنا بڑا ظلم کیا کہ اس کی بیوی کو ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا، کیا اب بھی اس پر باپ کے حقوق پدری باقی رہیں گے؟ یا ساقط ہو جائیں گے؟

سائل: نورالحسن، مقام دہرہ دون، نیوفارسٹ وڈ ورک شاپ سنکشن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......صورتِ مسئولہ میں عندالاحناف عمر کے لئے اس بیوی کو اپنے نکاح میں رکھنا جائز نہیں، بلکہ اس سے متارکت ضروری ہے، کیونکہ مصاہرت کی وجہ سے اس پر حرام ہوگئی، یہ حرمت بلا انزال ثابت ہو جاتی ہے:

"ولو أخذ ثديها وقال: كان عن غير شهوة، لا يصدق". خلاصه(۱)۔

اور عالمگیری میں ہے: "لأن الغالب خلافه" (۲)۔

---

(۱) (خلاصة الفتاوى، الفصل الثالث في حرمة المصاهرة: ۹/۲، امجد اكيڈمي لاهور)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۱۷/۲، دار المعرفة بيروت)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۲۷۶/۱، رشيديه)

قال فی الهندية: "و كان الشيخ الإمام الأجل ظهير الدين المرغيناني يفتي بالحرمة في القُبلة على الفم و الخد والرأس وإن كانت مقنعةً، وكان يقول: لايصدق في أنه لم يكن بشهوة". طحطاوی: ٢/ ١٧(١)۔

وفي البحر الرائق: "لأن الأصل في التقبيل و هو الشهوة"(٢)۔ شامی:٢/ ٣٦٢، میں ہے: "إن قبّل الفم، يفتي بها: أي الحرمة وإن ادعىٰ أنه بلا شهوة، وألحق الخدّ بالفم"(٣)۔

٢......امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک صورت مسئولہ میں حرمت ثابت نہیں ہوئی، "و عند الشافعي لا تثبت الحرمة بالزنا، فأولى أن لا تثبت بالمس و النظر بدون الملك". بدائع(٤)۔ لیکن حنفی کے لئے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر ایسی صورت میں عمل کرنا جائز نہیں بلکہ گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ اول تو حلت وحرمت کا مقابلہ ہے، لہٰذا حرمت کو ترجیح ہوگی (٥)۔ دوسرے ایسی صورتوں میں غیر کے مذہب پر عمل کرنے کی ہمارے فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی (٦)۔

---

(١) (حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، فصل في المحرمات: ٢/ ١٧، دارالمعرفه، بيروت)

(٢) (البحر الرائق، فصل في المحرمات: ٣/ ١٧٨، رشيديه)

(٣) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ٣/ ٣٦، سعيد)

(٤) (بدائع الصنائع، فصل في المحرمات: ٣/ ٤٢٥، دار الكتب العلمية بيروت،

(وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ٣/ ١٧٣، رشيديه)

(٥) "إذا اجتمع الحلال والحرام، أو المحرّم والمبيح، غلب الحرام والمحرم". (قواعد الفقه، (رقم القاعدة: ١٤)، ص: ٥٥، الصدف پبلشر كراتشي)

(وكذا في شرح الأشباه والنظائر، القاعدة الثانية: إذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام: ١/ ٣٠١، إدارة القرآن كراچي)

(٦) "ارتحل إلى مذهب الشافعي، يعزر". (الدرالمختار). "(قوله: ارتحل إلى مذهب الشافعي يعزر): أي إذا كان ارتحاله لالغرضٍ محمودٍ شرعاً، لمافي التتارخانية: حكي أن رجلاً من أصحاب أبي حنيفة خطب إلى رجل من أصحاب الحديث ابنته في عهد أبي بكر الجوزجاني، فأبى إلا أن يترك مذهبه، فيقرأ خلف الإمام و يرفع يديه عند الانحطاط و نحو ذلك، فأجابه فزوجه. فقال الشيخ بعد ما سُئل عن هذه وأطرق رأسه: النكاح جائز و لكن أخاف عليه أن يذهب إيمانه وقت النزع؛ لأنه استخف بمذهبه الذي =

۳......عمر کی بیوی کو عدت گزار کر عندالاحناف موافقِ شرع دوسری جگہ نکاح کرنا جائز ہے جب کہ عمر نے کہہ دیا ہو کہ میں تجھے چھوڑ چکا یا حاکم مسلم نے دونوں میں تفریق کردی:

"وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح، حتى لايحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة". درمختار على الشامي: ٢/٤٦٢(١)۔

۴......عورت مہر کا مطالبہ عمر سے کرے، اگر خلوت صحیحہ یا جماع کی نوبت عمر کے ساتھ آچکی ہے۔

"ويتأكد (للمهر) عند وطي أو خلوة صحت من الزوج"(٢)۔ "وإذا تأكد المهر، لم يسقط وإن جاء ت الفرقة من قبلها". عالمگیری: ٢/٣١٧(٣)۔

اگر ان حرکات سے عمر کے باپ کی نیت یہ تھی کہ عمر پر اس کی بیوی حرام ہو جائے تو مقدارِ مہر عمر اپنے باپ سے لے گا، اگر یہ نیت نہیں تھی تو عمر باپ سے نہیں لے گا، الفتاوى العالمكيرية: ٢/٣٨٤(٤)۔

۵......حقوق پدری اب بھی باقی ہیں، ساقط نہیں ہوئے، جب تک کسی معصیت کا امر نہ کرے حتی الوسع

= هو حق عنده و تركه لأجل جيفة منتنة، الخ". (ردالمحتار، باب التعزير، مطلب فيما إذا إرتحل الى غير مذهبه: ۴/۸۰، سعيد)

(١) "وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة". (الدر المختار، باب المحرمات: ۳/۳۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۳/۱۷، دار المعرفة بيروت)

(٢) (الدر المختار، باب المهر: ۳/۱۰۲، سعيد)

(۳) (الفتاویٰ العالمكيريه، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۱/۲۷۷، رشيديه)

(۴) "رجل قبّل امرأة أبيه بشهوة أو قبّل الأب امرأة ابنه بشهوة و هي مكرهة، وأنكر الزوج أن يكون بشهوة، فالقول قول الزوج، و إن صدّقه الزوج، وقع الفرقة. ويجب المهر على الزوج، ويرجع بذلك على الذي فعل إن تعمد الفاعل الفساد وإن لم يتعمد لا يرجع ". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۶، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۳/۱۷، دار المعرفة بيروت)

باپ کی اطاعت کرنی چاہیئے (۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۱۲/۵۱ھ۔

صحیح:عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۱/۱۲/۵۱ھ، صحیح:عبد الرحمٰن غفرلہ۔

خسر کا اپنی بہو کے سینہ کو اپنے سینہ سے ملانا

سوال[۵۲۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ لعل میاں سارنگ اور اس کی بہو کے درمیان مندرجہ ذیل واقعات پیش آئے، اس صورت میں حرمت مصاہرت ثابت ہوئی یا نہیں؟

حلفیہ بیان حلیمہ کا رُو بروعدالت:

پہلا واقعہ

تقریباً ایک مہینہ ہوا، ایک دن دوپہر سے پہلے میرے خسر صاحب کھیت یعنی زمین سے غسل کرنے کے واسطے حوض کے گھاٹ پر آئے تھے، میں اس وقت اندر مکان سے گھاس لا رہی تھی، اس نے مجھ سے کہا کہ میرا کپڑا لادے، میں نے کپڑا لا دیا۔ پھر دوبارہ جب میں گھاس لائی، دیکھتی ہوں کہ وہ غسل کر کے ڈیوڑھی میں داخل ہوا، پھر مجھے کہا کہ حلیمہ تُو اس طرف آجا، میں نے عرض کی: کس لئے؟ اس نے کہا کہ جلدی آجا۔ میں مجبوراً ڈیوڑھی کے پوربی دروازے پر جا کر ٹھہری، اس نے کہا اندر آجا۔ میں نے کہا کہ آپ کا کیا کہنا ہے، فرمائیں؟ اس نے کہا کہ تُو میری ایک بات قبول کر میں تجھ کو اپنی جگہ زمین اور ٹین کے گھر دوں گا۔ میں نے کہا وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کام کر، میں نے کہا وہ کام کیا ہے؟ اس نے کہا اندر داخل ہوجا، میں نے کہا ہرگز نہیں، آپ میرے خسر اور ماموں ہیں، آپ سے میرا یہ کام نہیں ہوسکتا۔ تب اس نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، میں زور سے ہاتھ چھڑا کر مکان کی طرف بھاگ گئی۔

دوسرا واقعہ

دوسرے روز میں عصر کے وقت ڈیوڑھی کے سامنے صحن کو جھاڑ و دیتی تھی، اس نے پیچھے سے آکر کہا تُو

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و قضی ربک ألاتعبدوا إلا إیاہ و بالوالدین إحساناً﴾ (سورۃ بنی إسرائیل: ۲۳)

نے میری بات کو قبول نہیں کیا؟ میں نے جواب دیا آپ کی ایسی بات کو قبول نہیں کر سکتی، اس کے بعد وہ میرے دیور کو آتے ہوئے دیکھ کر دوسری طرف بھاگ گیا۔

تیسرا واقعہ

تیسرے دن دوپہر کو میں بیل گھر کے سامنے سرنگوں ہو کر گھاس جمع کر رہی تھی، اس نے پیچھے سے آکر میری کمر پر ہاتھ لگایا، جس میں کپڑا حائل نہیں تھا اور کہا تو بارش میں کیوں بھیگتی ہے، پس میں اس سے الگ ہوگئی۔

چوتھا واقعہ

اس کے دس پندرہ دن کے بعد میں تائی کے گھر میں نیند کے لئے گئی تھی، تقریباً آدھی رات گزری ہوگی، میرے خسر نے مجھے اپنے حجرہ میں بلوایا، جب میں وہاں پہونچی، میری ساس نے کہا: اپنے خسر کو پنکھا کر، پس میں پنکھا کرنے لگی، اس نے کہا کہ میرے بدن میں تیل مل آکر، تو میں اس کے ہاتھ اور پیٹھ میں تیل ملنے لگی۔ اس اثنا میں وہ میرا ہاتھ پکڑ کر ایسا زور سے کھینچا جس سے میرا سینہ اس کے سینہ کے ساتھ مل گیا، میں اس سے چھوٹ کر بھاگ گئی۔

سوالِ عدالت و جوابِ حلیمہ

عدالت: جس وقت تم کو چمٹا لیا تھا اس وقت تیرے اور اس کے سینہ کے درمیان کپڑا حائل تھا یا نہیں؟

جواب حلیمہ: جس وقت مجھ کو چمٹا لیا اس وقت میرے پیٹ اور سینہ سے کپڑا الگ ہو گیا تھا۔

سوال عدالت: اس کے سینہ پر کپڑا وغیرہ کچھ تھا یا نہیں؟

جواب حلیمہ: اس کا سینہ برہنہ تھا۔

سوال و جواب عدالت لعل میاں سارنگ خسر حلیمہ عمر پچاس سال

سوال عدالت: کیا تم اس فعل میں مجرم ہو یا نہیں؟

جواب لعل میاں: جب آپ لوگ مجرم کہتے ہیں تو میں مجرم ہوں۔

عدالت: ارے! ہم لوگوں کی بات چھوڑو، تم نے یہ فعل کیا ہے یا نہیں؟

جواب لعل میاں: میں اس فعل میں مجرم ہوں۔

عدالت: کیاتم نے یہ فعل کیا ہے؟

جواب لعل میاں: جی ہاں! کیا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر حلیمہ کے اس بیان کی کہ ''اس کواس کے خسر نے شہوت سے ہاتھ لگایا ہے'' حلیمہ کا شوہر تصدیق کرتا ہے اوراس کوحلیمہ کے سچا ہونے کا یقین یاظنِ غالب ہے تو وہ اپنے شوہر کے اوپر حرام ہوگئی، متارکت لازم ہے اور متارکت کے بعد عدت گزار کر حلیمہ دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے، خسر سے اس وقت بھی درست نہیں:

''وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدّقها، أو يقع في أكبر رأيه صدقُها. وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه إلا أن يصدقها أو يغلب على ظنه صدقُها. ثم رأيت عن أبي يوسف ما يفيد ذلك، اهـ''. بحر: ۳/ ۱۰۰(۱)۔ ''وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة''. درمختار على الشامي: ۲/ ٤۳۷(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۱/ جمادی الاولیٰ/ ۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۴ھ۔

خسر کا اپنی بہو کو بدکاری کے لئے کہنا

سوال[۵٦۵۹]: ایک شخص نے اپنے سگے بیٹے کی بیوی سے بدنیتی سے کہا کہ میرے ساتھ صحبت کرالو، یہ بات ایک بار نہیں تین بار کہا۔ عورت نے مجبور ہوکر اپنے گھر والے کو کہہ دیا، گھر والے نے جواب دیا

---

(۱) (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۷۷، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب المحرمات: ۳/ ۲۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/ ۳۲۸، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۳۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۷، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/ ۴۰۰، رشيديه)

چپ رہ۔کئی دنوں کے بعد بدکاری کے لئے پھر کہا،عورت نے مجبوراً اپنے باپ اور دیگر رشتہ داروں سے کہہ دیا۔
اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں لڑکے کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر خالی زبان سے کہا ہے، ہاتھ نہیں لگایا تو اس سے کچھ نہیں ہوا، اگر اس کے بدن کو ہاتھ لگایا کہ بدن کی گرمی محسوس ہوئی اور شہوت پیدا ہوگئی، یا پہلے سے شہوت تھی اس میں اضافہ ہوگیا(۱)، اور عورت کے شوہر نے اس کی تصدیق کی تو وہ اپنے شوہر پر حرام ہوگئی (۲)، اس کے ذمہ لازم ہے کہ طلاق دے کر آزاد کردے (۳)۔اگر

---

(۱) "فمن زنى بامرأة، حرمت عليه أمها وإن علت، وابنتها وإن سفلت، وكذا تحرم المزنيُّ بها على آباء الزاني و أجداده و إن علوا، وأبنائه وإن سفلوا .... و كما تثبت هذه الحرمة بالوطء، تثبت بالمس والتقبيل .... ثم المس إنما يوجب حرمة المصاهرة إذا لم يكن بينهما ثوب، أما إذا كان بينهما ثوبٌ، فإن كان صفيقاً لا يجد الماس حرارة الممسوس، لا تثبت حرمة المصاهرة وإن انتشرت آلته بذلك. و إن كان رقيقاً بحيث تصل حرارة المحسوس إلى يده، تثبت، كذا في الذخيرة". (الفتاوىٰ العالمكيريه، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۴، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۶، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۲،۳۳، سعيد)

(۲) "وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها، و يقع في أكبر رأيه صدقُها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه، إلا أن يصدقاه أو يغلب على ظنهما صدقها. ثم رأيت عن أبي يوسف ما يفيد ذلك". (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۷، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المحرمات،: ۱/۳۲۸، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة". (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۳/۱۷، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۴۰۰، رشيديه)

شوہر کے نزدیک یہ بات غلط ہے تو حرام نہیں ہوئی (۱)، لیکن اس کا انتظام کیا جائے کہ آئندہ ایسی نوبت نہ آئے کہ شکایت کا موقع ملے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۲/۱۳۹۵ھ۔

بیٹی کو باشہوت چھونے سے حرمتِ مصاہرت کے بعد اپنی بیوی کو مجبوراً گھر میں رکھنا

سوال [۵۶۶۰]: زید نے اپنی بیٹی کو لاعلمی اور شبہ سے بالشہوۃ چھولیا تو کیا زید پر اپنی بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی، جیسا کہ امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک ہے؟ مفتی حضرات اجازت دیتے ہیں کہ وہ اپنی بیوی کو رکھ سکتا ہے، اگر زید اپنی بیوی کو علیحدہ نہیں کرتا تو وہ فی ما بینہ و بین اللہ آثم ہوگا یا نہیں؟ اور اس صورت میں جو بچہ پیدا ہوا ہے وہ حرامی ہے یا نہیں؟ اور اگر ان کو یہ مسئلہ معلوم نہ ہو تو کچھ گنجائش بیوی کو رکھنے کی ہے یا نہیں؟ دوسرے جن لوگوں کو مسئلہ معلوم ہو ان کے ذمہ لازم ہے کہ وہ زید کو اس مسئلہ سے آگاہ کریں یا نہیں؟ اگر ایسی صورت میں کئی مجبوریاں ہوں تو دیگر ائمہ کے مسلک پر فتویٰ دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ زوجۂ مفقود میں فتویٰ دیا جاتا ہے، مثلاً زید کے نکاحِ ثانی کی امید بالکل نہ ہو، نہ اس کی بیوی کے لئے نکاحِ ثانی کی امید ہو، نیز بچوں کی پرورش میں بڑی پریشانی پیش آئے، گھر کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔

دوسری بات یہ کہ اس عورت کے اعزہ زید کو مارنے پیٹنے کو تیار ہو جائیں۔ اور پھر عورت خود نان ونفقہ وسکنیٰ کی محتاج ہے، اس کا کوئی کفیل نہ ہو اور نہ خود کما کر اپنی گزر اوقات کر سکتی ہو۔ جواب عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ مفصل ومدلل ہونا بھی ضروری ہے، اختصار بالکل نہ ہو۔

محمد حسن راجستھانی، نمبر: ۹، فوقانی دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "وثبوت الحرمة بلمسها مشروط بأن يصدقها، و يقع في أكبر رأيه صدقُها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه، إلا أن يصدقاه أو يغلب على ظنهما صدقها. ثم رأيت عن أبي يوسف ما يفيد ذلك". (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۳/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۷۷/۳، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب المحرمات: ۲۲۲/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲۸/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے اپنی قابلِ شہوت (بالغ یا قریب البلوغ) لڑکی کو بغیر کپڑے کے یا باریک کپڑے کے اوپر سے جو جسم کی گرمی محسوس ہونے سے مانع نہ ہو، ایسے طریقے پر ہاتھ لگایا ہے کہ اس کو ہاتھ لگانے سے شہوت پیدا ہوگئی، یا پہلے سے موجود تھی اس میں اضافہ ہوگیا تو اس لڑکی کی والدہ زید پر حرام ہوگئی (۱)، زید کے لئے واجب ہے کہ اس کو آزاد کردے اور تعلقِ زوجیت ختم کردے (۲)۔ اگر بیوی کے لئے اَور کوئی ٹھکانہ نہیں، کہیں نہیں جاسکتی، نہ دوسرا نکاح کرسکتی ہے، نیز زید کو اولاد کی پرورش کے لئے اس کی ضرورت ہے تو مجبوراً اس کی بھی گنجائش ہے کہ وہ اپنی اولاد کے ساتھ رہے اور زید اس کا خرچ برداشت کرتا رہے، مگر پورا پردہ ہونا لازم ہے، دونوں کبھی بھی تنہائی میں نہ ملیں، بے پردہ سامنے نہ آئیں، کوئی ہنسی بے تکلفی نہ ہونے پائے۔

اگر لڑکی نہ بالغہ ہے، نہ قریب البلوغ ہے، بالکل چھوٹی ہے، یا موٹے کپڑے کے اوپر سے ہاتھ لگایا گیا ہے کہ جسم کی گرمی محسوس نہ ہونے پائے، یا بغیر شہوت کے ہاتھ لگایا ہے، یا ہاتھ لگانے سے شہوت پیدا نہیں ہوئی، یا شہوت پہلے سے موجود تھی مگر اس میں اضافہ نہیں ہوا تو ان سب صورتوں میں حرمت نہیں ہوئی (۳)۔ حرمت

---

(۱) "وحرم أيضاً بالصهرية أصل ممسوسته بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة .... هذا إذا كانت حيةً مشتهاةً، أما غيرها يعني الميتة وصغيرة لم تشته، فلاتثبت الحرمة بها أصلاً .... وكذا تشترط الشهوة في الذكر .... و لا فرق بين اللمس والنظر بشهوة بين عمد و نسيان و خطأ وإكراه .... و في المس لا تحرم ما لم تعلم الشهوة .... و بنت سنّها دون تسع ليست بمشتهاة، به يفتي، وإن ادعت الشهوة، الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۲، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۵-۱۷۹ رشيديه)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۴، ۲۷۵ رشيديه)

(۲) "(قوله: أو متاركة الزوج) في البزازية: المتاركة في الفاسد بعد الدخول لا تكون إلا بالقول كخليت سبيلك أو تركتك. و مجرد إنكار النكاح لا يكون متاركةً". (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۲، سعيد)

(۳) (راجع رقم الحاشية: ۱)

ثابت ہونے کی صورت میں بھی نکاح ختم نہیں ہوا، اس سے صحبت کرنا زنا نہیں، اگرچہ حرام اور سخت معصیت ہے، جیسے کہ بیوی سے حالتِ حیض میں صحبت کرنا زنا نہیں مگر حرام ہے(۱)۔ایسی حالت میں بھی اگر خدانخواستہ صحبت کرلی تو اس سے پیدا شدہ اولاد کو ولد الزنا کہنا درست نہیں ہوگا(۲)۔ یہ سب تفصیل کتبِ فقہ بحر (۳) عالمگیری(۴) ردالمحتار وغیرہ میں موجود ہے(۵)۔

"وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج باخر، إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة. والوطى بها لايكون زناً، اهـ". درمختار۔ "قال في الذخيرة: ذكر محمد في نكاح الأصل أن النكاح لا يرتفع بحرمة المصاهرة والرضاع بل يفسد، حتى لو وطئها الزوج قبل التفريق، لا يجب عليه الحد، اشتبه عليه أو لم يشتبه عليه، اهـ". رد المحتار(۶)۔

لیکن حرمتِ مصاہرت ثابت ہونے کے بعد اگر صحبت کرے گا تو سخت گنہگار بھی ہوگا اور مہر بھی لازم ہوگا:"وعليه مهر المثل بوطئها بعد الحرمة، ولاحد عليه، ويثبت النسب، اهـ". ردالمحتار: ۲/۲۸۳(۷)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۴/۹۴ھ۔

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿ويسئلونك عن المحيض، قل هو أذىً، فاعتزلوا النساء في المحيض، ولا تقربوهن حتى يطهرن﴾ (التوبة: ۲۲۳)

(۲) نکاح فاسد میں بچہ کے نسب ثابت ہوجانے کی وجہ سے اسے ولد الزنا کہنا درست نہیں ہے: "النكاح الصحيح و ما هو في معناه من النكاح الفاسد، والحكم فيه أنه يثبت النسب من غير دعوة". (الفتاویٰ العالمكيريه، كتاب الطلاق، الباب الخامس عشر في ثبوت النسب: ۱/۵۳۶، رشيديه)

(۳) (راجع البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۵-۱۷۹، رشيديه)

(۴) (راجع الفتاویٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهريه، وما يتصل بذلك: ۱/۲۷۴، ۲۷۵، رشيديه)

(۵) (راجع ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۲، سعيد)

(۶) (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، سعيد)

(۷) (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، سعيد)

ایضاً

سوال [۵۶۶۱]: ایک شخص نے اپنے حقیقی بیٹے کی زوجہ سے بعدم موجودگی پسر خود فعل ناجائز کیا، اس عورت کو خسر کا حمل حرام ہوگیا، بیٹے کے پاس اس عورت کو بھیجا اس نے یہ امر ظاہر ہونے پر اس کو واپس نکال دیا بعد گزرنے ایام حمل لڑکا پیدا ہوگیا۔ اس کے لڑکے نے آگے بڑا فساد پیدا کیا اس کو طلاق کے واسطے کہا گیا اور مہر طلب کیا گیا تو مہر ۵۰۰/ روپیہ تھا وہ ادائیگی کی وسعت نہ رکھتا تھا اس وجہ سے طلاق نہ دے سکا اور ملازمت پر چلا گیا اس اثناء میں دوسرا بچہ اس خسر کا پیدا ہوگیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ عورت بے طلاق بیٹے کے نکاح سے خارج ہوگئی یا نہیں یا اس کو طلاق دینا ضروری ہے اور مہر اس کو ادا کرنا چاہیے یا نہیں؟ بہر دو صورت بعد گذرنے معیادِ عدت اس عورت مطلقہ کا نکاح اس خسر سے جائز ہے یا نہیں اور اس صورت میں جب کہ اس کا امر ظاہر ہوگیا اہل محلہ جو لوگ اس کے طرف دار ہوتے ہیں ان پر بھی کوئی سزا شرعی عائد ہوتی ہے یا نہیں؟ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں لڑکے پر اس کی بیوی حرام تو ہوگئی مگر نکاح کرنا اس عورت کو بلا تفریق قاضی یا متارکت جائز نہیں، البتہ اگر شوہر کہہ دے کہ میں نے چھوڑ دی، یا قاضی تفریق کردے اور پھر عدت بھی گذر جائے تب عورت کو کسی دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہوگا:

"وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح حتى لايحل لها التزوج باخر إلا بعد المتاركة، اه وقد علمت أن النكاح لايرتفع بل يفسد، وقد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لاتتحقق إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها، وكتركتك أو خليت سبيلك، الخ". شامي: ۲/ ۴۳۷(۱)۔

اورمہر لڑکے کے ذمہ واجب ہے، کذا في الهنديه: ۲/ ۲۸٤(۲)، متارکت بالقول یا تفریق قاضی

---

(۱) (ردالمحتار مع الدرالمختار، باب المحرمات: ۳/ ۳۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب المحرمات: ۲/ ۱۷، دارالمعرفة، بيروت)

(۲) "ويجب المهر على الزوج ويرجع بذلك على الذي فعل إن تعمد الفاعل الفساد، وإن لم يتعمد لايرجع". (الفتاوى العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية، ومايتصل بذلك ۱: ۲۷۶، رشيديه) =

کے بعد جب عدت گزر جائے تب بھی عورت کو خسر سے نکاح کرنا ہرگز ہرگز جائز نہیں، کذا فی الھندیہ: ۲/۲۸۸(۱)۔ ایسی حالت میں خسر کی طرف داری کرنا اس معاملہ میں شرعاً گناہ ہے(۲) بلکہ اگر وہ توبہ نہ کرے تو اس سے تعلقات ترک کر دیئے جائیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بیٹی لڑکی کو شہوت سے چھونے سے حرمت

سوال[۲۲۲ د]: ایک شخص رات کے وقت اپنی نفسانی خواہش کے واسطے اپنی بیوی کی چار پائی کے پاس گیا، اس کی بیوی کے پاس اس کی لڑکی سوئی ہوئی تھی، اس کا ہاتھ لڑکی کو لگ گیا یعنی بازو وغیرہ کو تو اس کو اسی وقت معلوم ہو گیا کہ میری لڑکی ہے۔ اس کے واسطے کیا حکم ہے؟ اس مسئلہ کی بابت مولوی اشرف علی صاحب اپنے بہشتی زیور میں لکھتے: ''اس مرد کی عورت اس پر ناجائز ہوگئی، وہ اپنی عورت کو طلاق دیدے''۔ میں آپ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ غلطی اس سے ہوئی پھر اس کی عورت کا کیا قصور ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کو بہشتی زیور حصہ چہارم کے صفحہ ۶۹(۴)

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب المحرمات: ۲/۱۷، دارالمعرفة، بيروت)

(وكذا في التاتارخانيه، الباب التحريم: ۲/۶۲۵، إدارة القرآن كراچي)

(۱) "والثانية حليلة الابن وابن الابن وابن البنت وإن سفلوا، دخل بها الابن أم لا". (الفتاوى العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية: ۱/۲۷۴، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، فصل في الفرقة الثالثة من المحرمات: ۳/۴۱۹، دارالكتب العلميه بيروت)

(۲) قال الله تعالى: ﴿وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾. (سورة المائدة: ۲)

(۳) قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته ولايجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى فيجوز فوق ذلك ..... مالم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، باب ماينهى عنه من التهاجر، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، ۷۵۹، رشيديه)

(۴) (بہشتی زیور، باب "جن لوگوں سے نکاح کرنا حرام ہے"، حصہ چہارم، ص:۳۱۷، دارالاشاعت کراچی)

پر تحریر فرماتے ہیں اور آپ کے اس شبہ کا جواب امداد الفتاوی کے تتمہ ثالثہ ص: ۳۴ میں دیا ہے، ان سے یہی سوال کیا گیا ہے اس کے جواب میں لکھا ہے:

''اس کا حرام ہونا کسی تصور کی وجہ نہیں، بلکہ جب سبب پایا جاتا ہے تو مسبب بھی پایا جاتا ہے یعنی جیسا کہ کوئی شخص بھولے سے زہر کھالے، گناہ تو نہیں مگر مرتو جاوے گا یعنی: جیسا کہ خواہ بھول کر کھاوے خواہ جان کر اس کا اثر ہوتا ہے، اسی طرح خواہ بھول کر جوانی کے جوش اور شہوت سے لڑکی کو ہاتھ لگا دے خواہ جان کر، بہر حال اس کا اثر تو ضروری ہے''(۱)۔

اگر وہ لڑکی بالغہ ہے اور اس کو شہوت سے ہاتھ لگایا ہے تو بیوی یعنی لڑکی کی والدہ اس پر حرام ہوگئی اس کو علیحدہ کرنا ضروری ہے:

"وحرم أيضاً بالصهرية أصل مزنيته، أراد بالزنا الوطي الحرام، وأصل ممسوسته بشهوة". درمختار. قال الشامي: "لأن المس والنظر سبب داع إلى الوطي، فيقام مقامه في موضع الاحتياط، هداية. واستدل لذلك في الفتح بالأحاديث والآثار عن الصحابة والتابعين". ردالمحتار، ص: ۴۳۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ذی قعدہ/۵۴ھ۔

لڑکی سے بوس وکنار کا اثر سوتیلی ماں پر

سوال[۵۶۶۳]: ایک شخص اپنی لڑکی سے اگر زنا کا ارتکاب کر بیٹھے تو کیا اس کی بیوی جس سے وہ

---

(۱) (إمداد الفتاوی: ۲/۳۲۶، باب المحرمات وغیرها، دار العلوم کراچی)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۲، کتاب النکاح، سعید)

(وکذا في الهداية، کتاب النکاح: ۲/۳۰۹، شرکة علمیه ملتان)

(وکذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۹، رشیدیه)

(وکذا في خلاصة الفتاوی، الفصل الثالث في حرمة المصاهرة: ۲/۸، امجد اکیڈمی لاهور)

لڑکی پیدا ہوئی ہے اس شخص پر حرام ہو جائے گی؟ اور اگر اس لڑکی کی ماں انتقال کر چکی ہو اور اس کے باپ نے دوسرا نکاح کر لیا ہو تو اس دوسری بیوی کے متعلق کیا حکم ہے، حرام ہوگی یا نہیں؟ نیز اپنی لڑکی سے شہوت کی حالت میں بوس وکنار کرنے سے یا دواعی وطی سے بیوی اس پر حرام ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس کے اس فعلِ بد کی وجہ سے اس لڑکی کی حقیقی ماں حرام ہوگئی، سوتیلی ماں حرام نہیں ہوئی، یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب کہ شہوت سے اپنی لڑکی سے بوس وکنار یا دواعی وطی کرے:

"وحرم أيضاً بالصهرية أصل مزنية وممسوسة بشهوة، اه". در مختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/ ۶/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۲/ ۶/ ۸۸ھ۔

سوتیلی ماں کو بدنیتی سے ہاتھ لگایا، حرمت مصاہرت کی وجہ

سوال [۵۲۲۴]: زید نے اپنی سوتیلی ماں کو بدنیتی سے ہاتھ لگایا، مگر سوتیلی ماں نے اپنے کو پوری طاقت سے زنا بالجبر سے بچالیا۔ جب شوہر تھوڑی دیر کے بعد آیا تو عورت نے لڑکے کی گستاخی کا ذکر کیا۔ ماں نے یہ بھی کہا کہ اپنے کو بچانے کے لئے لڑکے کے چہرہ کو زخمی کر دیا، چنانچہ لڑکے کے چہرہ پر نشان شوہر کو دکھلا دیا۔ باپ اور بیٹے کی تھوڑی دیر بعد ملاقات ہوئی، تو باپ نے یہ کہا کہ تم آج سے یہاں نہ رہو، کہیں چلے جاؤ، چنانچہ وہ لڑکا اپنی ماں کے پاس چلا گیا اور یہ بات کسی کو معلوم نہ ہوئی، اس واقعہ کو تقریباً چار برس ہو گئے۔ سوال یہ ہے کہ عورت لڑکے کی اس حرکت کی وجہ سے اپنے شوہر پر حرام ہوگئی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر زید نے بغیر کپڑے کے سوتیلی ماں کے جسم کے کسی بھی حصہ کو شہوت سے ہاتھ لگایا ہے اور اس سے

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۳۲، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح. فصل في بيان المحرمات: ۲/ ۳۰۹، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۷۹ رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى. الفصل الثالث في حرمة المصاهرة: ۲/ ۱۰۸، امجد اكيڈمی لاهور)

شہوت پیدا ہوگئی، یا شہوت میں اضافہ ہوگیا، یا کپڑے کے اوپر سے مس کیا مگر وہ کپڑا اتنا باریک تھا کہ جسم کی حرارت محسوس ہوئی، نیز زید کو انزال نہ ہوا ہو تو وہ زید کے والد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی (۱)۔ اس کو دوسرے سے ابھی نکاح کی اجازت نہیں ہوگی، بلکہ شوہر کے ذمہ واجب ہے کہ تعلقِ زوجیت ختم کردے، بلکہ صاف صاف طلاق دے کر اس کو بالکل چھوڑ دے، پھر وہ عدت گزار کر دوسرے مرد سے نکاح کر سکے گی (۲)۔

یہ حکم اس وقت ہے کہ شوہر (زید کے والد) کو اپنی بیوی کے اس بیان پر اعتبار ہو اور وہ اس کو سچ سمجھے، ورنہ کوئی حرمت نہیں، دونوں ایک دوسرے کے لئے پہلے کی طرح حلال ہیں (۳)۔ یہ مسئلہ درمختار، بحر (۴) فتح القدیر (۵) وغیرہ سب کتب میں مذکور ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک مکان میں آگ لگ جائے تو اس

---

(۱) "فمن زنا بامرأة، حرمت عليه أمها وإن علت، وابنتها وإن سفلت. وكذا تحرم المزنيُّ بها على آباء الزاني وأجداده وإن علوا، وأبنائه وإن سفلوا .... وكما تثبت هذه الحرمة بالوطء، تثبت بالمس والتقبيل .... ثم المس إنما يوجب حرمة المصاهرة إذا لم يكن بينهما ثوبٌ، أما إذا كان بينهما ثوب إن كان صفيقاً لا يجد الماس حرارة الممسوس، لا تثبت حرمة المصاهرة وإن انتشرت آلته بذلک. وإن كان رقيقاً بحيث تَصِل حرارة الممسوس إلى يده، تثبت، كذا في الذخيرة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلک: ۱/۲۷۴، ۲۷۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۲، ۳۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۹، رشيديه)

(۲) "وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة وانقضاء العدة". (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۳/۱۷، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۴۰۰، رشيديه)

(۳) "وثبوت الحرمة بلمسها مشروط: بأن يصدقها، و يقع في أكبر رأيه صدقُها، وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه إلا أن يصدقاه أو يغلب على ظنهما صدقه. ثم رأيت عن أبي يوسف ما يفيد ذلک". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۳، سعيد)

(۴) (البحرالرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۷، رشيديه)

(۵) (فتح القدير، باب المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابي الحلبي بيروت)

سے دوسرے کا مکان بھی جل جاتا ہے، اگر چہ دوسرا بے قصور ہے، قریب قریب اس مسئلہ کا بھی ایسا حال ہے، آخر لڑکے کے جرم کی وجہ سے بسا اوقات ماں باپ کو بھی تھانہ کچہری میں جانا پڑتا ہے۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

سوتیلی ماں سے حرمتِ مصاہرت کی ایک صورت

سوال[۵۶۶۵]: زید کی منکوحہ کو قبل نکاح زید کے لڑکے سے محبت تھی اور لڑکے کو منکوحۂ زید سے زید نے نکاح کے وقت دریافت کیا کہ تجھ کو میرے لڑکے سے محبت ہے اس کو تجھ سے، تو پھر میرا نکاح کیونکر جائز ہے، اس منکوحہ نے قسم کھائی اور بہت بڑی قسم کھائی اور کہا کہ مجھ کو اس سے اولاد والی محبت ہے۔غرض نکاح اور ایک گھر میں رہنا سہنا ہو گیا، عرصہ ۴ سال سے دیکھتے رہے کہ اکثر حرکات وسکنات واشارۂ کنایہ سے ہے، مگر چشم دید مجامعت کا واقعہ نہیں۔اس وقت لڑکے کی عمر ۲۲/ سال کی ہے۔

ایک شب کا واقعہ ہے کہ جس مکان میں زید کی منکوحہ رہتی تھی اس میں سوائے زید کے اَور کوئی نہ سوتا تھا، اس روز لڑکے کو مکان میں دیکھ کر شبہ ہوا اور زید نے اپنے گھر کا دروازہ کھلوایا تب زید کو زوجہ کے پاس کسی غیر شخص کے موجود ہونے کا شبہ ہوا۔مکان میں اندھیرا تھا، زید نے منکوحہ سے دیا سلائی طلب کی مگر اس نے کچھ سرسری سا جواب دیا، زید کو اور شبہ ہو گیا پھر تلاش کرتے کرتے زید پاخانہ میں گیا تو لڑکے کو چھپا ہوا پایا، اس پر پورا شک ہو گیا۔ہر دو شخص فعل زنا کا اقرار نہیں کرتے اور اپنی صفائی پر قسم کھاتے ہیں۔اب زید علیحدہ کرے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید نے اپنے لڑکے کو اپنی بیوی کے ساتھ جماع یا دواعیٔ جماع میں نہ خود کبھی مبتلا دیکھا، نہ کسی اَور نے دیکھا، نیز زید کا لڑکا حلفیہ بیان دیتا ہے کہ زید کی بیوی کیساتھ نہ مجھے کبھی جماع کی نوبت آئی ہے، نہ دواعیٔ جماع کی، یعنی کبھی شہوت سے بوسہ دینے یا مس کرنے کی نوبت نہیں آئی، اسی طرح زید کی بیوی حلفیہ بیان دیتی ہے اور زید کو دونوں کے حلفیہ بیان پر اطمینان ہے تو شرعاً اس پر بیوی کا الگ کرنا ضروری نہیں ہے، فتح القدیر: ۳/ ۲۶۷ میں تصریح ہے:

"وثبوت الحرمة بمسها مشروط: بأن يصدقها، أو يقع في أكبر رأيه صدقُها. وعلى هذا ينبغي أن يقال في مسه إياها: لا تحرم على أبيه وابنه إلا أن يصدقاه أو يغلب على ظنهما

صدق. ثم رأيت عن أبي يوسف أنه ذكر في الأمالي ما يفيد ذلك، قال امرأة: قبّلت ابن زوجها، وقالت: كان عن شهوة، إن كذّبها الزوج لا يفرق بينهما، ولو صدّقها وقعت الفرقة"(۱)۔

البتہ اگر دونوں کے بیان پر اطمینان نہیں بلکہ شک باقی ہے اور طبعی تقاضا بھی بیوی کو الگ کرنے کا ہے تو احتیاطاً بیوی کو الگ کردے:"دع ما يريبك إلى ما لا يريبك"(۲)۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو اس لڑکے اور اس عورت کا مکان الگ کردینا چاہئے اور اس لڑکے کو ممانعت کردی جائے اس عورت کے پاس آنے کی۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد الرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ ربیع الاول/ ۵۲ھ۔

ساس کا بدن دبانے سے حرمت

سوال [۵۶۶۶]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائلِ ذیل میں:

زید جوان مرد نے ہندہ کی بیٹی زینب سے نکاح کیا، زینب کے قبل بلوغ ہندہ کی زبانی معلوم ہوا کہ زید ایک رات کہ-نصف کے قریب گزرچکی تھی- ہندہ کی چارپائی پر آبیٹھا، اس حالت میں کہ ہندہ کپڑے وغیرہ اتار کر سوئی ہوئی تھی، لیٹنے کے وقت جو معمولی کپڑے پہنے جاتے ہیں وہی پہنے ہوئے تھی۔ زید بیٹھ کر ہندہ کا بدن دبانے لگا، ہندہ نے کہا کہ میں کوئی تھکی ماندی نہیں ہوں اور یہ وقت بدن دبانے کا نہیں ہے۔ کچھ دیر کے بعد جب زید کو یقین ہوگیا کہ اگر میں نہ جاؤں گا تو ہندہ شور مچائے گی، اس وقت چلا گیا۔

---

(۱) (فتح القدير، باب المحرمات: ۲۲۲/۳، مصطفى البابي الحلبي بيروت)

(وكذا في رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۳/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۷۷/۳، رشيديه)

(۲) (فيض القدير، (رقم الحديث: ۴۲۱۱): ۳۲۴۵/۹، مكتبه نزار مصطفى الباز مكة المكرمة)

(وأخرجه أحمد بن حنبل، في مسند حسن بن علي بن أبي طالب، (رقم الحديث: ۱۷۲۵): ۳۲۹/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وأخرجه البخاري في صحيحه في كتاب البيوع، باب تفسير المشبهات: ۲۷۵/۱، قديمي)

صبح زید کے بچھونے پر رطوبت کے نشانات بھی تھے۔غرض! یہ بات تو ہندہ کی زبانی معلوم ہوئی۔ اور زید سے جب پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ میں تو کئی دن سے اس کے پاس بیٹھ کر بدن دباتا ہوں، مگر کوئی بُری نیت نہیں۔ اب عرض یہ ہے کہ زینب زید پر حرام ہوئی یا نہیں؟ شقِ اول پر طلاق کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

صورتِ مسئولہ میں زید کا قول شرعاً معتبر ہوگا جب تک اس کے خلاف قرائنِ ظاہرہ سے یقین یا ظنِ غالب حاصل نہ ہو جائے اور زید کے بچھونے پر رطوبت کا صبح کو پایا جانا اس پر قرینۂ ظاہرہ نہیں کہ اس نے ہندہ کو شہوت سے مس کیا ہے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ شب کو احتلام ہوگیا ہو، لہذا اس کی بیٹی زید پر حرام نہیں ہوئی۔ البتہ اگر ہندہ کو شہوت سے مس کرنے کا یقین یا ظنِ غالب ہے، یا خود ہندہ نے زید کو شہوت سے مس کیا ہے تو اس کی بیٹی زید پر حرام ہوگئی، متارکت ضروری ہے:

"وإذا قبلها، ثم قال: لم يكن بشهوة فقد ذكر الصدر الشهيد في التقبيل: يفتى بثبوت الحرمة مالم يتبين أنه قبّل بغير شهوة. وفي المس والنظر إلى الفرج لا يُفتى بالحرمة، إلا إذا تبين أنه فعل بشهوة؛ لأن الأصل في التقبيل الشهوة، بخلاف المس والنظر، كذا في المحيط. هذا إذا كان المس على غير الفرج، وأما إذا كان على الفرج، لا يصدّق أيضاً، كذا في المحيط". عالمگیری: ۱/۲۸۴(۱)۔

اگر واقع میں زید نے ہندہ کو شہوت سے مس کیا ہے اور پھر انکار کر کے ہندہ کی بیٹی سے نکاح برقرار

---

(۱) (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني، المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك: ۱/۲۷۶، رشيديه)

(وكذا فتح القدير، باب المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۷، رشيديه)

(وكذا في فتاویٰ قاضي خان على هامش الهندية، باب في المحرمات: ۱/۳۶۱، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۵، سعيد)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل الثالث عشر في بيان أسباب التحريم: ۳/۱۸۴، غفاريه كوئٹه)

رکھے گا تو حرام کا مرتکب ہوگا۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، یکم/ ربیع الآخر/۵۴ھ۔

ساس کی شرمگاہ پر نظر پڑنے سے حرمتِ مصاہرت

استفتاء [۵۶۶۷]: زید گھر سے باہر جارہا تھا کہ اس کی نگاہ ننگی عورت کی شرمگاہ پر پڑی جو بعد غسل اپنے بدن کے کپڑے خشک کررہی تھی۔ زید نے سمجھا کہ بیوی ہے، زید نے تھوڑی دیر بحالتِ شہوت اس کی شرمگاہ کو دیکھا، پھر اسی وقت زید کو معلوم ہوا کہ یہ تو خوشدامن ہے(۱)۔اب زید کی بیوی زید کے نکاح میں باقی رہی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شرمگاہ کے صرف اوپر (ظاہری) حصہ پر نظر پڑی ہے تو اس سے بیوی حرام نہیں ہوئی، دونوں بدستور شوہر بیوی ہیں (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۵/۱۰/۸۵ھ۔

ماں، ساس، بیٹے کی بیوی کو مس کرنے سے حرمتِ مصاہرت

سوال [۵۶۶۸]: اگر کوئی شخص غلطی سے اپنی ماں کو بیوی سمجھ کر شہوت سے ہاتھ لگائے تو کیا اس کی بیوی اس پر حرام ہوجائے گی؟ اور اس کو کتنا گناہ ہوگا؟ ایسے ہی اگر کوئی شخص غلطی سے اپنی بیوی سمجھ کر ساس کو ہاتھ

---

(۱) "خوشدامن: ساس" (فیروز اللغات، ص:۶۰۱، فیروز سنز، لاہور)

(۲) "وحرم أیضا بالصهریة .... المنظور إلی فرجها المدوّر الداخل، اختاره في الهدایة، وصححه في المحیط والذخیرة. وفي الخانیة: وعلیه الفتوی. وفي الفتح: وهو ظاهر الروایة". (رد المحتار علی الدر المختار، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۳، سعید)

(وکذا في الهدایة، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ۲/۳۰۹، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(وکذا في فتاویٰ قاضي خان علی هامش الهندیة، باب في المحرمات: ۱/۳۶۲، رشیدیه)

(وکذا في المحیط البرهاني، الفصل الثالث عشر في بیان أسباب التحریم: ۳/۱۸۴، غفاریه کوئٹه)

لگادے تو بیوی حرام ہونے پر کیا ساس سے نکاح ہو سکے گا؟ ایسے ہی بعض ملحدین اپنی اولاد کی بیویوں سے صحبت کرتے ہیں تو کیا اولاد پر بیویاں حرام ہو جائیں گی اور خسر پر اس کا کتنا گناہ ہوگا؟ فقط۔

عبدالرحمٰن پیش امام، محلّہ بیو پاریان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعی غلطی سے ماں کو بیوی سمجھ کر شہوت سے ہاتھ لگایا اور معلوم ہونے پر نادم ہوا تو اس سے گناہ نہیں ہوا، نہ اس سے بیوی اس پر حرام ہوئی۔ البتہ وہ ماں اس کے باپ پر حرام ہو جائے گی جب کہ باپ اس کی تصدیق کرے(۱)۔ ساس کو شہوت سے ہاتھ لگانے سے بیوی حرام ہو جائے گی اگرچہ غلطی ہی سے ہاتھ لگایا ہو اور ساس سے بھی نکاح جائز نہ ہوگا۔ ایسے ہی اولاد کی بیوی خسر کے جماع کرنے سے اولاد پر حرام ہو جاوے گی (۲)، اور

---

(۱) "رجل تزوج امرأةً علی أنها عذراء، فلما أراد وقاعها، وجدها قد افتضت، فقال لها: من افتضک؟ فقالت: أبوک، إن صدقها الزوج، بانت منه و لا مهر لها. وإن کذبها فهي امرأته، کذا فی الظهیرة".

(الفتاویٰ العالمکیریة، القسم الثاني: المحرمات بالصهریة و ما یتصل بذلک، کتاب النکاح: ۱/۲۷۶، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب النکاح، أسباب التحریم: ۲/۶۲۲، إدارة القرآن کراچی)

"وثبوت الحرمة بلمسها مشروط: بأن یصدّقها، أو یقع فی أکبر رأیه صدقُها. وعلی هذا ینبغي أن یقال فی مسه إیاها: لا تحرم علی أبیه وابنه، إلا أن یصدّقها، أو یغلب علی ظنها صدقُها".

(البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۷، رشیدیه)

(وکذا فی فتح القدیر، باب المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۲، کتاب النکاح، سعید)

(۲) "وحرم أیضاً بالصهریة أصل مزنیته". (الدرالمختار). "(قوله: و حرم) أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علی أصول الزاني و فروعه نسباً و رضاعاً، وحرمة أصولها و فروعها علی الزاني نسباً و رضاعاً". (ردالمحتار، فصل فی المحرمات: ۳/۳۲، کتاب النکاح، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۷۹، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، القسم الثاني: المحرمات بالصهریة و ما یتصل بذلک، کتاب النکاح: ۱/۲۷۴، رشیدیه)

اولاد پرطلاق یا زبانی متارکت لازم ہوگی (۱)، بعد میں عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا (۲)۔ خسر کا یہ فعل حرام اور کبیرہ گناہ ہے:

"قبّل أمّ امرأة، حرمت امرأته مالم يظهر عدم الشهوة وفي المس لا، مالم تعلم الشهوة". تنوير: ۲/۲۸۲ (۳)۔ "لايحل أن يتزوج بأم امرأته". هدايه: ۱/۲۸۷ (٤)۔ "و لا فرق في ثبوت الحرمة بالمس بين كونه عامداً أو ناسياً أو مكرهاً أو مخطئاً". فتح القدير، ص: ۳٦۷ (٥)۔ تحرم المزنيُّ بها على اباء الزاني". عالمگيرية: ۲/۲۸۲ (٦)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/صفر/۵۳ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ٦/صفر/۵۳ھ۔

---

(۱) "وبحرمة المصاهرة لايرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر، إلا بعد المتاركة و انقضاء العدة" (الدر المختار، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۳/۱۷، دار المعرفة بيروت)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾ (سورة البقرة: ۲۲۸)

"وهي حرة ممن تحيض، فعدتها ثلاثة أقراء لقوله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثة قروء﴾. (الهداية، باب العدة: ۲/۴۲۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/۵۲٦، رشيديه)

(۳) (تنوير الأبصار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۵، ۳٦، سعيد)

(۴) (الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۳۰۷، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۵) (فتح القدير، باب المحرمات: ۳/۲۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۹، رشيديه)

(٦) (الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح، ۱/۲۷۴، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۷۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير، باب المحرمات: ۳/۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

بھاوج سے زنا

سوال[۵۶۶۹] : بڑی بھاوج سے جبراً صحبت کی اور کہا کہ ہم دونوں بھائی تجھ کو ہی رکھیں گے، چار آدمیوں نے جب اس کا تذکرہ ہوا تو باپ نے کہا کہ یہ کیا بات ہے دیور بھاوج میں ایسا ہو ہی جاتا ہے۔

محمد حنیف، بلند شہر۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

زنا حرام ہے، بھائی کی بیوی سے اور بھی قبیح ہے(۱)۔ شوہر کے والد کا یہ جواب کہ "دیور بھاوج میں ایسا ہو ہی جاتا ہے" یہ انتہائی بے غیرتی کا جواب ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، دارالعلوم دیوبند ۳/۶/۸۷ھ۔

الجواب صحیح بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۵/۶/۸۷ھ۔

چچی سے زنا سے حرمتِ مصاہرت

سوال[۵۶۷۰] : زید نے اپنی چچی ہندہ سے زنا کیا اور حمل مشکوک ہے کہ زید کا ہے یا زید کے چچا کا، یا ان دونوں میں سے ایک کے حمل کا یقین ہو گیا تو اب زید کی شادی ہندہ کے حقیقی بھائی کی لڑکی فاطمہ سے ہوئی ہے تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید اور ہندہ کی اس کمینی حرکت سے ہندہ کے بھائی کی لڑکی زید پر حرام نہیں ہوئی، اس سے شادی درست ہے(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ولاتقربوا الزنا، إنه كان فاحشةً وساء سبيلا﴾.

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾(سورة النساء: ۲۴)

"أى ما عدا من ذكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمي لاهور) .... =

سالی سے زنا اور حرمت مصاہرہ

سوال[۵۶۷۱]: اگر کسی نے اپنی سالی سے زنا کیا اور زنا بھول کر کیا اور ایسی حالت میں کہ اسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ میری بیوی ہے، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ اس کی سالی تھی۔ اب بتائیے کہ اس کی بیوی اس کے نکاح میں برقرار رہی یا نکاح سے نکل گئی؟ مدلل تحریر کریں۔ اگر اس کو معلوم تھا کہ میری بیوی نہیں بلکہ سالی ہے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا نکاح تو باقی ہے، ختم نہیں ہوا، لیکن اگر اس سالی کو بیوی سمجھ کر وطی کی ہے تو یہ وطی بالشبہ ہے، ایسی حالت میں اس کو چاہئے کہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہے، یہاں تک کہ سالی کو ایک حیض آجائے۔ اگر سالی کو سالی سمجھ کر وطی کی ہے تو یہ زنا ہے، سخت معصیت ہے، ایسی حالت میں بیوی سے کچھ بھی علیحدگی لازم نہیں:

"وفي الخلاصة: وطئ أخت امرأته، لا تحرم عليه امرأته، اهـ". درمختار۔ "ووجهه أنه لا اعتبار لماء الزاني، قال في البحر: لو وطئ أخت امرأته بشبهة، تحرم امرأته ما لم تنقض عدة ذات الشبهة، اهـ". شامي: ۲/ ۲۸۱ بتقديم و تاخير (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸/ ۵/ ۱۴۰۱ھ۔

زنا سے رشتہ کا ثبوت

سوال[۵۶۷۲]: ایک شخص اپنی بیٹی سے ملوث ہوگیا، نتیجہ میں لڑکی ہوئی جس کو ایک بیوہ نے پالا،

= "أي أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم". (التفسير المنير: ۵/ ۲، دار الفكر بيروت)

"قال الله تعالىٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾: أي ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة". (التفسير المظهري: ۲/ ۶۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/ ۴۳۷، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/ ۴۶۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۳/ ۳۷، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثاني: ۲/ ۷، امجد اكيڈمی لاهور)

لڑکی بالغہ ہوگئی، شادی ہوگئی، اس سے لڑکی ہوئی۔ اب اس لڑکی کی جس سے منگنی ہورہی ہے وہ اس کا ماموں ہوتا ہے کہ زانیہ کی ماں نے ایک رنڈوے سے شادی کر لی تھی جس سے یہ لڑکا ہوا تھا۔ اب اگر معاملہ صحیح ظاہر کیا جاتا ہے تو بدنامی اور رسوائی ہے، اگر نہیں کیا جاتا تو کیا شرعاً حرج تو نہیں اور پھر ان واقعات کا ثبوت کارے دارد ہے اور نہ ہی شاہد ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس لڑکے اور لڑکی کے درمیان ماموں بھانجی کا رشتہ شریعت کی رو سے تو موجود نہیں اور جو اس رشتہ کی بیان کاری ہے اس پر شرعی شہادت نہیں، لہذا اس رشتہ کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ جن صاحب کو اصل مخفی واقعہ معلوم ہے وہ شہادت نہیں دیتے، جیسا کہ آپ نے خود ہی لکھا ہے، اگر شہادت دیں بھی تو تنہا شہادت پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا (۱)۔ لڑکا اور لڑکی میں کوئی مدعی حرمت نہیں، لہٰذا اگر ان کے درمیان مناکحت ہوجائے تو وہ ناجائز نہیں (۲)۔ جن صاحب کو کچھ معلوم ہے وہ بہت سے بہت کہہ دیں کہ یہ نکاح نہ کیا جائے، تفصیل کچھ نہ بتائیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

مزنیہ کی لڑکی سے نکاح

سوال [۵۶۷۳]: زید نے خالدہ سے ناجائز تعلق قائم کیا اور اس تعلق کی بنیاد پر خالدہ سے زنا کیا،

---

(۱) "ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالاً أو غيره كنكاح و طلاق و وكالة و وصية".

(الدر المختار، كتاب الشهادات: ۴۶۵/۵، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب الشهادة، ۱۵۳/۳، إمداديه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الشهادات: ۱۰۴/۷، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

"أي ما عدا من ذُكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۴۷۴/۱، سهيل اكيڈمی لاهور)

"أي أبيح لكم من النساء سوى ما حرم عليكم". (تفسير المنير: ۶/۵، دار الفكر بيروت)

قال الله تعالىٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾: أي ما سوى المحرمات المذكورات في الآيات السابقة". (التفسير المظهري: ۶۲/۲، حافظ كتب خانه كوئٹه)

خالدہ سے زنا کرنے کے بعد خالدہ کی ماں سے بھی زنا کیا، ان بدبختیوں کے بعد زید کو ندامت ہوئی۔ اور اب وہ اپنی مزنیہ خالدہ سے عقدِ شرعی کرنا چاہتا ہے تاکہ وہ حرام تعلق کو حلال سے بدل دے۔ سوال یہ ہے کہ خالدہ زید کے لئے جائز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ زید نے خالدہ سے کئی مرتبہ زنا کیا، اس کے بعد اس کی ماں سے زنا کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں زید کے لئے خالدہ اور اس کی ماں دونوں سے نکاح حرام ہے۔ ناجائز تعلقات قائم کرنے سے وہ گناہ گار ہوکر مرتکبِ کبیرہ ہوا، فوراً توبہ کرلے۔ زید کے لئے اب کوئی صورت ان دونوں میں سے کسی سے بھی نکاح کرنے کی نہیں رہی: "و من زنی بامرأة، حرمت علیه أمها و بنتها". هدایه أولین، ص: ۲۸۹ (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۵/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۷/ ۵/ ۸۸ھ۔

ایضاً

سوال [۵۶۷۴]: اگر کسی لڑکے نے کسی عورت کے ساتھ ہمبستری کی جو ناجائز تھی، اب اس عورت کی لڑکی جوان ہے اور لڑکی اور لڑکے کے تمام رشتہ دار اس لڑکے سے شادی کرانا چاہتے ہیں، جس نے اس لڑکی کی والدہ سے ہمبستری کی تھی، اب اس حالت میں لڑکا منع نہیں کرسکتا، کیونکہ اگر لڑکا منع کرتا ہے تو اس کی بات نہیں چلتی، اور منع کرنے سے ایک رشتہ داری بالکل ختم ہوجائے گی۔ اور لڑکے سے سب آدمی کہتے ہیں کہ اس لڑکی سے شادی کرنے سے تم کو کوئی اعتراض نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ وہ تمہارے لائق ہے۔ ان سب حالات کو دیکھتے ہوئے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ کچھ گنجائش ہے کہ لڑکا عیب چھپا سکے؟

---

(۱) (الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۲/ ۳۰۹، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۱/ ۲۷۴، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/ ۴۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اپنے والد سے اگر صاف نہیں کہہ سکتا تو کسی بڑے عالم کو سب بات بتادے، وہ اس کے والد صاحب کو بُلا کر کہہ دیں کہ شرعاً یہ نکاح درست نہیں، اگر یہ نکاح کیا جائے گا تو معصیت اور حرامکاری ہوگی (۱)، تم تفصیل تو دریافت کرو، اس نکاح کو ختم کر کے دوسری جگہ نکاح کردو۔ خدائے پاک ان کو اس کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱/۱۶ھ۔

مزنیہ کی ماں یا بیٹی سے نکاح

سوال[۵۶۷۵]: زید مساۃ ہندہ اور اس کی بیٹی دونوں کے ساتھ مرتکبِ فعلِ زنا ہوا، اب زید دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے، تو عندالشرع ماں کے ساتھ نکاح جائز ہے یا بیٹی کے ساتھ، یا دونوں میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی جائز نہیں؟

سائل: رحیم الدین۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

دونوں میں سے کسی کے ساتھ بھی نکاح جائز نہیں: "ومن زنیٰ بامرأة، حرمت علیه أمها

(۱) زانیہ اور مزنیہ جانبین کا اصول وفروع ایک دوسرے پر حرام ہیں، اس وجہ سے یہ نکاح ناجائز ہے: "وحرم أيضاً بالصهرية أصل مزنيته. قال: في البحر الرائق: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة على أصول الزاني و فروعه نسباً و رضاعاً، وحرمة أصولها و فروعها على الزاني نسباً و رضاعاً". (ردالمحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۲، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴۶۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۱/۲۷۴، رشيديه)

وبنتھا". ھدایہ أولین: ۲۸۹/۱ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ سہارنپور، ۵۲/۱۰/۱۲ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/شوال/۵۲ھ۔

لامس اور ملموسہ کی اولاد کا نکاح

سوال [۵۶۷۶]: زید نے ہندہ کو لمس بالشہوت کیا تو لامس وملموسہ کی اولاد آپس میں مناکحت کرسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان دونوں (لامس اور ملموسہ) کی اولاد کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا۔

کفایت اللہ کان اللہ لہ۔

جواب سوال نمبر۲ منجانب قاری سعید احمد صاحب مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور

جواب نمبر:۲ میں لامس اور ملموسہ کی اولاد کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے، حضرت مفتی صاحب کو اس میں سہو ہوا ہے، یا کچھ غلط فہمی ہوئی ہے:" ویحل لأصول الزانی و فروعه أصول المزنیّ بھا و فروعھا". شامی: ۲۷۹/۲ (۲)۔

آپ اس استفتاء کو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں دوبارہ پیش کیجئے، اگر جواب پھر بھی یہی ہوتو مجھے بھی اطلاع دیجئے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/ رمضان المبارک/ ۶۷ھ۔

خط بابت استفتاء بالا

سوال [۵۶۷۷]: مکرمی ومحترمی حضرت مفتی صاحب دامت عنایتہم وفیوضہم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

---

(۱) (الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳۰۹/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۲۷۴/۱، رشيديه)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۶۹/۲، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) (رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۲/۳، سعيد)

اسی رمضان میں ایک استفتاء جناب کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا تھا جس کا جواب وصول ہوگیا، اب پھر دوبارہ تکلیف دینے کی جرأت کررہا ہوں معاف فرمادیں۔

اس سلسلہ میں ضروری عرض یہ ہے کہ اس استفتاء کے سوال کے جواب میں جناب نے ارقام فرمایا کہ لامس وملموسہ کی اولاد آپس میں نکاح کرسکتی ہے، لیکن وہی استفتاء حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مدظلہ کے پاس ارسال کیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ "نکاح نہیں ہوسکتا"۔ حوالجات طرفین سے نہیں لکھے گئے، نہ جناب محترم نے، نہ حضرت مفتی اعظم صاحب نے۔ اب تردد ہے کہ کیا کیا جائے، کس پر عمل کریں، لہذا بعد تحقیق و حوالۂ کتب کے جواب سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع بخشیں وسوال کے جواب پر نظر ثانی فرمالیں تو بہتر ہے۔

نوٹ: جناب کا فتویٰ اور حضرت مفتی صاحب مدظلہ کا ارسال خدمت ہے، برائے مہربانی مفتی اعظم صاحب کے جواب پر نظر ثانی فرمائی جائے اور مطلع فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مکرمی زِیدَ مجدہ!　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

یہاں کے فتویٰ کے مسئلہ نمبر:۲ کا استدلال عبارات ذیل سے ہے:

"حرم أیضاً بالصهریة أصل مزنیته، اهـ". درمختار۔ "قال فی البحر: أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع: حرمة المرأة علی أصول الزانی وفروعه نسباً ورضاعاً، وحرمة أصولها وفروعها علی الزانی نسباً ورضاعاً، کما فی الوطء الحلال. ویحل لأصول الزانی و فروعه أصول المزنیّ بها وفروعها، اهـ". شامی: ۳۸٤/۲(۱)۔ "ولا تحرم أصولها و فروعها علی ابن الواطی وأبیه، اهـ". مجمع الأنهر: ۳۲٦/۱(۲)۔

---

(۱) (رد المحتار، فصل فی المحرمات: ۳۲/۳، کتاب النکاح، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، فصل فی المحرمات: ۱۷۹/۳، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة، کتاب النکاح، أسباب التحریم: ۲۲٦/۲، إدارة القرآن کراچی)

(۲) (مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۳۲٦/۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۴۵۹/۲، دار الکتب العلمیة بیروت)

اگر کسی شخص نے -جس کے لڑکا موجود ہے- ایسی عورت سے نکاح کیا جس کے پہلے شوہر سے لڑکی ہے تو اس لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح سب کے نزدیک درست ہے، ماں باپ کے نکاح اور جماع سے ان کے حق میں حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوگی:

"وأما بنت زوجة أبيه أو ابنه فحلال، اهـ". درمختار و شامی: ۲/ ۳۸٤(۱)۔ "لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأةً و يتزوج ابنه ابنتها أو أمها، كذا في محيط السرخسي، اهـ". عالمگیری(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۳/ رمضان المبارک/ ٦٧ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، ۲۴/ رمضان المبارک/ ٦٧ھ۔

بحالتِ نابالغی سالی کا بوسہ لینے سے حرمت

سوال[۵٦٧۸]: زید نے نابالغی کی حالت میں اپنی سالی کا بوسہ لیا اور وہ سالی عمر میں زید سے بڑی یعنی بالغ ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اب زید کا تعلق اپنی بیوی سے کیسا ہوگا؟ فقط۔

خلیل الرحمٰن ایواڑوی، متعلم مدرسہ ہذا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں زید کی بیوی زید پر حرام نہ ہوگی، بلکہ بدستور سابق بیوی رہے گی، کیونکہ سالی کا تعلق بیوی سے جزئیت کا نہیں نہ اصلاً نہ فرعاً: "وثبوت الحرمة بالمس ليس إلا لكونه سبباً للجزئية". كذا

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/ ۳۷، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۲/ ۱۷، دار المعرفة بيروت)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح، ۱/ ۲۷۷، رشيديه)

"لا بأس بأن يتزوج الرجل امرأةً ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها؛ لأنه لا مانع له". (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۲۱۸، ۲۱۹، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/ ۱۷۳، رشيديه)

في الغنية(۱)۔ نیز حرمتِ مصاہرت کے لئے بلوغ یا کم از کم مراہقت شرط ہے:"وکذا تشترط الشهوة في الذكر، فلو جامع غير مراهق زوجة أبيه، لم تحرم"۔ در مختار: ۱/۱۸۸(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۲۵/۲/۵۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۲۶/صفر/۵۳ھ

چھوٹی بچی کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی

سوال[۵۶۷۹]: میری بچی تین سال کی ہے، نیند کی حالت میں اس کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھا رہا، جب بیدار ہوا تو علم ہوا، بہت فکر مند ہوا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

تین سال کی بچی کی شرمگاہ پر سوتے میں ہاتھ رکھے جانے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا، بلکہ اگر جاگتے میں رکھدے تب بھی کچھ نہیں ہوتا، اس کا استنجاء اور طہارت بھی کرانا ہوتا ہے، اس لئے بے فکر رہیں(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۹/۵/۹۰ھ۔

---

(۱) لم أجد

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۲/۱۶، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۱/۲۷۵، رشيديه)

(۳) "ويشترط أن تكون المرأة مشتهاةً، والفتوى على أن بنت تسع سنين محل الشهوة لا ما دونها. قال الفقيه أبو الليث: ما دون تسع سنين لا تكون مشتهاةً، وعليه الفتوى، كذا في فتاوى قاضيخان. وقال فيه: فلو جامع صغيرةً لاتشتهي، لا تثبت الحرمة، وكذا تشترط الشهوة في الذكر". (الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية وما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۱/۲۷۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۷، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، كتاب النكاح، سعيد)

بیوی کی دادی، پھوپھی، چچی پر رات میں لاعلمی سے ہاتھ پڑ گیا

سوال[۵۶۸۰]: ایک شخص اپنی بیوی کو لینے کے لئے سسرال گیا اور رات میں کھانے کے بعد بیوی سے الگ ہو کر دوسرے بستر پر سویا، لیکن جس کمرہ میں سویا اس میں اس کی بیوی کی دادی اور پھوپھی اور چچی اور اس کی بیوی چاروں ایک بستر پر سوئیں۔

نصف شب میں وہ شخص جنسی طغیانی اور قضائے حاجت کے لئے اپنے بستر سے اٹھا، کمرہ میں اندھیرا تھا، جس کی وجہ سے اٹھانے کے لئے بجائے بیوی کے دادی کا قدم پکڑ لیا، بیوی کی دادی نے جھٹک دیا اور دشنام طرازی بھی کی، اور یہ شخص خاموشی سے بستر پر چل دیا، لیکن جنسی طغیان اور ہیجان نے یہ معاملہ بیوی کی پھوپھی اور چچی کے ساتھ بھی کرادیا۔ ادھر وہ معاملہ انہوں نے کیا جو کہ دادی نے کیا تھا، مگر یہ سب کچھ اس شخص کی لاعلمی کی وجہ سے ہوا۔ اس مذکورہ بالا صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس سے اس کی بیوی حرام نہیں ہوئی جب کہ بیوی کی دادی کا قدم غلطی سے پکڑا اور اس سے شہوت میں اضافہ نہیں ہوا، فوراً دادی نے جھٹک دیا اور معلوم ہوتے ہی یہ وہاں سے چلا گیا، علیحدہ ہو گیا (۱)۔ پھوپھی، چچی کی وجہ سے کوئی اثر نہیں ہوا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۲/۹۱ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۱/۲/۹۱ھ۔

رات کو غلطی سے بہن کے پاس پہونچ گیا

سوال[۵۶۸۱]: ایک کمرہ میں سب سو رہے تھے، بھول کر رات کو بہن کی چارپائی کے پاس پہونچ

---

(۱) "والعبرة للشهوة عند المس والنظر لابعدهما، وحدها تحرک آلته أو زيادته". (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۳، سعيد)

(۲) حرمتِ مصاہرت کا تعلق ممسوسہ کے اصول وفروع سے متعلق ہوتا ہے اور چچی وپھوپھی بیوی کے اصول وفروع میں سے نہیں:

"(و) حرم أيضاً بالصهرية (أصل مزنيته ..... (و) أصل (ممسوسة بشهوة وأصل ماسته وفروعهن) مطلقاً". (الدر المختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۳، سعيد)

گیا، جب ہاتھ لگا تو معلوم ہوا کہ بہن ہے، صحبت نہیں کی۔ تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بھول کر بہن کے پاس جانے سے اس کا نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، بلکہ وہ معلوم ہونے پر فوراً واپس آ گیا اور جماع وغیرہ کچھ نہیں کیا تو گناہ بھی نہیں ہوا، تاہم استغفار بہر حال ضروری ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۸/ ۸۹ھ۔

بھائی کو شوہر سمجھ کر ہاتھ لگانے سے حرمت نہیں ہوتی

سوال [۵۶۸۲]: مسماۃ رفیقاً کا شوہر اور اس کا بھائی دونوں ایک چارپائی پر رات کو سورہے تھے، رفیقاً نے اپنے بھائی کو اپنا شوہر سمجھ کر ہاتھ لگایا۔ کیا مسماۃ رفیقاً اس غلطی کرنے سے اپنے خاوند کے نکاح سے باہر ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس غلطی سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، نکاح بدستور قائم ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/ ۳/ ۱۳۹۴ھ۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه، ثم يستغفر الله، يجد الله غفوراً رحيماً﴾ [سورة النساء: ۱۱۰] فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح و حين يمسى". (تنبيه الغافلين، ص: ۲۰، باب آخر من التوبة، مكتبة حقانيه پشاور)

قال الله تعالیٰ: ﴿والذين إذا فعلوا فاحشةً﴾ يعني: الكبائر ﴿أو ظلموا أنفسهم﴾ يعني دون الكبائر .... ﴿ذكروا الله﴾ يعني: خافوا الله عن المعصية ﴿فاستغفروا لذنوبهم، ومن يغفر الذنوب إلا الله، ولم يصروا على ما فعلوا﴾ الخ". (تنبيه الغافلين للسمرقندي، ص: ۵۸، باب آخر من التوبة، مكتبة حقانيه پشاور)

(۲) حرمتِ مصاہرت تب ثابت ہوتی ہے کہ خاوند کے اصول وفروع میں سے کسی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگائے اور بھائی خاوند کے اصول وفروع سے نہیں ہے:

"فمن زنى بامرأة، حرمت عليه أمها وإن علت، وابنتها وإن سفلت. وكذا تحرم المزنيُّ بها على آباء الزاني و أجداده وإن علوا، وأبنائه وإن سفلوا، كذا في فتح القدير". (الفتاوىٰ العالمكيرية، =

غیر کو اپنی بیوی سمجھ کر صحبت کرنے سے ثبوتِ حرمت

سوال[۵۶۸۳]: کسی نے اپنی بیوی سمجھ کر غلطی سے کسی عورت سے صحبت کرلی تو کیا وہ حرام ہوگئی؟ اور عورت اپنے شوہر کے عقد سے خارج ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کسی عورت سے شادی ہوئی جس سے پہلے کوئی واقفیت نہ ہو، کبھی اس کو نہ دیکھا ہو اور پہلی شب میں کسی غیر عورت کو اس کے پاس پہونچادی جائے کہ یہ تمہاری بیوی ہے اور وہ اس کو بیوی سمجھ کر صحبت کرلے، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو بیوی نہیں تھی، بلکہ غیر تھی، تو امید ہے کہ اس پر پکڑ نہیں ہوگی (۱)۔ اور اس کے ذمہ واجب ہوگا کہ اس سے علیحدہ رہے اور نادم ہوکر توبہ واستغفار کرے (۲)۔ جس سے واقفیت ہو، اس میں اشتباہ مشکل

= القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۱/۲۷۵، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۲۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۲، كتاب النكاح، سعيد)

(۱) "ورأيت في الخانية: رجل زُفّت إليه غير امرأته، ولم يكن رآها قبل ذلك، فوطئها، كان عليه المهر، و لا حد عليه، الخ". (رد المحتار، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه، مطلب فيمن وطء من زفت إليه: ۴/۲۶، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحدو الذي لا يوجبه: ۱/۵۹۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحدود، باب الوطء الذي يوجب الحد والذي لا يوجبه: ۲/۱۵۰، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ومن يعمل سوءاً أو يظلم نفسه، ثم يستغفر الله، يجد الله غفوراً رحيماً﴾ [سورة النساء: ۱۱] فالواجب على كل مسلم أن يتوب إلى الله حين يصبح و حين يمسي". (تنبيه الغافلين: ۲۰، باب آخر من التوبة، مكتبة حقانيه پشاور)

"واتفقوا أن التوبة من جميع المعاصي واجبة على الفور لايجوز تأخيرها، سواء كانت المعصية صغيرةً أو كبيرةً الخ". (شرح النووي على صحيح المسلم، كتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قديمي)=

ہے، بے احتیاطی کی حدتک یقیناً آدمی ماخوذ ہوگا۔

اگر کسی عورت کو اپنی بیوی سمجھ کر صحبت کرلی اور وہ ایسی عورت ہے کہ اس سے صحبت کرنے کی وجہ سے بیوی حرام ہوجاتی ہے، مثلاً بیوی کی والدہ ہے، یا بیوی کی لڑکی ہے (۱) تو اس سے حرمتِ مصاہرت ثابت ہوکر بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی، شوہر کے ذمہ واجب ہوگا کہ اپنی بیوی کو زوجیت سے خارج کرے، یا طلاق دیکر تعلقِ نکاح کو ختم کردے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۶/۹۰ھ۔

دائی کا ہاتھ لگانے سے حرمت کا حکم

سوال [۵۶۸۴] : ایک صاحب کی شادی کو آٹھ سال ہوچکے ہیں، ان کو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر کوئی

= (وكذا في روح المعاني تحت آية: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾: ۲۸/۱۵۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وحرم أيضاً بالصهرية أصل مزنيته، أراد بالزنا الوطى الحرام وأصل ممسوسة بشهوة". (الدرالمختار). "لأن المس والنظر سبب داع إلى الوطى، فيقام مقامه في موضع الاحتياط، الخ".

(ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۳۲، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۲/۳۰۹، مكتبه شركة علمية ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۹، رشيديه)

(۲) "وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح، حتى لا يحل لها التزوج بآخر إلا بعد المتاركة. و قد علمت أن النكاح لا يرتفع بل يفسد، وقد صرحوا في النكاح الفاسد بأن المتاركة لاتتحقق إلا بالقول، إن كانت مدخولاً بها كتركتك أو خليت سبيلك، الخ". (الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۳/۳۷، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، فصل في المحرمات: ۲/۱۷، دار المعرفة بيروت)

(الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۱/۲۷۷، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الرضاع: ۳/۴۰۰، رشيديه)

شخص کسی لڑکی کی دائی کو (دودھ پلانے والی کو) شہوت سے ہاتھ لگائے تو اس لڑکی سے نکاح درست نہیں۔ یہ صاحب کہتے ہیں کہ دس سال پہلے ان کی بیوی کی دائی کے دماغ میں کچھ خلل واقع ہوگیا تھا، اس نے ان صاحب کو پکڑ لیا تھا اور ان کو شہوت بھی ہوگئی تھی، پھر اس دائی سے ہاتھ چھڑا کر بھاگے۔ اس صورت میں کیا کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر خرابیٔ دماغ کی حالت میں اس عورت نے ان کو پکڑا جس سے ان کو شہوت ہوگئی، مگر یہ فوراً ہاتھ چھڑا کر بھاگ گئے تو اس سے ان کی بیوی حرام نہیں ہوئی (۱)۔ ہاں! اگر عورت نے شہوت سے ہاتھ پکڑا تھا اور اس کی شہوت میں اس پکڑنے سے اضافہ ہوگیا تو پھر ان کی بیوی ان پر حرام ہوگئی (۲)، اب اس سے تعلقِ زوجیت ختم کردیں، بلکہ صاف لفظوں میں طلاق دیدیں (۳)۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ اس دائی نے ان کی بیوی کو ایامِ رضاعت میں دودھ پلایا ہو اور وہ عورت دائی بیان کرے کہ اس نے شہوت سے ان کو پکڑا تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(و في المس لا) تحرم (مالم تعلم الشهوة)". (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۶/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم الثاني: المحرمات بالصهرية و ما يتصل بذلك، كتاب النكاح: ۲۷۵/۱، رشيديه)

(۲) "والعبرة للشهوة عند المس والنظر، لا بعدهما، وحدّها فيهما تحرك آلته أو زيادته ....اهـ".

(الدرالمختار، فصل في المحرمات: ۳۳/۳، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۴۸۱/۱، ۴۸۲، غفاريه كوئٹه)

(وخلاصة الفتاوىٰ، كتاب النكاح، الفصل الثالث في حرمة المصاهرة: ۸/۲، ۹، رشيديه)

(۳) "في البزازية: المتاركة في الفاسد بعد الدخول لاتكون إلا بالقول إن كانت مدخولاً بها......... وكتركتك أو خليت سبيلك .... وقال أيضاً: اذهبي وتزوجي، كان متاركةً، والطلاق فيه متاركة". (الدر المختار مع رد المحتار، مطلب في النكاح الفاسد، باب المهر: ۱۳۳/۳، كتاب النكاح،سعيد)

بغیر شہوت چہرہ ٹٹول کر پہچاننے سے حرمتِ مصاہرت نہیں

سوال[۵۲۸۵]: کوئی شخص رات کو اپنی بیوی کو جگانے کے لئے اٹھا، بیوی کے بستر پر لڑکی بھی سوئی ہوئی تھی، جس کی عمر نو دس برس تھی یعنی نابالغ تھی، پہچان کرنے کے لئے دونوں کے چہروں کو ٹٹول کر دیکھتا رہا، آخر پہچان کر بیوی کو جگالیا۔ سوال یہ ہے کہ لڑکی کو ٹٹولنے کی وجہ سے کیا اس شخص کی بیوی اس کے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر لڑکی کے چہرے پر ہاتھ ڈالا اور فوراً ہٹالیا کہ یہ تو لڑکی ہے بیوی نہیں، تو اس صورت میں بیوی حرام نہیں ہوگی (۱)، اگر پہلے سے شہوت موجود ہو اور ہاتھ لگانے سے شہوت میں اضافہ ہو، یا شہوت پہلے سے نہیں تھی ہاتھ لگانے سے شہوت ہو، تب حرمت مصاہرت ہوتی ہے (۲)، وہ بھی جب کہ لڑکی بالغہ ہو یا بلوغ کے قریب ہو (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود، غفرلہ دار العلوم دیوبند، ۲۵/ ۸/ ۱۳۹۹ھ۔

دوسرے کا خون دینے سے کوئی رشتہ قائم نہیں ہوتا

سوال[۵۲۸۶]: ایک مسلمان دوسرے مسلمان مرد یا عورت کو خون دے، تو ان دونوں کے درمیان رشتہ کس طرح ہوجاتا ہے، یعنی مرد کا خون مرد کو دیا جائے، تو کیا دونوں خون کے رشتہ سے بھائی ہوجاتے ہیں، یا مرد کا خون عورت کو دیں تو دونوں بھائی بہن ہوجاتے ہیں اور کیا دونوں کا نکاح جائز ہوتا ہے؟

---

(۱) "(و في المس لا) تحرم (مالم تعلم الشهوة)". (الدرالمختار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۳۶، سعيد)

(۲) "والعبرة للشهوة عند المس والنظر، لا بعدهما، وحدّها فيهما تحرك آلته أو زيادته ....اهـ". (الدرالمختار، فصل في المحرمات: ۳/ ۳۳، كتاب النكاح، سعيد)

(۳) "(أما غيرها) يعني: الميتة صغيرة لم تشته (فلا) تثبت الحرمة بها أصلاً". (الدرالمختار). قال العلامة ابن عابدين: "(قوله: مشتهاة) سيأتي تعريفها بأنها بنت تسع فأكثر .... اهـ". (ردالمحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/ ۳۴، سعيد)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اسکی وجہ سے ان میں کوئی رشتہ قائم نہیں ہوتا، جیسے پہلے تھے ویسے ہی رہیں گے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۸/۹۳ھ۔

اندیشۂ مصاہرت والی نکاح میں شرکت

سوال[۵۶۸۷]: زید جوڈاکٹر اور حکمت کرتا ہے اور ہندہ جودائی کا کام کرتی ہے اور ڈاکٹر مذکور کی اس میں مدد کرتی ہے، جس کی وجہ سے دونوں میں کافی اختلاط ہوتا رہتا ہے۔ ہندہ کی ایک جوان لڑکی ہے اور ہندہ ان کا نکاح زید سے کرنا چاہتی ہے۔ایک صاحب جومحتاط ہیں وہ اس نکاح میں شرکت نہیں کرنا چاہتے ہیں، لیکن ان دونوں کا کہنا کہ ہم بُرائی سے بالکل بَری ہیں۔سوال یہ ہے کہ اگر دونوں سے حلف لیکر شرکت کرلیں تو کوئی حرج نہیں ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

علاج ودوا میں مدد کرنے کی بناء پر جو اختلاط ہوتا ہے، اس کو ناجائز تعلق پر محمول کر کے متہم کرنا جائز نہیں۔اور جبکہ براءت پر وہ حلف بھی کرتے ہیں تو شرعاً اس کے نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا، اور اس میں

---

(۱) "لا تثبت المصاهرة بإدخال الدم؛ لأن حرمة المصاهرة تثبت بثلاثة أشياء: بالنكاح الصحيح أو بالزنا أو بدواعيه، و إدخال الدم ليس من هذه الثلاثة".......... "وأما الذي يوجب حرمة المصاهرة فهو أربعة أمور: أحدها العقد الصحيح. ثانيها: الوطء، سواء كان بعقد صحيح أو فاسد، أو زنا. ثالثها: المس. رابعها: نظر الرجل إلى داخل فرج المرأة، و نظر المرأة إلى ذكر الرجل، الخ". (كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب النكاح، مبحث فيماتثبت به حرمة المصاهرة: ۵۸/۴، دار الفكر بيروت)

"إذا وطيء الرجل إمرأة بنكاح أو ملك أو فجور، حرمت عليه .... وكما تثبت هذه الحرمة بالوطء، تثبت بالمس والتقبيل والنظرإلى الفرج بشهوة، سواء كان بنكاح أو ملك أو فجور". (المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل الثالث عشر في بيان أسباب التحريم: ۱۸۲/۳، مكتبه غفاريه كوئٹه)

شرکت ممنوع نہیں (۱)، اگرچہ مواقعِ تہمت سے بچنا بھی لازم ہے، لہذا اعلاج حدود کے اندر رہ کر کریں تاکہ بدگمانی کا موقع بھی نہ رہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۲/۱۷ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا بأربعة شهداء، فاجلدوهم ثمٰنین جلدةً ولاتقبلوا لهم شهادةً أبداً، وأولئک هم الفسقون﴾ (سورة النور: ۴)

قال العلامه الالوسیؒ: "شروع فی بیان حکم من نسب الزنا إلی غیره ...... قرینة علی المراد بناءً علی العلم بأنه لاشئ یتوقف ثبوت بالشهاده علی شهادة أربعة إلا الزنا". (روح المعانی، سورة النور: ۱۸/۸۸، دارإحیاء التراث العربی بیروت)

(۲) "اتقوا مواضع التهم". (کشف الخفاء ۱/۴۵، مؤسسة الرسالة بیروت)

الفصل الرابع في المحرمات بالجمع

(محرمات کوایک نکاح میں جمع کرنے کا بیان)

پھوپھی، بھتیجی کا ایک شخص کے نکاح میں جمع ہونا

سوال[۵۲۸۸]: زید نے اپنی حقیقی بہن ہندہ کا نکاح عمر کے ساتھ کردیا تھا، بہن مذکورہ حیات ہے اور نکاح میں ہے، اب زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بھی عمر کے ساتھ کردیا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں؟ ماجد کہتا ہے کہ ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔

الجواب حامداًومصلیاً:

ماجد ٹھیک کہتا ہے کہ یہ نکاح ہرگز جائز نہیں، فوراً اپنی لڑکی کو اس سے علیحدہ کردے ورنہ یہ نکاح کے نام پر حرام کاری ہوگی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۵/ ۸/ ۸۹ھ۔

---

(۱) "ولا يجمع بين المرأة و عمتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها، لقوله عليه السلام: "لاتنكح المرأة على عمتها و لا على خالتها و لا على ابنة أخيها و لا على ابنة أختها." الخ". (الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/ ۳۰۸، ۳۰۹، مكتبه شركة علمية ملتان)

(ونصب الرايه لأحاديث الهداية للزيلعي، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/ ۱۶۹، المكتبة المكية بيروت)

(الحديث رواه البخاري في صحيحه في كتاب النكاح، بابٌ: لا تنكح المرأة على عمتها: ۲/ ۷۶۶، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/ ۴۳۰، دار الكتب العلمية، بيروت)

خالہ، بھانجی ایک نکاح میں جمع کرنا

سوال[۵۶۸۹]: عرصہ آٹھ سال ہوا کہ میرے شوہر نے میری حقیقی بھانجی سے جو کہ بیوہ ہے نکاح کرلیا ہے، سب ایک ہی ساتھ رہتے تھے۔ جب وہ ایک مرتبہ گھر میں آئے تو میں نے پردہ کرلیا۔ اب میں بہت سخت پریشان ہوں، کیا کروں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالہ بھانجی کا ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے، تو آپ کی بھانجی سے آپ کے شوہر نے جو نکاح کرلیا ہے وہ شرعی نکاح نہیں، بلکہ نکاح کے نام پر زنا ہے، حرام کاری ہے(۱)۔ تاہم آپ کا نکاح فسخ نہیں ہوا، آپ کو اپنے شوہر سے پردہ نہیں کرنا چاہئے، اپنی غلطی کے وہ خود ذمہ دار ہیں، ان کی غلطی میں ان کا ساتھ ہرگز نہ دیں، اور حقوقِ زوجیت اپنی طرف سے پوری طرح ادا کریں۔ حق تعالیٰ سے شوہر کے لئے دعاء کریں، اللہ پاک ان کی اصلاح فرمائے اور آپ کی پریشانی دور کرے، اور سکون عطا فرمائے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیوی کے ہوتے ہوئے اس کی بہن سے نکاح

سوال[۵۶۹۰]: ا...... زید صاحبِ اولاد ہے، اس نے دوسری شادی کرنے کا بیوی سے اظہار کیا، بیوی نے کہا، اگر آپ شادی کرنا چاہتے ہیں تو میری چھوٹی بہن سے ہی کریں، آخر کار زید نے نکاح کرلیا۔ اب

---

(۱) "ولا یجمع بین المرأة و عمتها أو خالتها أو ابنة أخیها أو ابنة أختها، لقوله علیه السلام: "لا تنكح المرأة علی عمتها و لا علی خالتها و لا علی ابنة أخیها و لا علی ابنة أختها". الخ". (الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳۰۸/۲، ۳۰۹، متكبه شركة علمية ملتان)

(وكذا في نصب الرايه لأحاديث الهداية للزيلعي، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۱۶۹/۳، المكتبة المكية بيروت)

(والحديث رواه البخاري في كتاب النكاح، باب لا تنكح المرأة على عمتها: ۷۶۶/۲، قديمي)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳۳۰/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

لوگوں نے اس نکاح کو ناجائز کہنا شروع کردیا، ایک قاضی صاحب سے معلوم کیا، انہوں نے بھی ناجائز کہا۔ آیا یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

۲......نکاح کرنے سے سالی زوجیت میں آگئی یا نہیں؟

۳......نصفِ مہر واجب ہوگا یا نہیں؟

۴......اگر جماع کرلیا ہے تو پہلی بیوی نکاح میں باقی ہے یا نکاح فسخ ہوگیا؟

۵......جماع کے بعد دونوں میں سے اول کو رکھ سکتا ہے یا ثانی کو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......بیوی کی بہن سے نکاح حرام ہے (۱)۔ ہاں! اگر بیوی مرجائے یا اس کو طلاق دیدے اور عدت گزرجائے تو اس کی بہن سے نکاح ہوسکتا ہے (۲)۔

۲......وہ زوجیت میں نہیں آئی (۳)۔

۳......کچھ بھی واجب نہ ہوگا، علیحدگی واجب ہوگی، ہرگز دونوں تنہائی میں جمع نہ ہونے پائیں (۴)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿حرمت علیکم .... وأن تجمعوا بین الأختین﴾. (سورة النساء: ۲۳)

(۲) (راجع، ص: ۴۲۸، رقم الحاشیة: ۱)

(۳) "(و) حرم (الجمع) بین المحارم (نکاحاً) ......(وعدةً و لو من طلاق بائن)". (الدرالمختار). "ولا فیما إذا تزوجهما علی التعاقب وکان نکاح الأولی صحیحاً، فإن نکاح الثانیة والحالة هذه باطل قطعاً".

(رد المحتار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳۸/۳، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۷۷، ۲۷۸، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم الرابع، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۱۸۰/۳، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، رشیدیه)

(۴) "ویجب علیه أن یفارقها ولو علم القاضی بذلک، یفرق بینهما. فإن فارقها قبل الدخول، لایثبت شیء من الأحکام". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۷۷، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم الرابع، رشیدیه)

"ویفرق بینه و بین الأخری، ولاشیء لها؛ لأنه ظهر أنها المتأخرة، فیکون نکاحها باطلاً، وقد مر أن الباطل لا یجب فیه المهر إلا بالدخول". (رد المحتار: ۴۳/۳، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، سعید)

۴......سالی سے جماع کرنا حرام ہے، مگر اس سے اس کا پہلا نکاح فسخ نہیں ہوا۔

۵......اول تو پہلے ہی سے نکاح میں ہے، دوسری کو فوراً الگ کردے، پھر اگر پہلی کو طلاق دیدے گا اور عدت گزر جائے گی تو دوسری سے نکاح کی اجازت ہو سکے گی (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۱۵/۴/۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔

ایضاً

سوال[۵۶۹۱]: زید نے ہندہ سے شادی کی، مگر چند دنوں کے بعد اس نے ہندہ کی حقیقی بہن سے شادی کرلی جب کہ ہندہ اس کے نکاح میں پہلے سے موجود تھی۔ تو دریافت طلب یہ ہے کہ نکاحِ ثانی درست ہوا یا نہیں؟ اگر درست نہیں ہوا تو پہلی بیوی پر اس کا کچھ اثر پڑے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں رکھنا حرام ہے، لقوله تعالى: ﴿وأن تجمعوا بين الأختين﴾ الآية (۲)۔

---

(۱) "فتحريم المنكوحة بالطلاق والخلع والردة مع انقضاء العدة". (رد المحتار: ۳/۴۰، كتاب النكاح، فصل في المحرمات، سعيد)

"ولايجوز أن يتزوج أخت معتدته، سواء كانت العدة عن طلاق رجعي أو بائن أو ثلاث، الخ".

(الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۲۷۹، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الرابع، رشيديه)

"يحرم على الرجل .... الجمع بين الأختين نكاحاً، ولو في عدة من بائن أو رجعي .... حتى يحرم الأخرى (أو رجعي) .... أما لو ماتت المرأة، فتزوج بأختها بعد يوم، جاز .... (الأخرى) فإن كانت منكوحةً، فحرمتها بالطلاق أو الخلع أو الردة مع انقضاء العدة". (مجمع الأنهر: ۱/۴۷۵، ۴۷۹، كتاب النكاح، غفاريه كوئٹه)

(۲) (سورة النساء: ۲۳)

"ويحرم الجمع بين الأختين نكاحاً". (مجمع الأنهر، باب المحرمات، كتاب النكاح: ۱/۳۲۴، دار إحياء التراث بيروت)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۲/۳۰۸، مكتبه شركة علميه ملتان)

صورتِ مسئولہ میں دوسرا نکاح باطل ہوا:" ولو تزوج أختين في عقدين و لم تعلم الأولىٰ ....
إذلو علمت، لبطل نكاح الثانية". سكب الأنهر: ۱/۳۲۵(۱)۔

زید پر لازم ہے کہ فوراً دوسری عورت سے علیحدگی اختیار کر کے صدقِ دل سے توبہ واستغفار کرے۔اگر دوسری عورت سے زید نے مجامعت کر لی تو ہندہ سے اس وقت تک علیحدہ رہے جب تک دوسری عورت کو ایک حیض نہ گزر جائے:" ولو زنى بإحدى الأختين لايقرب الأخرى، حتى تحيض الأخرىٰ بحيضة".
مجمع الأنهر: ۱/۳۲۵(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیو بند، ۲/۶/۸۸ھ۔

مفلوج بیوی کی بہن سے نکاح

سوال[۵۲۹۲]: زید کی زوجہ ایک مدتِ دراز سے بعارضۂ فالج بیمار ہوگئی، گھر کا کوئی کام نہیں ہوسکتا، اس سے زید کو از حد مشکل ہوگئی، ایسے مشکل وقت میں زید کی سالی گھر کا کام چلاتی رہی، اس پر مشکل یہ پڑی کہ اس سالی سے ناجائز تعلق ہوگیا، اب یہ سالی زید کے گھر رہا کرتی ہے۔ایسے وقت پہلی بیوی کو طلاق دینے کی سوچ رہا ہے اور وہ طلاق لینے کو ناپسند کرتی ہے اور اپنی بہن سے نکاح کر لینے سے رضامند ہے۔

فی الحال زید نے یہ تجویز کیا کہ پہلی عورت جو کسی کام کے قابل نہیں رہی، اس کا مہر اور رہائش کا جدا مکان اور نفقہ وغیرہ کی پوری صورت دے کر بغیر طلاق دیئے اس کی بہن سے نکاح کرنے کا ارادہ ہے۔شریعتِ

---

(۱) (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۹، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۲۱۴، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، ۳/۱۷۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في الجمع في اللفظ: عليك اليمين: ۳/۴۴۱، دار الكتب العلمية بيروت)

مطہرہ میں کوئی صورت ہوتو زید کی زندگی کی کوئی امید ہوگی، ورنہ زندگی سے ہاتھ دھونے کا مسلّم خیال ہے۔

یکم/ ربیع الاول/ ۵۷ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب تک ایک بہن نکاح میں ہے، دوسری بہن سے نکاح قطعاً حرام ہے، بلکہ اگر اس کو طلاق دے دی جائے تب بھی جب تک عدت نہ گزر جائے اس کی بہن سے نکاح جائز نہیں: قال اللہ تعالیٰ ﴿وأن تجمعوا بين الأختين﴾ الآية(۱)۔ "وحرم الجمع بين المحارم نكاحاً: أي عقداً صحيحاً و عدة ولو من طلاق بائن، اهـ". درمختار: ۲/۴۳۸(۲)۔

زندگی سے ہاتھ دھونا کچھ آسان کام نہیں، دنیا اور آخرت دونوں منزلیں نہایت کٹھن ہیں، حرام موت کا انجام زید کو خود سوچ لینا چاہئے، اگر ناواقف ہوتو کسی عالم سے دریافت کرلے۔ زید زندگی سے ہاتھ دھوتا ہے اس لئے کہ جو شی اللہ تعالیٰ نے حرام فرمادی ہے وہ اس کے لئے حلال کیوں نہیں، غور وفکر کرے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا، اور یہ ضد خداوند تعالیٰ کا قانونِ عام توڑنے کی ضد ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ۳/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ربیع الاول/ ۵۷ھ۔

بیوی کی بھانجی سے نکاح

سوال[۵۲۹۳]: اپنی بیوی کی بہن کی لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) (سورة النساء: ۲۳)

"ويحرم الجمع بين الأختين نكاحاً". (مجمع الأنهر، باب المحرمات، كتاب النكاح: ۱/۳۲۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(و كذا في الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۲/۳۰۸، مكتبه شركة علميه ملتان)

(۲) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۳۸، سعيد)

(و كذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/۱۸، دار المعرفة، بيروت)

(و كذا في البحر الرائق كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۶۸، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

بیوی مرجائے، یا اس کو طلاق دیکر عدت ختم ہوجائے تو بیوی کی بہن کی لڑکی سے نکاح درست ہوگا (۱)، خالہ بھانجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایک عورت سے نکاح کے بعد اس کی بیٹی سے نکاح کرنا

سوال [۵۶۹۴]: زیب النساء بیوہ سے شرف الدین نے نکاح کیا، ابھی صحبت نہیں ہوئی تھی کہ بیوی نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح شرف الدین سے کردیا جس پر برادری میں شور مچ گیا۔ یہ بات بالکل سچی ہے کہ ابھی خلوت پہلی بیوی زیب النساء سے نہیں ہوئی۔ تو اب کونسا نکاح درست ہے؟

---

(۱) "لو ماتت الزوجة .... فلزوجها التزوجُ بأختها يوم الموت". (سكب الأنهر على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۱/۳۲۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

"(قوله: لم يجز له أن يتزوج بأختها) حتى تنقضي عدتها، الخ". (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/۲۲۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم الرابع بين ذوات الأرحام: ۱/۲۷۹، رشيديه)

"كذا لا يجوز أن يتزوج واحدةً من ذوات الأرحام التي لا يجوز الجمع بين اثنتين منهن" (الفتاوى العالمكيرية، المصدر السابق)

(۲) "ولا يجمع بين المرأة و عمتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها، لقوله عليه السلام: "لا تنكح المرأة على عمتها ولا على خالتها". (الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۳۰۸، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۴۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(والحديث رواه البخاري في صحيحه في كتاب النكاح، بابٌ: لا تنكح المرأة على عمتها: ۲/۷۶۶، قديمی)

(والزيلعي في نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/۱۶۹، المكتبة المكية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ماں اور بیٹی کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے(۱)،لہٰذا جب زیب النساء سے نکاح ہو چکا ہے تو اس کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں ہوا،مگر چونکہ ابھی زیب النساء سے صحبت اور تنہائی کی نوبت نہیں آئی،اس لئے اس کو اگر اس حالت میں طلاق دیدے گا تو اس کی لڑکی سے نکاح کی اجازت ہوجائے گی،لیکن یہ نکاح کافی نہیں ہوگا، دوبارہ نکاح کرنا پڑے گا۔ پھر زیب النساء ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی،خواہ اس کی لڑکی سے صحبت ہو یا نہ ہو۔ اگر زیب النساء سے صحبت وغیرہ ہوگی یا ہوجائے تو اس کی وجہ سے بھی اس کی لڑکی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجائے گی (۲)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۵/۱/۲۴ھ۔

سالی کی لڑکی سے نکاح

سوال[۵۶۹۵]: سالی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وحرم الجمع بين امرأتين أيتهما فرضت ذكراً، لم تحل للأخرى أبداً، فجاز الجمع بين امرأة و بنت زوجها، الخ". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات : ۳۸/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات : ۱۷۲/۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات : ۴۶۷/۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "أيما رجل نكح امرأةً، فدخل بها، فلا يحل له نكاح ابنتها. فإن لم يكن دخل بها، فلينكح ابنتها. وأيما رجل نكح امرأةً، فدخل بها أو لم يدخل، فلا يحل له نكاح أمها" .... قالوا: إذا تزوج الرجل امرأةً، ثم طلقها قبل أن يدخل بها، حل له أن ينكح ابنتها. وإذا تزوج الرجل الابنة فطلقها قبل أن يدخل بها، لم يحل له نكاح أمها، لقول الله تعالىٰ: ﴿وأمهات نسائكم﴾". (جامع الترمذي، كتاب النكاح، باب ما جاء في من يتزوج المرأة ثم يطلقها قبل أن يدخل بها، هل يتزوج ابنتها أم لا: ۲۱۲/۱، سعيد)

(والسنن الكبرى للبيهقي، كتاب النكاح، باب ما جاء في قول الله تعالىٰ: ﴿وأمهات نسائكم و ربائبكم الّتي في حجوركم﴾: ۱۶۰/۷، نشر السنة، ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالمصاهرة: ۴۱۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس رشتہ کی وجہ سے نکاح حرام نہیں ہوتا (۱)، جمع حرام ہے (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

سوتیلی سالی سے نکاح

سوال [۵۶۹۶]: میری شادی کو ۲۲/ برس ہوگئے، کوئی اولاد نہیں ہوئی، اب میری بیوی کی خواہش ہے کہ میں اپنی سوتیلی سالی سے نکاح کروں۔ کیا سوتیلی سالی سے نکاح درست ہے جب کہ میری بیوی موجود ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

دو بہنوں کو ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں، بالکل حرام ہے، دونوں بہنیں حقیقی ہوں یا سوتیلی

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴)

"أي ما عدا من ذُكرن من المحارم، هن لک حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۵/۲، دار الفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲/۶۶، حافظ كتب خانه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۳/۱۴۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "ولا يجمع بين المرأة و عمتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها، لقوله عليه السلام: "لا تنكح المرأة على عمتها، ولا على خالتها". الخ. (الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۳۰۸، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۴۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(والحديث رواه الإمام البخاري في صحيحه في كتاب النكاح، بابٌ: لا تنكح المرأة على عمتها: ۲/۷۶۶، قديمى)

(والزيلعي في نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/۱۶۹، المكتبة المكية بيروت)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/۴۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

سب کا یہی حکم ہے۔ یہ خدا کا حکم ہے، بیوی کی خوشی یا ناخوشی کو اس میں کوئی دخل نہیں، خدا کی حرام کی ہوئی چیز بیوی کے کہنے سے حلال نہیں ہوگی (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۴/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

علاتی سالی سے نکاح

سوال [۵۲۹۷]: زید نے زبیدہ سے نکاح کیا جس سے چند لڑکے بھی پیدا ہوئے، بعدہ زید نے زبیدہ کی حیات میں زبیدہ کو طلاق دیئے بغیر اس کی علاتی بہن خدیجہ سے شادی کرلی۔ خدیجہ کے والدین اور گاؤں والوں نے بہت سمجھایا، لیکن خدیجہ اور کہیں نکاح کے لئے آمادہ نہیں ہوئی، نہ زید زبیدہ کو طلاق دینے کو تیار ہوا، زبیدہ بھی طلاق لینے پر آمادہ نہ ہوئی۔ ایسی صورت میں خدیجہ کا نکاح زید سے درست ہوا یا نہیں؟ کیا ان لوگوں سے قطعِ تعلق ضروری ہے، اگر نہ کیا جائے تو کیسا ہے؟ زید کی کمائی زبیدہ اور ان کے خسر اور سالے وغیرہ کو کھانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح حرام ہے (۲)، لوگوں کو چاہیے کہ زید اور خدیجہ کے درمیان تفریق کرادیں (۳)، اگر وہ نہ

---

(۱) "والجمع بین الأختین نکاحاً .... فلقوله تعالیٰ: ﴿وأن تجمعوا بین الأختین﴾ (النساء: ۲۳)

"وأما الثاني فللحدیث: "من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر، فلا یجمعنّ ماءہ في رحم أختین"

.... و تفرع علی عدم الفرق بین الأختین نسباً و رضاعاً، الخ". (البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل في المحرمات: ۱۶۸/۳، رشیدیه)

(وکذا في بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في الجمع في اللفظ بملک الیمین: ۴۴۰/۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا في مجمع الأنهر، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۳۲۴/۱، دار إحیاء التراث العربي بیروت)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وأن تجمعوا بین الأختین إلا ما قد سلف﴾ (سورة النساء: ۲۳)

"عن أم حبیبة أنها قالت: یا رسول اللہ! هل لک في أختي؟ قال: "فأصنع ما ذا"؟ قالت: تزوجها، قال: "فإن ذلک أحب إلیک"؟ قالت: نعم لست لک بمخلیة وأحب من یشرکني في خیر =

مانیں تو ان سے قطعِ تعلق کردیں، یہاں تک کہ وہ تنگ آ کر توبہ کرلیں اور حرام سے کنارہ کش ہوجائیں، جب تک وہ اس حرام کاری سے باز نہ آئیں ان سے میل جول نہیں رکھنا چاہئے (۱)، خسر اور سالے وغیرہ کو خصوصیت سے اس معاملہ میں زور ڈالنے کی ضرورت ہے، یہ لوگ لین دین بالکل بند کردیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

ربیب کی ماں کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح

سوال[۵۶۹۸]: ایک شخص نے اپنی بھاوج سے نکاح کیا، اس کے ایک بچہ بھائی کا دودھ پی رہا تھا، جب یہ بچہ جوان ہوگیا تو اس کی شادی کردی، اس لڑکے نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی، تو پھر چچا نے اس کی بیوی

= أختي قال: "إنها لا تحل لي" قالت: فإنه قد بلغني أنك تخطب درة بنت أم سلمة، قال: "بنت أبي سلمة"؟ قالت: نعم، قال: "والله! لو لم تكن ربيبتي ما حلت لي أنها لابنة أخي من الرضاعة، فلا تعرضنّ عليّ بناتكن و لا أخواتكن الجمع". (سنن النسائي، كتاب النكاح، باب تحريم الجمع بين الأختين: ۲/۸۰، قديمي)

"أما الكتاب، فقوله عزوجل: ﴿وأن تجمعوا بين الأختين﴾ والجمع بينهما في الوطي جمع، فيكون حراماً. وأما السنة، فما روى عن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم أنه قال: "من كان يؤمن بالله واليوم الآخر، فلا يجمعنّ ماء ه في رحم أختين، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في الجمع في اللفظ بملك اليمين: ۳/۴۴۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۳) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما". (الدرالمختار، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۳/۱۳۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/۳۳۰، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳/۲۴۸، غفاريه كوئٹه)

(۱) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالى، فيجوز فوق ذلك ..... فإن هجرة أهل الهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع الخ، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد والتدابر: ۲۲/۱۳۷، مطبعه خيريه بيروت)

سے بھی نکاح کرلیا، تو یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ لڑکے کی ماں اس کے نکاح میں موجود ہے۔ لوگ اس کو زنا کہتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی دوعورتوں کو نکاح میں جمع کرنا ناجائز ہے کہ دونوں میں سے جس کو بھی مرد فرض کیا جائے تو اس کا نکاح دوسری سے ناجائز ہو، یہاں یہ صورت ہے کہ اگر اپنی پہلی منکوحہ کو یہ شخص مرد فرض کرے تو اس کا نکاح لڑکے کی بیوی سے ناجائز ہوگا، کیونکہ وہ اس کے بیٹے کی بیوی ہوگی اور قرآن کریم میں ہے: ﴿وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم﴾ (۱)۔ اگر اس لڑکے کی بیوی کو مرد فرض کریں تو اس کا نکاح اس پہلی منکوحہ سے ناجائز نہیں ہوگا، کیونکہ کوئی حرمت کا رشتہ نہیں، ربیب کی بیوی سے نکاح جائز ہے:

"ولا تحرم زوجة الربيب ولا زوجة الراب، اهـ". (۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "وحرمة الجمع بين امرأتين أيتهما فرضت ذكراً لم تحل للأخرى أبداً، فجاز الجمع بين امرأة وبنت زوجها أو امرأة ابنها أو أمة؛ لأنه لو فرضت المرأة أو مرأة الابن ذكراً، لم يحرم بخلاف عكسه، اهـ". درمختار: ۲/۲۹٤ (۳)۔

(۱) (سورة النساء: ۲۳)

"وأما الفرقة الثالثة، فحليلة الابن من الصلب وابن الابن وابن البنت وإن سفل، فتحرم على الرجل حليلة ابنه من صلبه بالنص، وهو قوله عزوجل: ﴿وحلائل أبنائكم الذين من أصلابكم﴾". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في الفرقة الثالثة من المحرمات: ۳/۴۱۹، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱٦۷، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴٦۲، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (رد المحتار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۳۱، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱٦۷، ۱٦۸ رشيديه)

(۳) (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۳۸، ۳۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۳/۱۷۲، ۱۷۳، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۴٦۷، ۴٦۸ دار الكتب العلمية بيروت)

پس اس نکاح کو زنا کہنا غلط ہے، کیونکہ یہ نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۳/۹۱ھ۔

غلط طریقہ پر پیدا شدہ لڑکی اور علاتی سالی کی لڑکی سے نکاح

سوال[۵۶۹۹]: ﴿أن تجمعوا بين الأختين﴾(۱) کی زوجۂ ثانیہ کی اولاد سے انجان صورتِ حال یا جانکاری کی حالت میں ان کے اغیار سے جن کو ان کے رشتہ سے کوئی واسطہ نہیں، ایسی لڑکی سے ایک مومن کا عقد ومناکحت جائز ہے یا نہیں؟ باپ شریک سالی کی اولاد سے یعنی اس قسم کی سارھو کی بیٹی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی لڑکی غلط طریقہ پر پیدا ہوئی تو اس سے عقد نکاح حرام نہیں، جب کہ اس سے حرمت کا کوئی رشتہ نہ ہوا، جب تک بیوی نکاح میں رہے اس کی سوتیلی بہن کی لڑکی سے نکاح جائز نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند ۴/۱۲/۹۲ھ۔

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿وأحل لكم ما وراء ذلكم﴾ (النساء: ۲۴)

"أي ما عدا من ذُكرن من المحارم، هن لكم حلال". (تفسير ابن كثير: ۱/۴۷۴، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في التفسير المنير: ۶/۵، دارالفكر بيروت)

(وكذا في التفسير المظهري: ۲/۶۶، حافظ كتب خانه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في المحرمات بالقرابة: ۳/۴۱۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "و لا يجمع بين المرأة و عمتها أو خالتها أو ابنة أخيها أو ابنة أختها، لقوله عليه السلام: "لا تنكح المرأة على عمتها، ولا على خالتها". الخ. (الهداية، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲/۳۰۸، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في نصب الراية لأحاديث الهداية، كتاب النكاح، فصل في بيان المحرمات: ۳/۱۶۹، المكتبة المكية بيروت) .... =

بیوی کے لاپتہ ہونے سے موت کا حکم اور اس کی بہن سے نکاح

سوال[۵۷۰۰]: ایک شخص کی بیوی کو پاگل ہوئے تقریباً سات آٹھ سال ہو چکے، اب سے دس ماہ پہلے گھر سے نکل گئی، گھر سے نکلنے کے دو ہفتہ بعد تک کچھ اس طرح پتہ چلتا رہا کہ کل یہاں تھی آج وہاں تھی، مگر تلاش کرنے پر وہ کہیں نہ مل سکی، اس کے بعد سے اب بالکل لاپتہ ہے، نہ معلوم کہ وہ زندہ ہے یا مر چکی ہے۔ شروع میں پتہ دینے والے کا کہنا یہ ہے کہ وہ بیماری کی حالت میں تھی اور حالت نازک تھی، اب اس کا شوہر اس کی بہن سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا وہ اپنی پہلی بیوی کو مُردہ تصور کر کے دوسری بہن سے نکاح کر سکتا ہے؟ اگر نہیں کر سکتا ہے تو اگر اس کو طلاق دیکر دوسری بہن سے نکاح کرنا چاہے تو اس صورت میں مطلقہ کے لیے عدت ہوگی یا نہیں، اگر عدت ہوگی تو کیا ہوگی؟ اور اس عدت کا گزرنا کیسے معلوم ہوگا؟ بیوی کی بہن سے نکاح کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پہلی بیوی سے تین بچے ہیں جس کی وجہ سے بچوں کی پرورش اچھی طرح ہو جانے کی امید ہے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر اس کی موت وحیات کی تحقیق نہیں تو اس کو ابھی مُردہ تصور نہیں کیا جائے گا(۱) اس کو طلاق دیدے، پھر عدت تین ماہواری کا انتظار کر کے اس کی بہن سے نکاح کر لے(۲)، جتنی مدت میں اس کو تین حیض آیا کرتے تھے وہ مدت انتظار کافی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸/۱۱/۹۰ھ۔

= (وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في بيان بعض المحرمات: ۳/۴۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "هو لغةً المعدوم، وشرعاً: غائبٌ لم يُدرَ أحيٌّ هو فيتوقع قدومه، أم ميتٌ أُودِع اللحد البلقع......... وهو في حق نفسه حيٌّ، فلا ينكح عرسه غيره ولا يقسم". (الدرالمختار، كتاب المفقود: ۴/۲۹۲، ۲۹۳، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب المفقود، ۱/۷۱۲، ۷۱۳، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذافي الهداية، كتاب المفقود، ۲/۶۲۰، ۶۲۲، شركة علميه ملتان)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (البقرة: ۲۳۴)

وقال الله تعالىٰ: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثه قروء﴾ (البقرة: ۲۸۷)

"عدة الحرة المدخول التي تحيض للطلاق أو الفسخ ثلاثةُ قروء: أي حيض، لقوله تعالى: ﴿والمطلقات يتربصن بأنفسهن ثلاثه قروء﴾. (مجمع الأنهر، باب العدة: ۱/۴۶۳، دار إحياء التراث بيروت)

الفصل الخامس فی المحرمات بالشرک

(غیر مسلموں سے نکاح کا بیان)

غیر مسلم سے نکاح

سوال[۱۰۷ ۵]: ایک غیر مسلم شخص نے ایک مسلم عورت سے نکاح کر رکھا تھا اور اپنا نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھ رکھا تھا۔ اس عورت کے کوئی اولاد نہیں ہوتی، تو وہ ایک روز میرے پاس آ کر کہنے لگی کہ تم اپنی لڑکی کی شادی میرے خاوند سے کردو، چنانچہ میں نے اس عورت کا اعتبار کر کے لڑکی کی شادی اس شخص سے کردی، تحقیق کے بعد پتہ چلا کہ وہ غیر مسلم ہے۔ لڑکی صرف دو یوم اس کے پاس رہی، اس کے بعد وہاں نہیں گئی۔ اب وہ شخص چار سال سے لاپتہ ہے، تلاش کے بعد بھی اس کا کچھ پتہ نہیں چلا کہ کہاں ہے۔ شرعی حکم سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نے وہاں کفر وشرک دیکھا، مثلاً یہ کہ بت کو سجدہ کیا گیا تو شرعاً یہ نکاح ہی منعقد نہیں ہوا(۱)۔

---

(۱) "ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمةً، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۳/۴۶۵، دار الكتب العلمية بيروت)

"وكمالو سجد لصنم أو وضع مصحفاً في قاذورة، فإنه يكفر وإن كان مصدقاً". (رد المحتار، باب المرتد: ۴/۲۲۲، سعيد)

قال الله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾. (البقرة: ۲۲۱)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السابع المحرمات بالشرك: ۱/۲۸۲، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر: ۹/۶۶۵۲، رشيديه)

آپ نے سخت غلطی کی کہ بلا تحقیق اپنی لڑکی کو ایسی جگہ جھونک دیا، اب باقاعدۂ شریعت کے مطابق جانی پہچانی مناسب جگہ اس کا عقد کردیں اور اس عورت کو بھی وہاں سے علیحدہ کرنے کی کوشش کریں جس نے اس نکاح کی سفارش کی تھی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۶/۱۳۹۵ھ۔

مسلم اور غیر مسلم کا نکاح

الاستفتاء [۵۷۰۲]: کافر کی لڑکی اور مسلمان کا لڑکا دونوں کی شادی درست ہے یا نہیں اور اگر مسلمان ہونے سے پہلے دونوں کا نکاح ہوا تو اسلام لانے کے بعد دونوں کا پہلا نکاح کافی ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکا اور لڑکی دونوں مسلمان ہوں تو ان کا نکاح درست ہوگیا، اگر ایک مسلمان اور دوسرا کافر ہو تو ان کا نکاح جائز نہیں (۱)۔ اگر اسلام لانے سے پہلے دونوں کا کفر کی حالت میں نکاح ہوا اور پھر وہ دونوں مسلمان ہوگئے تو ان کا وہی پہلا نکاح کافی ہوگا (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) "ومنها: ألا تكون المرأة مشركةً إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة، لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن﴾ (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في نكاح المشركة: ۴۵۸/۳، دارالكتب العلمية بيروت)

"و منها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمةً، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ: ﴿و لا تنكحوا المشركين حتى يومنوا﴾. [البقرة: ۲۲۱]. (بدائع الصنائع، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة، كتاب النكاح: ۴۶۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ۲۸۲/۱، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر: ۶۶۵۲/۹، رشيديه)

(۲) "أسلم المتزوجان بلا سماع شهود أو في عدة كافر معتقدين ذلك، أقرا عليه؛ لأنا أمرنا بتركهم ومايعتقدون". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب نكاح الكافر: ۱۸۶/۳، سعيد)

غیر مسلم کا قبولِ اسلام اور اس کا نکاح

سوال[۵۷۰۳] :۱...... اگر ہندو قوم کی عورت مسلمان لڑکے پر فدا ہوکر اسلام قبول کرنا چاہتی ہو، اور اس کے اسلام قبول کرنے سے اس کی قوم وقانون کوئی معترض نہ ہو تو اس حالت میں کیا شرع اجازت دیتا ہے کہ اس عورت کو مسلمان کرلیا جائے؟

۲...... اگر مسلمان لڑکے نے نیچ قوم کے ہمراہ رہ کر حرام کھایا ہو، اس کے بعد اپنی حرکت سے نادم ہوکر توبہ کرے تو کیا یہ توبہ کرنا درست ہے، یا پھر سے شرع حکم دیتا ہے کہ دوبارہ مسلمان کیا جائے؟

۳...... اگر ہنود کی عورت مسلمان کے ہمراہ مدت تک رہ چکی ہو اور مدتِ دراز کے بعد اپنی سیاہ کاری سے نادم ہوکر اسلام قبول کرلے اور وہ حاملہ بھی نہ ہو، ایسی صورت میں بعد قبول کرنے اسلام کے لڑکے موصوف کے ہمراہ فوراً نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

۴...... اگر بعد قبولِ اسلام کے خود لڑکے موصوف کے ہمراہ نکاح کیا جائے تو کیا وہ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۵...... اور یہ کامل اندیشہ ہے کہ اگر فوراً نکاح نہ کرادیا جائے تو بعد قبولِ اسلام کے بھی جانبین سے ضرور گناہ سرزد ہوگا، اور لڑکے موصوف کے سوا اس لڑکی کی کہیں رہائش کی امید اور خورد ونوش کا کفیل کوئی نہیں ہوتا ہے۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے بعد قبولِ اسلام کے فوراً نکاح کرادیا جائے تو یہ نکاح شرعاً جائز ہوگا یا نہیں؟

۶...... اگر مسلمان کسی نیچ قوم کو اپنی کسرِ شان سمجھ کر مسلمان کرنے سے انکار کردیں اور وہ اس بات کا شائق ہو تو کیا وہ مسلمان گنہگار رہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اس عورت کو مسلمان کرلیا جائے۔

۲...... حرام کام کرنے سے گناہ ہوتا ہے اور توبہ کرنا گناہ سے فرض ہے (۱) اور گناہ کرنے سے اسلام

= (وكذا في البحر الرائق، باب نكاح الكافر : ۳/ ۳۶۰، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب نكاح الكافر : ۱/ ۳۶۹، دار إحياء التراث العربي، بيروت)

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿يا أيها الذين آمنوا توبوا إلى الله توبةً نصوحاً﴾. (سورة التحريم : ۸) =

سے خارج نہیں ہوتا، لہٰذا دوبارہ مسلمان کرنا یعنی تجدید اسلام کرنا فرض نہیں: ''و لا نکفر مسلماً بذنب من الذنوب وإن کانت کبیرةً إذا لم یستحلها، و لا نزیل عنه اسم الإیمان. اهـ''. شرح فقه أکبر، ص:۷٦ (۱)۔

۳.....اگر عورت کافر ہے تو بغیر اسلام قبول کئے اس سے کسی مسلمان کا نکاح درست نہیں اور جس مسلمان نے اس سے ناجائز تعلق رکھا ہے وہ گنہگار ہے، اس کے ذمہ توبہ ضروری ہے، تجدید اسلام ضروری نہیں: ''لا یصح نکاح عابدة کوکب لا کتاب لها، والمجوسیة والوثنیة، اهـ''. درمختار: ۲/۴٤۸(۲)۔

۴.....اگر وہ ہندو عورت ایسی ہے کہ اس کا کوئی شوہر نہیں تو جب وہ اسلام قبول کرے، فوراً اس سے نکاح درست ہے، اگر اس کا شوہر موجود ہے تو پھر اس کا یہ حکم ہے کہ اگر وہ بھی مسلمان ہوجائے تب تو وہ بدستور اس کی زوجہ ہے، اگر وہ شوہر اسلام قبول کرنے سے انکار کردے تو ان میں تفریق کردی جائے۔ اگر یہ عورت دارالحرب میں ہوتو اسلام قبول کرنے کے وقت سے تین حیض گزار کر اس کا نکاح ختم ہوگا، اگر حاملہ ہوتو وضعِ حمل پر اس کا نکاح ختم ہوگا، اس کے بعد عدت گزار کر نکاح کرنا چاہیے یہی احوط ہے: ''و لو أسلم أحدهما ثمة، لم تبن حتی تحیض ثلاثاً قبل إسلام الآخر. الخ''. در مختار: ۲/٦٠٣(۳)۔

= ''عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه : قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: ''لله أشد فرحاً بتوبة أحدکم من أحدکم بضالته إذا وجدها''. قال النووی تحت هذا الحدیث : ''واتفقوا علی أن التوبة من جمیع المعاصی واجبة. الخ''. (الصحیح لمسلم مع شرحه للنووی، کتاب التوبة: ۲/۳۵۴، قدیمی)

(وکذافی روح المعانی (پ: ۲۷) : ۲۷/۱۵۹، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(۱) (شرح الفقه الأکبر، الکبیرة لا تخرج المؤمن عن الإیمان، ص: ۷۱، قدیمی)

''العصاة من أهل الکبائر لا یخلدون فی النار إذا ماتوا و هم موحّدون''. (شرح العقیدة الطحاویة، ص: ۲۹۱، مکتبه الغرباء)

(۲) (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب المحرمات : ۳/۴۶، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات : ۲/۴۷٦، دارالکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات : ۳/۱۸۱، رشیدیه)

(۳) (الدر المختار، باب نکاح الکافر، مطلب: الصبی والمجنون لیسا بأهل لإیقاع طلاق الخ: =

۵...... ہندوعورت سے بلا اس کے اسلام قبول کئے کسی طرح نکاح درست نہیں ہے، لقولہ تعالیٰ: ﴿ولاتنکحوا المشرکات حتی یؤمن﴾ الایة(۱)۔

۶ ...... جوشخص مسلمان ہونا چاہے اس کومسلمان کرنے سے انکار کرنا اس کے کفر کے ساتھ راضی ہونا ہے، اور کفر سے راضی ہونا کفر ہے، اس کوفوراً مسلمان کرنا ضروری ہے:

"وفي الخلاصة: كافرٌ قال لمسلم: أعرض عليّ الإسلام، فقال: اذهب إلى فلان العالم، كفر؛ لأنه رضي ببقائه على الكفر حين ملازمة العالم و لقائه. وقال أبو الليث: إن بعثه إلى عالم، لا يكفر؛ لأن العالم ربما يحسنه و لا يحسن الجاهل، فلم يكن راضياً بكفره ساعةً، بل كان راضياً بالإسلام أتمَّ و أكملَ. الخ". شرح فقه أكبر، ص:۲۱۸ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمودگنگوہی عفااللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہرعلوم سہارنپور، ۲۶/ ۷/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعیداحمد غفرلہ، مفتی مظاہرالعلوم،　　صحیح: عبداللطیف، مظاہرعلوم۔

= ۱۹۱/۳، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۳۷۰/۳، رشيديه)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح، باب نكاح الكافر: ۲۸۸/۲، إمداديه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، باب نكاح أهل الشرك: ۴۲۱/۳، ۴۲۲، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۱) (سورة البقرة: ۲۲۱)

"منها أن لا تكون المرأة مشركةً إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة، لقوله تعالى: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن﴾. الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في نكاح المشركة: ۴۵۸/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فقه السنة، المحرمات من النساء، زواج المشركة: ۹۳/۲، دار الكتب بشاور)

(۲) (شرح الفقه الأكبر، فصل في الكفر صريحاً وكنايةً، ص:۱۷۷، قديمي)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الثاني في ألفاظ الكفر الخ، الجنس الرابع: ۳۸۶/۴، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، مطلب: موجبات الكفر أنواع، منها مايتعلق بالإيمان: ۲۵۸/۲، رشيديه)

نومسلم جو اپنے اسلام کو مخفی رکھتا ہے اس کا نکاح مسلمان لڑکی سے

سوال[۵۷۰۴]: زید تعلیم یافتہ ہے اور گورنمنٹ سروس میں اعلیٰ عہدہ پر فائز ہے، اس کا کہنا ہے کہ ان کے ہونے والے داماد "رام" نے اسلام قبول کرلیا ہے لیکن خفیہ طور پر، اور سوائے زید کے یہ اسرار اَور کوئی نہیں جانتا اور کچھ مصلحت جائیداد وغیرہ کی بنا پر رام نے اپنا ہندو نام تبدیل نہیں کیا ہے۔ اب زید چاہتا ہے کہ ان کی لڑکی مسلمہ کا نکاح رام سے کردیا جائے۔ اب سوال یہ کہ ایک غیر مسلم اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اپنا پرانا ہندو نام رکھ سکتا ہے؟

رام کے سلسلہ میں یہ بات بھی واضح رہے کہ اس کے مسلمان ہونے کی شہادت صرف ایک ہی آدمی یعنی زید ہی دیتا ہے، اس کے ثبوت میں ان کے پاس نہ تو کوئی تحریری اعلان ہے اور نہ کوئی اَور ثبوت ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح اس کا کفر سب کو معلوم ہے وہ مخفی نہیں ہے، اسی طرح اس کے اسلام کا بھی اعلان ہونا ضروری ہے، خواہ اس طرح کہ وہ مجمع میں اسلام قبول کرے، یا اپنے مسلمان ہوجانے کا اعلان کرے، خواہ اس طرح کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مسجد میں نماز باجماعت ادا کیا کرے (۱)، مسئولہ طریقہ پر اس کے خفیہ اسلام کا سہارا لیکر اس سے مسلمان لڑکی کی شادی نہ کی جائے (۲)۔ اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا نام اسلامی رکھا

---

(۱) "وفي الخامس بهما مع التبري عن كل دين يخالف دين الإسلام، بدائع وآخر كراهية الدرر". (الدرالمختار). "أن اشتراط التبري لإجراء أحكام الإسلام .... ثم إن الذي في البدائع : لو أتى بالشهادتين لا يحكم بإسلامه حتى يتبرأ عن الدين الذي هو عليه. وزاد في المحيط: لايكون مسلما حتى يتبرأ من دينه مع ذلك و يقرّ أنه دخل في الإسلام لأنه يحتمل أنه تبرأ من اليهودية و دخل في النصرانية".

(ردالمحتار، باب المرتد، مبحث في اشتراط التبري مع الإتيان بالشهادتين : ۲۲۷/۴، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع للعلامة الكاساني، كتاب السير، فصل في أحكام المرتدين : ۵۳۱/۹، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق كتاب السير، باب أحكام المرتدين: ۲۱۶/۵، رشيديه)

(۲) "و منها إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمةً، فلا يجوز نكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾. [البقرة : ۲۲۱]. (بدائع الصنائع، فصل في عدم نكاح الكافر =

جائے، پرانا ہندوانہ نام بدل دیا جائے۔ جائیداد وغیرہ کی مصلحت سے اسلام کو مخفی رکھنا اور اپنا پرانا نام باقی رکھنا اور مسلمان لڑکی سے شادی کرلینا خطرناک تلبیس ہے، اس سے بچنا لازم ہے(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳۰/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۲/۸۸ھ۔

دھوکہ دیکر کافر سے نکاح

سوال[۵۰۷۵]: ایک مسلمان شخص نے ایک کافر عورت کو رکھ لیا، پہلے شوہر سے اس کے دولڑکے ہیں جو کافر ہی ہیں، اس مسلمان شخص کے دوست نے ایک غریب مسلمان لڑکی کو دھوکہ دیکر اس سے اس عورت کے کافر لڑکے سے نکاح کرادیا اور لڑکی کو رخصت کردیا، جب لڑکی کو معلوم ہوا کہ اس کا کافر لڑکے سے نکاح کیا گیا ہے تو لڑکی سخت بیزار ہوئی اور اس کافر کے پاس جانے کو تیار نہیں۔ اس صورت میں یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اور جس نے یہ نکاح کیا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

= المسلمة، كتاب النكاح: ۴۲۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ۲۸۲/۱، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر: ۶۶۵۲/۹، رشيديه)

(۱) "عن أبي الدرداء رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إنكم تدعون يوم القيامة بأسمائكم وأسماء آباء كم، فأحسنوا أسمائكم". (سنن أبي داؤد، كتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء: ۳۲۸/۲، إمداديه ملتان)

"وعن ابن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما: "أن بنتاً كانت لعمر يقال لها: عاصية، فسماها رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم جميلةً". رواه مسلم". قال الملا علي القاري تحت هذا الحديث: "ثم رأيت التوربشتي قال: وإنما كان ذلك منه في الجاهلية، فإنهم كانوا يسمّون بالعاص والعاصية ذهاباً إلى معنى الآباء عن قبول النقائص والرضا، فلما جاء الله بالإسلام كره له ذلك" .... قال النووي رحمه الله تعالىٰ: وفيه استحباب تغيير الاسم القبيح كما يستحب تغيير الأسامي المكروهة إلى حسن". (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الأسامي، الفصل الأول: ۵۱۹/۸، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، لڑکی ہرگز اس خبیث کافر کے پاس نہ جائے (۱)۔ جس نے یہ فریب کیا ہے وہ انتہائی درجہ بے غیرت اور سخت گنہگار ہے (۲)، ہمیشہ اس کے فریب سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ جس نے کافر عورت کو رکھ لیا ہے وہ بھی زنا کاری میں مبتلا ہے اس سے اس عورت کو الگ کردیا جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

بیٹی کا بلا تحقیق غیر مسلک میں نکاح

سوال [۵۷۰۶]: میں نے اپنی لڑکی کی شادی ناآشنائی میں ایک جگہ کی، جس وقت میری لڑکی اپنی سسرال کوگئی تو پتہ چلا کہ وہ دوسرے مسلک کے آدمی ہیں، یہ بھی نہیں طے کرسکتا کہ وہ کونسا مسلک ہے جس کی وہ لوگ اقتدا کرتے ہیں۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ انہوں نے صبح کو میری لڑکی سے کہا کہ روزہ رکھو، میری لڑکی نے کہا ہم نے کہیں ایسا روزہ نہیں رکھا، ان لوگوں نے روزہ رکھا اور عصر کے بعد افطار کرلیا، میری لڑکی کو بہت زیادہ

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا، ولعبد مؤمن خير من مشرك ولو أعجبكم﴾. (سورة البقرة: ۲۲۱)

وقال الله تعالیٰ: ﴿لا هن حل لهم و لا هم يحلون لهن﴾ (سورة الممتحنة: ۱۰)

(۲) "عن سفيان بن أسد الحضرمي رضي الله تعالیٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم يقول: "كبرت خيانةً أن تحدث أخاك حديثاً هو لك به مصدّقٌ و أنت به كاذب". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان، الفصل الثاني، ص: ۴۱۳، قديمي)

وقال صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "ملعونٌ من ضارّ مؤمناً أو مكر به." (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر، الفصل الثاني، ص: ۴۲۸، قديمي)

"وقال صلی الله تعالیٰ عليه وسلم: "المؤمن غرٌّ كريم، والفاجر خبٌّ لئيم". (مشكوة المصابيح، كتاب الآداب، باب الرفق والحياء و حسن الخلق، الفصل الثاني، ص: ۴۳۲، قديمي)

(۳) (راجع، ص: ۴۴۷، رقم الحاشية: ۲)

مطعون کیا۔ ان کے بڑے بھائی کے گھر میں شیعہ کی لڑکی ہے، ان کا کوئی طریقہ مسلمانوں جیسا نہیں ہے، نماز کا آج تک ثبوت نہیں ملا کہ کبھی انہوں نے پڑھی ہے۔

اس کے بارے میں بہت زیادہ متفکر ہوں کہ میں کیا طریقہ اختیار کروں، جھوٹ بہت زیادہ بولتے ہیں۔ اب عرض یہ ہے کہ اپنی لڑکی وہاں بھیجوں یا نہیں؟ یا یہی مناسب ہے جس طرح ہوگیا؟ خیال ایسا ہے کہ شاید نباہ نہ ہوسکے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بلا تحقیق وتفتیش کے لڑکی کی شادی کردینا غیر دانشمندانہ فعل ہے جس سے لڑکی کی زندگی بھی تباہ ہوسکتی ہے، دین بھی خراب ہوسکتا ہے۔ اب تحقیق کی جائے اگر شوہر کے عقیدے اسلامی عقیدے نہیں، نماز کو فرض نہیں کہتے، روزہ کو محض عصر کے بعد تک کہتے ہیں، غروب تک نہیں کہتے، تو ایسے شخص سے نکاح ہی درست نہیں (۱) لڑکی کو وہاں سے علیحدہ کرلیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۷/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۷/۹۲ھ۔

---

(۱) "ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمةً، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾. ولأن في إنكاح المؤمنة الكافر خوف وقوع مؤمنة في الكفر، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۲۶۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

"ولا يجوز تزوج المسلمة من مشرك ولا كتابي، كذافي السراج الوهاج". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ۲۸۲/۱، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر: ۶۶۵۲/۹، رشيديه)

(۲) "بل يجب على القاضي التفريق بينهما". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱۳۳/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۳۳۰/۱، رشيديه) =

غیر مذہب لڑکے سے نکاح

سوال[۷۰۰۵]: ایک شادی کی تصویر آپ کی خدمت میں ارسال ہے، ایسے مسلمان ماں باپ کو سکھ کہا جائے یا مسلمان؟ جنہوں نے اپنی لڑکی خوشی کے ساتھ غیر مذہب لڑکے کے (سیول میرج کے ذریعہ) حوالے کی ہو؟ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمان لڑکی کی شادی غیر مذہب والے سے قطعاً حرام ہے، یہ نکاح نہیں بلکہ حرام کاری اور زنا ہے(۱)، جو باپ اپنی لڑکی کی شادی اس طرح کردے وہ بے غیرت اور دیوث ہے(۲)، اس نے قرآن حکیم کے حکم کو توڑا ہے، صاف صاف قرآن کریم میں ہے:﴿لا هن حل لهم و لا هم يحلون لهن﴾(۳)۔

ایسے شخص سے بالکل قطع تعلق کر دیا جائے (۴) تا کہ اس کی خباثت کے مہلک اثرات سے دوسرے لوگ محفوظ رہیں۔ اور بہتر یہ ہے کہ اس لڑکے کو بزرگوں سے ملا دیا جائے اور اسلامی اخلاق کی تعلیم ومطالعہ کی اہمیت دی جائے، کیا بعید ہے کہ اللہ پاک اس کے دل میں اسلام کی محبت وعظمت پیدا فرمائے اور وہ اسلام قبول

= (وكذا في المحيط البرهاني، كتاب النكاح، الفصل السادس عشر في النكاح الفاسد وأحكامه: ۲۴۸/۳، غفاريه كوئٹه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿و لا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا، ولعبدٌ مؤمن خير من مشرك ولو أعجبكم﴾ (سورة البقرة: ۲۲۱)

(۲) "هو (أي الديوث) من لا يغار على امرأته أو محرمه". (الدرالمختار، باب التعزير، مطلب في الحرج المجرد: ۷۰/۴، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب الحدود، فصل في التعزير، ۳۷۳/۲، غفاريه كوئٹه)

(۳) (سورة الممتحنة: ۱۰)

(۴) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوق ذلك ...... فإن هجرة أهل الهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق". (مرقاة المفاتيح، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، الفصل الأول: ۷۵۸/۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القاري، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد: ۱۳۷/۲۲، مطبع خيرية بيروت)

کر لے، پھر ان دونوں کا نکاح دوبارہ کردیا جائے، اس لڑکی اور لڑکے دونوں کی عاقبت درست ہوجائے گی اور دونوں تباہی وہلاکت سے بچ جائیں گے، ﴿وما ذلك على الله بعزيز﴾۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۰/۴/۱۴ھ۔

ہریجن کے ساتھ بھاگنے سے نکاح کا حکم

سوال[۵۷۰۸]: **الاستفتاء**: زید کی بیوی ساجدہ جو تین بچوں کی ماں ہے ایک ہریجن کے ساتھ بھاگ گئی، بکر اور اس کی بیوی بھی اس کے بھگانے میں شریک رہے، بکر اور اس کی بیوی نے تین یوم تک ساجدہ کو چھپائے رکھا۔ تو اب ساجدہ زید کے نکاح میں رہی یا نہیں؟ اب ساجدہ پکڑی گئی ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر واقعہ اسی طرح ہے تو بکر بھی گنہگار ہے، اس کی بیوی بھی گنہگار ہے اور ساجدہ بھی گنہگار ہے، سب کو توبہ واستغفار لازم ہے (۱)۔ ساجدہ اس خبیث حرکت کے باوجود زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوئی (۲)۔ اس نے خدانخواستہ وہاں جاکر بت کی پوجا وغیرہ بھی اگر کی ہو تو تجدیدِ ایمان کے ساتھ تجدیدِ نکاح بھی کرائی جائے (۳)، یہ بھی خیال رہے کہ شرعی پردہ نہ کرنے کو اس قسم کے واقعات میں زیادہ دخل ہے، اگر احکامِ اسلام کی

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿و تعاونو على البر والتقوى، ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾ .... "عن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "الدال على الخير كفاعله .... من دعا إلى ضلالة، كان عليه من الإثم مثل آثام مَن اتبعه إلى يوم القيامة. الخ". (تفسير ابن كثير، سورة المائدة، (پ: ۶): ۶/۲، سهيل اكيڈمي لاهور)

(وكذا في روح المعاني: ۵۷/۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، سورة المائدة: ۴۲۹/۲، قديمي)

(۲) نکاح کے رفع ہونے کے اسباب میں سے کوئی سبب نہیں پایا گیا، لہٰذا نکاح بدستور قائم ہے: "فهو رفع قيد النكاح حالاً أو مآلاً بلفظ مخصوص". (الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الأول: ۳۴۸/۱، رشيديه)

"وكما لو سجد لصنم أو وضع مصحفاً في قاذورة، فإنه يكفر وإن كان مصدقاً". (رد المحتار، باب المرتد: ۲۲۲/۴، سعيد)

(۳) "وما كان في كونه كفراً اختلاف، يؤمر قائله بتجديد النكاح وبالتوبة والرجوع عن ذلك". =

تعلیم اور پابندی ہوتو ایسی صورتیں نہ پیش آئیں۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

کتابیہ سے نکاح

سوال[۵۷۰۹]: زید مسلمان ہے وہ کتابیہ سے شادی کرسکتا ہے یانہیں؟ اگر کرسکتا ہے تو کوئی شرط وغیرہ تونہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

عالمگیری میں ہے:"وکل من یعتقد دیناً سماویاً وله کتاب منزل کصحف إبراهیم وشیث وزبور داؤد علیه السلام، فهو من أهل الکتاب، فتجوز مناکحتهم وأکل ذبائحهم"(۱)۔ نیز درمختار:۲/۲۸۹،علی ہامش ردالمحتار میں ہے:"وصح نکاح کتابیة"(۲)۔ نیز قرآن مجید سے بھی ثابت ہے:﴿والمحصنات من الذین أوتو الکتاب﴾ الخ (پ: ٦، سورہ مائدہ)(۳)۔ مذکورہ بالاعبارتوں سے معلوم ہوا کہ مسلمان مرد کتابیہ (عیسائی ہو یا یہودی) سے نکاح کرسکتا ہے۔

"الحیلة الناجزة، ص:١٦٥" میں لکھا ہے کہ:"اگر عورت کتابیہ یعنی یہودیہ نصرانیہ وغیرہ ہوتو اس سے مسلمان مرد کا نکاح دوشرطوں کے ساتھ ہوسکتا ہے: اول یہ کہ وہ تمام اقوام یورپ کی طرح صرف نام کی عیسائی اور درحقیقت لامذہب (دہریہ) نہ ہو، بلکہ اپنے مذہبی اصول کو کم ازکم مانتی ہو اگر چہ عمل میں خلاف بھی کرتی ہو۔ دوسری شرط یہ کہ وہ اصل سے یہودیہ ونصرانیہ ہو، اسلام سے مرتد ہوکر یہودیت یا نصرانیت اختیار نہ کی ہو۔ جب

= (مجمع الأنهر، باب المرتد: ۱/۶۸۸، دار إحیاء التراث العربی بیروت)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، قبیل الباب العاشر فی البغاة: ۲/۲۸۳،رشیدیه)

(۱) (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، القسم السابع: المحرمات بالشرک: ۱/۲۸۱، رشیدیه)

(۲) (الدر المختار، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۴۵، سعید)

(وکذافی البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۸۲، رشیدیه)

(۳) (سورة المائده: ۵)

یہ دونوں شرطیں کسی کتابیہ عورت میں پائی جائیں تو اس سے نکاح صحیح ومنعقد ہو جاتا ہے، لیکن بلاضرورتِ شدیدہ اس سے بھی نکاح مکروہ ہے اور بہت سے مفاسد پر مشتمل ہے، اس لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں مسلمانوں کو کتابیہ عورتوں سے نکاح کرنے کو منع فرمادیا تھا، اور جب عہدِ فاروقی میں -کہ زمانۂ خیر تھا- ایسے مفاسد موجود تھے تو آج کل جس قدر مفاسد ہوں کم ہیں'' (۱)۔

بالخصوص موجودہ اقوامِ یورپ کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات ازدواج تو بالکل ہی ان کے دین ودنیا کو تباہ وبرباد کردینے والے ہیں جن کا روزمرہ مشاہدہ ہوتا ہے، اور پھر یہ کہ اولاد عموماً کم سنی میں ماں سے زیادہ مانوس ہوتی ہے اور اس کے اثرات سے متاثر ہونے کا مظنہ غالب ہے، چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وکعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کتابیہ سے نکاح کیا تو آپ خفا ہوگئے، خفگی کی وجہ ابن ہمام بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وإنما كان غضبه لخلطة الكافرة بالمؤمن وخوف الفتنة على الولد؛ لأنه في صغره ألزم لأمه". فتح القدير، كتاب النكاح، ص: ۳۸۳(۲)۔

نیز تجربہ سے یہ ثابت ہوا کہ انہوں نے مسلمانوں کے نکاح میں آکر اکثر غدر اور نقصان کیا ہے، لہٰذا سلامتی اسی میں ہے کہ ان سے مناکحت کا سلسلہ کسی مجبوری کے بغیر نہ کیا جائے (۳)۔ اس کا بھی خیال رکھا جائے

(۱) (الحيلة الناجزة، رسالة حكم الازدواج مع اختلاف دين الأزواج، ص: ۱۰۴، دار الإشاعت كراچي)

(۲) (فتح القدير، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۲۳۰/۳، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۳) اکثر فقہائے کرام نے اہلِ کتاب سے نکاح کو مکروہ قرار دیا ہے: "والأولى أن لا يتزوج كتابيةً، ولا يأكل ذبائحهم إلا للضرورة .... وفي المحيط: يكره تزوج الكتابية الحربية؛ لأن الإنسان لا يأمن أن يكون بينهما ولد، فينشأ على طبائع أهل الحرب و يتخلق بأخلاقهم، فلا يستطيع المسلم قلعه عن تلك العادة". (البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۱۸۳/۳، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، فصل في المحرمات: ۴۵/۳، سعيد)

(وكذا في معارف القرآن، (سورة المائدة، پ: ۶): ۶۰/۳ تا ۶۴، إدارة المعارف كراچي)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، باب تزوج الكتابيات، سورة المائدة: ۴۵۹/۲، ۴۶۰، قديمي)

کہ مسلمان عورت کا نکاح کسی کافر مرد سے کسی حال میں جائز نہیں، خواہ کفر کی کوئی قسم ہو، کتابی ہو یا غیر کتابی (۱)۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۱۶ھ۔

بحالتِ مجبوری اہلِ کتاب سے نکاح

سوال[۵۷۱۰]: یہودی اور عیسائی جو کہ اہلِ کتاب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کی لڑکیوں سے بغیر ان کو مسلمان کئے ہوئے کسی مسلمان کا نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر کوئی شخص ایسی جگہ ہو جہاں مسلمان عورتیں نہ ہوں اور اس کو ابتلاء کا اندیشہ ہو تو اس کے لئے اہل کتاب کی عورت سے نکاح کی اجازت ہے، اہلِ کتاب ہونے کے لئے ان کا دعویٰ بھی کافی ہے کہ وہ اہل کتاب ہیں، جیسا کہ علامہ شامیؒ نے تصریح کی ہے(۲)۔ بغیر مجبوری کے ان سے نکاح نہ کیا جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔
حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۵/۱۸ھ۔

---

(۱) "ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمة، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالى: ﴿ولا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۴۶۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ۲۸۲/۱، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر: ۶۶۵۲/۹، رشيديه)

(۲) "ففي الفتح: ويجوز تزوج الكتابيات، والأولى أن لا يفعل و لا يأكل ذبيحتهم إلا لضرورة، وتكره الكتابية الحربية إجماعاً، لافتتاح باب الفتنة ....اهـ". (الدر المختار). "(قوله: مقرة بالكتاب) في النهر عن الزيلعي: واعلم أن من اعتقد ديناً سماوياً وله كتابٌ منزلٌ كصحف إبراهيم و شيث و زبور داؤد، فهو من أهل الكتاب، فتجوز مناكحتهم وأكل ذبائحهم. قال في البحر: وحاصله أن المذهب الإطلاق لما ذكره شمس الأئمة في المبسوط من أن ذبيحة النصراني حلال مطلقاً، سواء قال بثالث ثلاثة أو لا، لإطلاق الكتاب هنا، الخ". (رد المحتار كتاب النكاح، باب المحرمات، مطلب مهم في وطء=

عیسائی لڑکی سے نکاح

سوال[۵۷۱۱]: دینِ اسلام کی رو سے اہلِ کتاب سے نکاح کی اجازت ہے، اس مسئلہ کی رو سے کیا ایک مسلمان عیسائی رومن کیتھولک لڑکی سے شادی کرسکتا ہے؟ اس سلسلہ میں بچوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ بچوں کو مذہبِ اسلام کی تعلیم پر اٹھایا جائے، لیکن لڑکی کو چرچ کی جانب سے شادی کی اجازت صرف اس وقت مل سکتی ہے جب کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ کم از کم بچوں کو بپتسمہ (مذہبی رسم) کیا جائے، ان بچوں کے مذہبِ اسلام پر اٹھانے پر چرچ کو اعتراض نہیں ہے۔ کیا یہ شرط منظور کی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اہلِ کتاب عورت سے مسلمان مرد کی شادی کی گنجائش ہے(۱)، لیکن اس میں مفاسد ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے منع فرمایا ہے(۲)، اس لئے جہاں تک ہو سکے ایسا قدم نہ اٹھایا جائے۔ اگر کوئی

= السراری الخ: ۳/۴۵، سعید)

(وکذا فی النهر الفائق، کتاب النکاح، باب المحرمات: ۲/۱۹۴، ۱۹۵، إمدادیه ملتان)

(وکذا فی البحرالرائق، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۱۸۲، رشیدیه)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿والمحصنات من الذین أوتوا الکتاب﴾. (المائدة: ۵)

"وکل من یعتقد دیناً سماویاً، له کتابٌ منزلٌ کصحف إبراهیم وشیث وزبور و داؤد، فهو من أهل الکتاب، فتجوز مناکحتهم وأکل ذبائحهم". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الثالث، القسم السابع: المحرمات بالشرک: ۱/۲۸۱، رشیدیه)

"وصح نکاح کتابیة". (الدرالمختار، فصل فی المحرمات: ۳/۴۵، کتاب النکاح، سعید)

(۲) "فمن المتزوجین حذیفة و طلحة و کعب بن مالک، وغضب عمر، فقالوا: نطلّق یا أمیر المؤمنین، وإنما کان غضبه لخلطة الکافرة بالمؤمن وخوف الفتنة علی الولد؛ لأنه فی صغره ألزم لأمه، الخ". (فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات: ۳/۲۳۰، مصطفی البابی الحلبی مصر)

"والأولیٰ أن لا یتزوج کتابیةً، ولا یأکل ذبائحهم إلا للضرورة......... وفی المحیط: یکره تزوج الکتابیة الحربیة؛ لأن الإنسان لا یأمن أن یکون بینهما ولد، فینشأ علی طبائع أهل الحرب ویتخلق بأخلاقهم، فلا یستطیع المسلم قلعه عن تلک العادة". (البحرالرائق، کتاب النکاح، فصل فی =

مسلمان کسی ایسے مقام میں ہو جہاں مسلم عورت نہ مل سکتی ہو اور دوسری جگہ سے بھی انتظام دشوار ہو اور اس کو معصیت میں مبتلا ہونے کا خطرہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں تنگی نہیں۔ بچے مسلمان ہوں گے، چرچ کی جانب سے ان کے اوپر عیسائی ہونے کا شرعاً حکم نہ ہوگا، بلکہ یہ عمل بیکار ہوگا، شرط کریں یا نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

یہود ونصاریٰ عورتوں سے نکاح

سوال [۵۷۱۲]: یہودی ونصرانی عورتوں سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہودی ونصرانی عورتوں سے نکاح کی گنجائش ہے، مگر اس میں مفاسد زیادہ ہیں، اس لئے پرہیز کرنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۹/۱۲/۳۰ھ۔

بے خبری میں شیعہ تبرائی سے نابالغہ کا نکاح ہوگیا

سوال [۵۷۱۳]: ایک شخص نے سارو بل کے ابتدائے زمانہ میں اپنی نابالغہ کا نکاح ایک شخص کے لڑکے نابالغ کے ساتھ کر دیا تھا، لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ یہ دوسرا شخص مذہباً شیعہ اور فرقہ تبرائیہ میں سے ہے اور لڑکی بالغ ہونے کے بعد اس لڑکے کے یہاں گھر رہ کر بھی آئی ہے، لیکن لڑکے کو اتنا خبط الحواس پایا کہ جس سے توقع بھی نہیں کی جاسکتی کہ وہ لڑکی کا پیٹ مانگ کر بھر دے۔ اور قویٰ کے اعتبار سے اتنا ضعیف نہ گفتگو کر سکے اور

= المحرمات: ۱۸۲/۳، رشیدیہ)

(وكذا في الدر المختار مع رد المحتار، فصل في المحرمات: ۴۵/۳، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في معارف القرآن، (سورة المائدة، پ: ۶): ۶۰/۳ - ۶۴، إدارة المعارف كراچي)

(وكذا في أحكام القرآن للجصاص، باب تزوج الكتابيات، سورة المائدة: ۴۵۹/۲، ۴۶۰، قديمي)

(۱) (قد مر تخريجه تحت عنوان ''کتابیہ سے نکاح'')

نہ بیوی سے جماع کر سکنے پر قادر ہے۔ اب جواب طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی کا نکاح حالت نابالغیت میں لڑکے نابالغ سے جو مذہباً شیعہ اور فرقہ تبرائیہ میں سے ہے صحیح اور درست ہو گیا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

فرقہ تبرائیہ کی تکفیر میں اکثر علماء کی تصریحات موجود ہیں (۱)، مگر بعض نے انکار بھی کیا ہے، لہٰذا صورت مسئولہ میں زوجہ کو چاہیے کہ عدالتِ مسلمہ میں مقدمہ پیش کرے کہ یہ شخص میرے حقوق ادا نہیں کرتا، حاکم مسلم واقعات کی تحقیق وتفتیش کے بعد اگر زوجہ کا مطالبہ صحیح ثابت ہو تو شوہر سے طلاق دلا دے یا خلع کرادے یا نکاح فسخ کردے، رسالہ حیلہ ناجزہ میں تفریق اور فسخ نکاح کی صورت تفصیل سے درج ہے جس میں علمائے تھانہ بھون، دیوبند، سہارنپور کے متفقہ دستخط ہیں، اس کو بھی بغور دیکھ لیا جائے (۲)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ جمادی الاخریٰ/ ۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ جمادی الاخریٰ/ ۶۱ھ۔

سنیہ کا نکاح شیعہ سے

سوال[۵۷۱۴]: ہندہ کا نکاح زید سے ہو چکا ہے اور اس کے والدین سنی المذہب اہل سنت والجماعت سے ہیں۔ مسماۃ مذکورہ اور اس کے باپ دونوں نیک اور صالح ہیں اور زید شیعی المذہب سب وشتم

(۱) "وبهذا ظهر أن الرافضي إن كان ممن يعتقد الألوهية في عليّ، وأن جبرائيل غلط في الوحي، أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة، فهو كافر، لمخالفة القواطع المعلومة من الدين بالضرورة". (ردالمحتار: ۴۶/۳، كتاب النكاح، سعيد)

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل جلیل القدر علماء نے ان کے عقائد کے مطالعے کے بعد انہیں کافر قرار دیا ہے:

إمام ابن حزم أندلسيؒ [۴۵۶هـ] الفصل في الملل والاهواء والنحل: ۱۸۲/۳، دار المعرفة بيروت)

شيخ عبدالقادر جيلانيؒ [۵۶۱هـ] غنية الطالبين، ص: ۱۶۳.

قاضي عياض مالكيؒ [۵۴۴هـ] الشفاء: ۲۸۶/۲.

ملا علي القاريؒ: [۱۰۱۴هـ]، مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۸۴/۴".

جماعت علمائے هند، فتاوىٰ عالمگيرى: ۲۶۸/۴.

(۲) (حيلۂ ناجزه، حكم زوجه متعنت، ص: ۷۳، ۷۴، دار الإشاعت، كراچى)

کرنے والا ہے، اپنے مذہب میں غالی ہے۔ مسماۃ مذکورہ کے والدین اپنی لڑکی زید کو دینے کے لئے بوجہ اس کے شیعہ ہونے کے بالکل تیار نہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ شیعہ اور سنیہ کا نکاح ہوسکتا ہے، یا اگر نکاح صحیح نہیں ہے تو لڑکی کے والدین بغیر فسخ کرائے دوسری جگہ نکاح کراسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر فسخ کرانا ضروری ہے تو صورت فسخ کیا ہوگی؟ بالتفصیل تحریر فرمایا جائے۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر زید کفریہ عقائد رکھتا ہے، مثلاً: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر زنا کی تہمت لگاتا ہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحبت کا منکر ہے، یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی الوہیت کا معتقد ہے، یا حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق اعتقاد رکھتا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی پہونچانے میں غلطی کی، یا اور کوئی ایسا عقیدہ رکھتا ہے جو کہ صریح قرآن اور نصوصِ قطعیہ کے مخالف ہے تو وہ کافر ہے، اس سے ابتدا ہی سے ہندہ کا نکاح صحیح نہیں ہوا (۱)، لہٰذا فسخ کی بھی ضرورت نہیں۔

اگر زید صرف سب وشتم کرتا ہے تو اس کے متعلق فقہاء کا اختلاف ہے، بعض تکفیر کرتے ہیں بعض تکفیر نہیں کرتے، صرف تفسیق کرتے ہیں (۲)۔ ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ رضامندی سے یا ڈرا کر یا لالچ دلا

---

(۱) "ومنها: إسلام الرجل إذا كانت المرأة مسلمةً، فلا يجوز إنكاح المؤمنة الكافر، لقوله تعالىٰ: ﴿و لا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾. (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في عدم نكاح الكافر المسلمة: ۴۶۵/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم السابع: المحرمات بالشرك: ۲۸۲/۱، رشيديه)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث، المحرمات من النساء، زواج المسلمة بالكافر: ۶۶۵۲/۹، رشيديه)

(۲) "نقل في البزازية عن الخلاصة: أن الرافضي إذا كان يسب الشيخين و يلعنهما، فهو كافر، وإن كان يفضل علياً عليهما فهو مبتدع......... على أن الحكم عليه بالكفر مشكل لمافي الاختيار: اتفق الأئمة على تضليل أهل البدع أجمع و تخطئتهم، وسبُّ أحدٍ من الصحابة و بغضه لا يكون كفراً لكن يضلل، الخ". (رد المحتار، باب المرتد، مطلب مهم في حكم سب الشيخين: ۲۳۷/۴، سعيد)

کرزید سے طلاق حاصل کرلی جائے، یا خلع کرلیا جائے، اگر یہ نہ ہوسکے تو حاکم مسلم کی عدالت سے فسخ کرالیا جائے:

قال الشامي بعد نقل العبارات من الكتب المختلفة: "نعم لاشك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، أو أنكر صحبة الصديق، أو اعتقد الألوهية في عليّ، أو أن جبرئيل عليه السلام غلط في الوحي أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن، اه". ردالمحتار: ۴۵۳/۴(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۹/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۲/۹/۱۸ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

شیعہ سے نکاح

سوال[۵۷۱۵]: زید مذہب شیعہ رکھتا ہے اور وہ تفضیلی شیعہ نہیں بلکہ جو لوگ سب وشتم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کرتے ہیں۔ بینوا وتوجروا۔ مدلل مبرہن ہو۔

العارض: شاہ نواز خان۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

زید کا عقیدہ اگر یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اللہ تعالیٰ کا حلول ہوا تھا، یا حضرت علی رضی

---

(۱) (ردالمحتار، باب المرتد، مطلب في حكم سب الشيخين: ۲۳۷/۴، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، باب المرتد: ۴۸۳/۲، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، منها ما يتعلق بالأنبياء: ۲۶۴/۲، رشيديه)

"ولا يجوز للمرتد أن يتزوج مرتدةً ولا مسلمةً ولا كافرةً أصليةً، وكذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع أحد، كذا في المبسوط". (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب الثالث: المحرمات بالشرك: ۲۸۲/۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب نكاح الكافر: ۲۰۰/۳، سعيد)

اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی آخر الزمان مان کر حضرت جبرئیل علیہ السلام سے وحی پہنچانے میں غلطی کا اعتقاد رکھتا ہے، یا قرآن شریف کو محرف مانتا ہے، یا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگاتا ہے، یا شیخین کو کافر اعتقاد کرتا ہے، یا صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سب وشتم کو حلال سمجھتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اگر شروع ہی سے اس کا عقیدہ ایسا ہے تب تو اس سے سنی عورت کا نکاح ہی صحیح نہیں ہوا(۱)۔ اگر نکاح کے بعد ایسا عقیدہ ہو گیا تو جب سے ایسا عقیدہ ہوا نکاح فوراً فسخ ہو گیا:

"لاشك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضي الله تعالىٰ عنها، أو أنكر صحبة الصديق، أو اعتقد الأولوهية في عليّ، أو أن جبرئيل غلط في الوحي أو نحو ذلك من الكفر الصريح المخالف للقرآن، اهـ". رد المحتار، ص: ۴۵۳ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۹/ ۸/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، یکم/ رمضان/ ۱۳۵۵ھ۔

رضاخانی عورت سے نکاح

سوال[۵۷۱۶]: ۱...... زید اپنا نکاح ایک رضاخانی عورت سے کرنا چاہتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب تسلیم کرتی ہے۔ یہ نکاح کرنا کیسا ہے؟

رافضی مرد، عورت سے نکاح اور ان کے عقائد

سوال[۵۷۱۷]: ۲...... رافضی عورت سے نکاح کا کیا حکم ہے، یا رافضی مرد کا سنیہ سے نکاح کرنا کیسا ہے، اور ﴿لا تنكحوا المشركين حتى يؤمنوا﴾ سے کیا مراد ہے؟ لیکن مشرکوں سے مسلمانوں کا نکاح نہیں ہو سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اگر زید کو یہ توقع ہے کہ وہ اس عورت کے خیالات کی اصلاح کرلے گا تو اس سے نکاح کر سکتا

---

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان "سنیہ کا نکاح شیعہ سے")

(۲) (ردالمحتار، باب المرتد، مطلب في حكم سب الشيخين: ۴/ ۲۳۷، سعيد)

ہے۔علم غیب کا یہ عقیدہ غلط ہے مگر "شرك فی الذات" نہیں، جس کی وجہ سے حقیقی ارتداد کا حکم کیا جائے۔ اگر زید کو یہ توقع نہیں بلکہ خود ہی اس کے خیالات کی طرف مائل ہوجانے کا خطرہ ہے تو اس سے ہرگز نکاح نہ کرے(۱)۔

۲...... جو رافضی ایسا عقیدہ رکھتا ہو جس پر کفر کا فتویٰ ہے، اس رافضی مرد وعورت سے کسی سنی العقیدہ مرد وعورت کا نکاح درست نہیں۔ جس کا عقیدہ کفریہ نہ ہو، ایسی عورت سے سنی مرد کے نکاح میں وہی تفصیل ہے جو نمبر:۱ میں ہے اور ایسے مرد سے سنی العقیدہ عورت کا نکاح بالکل نہ کیا جائے۔ اور اس میں بظنِ غالب خطرہ ہی خطرہ ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۸۶/۴/۵ھ۔

---

(۱) "تاہم بہتر یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے ازدواجی روابط پیدا نہ کئے جائیں"۔ (خیر الفتاوی، کتاب النکاح: ۲۶۴/۴، ملتان پاکستان)

(۲) قال العلامة الشامي رحمه الله تعالیٰ: "نعم لا شک في تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها، أو أنکر صحبة الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه، أو اعتقد الألوهیة في عليّ، أو أن جبرئیل غلط في الوحي أو نحو ذلک من الکفر الصریح المخالف للقرآن". (رد المحتار، باب المرتد، مطلب مهم في حکم سب الشیخین: ۲۳۷/۴، سعید)

(وکذا في حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار، باب المرتد: ۴۸۳/۲، دار المعرفة بیروت)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة، الباب التاسع في أحکام المرتدین، منها ما یتعلق بالأنبیاء: ۲۶۴/۲، رشیدیه)

قال الله تعالیٰ: ﴿لا تنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا، ولَعبدٌ مؤمن خیر من مشرک﴾. (البقرة: ۲۲۱)

"ومنها: ألا تکون المرأة مشرکةً إذا کان الرجل مسلماً، فلا یجوز للمسلم أن ینکح المشرکة. لقوله تعالیٰ: ﴿و لا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن﴾ (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في نکاح المشرکة، ۴۵۸/۳، دار الکتب العلمیة، بیروت)

"ومنها: إسلام الرجل إذا کانت المرأة مسلمةً". (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل في عدم نکاح الکافر المسلمة: ۴۶۵/۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

قادیانی سے نکاح اور ثبوتِ نسب

سوال[۵۷۱۸]: ۱.....بکر قادیانی کا نکاح ایک صحیح العقیدہ عورت زاہدہ سے درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو ثبوتِ نسب کس سے متعلق ہوگا؟

۲.....صحیح العقیدہ سے زاہدہ اور بکر کا نکاح ہوگیا، اس کے بعد بکر قادیانی ہوگیا تو اس سے نکاح پر کوئی اثر پڑا یا نہیں؟ ہر دو صورت میں نسب کا تعلق کس سے ہوگا؟

۳.....مندرجہ بالا ہر دو صورت میں جب کہ عورت زاہدہ صحیح العقیدہ ہے، نیز اس کا ایک لڑکا زید بھی صحیح العقیدہ ہے، ایک صحیح العقیدہ عورت عابدہ کا نکاح اس لڑکے سے درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱،۲.....اہل سنت والجماعت کے فتووں کے مطابق قادیانی اسلام سے خارج ہیں (۱)، نہ مسلمان صحیح العقیدہ عورت کا نکاح کسی قادیانی سے درست ہوسکتا ہے، نہ بعد میں شوہر کے قادیانی ہوجانے سے وہ نکاح باقی رہ سکتا ہے، بلکہ قادیانی ہوتے ہی فوراً نکاح فسخ ہوجاتا ہے (۲)۔ اولاد مسلمان شمار ہوگی (۳)۔

---

(۱) "لكن صرح في كتابه المسايرة بالاتفاق على تكفير المخالف فيما كان من أصول الدين و ضرورياته". (رد المحتار، باب المرتد، مطلب: لا عبرة بغير الفقهاء يعني المجتهدين: ۲۲۳/۴، سعيد)

(۲) "وارتداد أحدهما: أي الزوجين فسخٌ –فلا ينقض عدداً– عاجلٌ بلا قضاء". (الدرالمختار مع ردالمحتار، باب نكاح الكافر، مطلب: الصبي والمجنون ليسا بأهل لإيقاع طلاق: ۱۹۳/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب العاشر في نكاح الكفار: ۳۳۹/۱، رشيديه)

(وكذا في المحيط البرهاني، الفصل التاسع عشر في نكاح الكفار، نوع منه في نكاح المرتد: ۲۷۱/۳، مكتبة غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، باب نكاح الكافر: ۳۷۳/۳، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب نكاح الكافر: ۳۷۲/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "والولد يتبع خير الأبوين ديناً". (رد المحتار، باب نكاح الكافر، مطلب: الولد يتبع خير الأبوين ديناً: ۱۹۶/۳، سعيد)

(وكذا في منحة الخالق على هامش البحر الرائق، باب نكاح الكافر: ۳۶۶/۳، رشيديه) .... =

۳.....شرعاً یہ نکاح صحیح ہوجائے گا(۱) مگر اس کا خیال رہے کہ ماحول کے اثر سے کہیں اس لڑکی کے عقائد پر خلافِ شرع قادیانی اثر نہ پڑے، اس کا پورا انتظام کرلیا جائے (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۸۷ھ۔

مغل بادشاہوں کا غیر مسلمہ سے نکاح اور اولاد کا حکم

سوال[۵۷۱۹]: مغل بادشاہوں نے جو ہندو عورتوں سے نکاح کیا اور ان سے جو اولاد ہوئی وہ حلالی ہوئی یا حرامی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

مسلمان کا ظاہر حال یہ ہے کہ وہ کسی ہندو لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا، جب تک وہ اسلام قبول نہ کرے، بغیر قبولِ اسلام اس سے نکاح کرنا حرام ہے۔ ﴿ولا تنکحوا المشرکات﴾ الآیۃ(۳)۔ اب یہ سوال اس طرز

= (وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب العاشر في نكاح الكفار : ۱/ ۳۳۹، رشيديه)

(۱) "و ينعقد: أي يحصل و يتحقق النكاح في الوجود بإيجاب وقبول". (مجمع الأنهر، كتاب النكاح، ۱/ ۳۱۷، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/ ۹، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۱/ ۲۶۷، رشيديه)

(۲) "عن أبي قلابة: لاتجالسوا أهل الاهواء ولا تجادلوهم، فإني لا آمن أن يغمسوكم في ضلالتهم ويلبسوا عليكم ماكنتم تعرفون. قال أيوب: وكان -والله- من الفقهاء ذوي الألباب. وعنه أيضاً: أنه كان يقول: إن أهل الأهواء أهل ضلالة ولا أرى مصيرهم إلا إلى النار. وعن الحسن: لاتجالس صاحب بدعة، فإنه يمرض قلبك". (الاعتصام للشاطبي، باب في ذم البدع وسوء منقلب أصحابها، فصل: الوجه الثالث من النقل، ص: ۲۵، دار المعرفة، بيروت)

(۳) (سورة البقرة: ۲۲۱)

"ومنها: ألا تكون المرأة مشركة إذا كان الرجل مسلماً، فلا يجوز للمسلم أن ينكح المشركة، لقوله تعالىٰ: ﴿ولا تنكحوا المشركات حتى يؤمن﴾ (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في نكاح المشركة ۳/ ۴۵۸، دار الكتب العلمية بيروت)

پر بے محل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح، بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۸۸ھ۔

انگریزی پڑھے ہوئے کا نکاح مسلمان لڑکی سے

سوال [۵۷۲۰]: لڑکا انگریزی پڑھا ہوا ہے، مسلمانوں کا لڑکا ہے۔ اس لڑکے کا نکاح جو کہ انگریزی پڑھا ہوا ہے مسلمان لڑکی سے جائز ہے یا نہیں، ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

انگریزی پڑھنے والے لڑکے کے اگر اعتقاد درست اور شریعت کے مطابق ہیں تو اس کا نکاح مسلمان لڑکی سے درست ہے۔ اگر اس کے عقائد درست نہیں، بلکہ دہریہ ہے، دوسرے عقائد اسلام کے خلاف رکھتا ہے تو مسلمان لڑکی سے اس کا نکاح جائز نہیں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۴/۱۱/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ذی قعدہ/۵۴ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "وحرم نكاح الوثنية بالإجماع". (الدرالمختار). "ويدخل في عبدة الأوثان عبدة الشمس والنجوم ...... وفي شرح الوجيز: وكل مذهب يكفر به معتقده، اهـ". (رد المحتار، فصل في المحرمات، مطلب مهم في وطء السراري اللاتي يؤخذن غنيمةً في زماننا: ۳/۴۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في المحرمات: ۳/۱۸۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، باب المحرمات: ۱/۳۳۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

باب ولایۃ النکاح

(ولایتِ نکاح کا بیان)

بہنوئی اور باپ شریک بھائی دونوں میں سے ولایت کا حق کس کو ہے؟

سوال [۵۷۲۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: شریف احمد پسر امام الدین متوفی سنی المذھب کے لڑکے مسمی مطلوب الحسن کی ولایت میں متوفی کے برادر علاتی مسمی عبدالغنی اور متوفی کے بہنوئی مسمی محمد قاسم پسر شیر علی کے درمیان جھگڑا ہے کہ دونوں میں حنفی مذھب کے اعتبار سے کون شخص ولایت کا مستحق ہے؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: عبدالغنی پسر امام الدین ساکن۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

متوفی کے بہنوئی کو ولایت نہیں، علاتی بھائی ولی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ۔

اگر سوال ولایتِ نکاح سے ہے تو ولایت علاتی چچا کو ہے اور اگر مال کی ولایت کا سوال ہے تو اس میں اگر متوفی نے کسی کو وصیت کی ہے تو اس کو ولایت حاصل ہے اور اگر وصیت نہیں کی تو پھر حاکم کو اختیار ہے کہ وہ خود انتظام کرے، یا دیانت دار شخص کو منتظم مقرر کردے، کذافی الدر المختار (۱)۔

سعید احمد غفرلہ، دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/ جمادی الاولیٰ/ ۵۴ھ۔

---

(۱) "الولي في النكاح لاالمال العصبة بنفسه، وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة .... على ترتيب الإرث". (الدرالمختار). "(قوله: لاالمال) فإنه الولي فيه الأب ووصيه، والجد ووصيه، والقاضي ونائبه فقط، الخ". (ردالمحتار: ۷۶/۳، باب الولي، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲۰۸/۲، باب الأولياء والأكفاء، إمداديه، ملتان) .... =

ولایتِ نکاح

سوال [۵۷۲۲]: مسماۃ نصیبا کا نکاح اللہ بندے سے ہوا، اللہ بندے کا انتقال ہوگیا، اللہ بندے نے دو اولاد چھوڑی: ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ مسماۃ مذکورہ نے دوسرا نکاح کرم الٰہی سے کیا، کرم الٰہی سے دو لڑکیاں ہیں، ان میں سے ایک لڑکی عمر کے لحاظ سے نابالغہ ہے اور وجود کے اعتبار سے بالغہ معلوم ہوتی ہے۔ کرم الٰہی کے ایک بہت دور کے رشتہ کا ایک بھائی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ کہ اس کی لڑکی کی ولایت کا حق اس کے بھائی کو ہے یا نہیں جو اللہ بندے نے چھوڑا ہے۔ یا اس کی ماں کو ہے یا اس کے نانا کو ہے یا ماموں کو ہے یا کس کو ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر دادھیال کی طرف سے کوئی بھی بھائی موجود ہے تو نابالغہ کے نکاح کی ولایت اسی کو حاصل ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۲۲ھ۔

جو شخص شرعی باپ نہیں وہ ولی بھی نہیں

سوال [۵۷۲۳]: ایک عورت اپنا خاوند چھوڑ کر دوسرے کے یہاں رہنے لگی، اس کے پاس ایک لڑکی اپنے خاوند کی بھی ہے اور اس کا نکاح نہیں ہوا، اس کے نکاح کو میاں جی انکار کرتے ہیں، گاؤں کے لوگ ناراض ہیں۔ تو اس کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کا والد ہے، بغیر اس کی اجازت کے اس کا نکاح

= (وکذا فی تبیین الحقائق: ۵۰۳/۲، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

(۱) "والولی ہو العصبۃ". (الہدایۃ، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۳۱۶/۲، شرکت علمیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۲۰۸/۳، رشیدیہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولی: ۷۶/۳، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریۃ، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء والأکفاء: ۲۸۳/۱ رشیدیہ)

درست نہیں (۱)۔ جس شخص کے پاس اس کی والدہ ناجائز طریقے پر رہتی ہے وہ ولی شرعی نہیں (۲)، اس کا باپ نہیں، اس کو اس کے نکاح کرنے کا حق نہیں اور اس عورت کو دوسرے شخص کے پاس رہنا حرام ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، دار العلوم دیوبند۔

ماں اور دادی میں ولی نکاح کون ہے؟

سوال [۵۷۲۴]: ۱...... ہندہ نے اپنی نابالغہ بچی جمیلہ کے رشتہ کے لئے لڑکا تلاش کرنے کے لئے ایک غیر ولی زید کو بھیجا، زید نے دوسرے گاؤں میں جا کر ایک لڑکا دیکھا اور اس سے کچھ رقم لے کر از خود اپنی جانب سے نکاح کر دیا، حالانکہ زید کو نکاح کرنے کا اختیار بالکل نہیں دیا گیا تھا، اس نکاح سے لڑکی کی ماں اور دادی کوئی بھی راضی نہیں، باپ مر چکا ہے۔

۲...... اب مدت کے بعد جمیلہ کی دادی رضامند ہوگئی، تو کیا دادی کی رضامندی سے نکاح ہو جائے گا، جبکہ اس کی ماں رضامند نہیں ہے؟

۳...... جس لڑکے سے نکاح ہوا ہے اس نے دوسری شادی کر لی ہے، جمیلہ کو طلاق نہیں دیتا ہے، رقم مانگتا ہے اور جمیلہ کو بیوی تصور کرتا ہے۔

۴...... تو ان باتوں سے جمیلہ کا نکاح ہوا یا نہیں، اس سے رہائی کی کیا شکل ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... زید ولی نہیں اس کو نکاح کا اختیار نہیں (۳)، اس کا کیا ہوا نکاح لڑکی کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا، اگر اس نے اس کو نامنظور کر دیا تو وہ بیکار ہو گیا (۴)۔ زید نے جو رقم لی ہے وہ رشوت ہے، اس کو

---

(۱) "وولي المرأة في تزويجها أبوها، وهو اولى الأولياء". (خلاصة الفتاوی، کتاب النکاح، الفصل الثامن في نکاح الصغير والصغيرة: ۱۸/۲، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان "ولایت نکاح"۔)

(۳) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "ولایت نکاح"۔)

(۴) "وتزويج العبد والأمة بغير إذن مولاهما موقوف، فإن أجاز المولى جاز، وإن رده بطل. وكذلك =

واپس کرنا ضروری ہے۔

۲..... لڑکی کی والدہ کے انکار کرنے کے بعد دادی کی رضامندی بیکار ہے(۱)۔

۳..... جب لڑکی کی والدہ نے انکار کردیا تھا تو وہ نکاح ختم ہوگیا تھا، اب اس لڑکے کا جمیلہ کو اپنی منکوحہ سمجھنا غلط ہے، طلاق کی ضرورت نہیں۔

۴..... لڑکی کی والدہ کے نامنظور کردینے کے بعد لڑکی کا نکاح حسبِ صوابدید دوسری جگہ شرعاً درست ہوگا۔ لڑکے سے طلاق کو کہنا ہی بے محل ہے، اس کا کوئی اثر لڑکی پر نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۲/۲/ ۸۸ھ۔

والد اور حقیقی نانی میں سے ولایتِ نکاح کس کو ہے؟

الاستفتاء [۵۷۲۵]: والدہ نے اپنی دختر کے نام اپنے روپیوں سے مکان خریدا اور لڑکی فوت ہوگئی، متوفیہ کی تین نابالغ لڑکیاں زندہ ہیں۔ آیا شرعاً نانی حقیقی یا والدِ نابالغان، ان میں سے کن کو حقِ ولایتِ نابالغان حاصل ہے، خصوصاً جبکہ نانی قابضِ مکان ہے؟ اور مکان کس کی ملکیت ہوگا؟

= لوزوج رجل امرأةً بغير رضاها، أو رجلاً بغير رضاه، وهذا عندنا، فإن كل عقد صدر من الفضولي وله مجيز، انعقد موقوفاً على الإجازة". (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء، فصل في الوكالة بالنكاح: ۳۲۲/۲، شركت علميه)

(وكذا في الدر المنتقیٰ، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۵۰۶/۱، غفاريه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ۹۷/۳، ۹۸، سعيد)

(۱) کیونکہ والدہ کا حق دادی پر مقدم ہے: "فإن لم يكن العصبة فالولاية لأم، ثم لأم الأب". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۷۸/۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۲۸۴/۱، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن في نكاح الصغير والصغيرة: ۱۸/۲، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

ان نابالغ لڑکیوں کی ولایتِ نکاح ان کے والد کو حاصل ہے نانی کو نہیں، اسی طرح ان کی ملک میں جو مال ہو اس پر بھی والد ہی کو ولایت حاصل ہوگی، کذا فی ردالمحتار (۱)، وہ مکان خریدنے والے کی ملک ہے، محض لڑکی کے نام خریدنے سے لڑکی کی ملکیت نہیں ہوتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۰/۸۵ھ۔

اپنے بچہ کا نکاح بغیر اپنے باپ کی اجازت کے

الاستفتاء [۵۷۲٦]: ماں باپ کوئی شخص اپنی لڑکی یا لڑکے کی شادی کسی سے نہیں کرتا، لیکن اگر لڑکے کے ماں باپ بھی راضی نہ ہوں کیونکہ ابھی بڑے بھائی بغیر شادی کے بیٹھے ہیں تو وہ خود بھی کر سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بہتر طریقہ تو یہی ہے کہ جب سرپرست بڑے موجود ہیں تو ان کے مشورہ سے ہی اپنی لڑکی اور لڑکے کا نکاح کرنا چاہیے، لیکن نابالغ کے والد کو ولایتِ نکاح حاصل ہے، اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو ہر شخص اپنے لڑکے اور لڑکی کا نکاح بغیر اپنے والد سے دریافت کئے بھی کر سکتا ہے (۲)، اگر مصلحت کا تقاضا ہو تو چھوٹے لڑکے کی شادی بڑے لڑکے سے پہلے بھی کرنا درست ہے اور جس کو خود ضرورت ہو وہ معصیت سے بچنے کے لئے خود بھی اپنی شادی کر سکتا ہے اگرچہ والدین نہ کریں (۳)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۱۰/۸۵ھ۔

---

(۱) "(قوله: لاالمال) فإنه الولي فيه الأب ووصيه، والجد ووصيه، والقاضي ونائبه فقط". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۷٦، سعيد)

"وولي المرأة في تزويجها أبوها وهو أولى الأولياء". (خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الثامن في نكاح الصغير والصغيرة: ۲/۱۸، رشيديه)

"والولي هو العصبة". (الهداية، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۲/۱۸، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۲۰۸، رشيديه)

(۲) (تقدم تخريجه تحت عنوان: "ولایت نکاح"۔)

(۳) "ويكون واجباً عند التوقان، فإن تيقن الزنا إلابه، فرض، نهاية. ويكون سنةً مؤكدةً في الأصح، فيأثم =

نابالغ بچی کا بذریعۂ والد ایجاب وقبول

سوال[۵۷۲۷]: ۱...... میں نے اپنے چھوٹے کمسن بچے کیلئے ایک چھوٹی لڑکی (جس کی عمر لگ بھگ تین سال تھی) کا رشتہ طلب کیا تو لڑکی کے دادا نے لڑکی کے والد کی موجودگی میں میرے لڑکے کیلئے اس لڑکی کا رشتہ منظور کرلیا، اس امر کا گواہ ماسوا لڑکی کے والد، ماں اور میری بیوی کے اور کوئی نہ تھا۔ یہ ایجاب اور قبول صحیح ہے یا نہیں؟ اور یہ گواہ معتبر ہے یا نہیں؟ نیز یہ لڑکی بعد بلوغت اس لڑکے پر راضی ہے۔

۲...... اسی اثناء میں اس لڑکی کو ایک شخص نے جنگل کی طرف اغوا کرلیا اور جبریہ نکاح کرلیا، مگر لڑکی کچھ دنوں کے بعد بھاگ گئی اور اس معاملہ پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس واقعہ کے وقت لڑکی کی ماں کے بقول لڑکی نابالغ تھی ان وجوہات کی بناء پر جبریہ نکاح ثابت ہوا یا نہیں؟ براہ کرم مفصل جواب سے نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... رشتہ کرنا درحقیقت نکاح نہیں، وعدۂ نکاح ہے(۱)، اس کیلئے گواہی کی ضرورت نہیں، وعدہ پورا کرنا چاہئے جب تک کوئی مانعِ قوی نہ ہو(۲)۔

۲...... اگر لڑکی اغواء کے وقت نابالغ تھی تو اس کا ایجاب وقبول شرعاً معتبر نہیں، بلکہ وہ نکاح لڑکی کے والد کی اجازت پر موقوف ہے، اگر اس نے اس کو نامنظور کردیا تھا تو وہ جب ہی ختم ہوگیا تھا(۳)، اب

= بتركه ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً". (الدرالمختار: ۶/۳، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۳۶/۳، كتاب النكاح، رشيديه)

"نفذ نكاح حرة مكلفة بلارضا ولي، والأصل أن كل من تصرف في ماله تصرف في نفسه، ومالا فلا". (الدر المختار: ۵۵/۳، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۹۲/۳، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۷/۱، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(۱) "إن المجلس للنكاح فنكاح، وإن للوعد فوعد". (الدرالمختار: ۱۲/۳، كتاب النكاح، قبيل مطلب التزوج بارسال كتاب، سعيد)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وأوفوا بالعهد إن العهد كان مسئولاً﴾. (بني إسرائيل: ۳۴)

(۳) "الأصل عندنا أن العقود تتوقف على الإجازة، إذا كان لها مجيز حالة العقد جازت، وإن لم يكن، =

والد، دادا اور خود لڑکی سب ہی اس بچپن کے رشتہ پر رضا مند ہیں تو ان حالات میں یہ نکاح کر دیا جائے (۱)۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۱/۱۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۹۱/۱/۱۹ھ۔

تین برس کی بچی کا نکاح

سوال[۵۷۲۸]: زید وعمر میں دنیاوی معاملات میں جھگڑا وفساد ہو گیا، اس فساد میں زید کے ہاتھ سے عمر مارا گیا۔ بعدہ اس میں اتفاق کرنے کی غرض سے زید کے برادر سے اپنی لڑکی نابالغہ جس کی عمر تین سال یا چار سال ہوگی، عمر مقتول کے برادر خالد سے نکاح کروایا، اس واقعہ کو ۱۲/ سال کا عرصہ گزر گیا ہے اور لڑکی اپنے والدین کے ہاں موجود ہے۔ اب دریافت یہ کرنا ہے کہ اس نابالغہ لڑکی کا نکاح خالد مذکور کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو نکاح کے فسخ کی کیا صورت کی جائے؟ مہربانی فرما کر تمام شبہات کو دفع فرما کر مکمل جواب بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح لازم ہو گیا، اس کو خیار بلوغ کے ذریعے بھی فسخ کرانا درست نہیں، البتہ اگر خالد طلاق دے

= تبطل .... الصبی إذا تزوج .... یتوقف علی إجازة الولی فی حالة الصغر". (فتح القدیر: ۳/۳۰۸، ۳۰۹، کتاب النکاح، فصل فی الوکالة بالنکاح، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۲۴۲، کتاب النکاح، مطلب فی الوکیل و الفضولی فی النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/ ۲۴۲، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیه)

(۱) "لولی الصغیر والصغیرة أن ینکحهما وإن لم یرضیا بذلک، سواء کانت بکراً أو ثیباً". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۲۸۵، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیه)

"(وللولی إنکاح الصغیر و الصغیرة) جبراً (ولو ثیباً، ولزم النکاح)". (الدر المختار: ۳/۶۵، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۰۸، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

دے تب دوسری جگہ نکاح درست ہوگا:"إذا زوّجهما: أي الصغير والصغيرة الأبُ أو الجدُّ، فإنه لاخيار لهما بعد بلوغهما". بحر: ۳/۱۴۰(۱)۔فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبدمحمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح:سعیداحمد غفرلہ،　　صحیح:عبداللطیف۔

باپ نے نکاح کردیا تو حقِ فسخ نہیں ہے

الاستفتاء [۵۷۲۹] : مسماۃ وہاب نوری کا عقداس کے والد نے یونس لوہار سے کردیا،اس بات کو تین سال ہوگئے، والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔آج مسماۃ نوری کو وہ عقد نا منظور ہے،وجہ یہ بیان کرتی ہے کہ میں کسی اَور جگہ نکاح کروں گی، یونس لوہار مجھے پسند نہیں۔سوال یہ ہے کہ کیا مسماۃ مذکورہ کے اپنے باپ کے کئے نکاح کو کسی وقت بھی کالعدم کرانے یا کرنے کی مجاز ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

سوال سے معلوم نہیں ہوسکا کہ مسماۃ وہاب نوری کا جس وقت اس کے والد نے عقد کیا تھا تو اس وقت مسماۃ کی عمر کیا تھی،وہ بالغہ تھی یا نابالغہ؟ ایک شق کو متعین کرکے لکھا جاتا ہے، وہ یہ کہ اگر مسماۃ وہاب نوری وقتِ عقد بالغہ تھی اور والد نے اس سے دریافت کیا کہ میں تمہارا عقد فلاں شخص سے کرتا ہوں،تم کو منظور ہے،اس پر مسماۃ نے اگر اجازت دیدی یا خاموش رہی، انکار نہیں کیا، یا والد نے دریافت ہی نہیں کیا بلکہ بغیر مسماۃ سے دریافت کئے اس کا عقد یونس لوہار سے کردیا اور مسماۃ نے اس عقد کی خبر معلوم ہونے پر اس کو رد نہیں کیا بلکہ خاموش رہی تو ان سب صورتوں میں نکاح لازم اور صحیح ہوگیا۔

---

(۱) (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۲۱۱، رشيديه)

"فإن زوّجهما الأب أو الجد يعني الصغير والصغيرة، فلا خيار لهما بعد بلوغهما، الخ".

(الهداية، باب في الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۷، شركة علميه، ملتان)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۳۳۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في فتح القدير، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۲۷۷، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

اب مسماۃ وہاب نوری محض شوہر ناپسند ہونے پر والد کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں رکھتی اور بغیر یونس سے طلاق حاصل کئے اس کو دوسری جگہ نکاح کرنا ہرگز جائز نہیں:

"ولاتجبر البالغة البكر على النكاح، لانقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استاذنها هو: أى الوكيل –وهو السنة– أووكيله أوزوجها وليها وأخبرها رسوله، فسكتت عن رده مختارةً، فهو إذن إن علمت بالزوج، اهـ". درمختار (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۱/۱۱/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

سوتیلے والد کا کیا ہوا نکاح

سوال [۵۷۳۰]: ......ایک لڑکی جو کہ مراہق تھی، اس کے والد کا انتقال لڑکپن میں ہوگیا تھا اور حقیقی چچا موجود تھا، اس کی موجودگی میں غیر ولی نے لڑکی سے اجازت لے کر نکاح کردیا، یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ غیر ولی لڑکی کا سوتیلا باپ ہے، لڑکی نکاح سے چھ ماہ بعد بالغ ہوگئی، اب شوہر کے یہاں جانے سے منع کررہی ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلياً:

یہ نکاح چچا کی اجازت پر موقوف تھا، اگر چچا نے نہ اس کی اجازت دی نہ رد کیا تو یہ اس لڑکی کے بالغہ

---

(۱) (الدرالمختار: ۳/۵۸، ۱۲، باب الولی، سعید)

"لايجوز نكاح احد على بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها، بكراً كانت أوثيباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل .... إن استاذن الولى البكر البالغة فسكتت، فذلك إذن منها .... وإذا قال لها الولى: أريد أن أزوّجك من فلان بألف، فسكتت، ثم زوجها، فقالت: لا أرضى، أو زوجها ثم بلغها الخبر، فسكتت، فالسكوت منها رضا فى الوجهين جميعاً إذاكان المزوّج هوالولى". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۷، الباب الرابع فى الأولياء، رشيديه)

(وكذا فى مجمع الأنهر: ۱/۴۹۰، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية، بيروت)

ہونے کے بعد خود اس کی اجازت پر موقوف ہوگیا، اگر اس نے اس کو رد اور نامنظور کردیا تو یہ نکاح شرعاً ختم ہوگیا، اب دوسری جگہ لڑکی کی اجازت سے نکاح کی اجازت ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۲/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین۔

بھائی اور چچا میں سے ولایت کس کو ہے؟

سوال [۵۷۴۱]: ایک لڑکی ہندہ جو کہ ابھی تک بالغ نہیں ہوئی اور اس کے والد صاحب کا انتقال ہوچکا ہے اور اس لڑکی کا ایک بھائی علاتی ہے اور چچا حقیقی ہے، ان دونوں میں سے ولی مقدم کون ہے؟ اور لڑکی کا بھائی یہاں موجود نہیں ہے، اگر حقیقی چچا اس لڑکی کا عقد کرائے تو عندالشرع یہ عقد منعقد ہوگیا یا نہیں؟ یا اس لڑکی کے برادر کی اجازت ہی کی ضرورت۔ فقط۔

حاجی احسان الحق محلہ قاضی، ۱۸/شوال/ ۵۵ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

علاتی بھائی کی ولایتِ نکاح چچا کی ولایت پر مقدم ہے، کذا فی ردالمحتار: ۲/ ۴۸۱ (۲)۔ اگر بھائی اتنی دور کسی جگہ ہے کہ اس کی رائے حاصل کرنے میں موقعہ نکل جانے کا اندیشہ قوی ہے تو چچا کو بھی نکاح

---

(۱) "وإن كان المزوج غير هما: أى غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضى أو وكيل الأب، إن كان من كفء وبمهر المثل صح، ولكن لهما: أى لصغير وصغيرة وملحق بهما خيار الفسخ، ولو بعد الدخول بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده لقصور الشفقة". (الدر المختار: ۳/ ۶۹، باب الولى، سعيد)

(وكذا فى النهر الفائق: ۲/ ۲۰۹، باب الأولياء والأكفاء، إمداديه ملتان)

(وكذا فى مجمع الأنهر: ۱/ ۴۹۴، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "يقدم الأب ثم أبوه ..... ثم ابن الأخ الشقيق، ثم لأب، ثم العم الشقيق، ثم لأب، ثم ابنه كذلك". (ردالمحتار: ۳/ ۷۶، باب الولى، سعيد)

(وكذا فى الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۸۳، الباب الرابع فى الأولياء، رشيديه)

(وكذا فى مجمع الأنهر: ۱/ ۴۹۷، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

کردینا درست ہے، ورنہ اگر چچا نے نکاح کربھی دیا تو وہ بھائی کی اجازت پر موقوف رہے گا (۱)۔ بہر صورت لڑکی کو وقتِ بلوغ خیار حاصل ہوگا، یعنی اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً نکاح سے ناراضی ظاہر کردے تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت سے نکاح فسخ کرانے کا شرعاً اختیار ہوگا (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۸/شوال/۵۵ھ۔

صحیح: عبد اللطیف غفرلہ، ۱۸/شوال/۵۵ھ۔

باپ کی موجودگی میں دادا کو ولایتِ نکاح

سوال [۵۷۳۲]: میرے والد صاحب نے میری دختر نابالغہ جس کی عمر ۳/سال کی تھی اور میری اجازت نہیں لی تھی خود ہی دادا نے نکاح کردیا، نہ ایجاب وقبول لڑکے نے کیا اور نہ لڑکی نے اور نہ میں نے اجازت دی۔ اس صورت میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح آپ کی اجازت پر موقوف ہے، اس کا رد اور نفاذ آپ کے اختیار میں ہے: "الولي في النكاح العصبة بنفسه بلاتوسط أنثیٰ علی ترتیب الإرث والحجب". تنویر۔ "فلوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته". درمختار (۳)۔

---

(۱) "فلوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته". (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولي: ۳/۸۱، سعید)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء: ۱/۲۸۵، رشیدیه)

(وکذا في الدرالمنتقی، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۴۹۹، غفاریه)

(۲) "(قوله: فیفسخه القاضي)، فلا تثبت هذه الفرقة إلا بالقضاء؛ لأنه مجتهد فیه، وکل من الخصمین یتشبث بدلیل، فلاینقطع النکاح إلا بفعل القاضي". (ردالمحتار: ۳/۵۶، باب الولي، سعید)

(وکذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۸۹، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا في المحیط البرهاني: ۳/۱۲۲، الفصل التاسع: في معرفة الأولیاء، غفاریة)

(۳) (الدر المختار: ۳/۷۶-۷۸، باب الولي، سعید)

"الأقرب لحصوله بولایة تامّة. نعم لوزوج الأبعد، وقد حضر الأقرب، توقف علی إجازته. =

پس اگر آپ نے صراحۃً یا دلالۃً رضامندی ظاہر نہیں کی تو آپ اس کو رد کر سکتے ہیں اور اگر رضامندی ظاہر کر چکے ہیں تو یہ نکاح نافذ ہو چکا، بشرطیکہ لڑکے کی طرف سے بھی باقاعدہ ایجاب وقبول ہوا ہو یعنی ولی کی اجازت سے ہوا ہو یا خود ولی نے کیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۱۱/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۹/ ذی قعدہ/ ۵۵ھ۔

دادا کو نکاح کا اختیار باپ نے دے دیا

سوال [۵۷۳۳]: زید اپنے گھر سے فرار ہوگیا، نہ معلوم اب کہاں ہے؟ اس نے جاتے وقت اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کی اجازت اپنے والد اور بھائی اور بیوی کو دے دی تھی، پھر پرچہ کے ذریعہ بھی تحریری اجازت روانہ کی ہے، زید کے والد نابالغہ لڑکی کا عقد کرنا چاہتے ہیں تو کیا عقد ہو جائے گا؟ لڑکی کی عمر بارہ سال ہے، زید کے والد کی حالت پریشان کن ہے، وہ اس صورت سے سبکدوش ہونا چاہتے ہیں۔ ایسی صورت میں شرعاً نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس طرح والد کو اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کا خود اختیار حاصل ہے، اسی طرح اس کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنی طرف سے دوسرے شخص کو اختیار دے دے(۱)، پس صورت مسئولہ میں لڑکی کے دادا اگر نکاح کر دیں تو وہ بھی شرعاً معتبر اور لازم ہو جائے گا، لیکن اپنے کفو میں کیا جائے اور مہر مثل سے کم پر نہ ہو، کذا فی ردالمحتار(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱/۸۸ھ۔

= ولذا لو تحول الولاية بعد النكاح إلى الأبعد، لم يجز إلا بإجازته بعد التحول". (الدر المنتقى على هامش مجمع الأنهر: ۱/ ۴۹۹، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في خلاصة الفتاوىٰ: ۲/ ۱۹، الفصل الثامن في نكاح الصغير والصغيرة، امجد اكيڈمی لاهور)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۱/ ۳۵۶، باب الأولياء، رشيديه)

(۱) "يصح التوكيل بالنكاح، وإن لم يحضره الشهود". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح: ۱/ ۲۹۴، رشيديه)

(۲) "وإن كان المزوج غيرهما: أي غير الأب وأبيه .... لايصح النكاح من غير كفء، أو بغبن =

ولایتِ نکاح بھائی کو ہے، ماں کو نہیں ہے

سوال [۵۷۳۴]: زید کی پہلی بیوی مرحومہ سے دو بچے ہیں، اس کے بعد زید نے دوسری شادی کی ہندہ سے، اس سے بھی زید کے دولڑکے اور ایک لڑکی خالدہ خاتون ہے، بعد انتقال ہندہ نے بکر سے شادی کرلی، خالدہ خاتون کی شادی نابالغی کی حالت میں چاروں بھائیوں کے علاوہ کسی اپنے آدمی نے با اجازت والدۂ خالدہ کی، حالانکہ نکاح میں بھائی موجود نہ تھے نہ اس پر راضی تھے۔ کیا اس صورت میں یہ شادی درست ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو کیا خالدہ کا نکاح دوسری جگہ کراسکتے ہیں کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ایسی حالت میں والدہ کو ولایتِ نکاح حاصل نہیں بلکہ بھائی ولی ہے، لہذا والدہ نے جو نکاح کرایا وہ بھائیوں کی اجازت پر موقوف ہے، اگر بھائیوں نے نکاح کی خبر سن کر اس کو رد (نامنظور) کردیا تو وہ نکاح کالعدم اور ختم ہوگیا، اب بھائی دوسری جگہ نکاح کراسکتے ہیں (۱)۔ فقط۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۱۵/۱۰/۸۷ھ۔

ولایتِ نکاح ماں کو ہے یا سوتیلے بھائی کو؟

سوال [۵۷۳۵]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک شادی کی تھی، اسی سے دولڑکے ہوئے تھے، اس کے بعد وہ بیوی مرگئی تو اس زید نے دوسری بیوی کی جس سے دو اولاد ہوئیں ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور زید انتقال کرگیا۔

= فاحش أصلاً". (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولي: ۳/۶۵-۶۷، سعید)

(وکذافي البحر الرائق، کتاب النکاح، فصل في الکفاءة: ۳/۲۳۷، رشیدیه)

(وکذافي فتح القدیر، کتاب النکاح، فصل في الکفاءة: ۳/۳۰۳-۳۰۵، مصطفی البابي الحلبي مصر)

(۱) "فلوزوج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته". (الدرالمختار، کتاب النکاح، باب الولي: ۳/۸۱، سعید)

(وکذافي الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الرابع في الأولیاء: ۱/۲۸۵، رشیدیه)

(وکذافي الدرالمنتقی، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۴۹۹، غفاریه)

اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس لڑکی نابالغہ اور ایک اور لڑکا نابالغ کی ولایت نکاح کس کو حاصل ہے، اس کی والدہ کو یا اس کے بالغ سوتیلے بھائیوں کو؟ اور اگر اس لڑکی اور لڑکے کا نکاح اس کی حقیقی والدہ یا سوتیلی والدہ کردے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

نابالغ لڑکا اور لڑکی نہ اپنا نکاح خود کر سکتے ہیں، نہ ایک دوسرے کے ولی بن سکتے ہیں: "ولا ولایة لعبد ولاصغیر ولامجنون؛ لأنه لاولایة لهم علی أنفسهم، فأولی أن لایثبت علی غیرهم". هدایة: ۲/۲۹۸(۱)۔ سوتیلا باپ اگر قریبی رشتہ دار مثلاً چچا، تایا نہیں تو وہ بھی ولی نہیں بن سکتا: "ولو کان الصغیر والصغیرة فی حجر رجل یعولهما کالملتقط ونحوه، فإنه لایملك تزویجهما، کذافی فتاویٰ قاضی خان". عالمگیری: ۲/۲۹۲(۲)۔

جب کہ باپ دادا نہ ہوں تو حقیقی بھائی شرعاً ولی نکاح ہوتا ہے: "یقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقیق، ثم لأب". شامی: ۲/۴۲۸(۳)۔ اگر حقیقی بھائی ہو مگر نابالغ ہو، تب بھی سوتیلا بھائی ولی ہوتا ہے

---

(۱) (الهدایة: ۲/۳۱۸، باب الأولیاء والأکفاء، شرکة علمیة)

"(قوله: بشرط حریة وتکلیف وإسلام، الخ) واحترز بالحریة عن العبد، فلاولایة له .... وبالتکلیف عن الصغیرة والمجنونة". (ردالمحتار: ۳/۷۷، باب الولی، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۱۷، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

(۲) "ولوکان الصغیر والصغیرة فی حجر رجل یعولهما کالملتقط ونحوه، فإنه لایملک تزویجهما، کذافی فتاویٰ قاضی خان". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۸۴، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیه)

"والرجل الذی یعول الصغیر أو الصغیرة، فلا ولایة له فی إنکاحهما". (المحیط البرهانی: ۳/۱۵۸، الفصل التاسع فی معرفة الأولیاء، غفاریة)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۲۲، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة: ۱/۳۵۶، باب الأولیاء، رشیدیه)

(۳) (ردالمحتار: ۳/۷۶، باب الولی، سعید)

"ثم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقیق، ثم لأب". (النهر الفائق: ۲/۲۰۹، باب الأولیاء والأکفاء، إمدادیه ملتان)

اور ماں کو حق نہیں ہوتا ہے جب تک عصبہ موجود ہو:"الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلاتوسط أنثیٰ علی ترتیب الإرث والحجب، فإن لم یکن عصبة، فالولایة للأم". تنویر: ۱/۱۹۳(۱)۔

لہٰذا صورتِ مسئولہ میں اگر نابالغ لڑکے اورلڑکی کا دادا موجود نہیں تو ولایتِ نکاح سوتیلے بالغ بھائی کو ہوگی، اگر ماں نے نکاح کردیا تو وہ بھائی کی اجازت پر موقوف رہے گا، اگر بھائی اجازت دے گا تو صحیح ہوگا ورنہ نہیں:"ولوزوجها الأبعد حال قیام الأقرب حتی توقف علی إجازة الأقرب". عالمگیری: ۲/۲۹۳(۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبد اللطیف، ۱۴/۲/۵۳ھ۔

ماں کو ولایتِ نکاح

سوال [۵۷۳۶]: مسمات ہندہ کے والدین جبل پور میں رہتے تھے، ہندہ وہیں پیدا ہوئی۔ جب ہندہ کی عمر ۶/ ماہ کی ہوئی تو والد کا انتقال ہوگیا اور ہندہ کا نکاح بعمر تین سال لوگوں کے مشورہ سے اس کی والدہ نے شفیق الاسلام سے کردیا اور شفیق الاسلام کا نکاح ہندہ سے پڑھایا گیا اور رسمِ نکاح ادا کی گئی۔ بعد نکاح ہندہ اپنی والدہ کی معیت میں جبل پور میں دوسال تک اور رہی، لوگ ہندہ کی والدہ کو مجبور کرتے رہے کہ وہ اپنا نکاحِ ثانی کرلے مگر وہ انکار کرتی رہی، لوگ اصرار کرتے رہے حتی کہ اس کو جبل پور چھوڑ کر الہ آباد آنا پڑا، وہ یہاں آکر

= (وکذا فی مجمع الأنهر: ۱/۴۹۷، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۱) (تنویر الأبصار مع ردالمحتار: ۳/۷۶، باب الولی، سعید)

"والولی هو العصبة نسباً وسبباً علی ترتیب الإرث .... فإن لم یکن عصبة، فللأم، ثم للأخت. الخ". (مجمع الأنهر: ۱/۴۹۷، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۱۸، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

(۲) (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۸۵، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیه)

"فلوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب، توقف علی إجازته". (الدرالمختار: ۳/۸۱، باب الولی، سعید)

(وکذا فی المحیط البرهانی: ۳/۱۵۷، فی معرفة الأولیاء، غفاریه)

محنت مزدوری سے بسر اوقات کرتی رہی۔

جب ہندہ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو والدہ ہندہ نے چند لوگوں کے کہنے سے شفیق الاسلام کے والد کے پاس پانچ یا چھ خطوط جبل پور روانہ کئے کہ تم شفیق الاسلام کو لے کر آؤ اور ہندہ کو رخصت کرا کر لے جاؤ، مگر شفیق الاسلام کے والد نے ایک کا بھی جواب نہ دیا۔ مجبوراً والدۂ ہندہ نے تار روانہ کیا تو والد شفیق الاسلام نے الہ آباد آکر رخصتی کے متعلق گفتگو کی۔

شفیق الاسلام کے والد نے کہا کہ شفیق الاسلام نے اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرلیا ہے، جب ہندہ نے یہ الفاظ سنے تو اس نے کہا کہ میں اب وہاں نہ جاؤں گی، والد شفیق الاسلام نے کہا کہ میں ایک ماہ کے اندر شفیق الاسلام کو لے کر آجاؤں گا، مگر ایک سال تک پھر خبر نہ آئی۔ غرضیکہ والدۂ ہندہ نے ایک سال تک انتظار کیا تو اہلِ محلّہ نے اس سے کہا کہ تم فتویٰ لے کر نکاح ثانی کردو۔ بنابریں الہ آباد کے علماء سے اس کا استفتاء کیا گیا، انہوں نے نکاحِ ثانی کی اجازت دے دی، لہٰذا ہندہ کا نکاح بکر سے کردیا گیا اور بکر سے چند لڑکے ہندہ کے پیدا ہوئے، جواب تک بفضلہ تعالیٰ حیات ہیں۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ کا نکاح ثانی جائز ہوا یا نہیں؟ اور ان بچوں کو حرامی کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ ہندہ نے بالغہ ہونے پر خیارِ بلوغ کے ماتحت اپنا نکاح جو کہ اس کی والدہ نے شفیق الاسلام سے کردیا تھا فسخ نہیں کرایا تو شرعاً وہ نکاح لازم ہوگیا، بغیر شفیق الاسلام کے طلاق دیئے دوسری جگہ ہرگز نکاح جائز نہیں بلکہ حرام ہوا، اور حرمت کا علم ہوتے ہوئے نکاح ثانی سے جو صحبت کی گئی ہے وہ زنا ہے: "أما منكوحة الغير ...... بالحرمة لكونه زنا، اهـ". ردالمحتار: ۹۳۸/۲ (۱)۔

لہٰذا شفیق الاسلام کا نکاح ہندہ سے قائم ہے، اس لئے جب تک شفیق الاسلام اولاد کی نفی کرکے باقاعدہ لعان نہ کرے، ہندہ کی اولاد کو حرامی نہ کہا جاوے گا اور اولاد کا نسب اس دوسرے شخص سے ثابت نہ ہوگا، بلکہ وہ اولاد شفیق الاسلام کی طرف منسوب ہوگی۔ اگر والدہ سے قریب کوئی عصبہ ہندہ کا موجود تھا اور اس

---

(۱) (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب في النكاح الفاسد: ۱۳۲/۳، سعيد)

نے والدہ کے کئے ہوئے نکاح کو رد کر دیا تھا تو وہ رد ہو گیا (۱) پھر بعد البلوغ ہندہ نے جو نکاح ثانی کیا وہ درست ہے اور اس صورت میں اولاد کا نسب اس دوسرے سے ثابت ہوگا، شفیق الاسلام سے ثابت نہ ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ رجب/ ۵۹ھ، سعید احمد غفرلہ۔

ایضاً

سوال [۵۷۳۷]: شوہر کا انتقال ہو گیا، ایک لڑکی صغیرہ چھوڑ گیا، مریم بیوہ نے لڑکی کا نکاح اپنی صوابدید کے مطابق کر دیا، لڑکی کا چچا شعبان اس کا نکاح اپنے لڑکے سے کرنا چاہتا تھا، لڑکی کی والدہ نے جہاں نکاح کیا ہے وہ اس نکاح سے خوش نہیں۔ شرعاً یہ نکاح منعقد ہوا یا نہیں، جبکہ چچا نے یتیم کی کوئی خبر گیری نہیں کی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں اگر اس لڑکی کا کوئی رشتہ دار چچا سے قریب موجود نہیں تو اس کا ولی نکاح شرعاً چچا شعبان ہے، مریم نے جو اپنی لڑکی کا نکاح بلا رضامندی شعبان کیا ہے وہ شعبان کی اجازت پر موقوف ہے، اگر شعبان اجازت دے گا تو نافذ ہوگا ورنہ نہیں۔ ماں کو ولایت، عصبہ نہ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے جب عصبہ موجود ہو تو وہ ولی ہوتا ہے، ماں کو ولایت نہیں پہنچتی: "الولي في النكاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثى على ترتيب الإرث". تنوير: ۲/ ۴۸۰۔ "فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم، فلوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته". درمختار: ۲/ ۴۸۶ (۲).

---

(۱) "فلوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/ ۸۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/ ۲۸۵، رشيديه)

(وكذا في الدرالمنتقى، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/ ۴۹۹، غفاريه)

(۲) (الدر المختار: ۳/ ۷۶-۷۸، باب الولي، سعيد) ....

یتیمہ کی خبر گیری نہ کرنے کی وجہ سے شعبان کی ولایت سلب نہیں ہوئی، کیونکہ ولایت کا سبب یہاں پر قرابت اور رشتہ داری ہے وہ موجود ہے۔ البتہ خواہ مریم کے کئے ہوئے نکاح کو شعبان جائز رکھے، خواہ اپنے لڑکے سے خود اس لڑکی کا نکاح کردے، دونوں صورتوں میں خیار بلوغ ہوگا، یعنی اگر لڑکی بالغ ہوتے ہی فوراً گواہوں کے سامنے ناراضی کا اظہار کردے، اس کے بعد حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں دعویٰ کرکے اس سے نکاح فسخ کرالے۔

اگر حاکم مسلم بااختیار نہ ہو یا وہ شرع کے موافق فیصلہ نہ کرے تو دین دار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی اس نکاح کو فسخ کرسکتی ہے اور اس جماعت میں کم ازکم ایک معاملہ فہم عالم بھی ہونا چاہئے۔ اور رسالہ ''حیلۂ ناجزہ'' کو بھی دیکھ لینا چاہیے، اس میں اس کو تفصیل سے لکھا ہے وہ کتب خانہ یحیوی سے بھی ملتا ہے: "ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء". بحر: ۳/ ۱۱۰ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ۸/ ۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، الجواب صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ شعبان/ ۵۴ھ۔

سوتیلی والدہ کو ولایت اور بلوغ کی علامت

سوال [۵۷۳۸]: میرے شوہر درگاہی میاں مرحوم نے میری موجودگی میں دوسری شادی کی ہے اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا، پھر چند روز کے بعد اس بیوی سے تعلق منقطع ہوگیا، لڑکا اپنے پاس رہا، اس کی پرورش ہم نے کی ہے فی الحال لڑکا چودہ سال کا ہے۔ حال میں اس کے والد کا انتقال ہوگیا، انتقال سے قبل لڑکے کا رشتہ کردیا تھا، نکاح کا بھی پختہ ارادہ تھا، مگر اچانک انتقال ہوگیا۔ اب لڑکی والے نکاح کے لئے زور دے رہے ہیں، علاوہ

= "والترتيب في ولاية النكاح كالترتيب في الإرث .... وإن لم يكن عصبة مطلقاً، انتقلت الولاية للأم، الخ". (بدائع الصنائع: ۳/ ۳۷۲، فصل في شرط التقدم، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۸۳، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(۱) (البحر الرائق: ۳/ ۲۱۱، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

"وإن كان المزوج غيرهما: أي غير الأب وأبيه .... ولهما خيار الفسخ بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده. الخ". (الدر المختار: ۳/ ۶۷، ۶۹، باب الولي، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/ ۵۰۵، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

از بس میں بھی بے حد ضعیفہ ہوں اور ہر وقت بیمار رہتی ہوں، اس لئے میں بھی چاہتی ہوں کہ اپنی زندگی میں اس فریضہ سے سبکدوش ہوجاؤں۔ چونکہ لڑکا ابھی تک مکمل بالغ نہیں ہے، گو قریب البلوغ ہے، اس لئے میں ولی بن کر اس کا نکاح کرا سکتی ہوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ تو ولی نہیں، آپ نے اگر نکاح کردیا تو بے کار ہوگا (۱)، ہاں اگر لڑکے کو غسل کی حاجت ہوتی ہے تو اس کی اجازت سے اس کا نکاح کردینا درست ہے، ورنہ ابھی انتظار کیجئے، جب بالغ ہوجائے یعنی اس کو غسل کی حاجت ہونے لگے، یا اس کی عمر پندرہ سال ہوجائے تو اس وقت اس کا نکاح کیا جائے، اگر اس کا کوئی ولی عصبہ دادا پردادا وغیرہ کی اولاد سے ہو تو وہ اب بھی اس کا نکاح کرسکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/ ۷/ ۱۳۹۶ھ۔

نابالغہ کا نکاح بغیر باپ کے پوچھے بہنوئی نے کردیا

سوال [۵۷۳۹]: ہندہ کی سوتیلی ماں نے ہندہ کو بہت ستایا، ہندہ کا باپ بھی سوتیلی ماں کی ہی حمایت کرتا تھا اور اولاد پر اس ظلم کو اہمیت نہیں دیتا تھا، اس پر ہندہ اپنے بہن بہنوئی کے یہاں چلی گئی۔ ہندہ کی عمر اس وقت دس برس تھی۔ ان حالات کے پیش نظر ہندہ کا نکاح اس کے بہنوئی اور بہن نے ایک جگہ کردیا۔ زید

---

(۱) "الأصل عندنا أن العقود تتوقف علی الإجازة، إذا كان لها مجيزٌ حالة العقد، جازت. وإن لم يكن، تبطل". (فتح القدير: ۳/ ۲۰۸، كتاب النكاح، فصل في الوكالة بالنكاح، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/ ۹۷، ۹۸، كتاب النكاح، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۲۴۲، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(۲) "(وللولي إنكاح الصغير والصغيرة) جبراً (ولو ثيباً، ولزم النكاح .... إن كان الولي أباً أو جداً .... وإن كان المزوج غيرهما .... إن كان من كفء وبمهر المثل، صح. ولهما خيار الفسخ بالبلوغ". (الدر المختار: ۳/ ۶۵، ۶۹، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۸۵، كتاب النكاح، الباب الرابع، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۲۰۸، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

باپ کومعلوم ہواتو وہ اس بات سے بہت خفا ہوا،مگر رشتہ داری ہونے کی وجہ سے خاموش ہوگیا۔مگر اس نکاح کومنظور بھی نہیں کیا، ہندہ کی رخصتی فوراً کردی گئی تھی۔ ہندہ بالغہ ہوگئی،مگر شوہر شرابی نکلا اور ہندہ کو بہت مارتا تھا، اس لئے اب ہندہ بہن کے گھر پر ہے۔شوہر نہ آباد کرتا ہے، نہ طلاق دیتا ہے، ہندہ بھی جانا نہیں چاہتی۔ایسی صورت میں شرعاً ہندہ کے لئے کیا حکم ہے؟ شرعاً تو یہ نکاح بھی درست نہ ہونا چاہئیے۔فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب ہندہ کا نکاح کیا گیا اور اس کے والد سے اجازت نہیں لی گئی تو یہ بہت بڑی غلطی ہوئی، یہ نکاح اس کے والد کی اجازت پر موقوف تھا، وہ رد کردیتا تو جب ہی ختم ہوجاتا، اس نے رد نہیں کیا، اگرچہ منظور بھی نہیں کیا بلکہ ناخوش ہونے کے باوجود تعلقات ہونے کی وجہ سے خاموش ہوگیا، پھر لڑکی کو رخصت کردیا گیا اور اس دوران لڑکی بالغ بھی ہوگئی اور شوہر کے مکان پر آتی جاتی رہی، لہٰذا اب اس نکاح کے متعلق اس سوال کا محل ہی نہیں رہا کہ شرعاً یہ نکاح بھی درست نہ ہونا چاہئیے۔البتہ جس طرح بھی شوہر سے طلاق حاصل کرلی جائے خواہ سمجھا کر، خواہ لالچ دے کر، خواہ مہر معاف کرکے، خواہ ڈانٹ کر زبردستی ہی سہی (۱)، اس کے بعد تین حیض گذار کر نکاحِ ثانی کی اجازت ہوگی (۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۱۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۸۸/۲/۱۶ھ۔

چچا کو حقِ ولایت

سوال [۴۰۷۰]: چند یتیم بچے ہیں اور ان کے دو تین حقیقی چچا ہیں تو ان پر حقِ ولایت حاصل ہے یا

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألایقیما حدود اللہ، فلاجناح علیہمافیما افتدت بہ﴾ (البقرۃ: ۲۲۹)

"وإذا تشاق الزوجان وخافا أن لایقیما حدود اللہ فلا بأس بأن تفتدی نفسہا منہ بمال یخلعہا بہ، لقولہ تعالیٰ ﴿فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ﴾". (الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب الخلع: ۴۰۴/۲، مکتبہ شرکۃ علمیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿والمطلقات یتربصن بأنفسہن ثلثۃ قروء﴾ (البقرۃ: ۲۲۸)

"وإذا طلق الرجل امرأتہ طلاقاً بائناً أو رجعیاً أو وقعت الفرقۃ بینہما بغیر طلاق وہی حرۃ ممن تحیض، فعدتہا ثلاثۃ أقراء". (الہدایۃ، کتاب الطلاق، باب العدۃ: ۴۲۲/۲، شرکت علمیہ)

نہیں؟ اور جو بچے نابالغ ہیں ان کو بہن پر ولایت حاصل ہے یا نہیں؟ اگر چچا شادی کردے تو لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہے یا نہیں، یا نکاح چچا کا کیا ہوا لازم ہو جائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں چچا کو ولایت نکاح حاصل ہوگی (۱)، چچا اگر نیک نیت نہیں ہیں تو خیارِ بلوغ لڑکی کو حاصل ہوگا (۲) اور آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً دو گواہوں کے سامنے اس نکاح کو نامنظور کردے تو پھر عدالتِ مسلمہ یا شرعی کمیٹی کے ذریعہ فسخ نکاح کرانے کا حق حاصل ہوگا۔ نابالغ بھائی کی ولایت نہیں (۳)، اگر وہ بعد میں بالغ ہو تو اس کے حق میں چچا کا کیا ہوا نکاح، نکاحِ فضولی نہیں ہوگا، اس کو فسخ کرنے کا حق حاصل نہیں ہوگا۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۱۱/۳/۸۹ھ۔

---

(۱) "الولي في النكاح لاالمال العصبة بنفسه، وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة .... على ترتيب الإرث". (الدرالمختار). "(قوله: لاالمال) فإنه الولي فيه الأب ووصيه، والجدووصيه، والقاضي ونائبه فقط، الخ". (ردالمحتار: ۳/۷۶، باب الولي، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۲۰۸، باب الأولياء والأكفاء، إمداديه ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۵۰۳، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۲) "وإن كان المزوج غيرهما: أى غير الأب وأبيه ولو الأم أو القاضي أو وكيل الأب، إن كان من كفء وبمهر المثل صح، ولكن لهما: أى لصغير وصغيرة وملحق بهما خيار الفسخ، ولوبعد الدخول بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده لقصور الشفقة". (الدرالمختار: ۳/۶۹، باب الولي، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۲۰۹، باب الأولياء والأكفاء، إمداديه ملتان)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۹۴، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۳) "اعلم أن الولي من كان أهلاً للميراث، وهو عاقل بالغ، لايثبت للصبي والمجنون ولاية".

(حاشية الشلبي على التبيين: ۲/۴۹۳، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۵۴، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۹۲، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

چچا کی موجودگی میں ماموں کو ولایت نکاح نہیں

سوال[۱۵۷۴۱]: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ شرع متین مسئلۂ ذیل میں کہ:

ایک لڑکی نابالغہ ہے جس کا نکاح چند سال ہوئے ہو چکا تھا، اتفاقاً اس کے خاوند کا انتقال ہو گیا تھا، جس کو بھی عرصہ گذر چکا، اور یہ نکاح اس لڑکی کے ننہال میں ہوا تھا اور اس کے والد نے نکاح کی اجازت خود دی تھی۔ بیوہ ہونے پر وہ لڑکی اپنے ننہال ہی چلی گئی اور اب تک ننہال میں ہی رہتی ہے، کیونکہ اس کے والد ووالدہ کا انتقال ہو چکا تھا، لیکن اس کا حقیقی چچا موجود ہے، اور صرف وہ ہی ولی ہے اس کے سوا کوئی ولی نہیں ہے۔

اب اس کے ننہال نے بغیر اجازتِ ولی کے (واقف ہوتے ہوئے اور آگاہ بھی کر دیا تھا جان کر کے) اس لڑکی کا نکاح دوسری جگہ اپنی اجازت سے اس کے ماموں نے کر دیا ہے اور ولی اس نکاح پر رضامند نہیں ہے اور نہ ولی سے کچھ مشورہ ہوا ہے تو وہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اور جو لوگ اس مجلسِ نکاح میں شامل ہوئے ان کے اوپر کوئی شرعی حکم نہیں لگتا؟ اور اگر لگتا ہے تو کیا شرعی قید لگائی جاوے؟ کیونکہ اس مجلس والوں کو معلوم تھا کہ اس کا اصل ولی زندہ اور قریب ہی کے گاؤں میں موجود ہے۔ جان بوجھ کر ایسا عمل کیا گیا ہے۔ جواب جلد مرحمت فرماویں تا کہ اس کا تدارک کیا جاوے۔ فقط۔

حدادب: فقیر الدین نور محمد از سہنس پور، ڈاک خانہ خاص ضلع دہرہ دون، ۸/ جنوری/ ۳۹ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا ولی اس کا چچا ہے، ماموں کو چچا کی موجودگی میں نکاح کی ولایت حاصل نہیں (۱)، اس لئے اگر چچا نے اس نکاح کی اجازت نہیں دی تو وہ نکاح نہیں ہوا (۲)۔ جن لوگوں نے

---

(۱) "الولي في النكاح العصبة بنفسهٔ بلا توسط أنثى على ترتيب الإرث والحجب". (الدرالمختار، باب الولي: ۳/۷٦، سعيد)

(۲) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته. ولو تحولت الولاية إليه، لم يجز إلا بإجازته بعد التحول". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۸۱، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۵، رشيديه)

(وكذا في التاتار خانيه، كتاب النكاح، الفصل الحادي عشر في معرفة الأولياء: ۳/۳۲، إدارة القرآن كراچي)

بلا اجازت نکاح کیا ہے اوراس میں شریک ہوئے ان کو لازم ہے کہ وہ توبہ کریں اوراس کے چچا کے کہنے کے موافق نکاح کریں، یا اس کے بالغ ہونے کا انتظار کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، عبد اللطیف۔

چچا کو بالغہ پر ولایتِ نکاح

سوال [۵۷۴۲]: ایک آٹھ سالہ لڑکی کی منگنی اس کے چچا کی اجازت سے ہوگئی، جب لڑکی کی عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو لڑکی کے حقیقی بھائی نے انکار کردیا۔ تو اس لڑکی بالغہ پر چچا کو ولایتِ اجبار حاصل ہے یا نہیں؟ یا یہ لڑکی خود مختار ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

چچا کو بالغہ پر ولایتِ اجبار حاصل نہیں (۱)، جہاں نکاح کیا جائے، لڑکی کی اجازت سے کیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۲/۱۳۸۸ھ۔

بالغہ کے نکاح کا حق بڑے تایا کو ہے یا چھوٹے تایا کو؟

سوال [۵۷۴۳]: ایک کنواری لڑکی بالغہ اس کے والدین وفات پاچکے ہیں، لڑکی کے دو تائے ابا

(۱) "ولایجوز للولی إجبار البکر البالغة علی النکاح". (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۴، شركت علميه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۵۸، سعيد)

(وملتقى الأبحر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۴۹۰، غفاريه)

(۲) کیونکہ وہ بالغہ ہے اور بالغہ پر کسی کو ولایتِ اجبار حاصل نہیں ہے:

"(ولاتجبر البالغة الكبر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ". (الدرالمختار، باب الولي: ۳/۵۸، سعيد)

"ولاتجبر بكر بالغة على النكاح: أي لاينفذ عقد الولي عليها بغير رضاها عندنا، الخ". (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۹۲، رشيديه)

ہیں: ایک بڑے اور ایک چھوٹے، اور ایک خالہ ہیں۔ اگر لڑکی کے برضا ورغبت ان کے بڑے تائے ابا نے نکاح کر دیا کسی لڑکے سے، جہاں وہ لڑکی چھوٹے تائے ابا کے یہاں رہتی ہے، اس سے کسی دوسری جگہ پر نکاح درست ہے یانہیں؟ جبکہ لڑکی کی پرورش چھوٹے تائے ابا کے یہاں ہوئی۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ وہ لڑکی بالغہ ہے اور اس کے والدین وفات پاچکے ہیں تو اس کی مرضی کے موافق اس کے بڑے تائے ابا نے جو نکاح کر دیا وہ صحیح ہوگیا(۱)، اگر چہ اس کی پرورش چھوٹے تائے ابا کے یہاں ہوئی ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دار العلوم دیوبند، ۸۸/۲/۳ھ۔

شاردا ایکٹ کے خلاف نکاح کا حکم

سوال [۵۷۰۴]: شاردا ایکٹ قانون کے نکاح شرعاً کیسے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو نکاح شاردا ایکٹ کی مخالفت میں اولیاء نے شریعت کے موافق کئے ہیں وہ جائز اور نافذ ہیں، اگر ایسا نکاح باپ دادا نے کیا ہے تو وہ لازم ہے، اس میں کسی قسم کا خیار باقی نہیں۔ اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور شرعی ولی نے کیا ہے تو اس میں خیار بلوغ حاصل ہے یعنی لڑکا لڑکی اگر بالغ ہوتے ہی فوراً اس نکاح کو رد کر دے تو حاکم مسلم بااختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کر کے اس نکاح کو فسخ کرایا جاسکتا ہے: "ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء" زيلعي: ۲/۱۲۲ (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) "ولا تجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ، فإن استاذنها هو: أي الوكيل -وهو السنة- أو وكيله أو رسوله، أو زوّجها وليها وأخبر رسوله، فسكتت عن رده مختارةً، فهو إذنٌ إن علمت بالزوج، اهـ". (الدرالمختار: ۳/۵۸، باب الولي، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۷، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۹۰، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) (تبيين الحقائق: ۲/۵۰۵، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وأنظر أيضاً عنوان: "ماں کو ولایت نکاح"۔)

بچوں کی پرورش کرنے والا ولی نکاح نہیں

سوال [۵۷۴۵]: لڑکی کی پرورش ابتداء سے دوسرے شخص نے کی ہے اور ولی زندہ ہے۔ اب شرعاً لڑکی کا ولی کون ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

محض پرورش کرنے سے آدمی ولی نہیں بن جاتا، جس کو شریعت نے ولی مقرر کیا ہے وہ ہی ولی ہے:

"ولو کان الصغیر والصغیرة فی حجر رجل یعولهما کالملتقط ونحوه، فإنه لایملك تزویجهما، کذا فی فتاوی قاضی خان". عالمگیری: ۲/۲۹۲ (۱)۔ پس اس پرورش کرنے والے کو بغیر ولی کی اجازت کے نکاح کر دینے کا اختیار نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۲/۷ھ۔

جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۸/صفر/۵۶ھ۔

ربیبہ کے نکاح کی ولایت

الاستفتاء [۵۷۴۶]: خالد نے ایک ایسی عورت سے نکاح کیا ہے جو اپنے ساتھ ایک نابالغہ لڑکی لائی جو پہلے شوہر سے ہے۔ اب خالد نے اس نابالغہ صغیرہ کا نکاح کر دیا ہے تو بالغ ہونے کے بعد اس لڑکی کو فسخِ نکاح کا حق ہے یا نہیں، اگر نابالغہ تو ہے لیکن صغیرہ نہیں ہے ہوشیار ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

خالد کو اپنی اس بیوی کی نابالغہ لڑکی پر ولایت نکاح حاصل نہیں جو کہ اس کے پہلے شوہر سے ہے:

"ولو کان الصغیر والصغیرة فی حجر رجل یعولهما کالملتقط ونحوه، فإنه لایملك تزویجهما،

---

(۱) (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۲۸۴، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیه)

"والرجل الذی یعول الصغیر أو الصغیرة، فلا ولایة له فی إنکاحهما". (المحیط البرهانی: ۳/۱۵۸، الفصل التاسع فی معرفة الأولیاء، غفاریة)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۲۲، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

(وکذا فی فتاوی قاضی خان: ۱/۳۵۶، باب الأولیاء، رشیدیه)

كذافي فتاوىٰ قاضي خان". عالمگيري: ۲/۲۹۲(۱) لہٰذالڑکی بالغہ ہونے پر اگر اس سے ناخوشی ظاہر کردے اور کہہ دے کہ مجھے یہ منظور نہیں تو اس نکاح کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا، بلکہ کالعدم ہو جائے گا اور اس کے لئے عدالت یا پنچایت کی بھی ضرورت نہیں ہوگی (۲)۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۳/۹/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۸۵ھ۔

ولایتِ مجنون

سوال [۵۷۴۷]: لڑکی کا نام سکینہ ہے اور لڑکی کا باپ باؤلا ہے اور لڑکی کی ماں محنت کرتی ہے اور اپنے بچوں کو پالتی ہے۔ جس وقت لڑکی کا نکاح ہوا تھا اس وقت لڑکی کی عمر ۴ یا ۵/ سال کی تھی، لہٰذا ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ نکاح شرع کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟ کیوں کہ لڑکی بھی چاہتی ہے کہ وہاں نہ جاؤں، کیونکہ پانچ، سات آدمی اکٹھے ہوئے اور انہوں نے لڑکی سے کہا تو لڑکی نے جواب دیدیا کہ میں اس گھر میں نہیں جاتی۔ اگر تم زیادتی کروگے تو ہم کنویں میں گر کر مر جائیں گے۔ اس لئے یہ فتویٰ طلب ہے کہ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر نکاح کے وقت لڑکی کا باپ باؤلا نہیں تھا بلکہ ہوش میں تھا تو وہ نکاح صحیح اور لازم ہوگیا، اس کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں (۳)، جب تک شوہر طلاق نہ دے دوسری جگہ نکاح نہیں ہوسکتا (۴)۔ اگر لڑکی کا باپ

---

(۱) (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۴، رشيديه)

(۲) "لهما: أي لصغير وصغيرة وملحق بهما خيارُ الفسخ ولوبعد الدخول بالبلوغ أوالعلم بالنكاح بعده لقصور الشفقة". (الدر المختار: ۳/۶۹، باب الولي، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۹۴، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۲۰۹، باب الأولياء والأكفاء، إمداديه ملتان)

(۳) "اعلم أن الولي من كان أهلاً للميراث، وهو عاقل بالغ، لايثبت للصبي والمجنون ولاية".

(حاشية الشلبي على تبيين الحقائق: ۲/۴۹۳، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۵۴، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۹۲، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه) .... =

نکاح کے وقت باؤلا تھا اور اسی حالت میں اس نے نکاح کیا ہے تو یہ نکاح اس کی والدہ کی اجازت پر موقوف تھا(۱)، اگر والدہ نے اجازت دیدی تو صحیح ہوگیا تھا(۲)، اگر والدہ نے اس سے ناراضی ظاہر کرکے انکار کردیا تھا تو وہ صحیح نہیں ہوا، اب لڑکی کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے برادری میں اپنا نکاح کرلے(۳)۔

اگر والدہ نے نکاح کی اجازت دیدی تھی تو اگرچہ اس وقت نکاح صحیح ہوگیا، مگر لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہے یعنی جب بالغ ہونے کے آثار دیکھے فوراً دو آدمیوں کو گواہ بنائے اور کہہ دے کہ میں اس وقت بالغ ہوئی ہوں اور اس نکاح سے راضی نہیں ہوں۔ اور پھر کسی مسلمان حاکم کی عدالت میں دعویٰ کرکے نکاح فسخ کرالے(۴)۔

= "بخلاف ما إذا زوجهما الأب والجد، فإنه لاخيار لهما بعد بلوغهما". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۲۱۱/۳، رشيديه)

(۴) ﴿والمحصنات من النساء إلا ما ملكت أيمانكم﴾ والمراد بهن على المشهور ذوات الأزواج أحصنهن التزوج أو الأزواج أو الأوليا: أى منعهن عن الوقوع فى الإثم". (روح المعانى: ۲/۵، دار إحياء التراث العربى بيروت)

(وكذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الثالث فى المحرمات، القسم السادس: المحرمات التى يتعلق بها حق الغير: ۲۸۰/۱، رشيديه)

(وكذا فى بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل فى شرط أن لاتكون منكوحة الغير: ۴۵۱/۳، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "ويثبت للأبعد التزويج بعضل الأقرب". (الدر المختار: ۸۲/۳، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

(۲) "وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعدُ الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً .... وإن لم يكن من أهل الولاية بأن كان صغيراً أو كان كبيراً مجنوناً، جاز". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۸۵/۱، كتاب النكاح، الباب الرابع، رشيديه)

(۳) "الولى (هو) .... (البالغ العاقل الوارث)". (الدر المختار). "أن الصبى خرج بقوله: البالغ، والمجنون والمعتوه بالعاقل". (رد المحتار: ۵۴/۳، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد)

(۴) "(وإن كان المزوج غيرهما): أى غير الأب وأبيه، ولو الأم .... وإن كان من كفء وبمهر مثل صح، و) لكن (لهما): أى لصغير وصغيرة وملحق بهما (خيارُ الفسخ بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده بشرط القضاء) للفسخ". (الدر المختار: ۶۷/۳-۷۰، كتاب النكاح، باب الولى، سعيد) .... =

اگر وقتِ بلوغ نکاح سے ناراضی ظاہر نہیں کی تو پھر یہ اختیار حاصل نہیں (۱)۔ اگر لڑکی جانا نہیں چاہتی تو کسی صورت سے طلاق لے لے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶۱/۲/۲۷ھ۔

درست ہے: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۸/صفر/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

بالغہ پر ولایت

سوال [۵۷۴۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کے: زید کی ایک لڑکی ہے جس کا رشتہ زید نے اپنی زندگی میں خالد سے کردیا ہے۔ زید کا ایک چھوٹا بھائی بکر ہے، زید بکر سے سخت ناراض تھا، زید کا انتقال ہوگیا، اب بکر چاہتا ہے کہ زید کی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے سے ہو اور زید کی بیوی اور لڑکی اس سے رضامند نہیں، کیونکہ وہ لڑکا نالائق اور بدچلن ہے۔ زید کی بیوی اور لڑکی خالد سے نکاح کرنے میں رضامند ہیں، کیونکہ زید اپنی زندگی میں خالد سے رشتہ کرچکا تھا۔ اب زید کی لڑکی بالغ ہے وہ اپنی مرضی کے موافق

= (وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۱، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیه)

(۱) "ویبطل هذا الخیار في جانبها بالسکوت إذا کانت بکراً، ولایمتد إلی آخر المجلس حتی لو سکتت کما بلغت وهي بکر، بطل الخیار". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۲۸۶، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیه)

(وکذافي الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۷۳، کتاب النکاح، باب الولي، مطلب في فرق النکاح، سعید)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن خفتم ألایقیما حدود الله، فلاجناح علیهما فیما افتدت به﴾ الآیة (البقرة: ۲۳۰)

"ولابأس به عند الحاجة للشقاق بعدم الوفاق)". (الدرالمختار). "أي لوجود الشقاق وهو الاختلاف والتخاصم ....السنة إذا وقع بین الزوجین اختلاف أن یجمع أهلهما لیصلحوا بینهما، فإن لم یصطلحا، جاز الطلاق والخلع". (ردالمحتار: ۳/۴۴۱، کتاب الطلاق، باب الخلع، سعید)

(وکذا في فتح القدیر: ۴/۲۱۱، کتاب الطلاق، باب الخلع، مصطفی البابي الحلبي مصر)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۴۸۸، کتاب الطلاق، الباب الثامن، رشیدیه)

بغیر اجازت اپنے چچا صاحب کے خالد سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں، جب کہ لڑکی بالغ اور خود مختار ہے؟

سائل: ضمانت خاں محلہ لوہاری سرائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جب لڑکی بالغہ ہے تو اس کا چچا بلا اس کی رضامندی کے ہرگز اس کا نکاح نہیں کرسکتا، جس جگہ لڑکی کے باپ نے لڑکی کا رشتہ اپنی زندگی میں کیا تھا، اگر وہاں لڑکی بغیر رضامندی اپنی چچا کے اپنا نکاح کرلے گی تو شرعاً یہ نکاح معتبر ہوگا اور چچا کو شرعاً اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا، بشرطیکہ وہ نکاح کفو یعنی اپنی برادری میں ہو اور مہر مثل سے کم پر نہ ہو: "ونفذ نکاح حرة مکلفة بلا رضاء ولي، الخ". "ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح، اھ". درمختار، باب الولي (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/۴/۵۴ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۰/ربیع الثانی/۵۴ھ۔

ولایتِ نکاح میں شافعیہ کے قول پر فتویٰ

سوال [۵۷۴۹]: امام شافعی کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح نہیں ہوتا اور ہمارے علاقہ میں ایسا ہوتا چلا آرہا ہے، جو علماء ندوہ سے فارغ ہوکر آئے ہیں انہوں نے ایسے نکاحوں کی ممانعت کی، البتہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا ہے۔ مگر جن لڑکیوں نے فرار ہوکر بغیر ولی کے اپنا نکاح کرلیا ہے، صاحبِ اولاد بھی ہیں، ان کے بارے میں امام شافعی کے نزدیک کیا حکم ہے، نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

جواب امام شافعی کے حوالہ سے تحریر کریں، ہمارے علاقہ میں دنیاوی علم بہت ہے اور دینی کم، اس لئے ایسے نکاح کثیر تعداد میں ہوتے ہیں۔

---

(۱) (الدر المختار: ۳/۵۵، باب الولي، سعید)

"نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولي؛ لأنها تصرفت في خالص حقها، وهي من أهله، لکونها عاقلةً بالغةً .... ولا تجبر بکر بالغة علی النکاح: أي لاینفذ عقد الولي علیها بغیر رضاها عندنا. الخ".

(البحر الرائق: ۳/۱۹۲، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۸۷، الباب الرابع في الأولیاء، رشیدیه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنا تو آپ کو بھی معلوم ہے کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بغیر ولی کے نکاح درست نہیں ہوتا(۱)، پھر ایسے نکاح اور ایسے نکاح سے اولاد کا حکم جو کچھ دریافت کرنا ہو علمائے شافعیہ ہی سے دریافت کیا جائے، بمبئی جامع مسجد سے بھی حکم مذہبِ شافعیہ کا معلوم ہو سکتا ہے، آپ کے مقامی علمائے شافعیہ اگر خود نہ بتائیں تو بمبئی سے دریافت کرلیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۷/۷/۱۴۰۶ھ۔

ولایتِ نکاح سے متعلق وصیت کا حکم

سوال [۵۷۵۰]: زید کی بیوی نے اپنی نابالغہ لڑکی کے نکاح کے متعلق حالتِ تندرستی میں زید سے دریافت کیا کہ کیا تمہارا ارادہ عمر کے یہاں کرنے کا ہے، زید نے کہا جو تمہارا ارادہ ہے وہی میرا بھی ارادہ ہے، زید کی بیوی نے کہا میں اس سے ناراض ہوں۔ اس کے بعد زید کی بیوی نے بوقتِ مرگ محض ایک عاقلہ بالغہ سے وصیت کی کہ لڑکی مذکورہ کی شادی عمر کے یہاں نہ کی جاوے، اگر ایسا کیا گیا تو میں حشر میں دامن گیر ہوں گی۔ اب اگر زید لڑکی مذکورہ کی شادی عمر کے یہاں کردے تو جائز ہے یا نہیں، جبکہ زید سے عمر کی قرابتِ قریبہ ہے؟

الجواب حامداو مصلیاً:

شرعاً اس وصیت کا کوئی اعتبار نہیں (۲)، زید کو اس لڑکی پر جس قسم کی ولایت کا حق پہلے حاصل تھا، ویسے

---

(۱) "الولی عن المرأة مطلقاً شرطٌ عند الشافعیة لصحة أیّ عقدٍ من عقود الزواج، فلا تزوّج امرأةٌ نفسها بإذن ولیها، ولا غیرها بوکالة، ولاتقبل زواجاً لأحد". (الفقه الإسلامی وأدلته: ۹/۶۶۹۵، أنواع الولایة عندالشافعیه، رشیدیه)

(وکذا فی تبیین الحقائق: ۲/۴۹۳، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی بدائع الصنائع: ۳/۳۵۷، فصل: الذی یرجع إلی المولی علیه، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) "ولیس للوصی من حیث هو وصی أن یزوّج الیتیم مطلقاً، وإن أوصی إلیه الأب بذلک علی المذهب". (الدرالمختار: ۳/۷۹، باب الولی، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۲۱، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۸۴، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیه)

ہی اب بھی ہے، یعنی باپ ہونے کی حیثیت سے جس طرح بیوی کی زندگی میں اپنے اختیار سے بیوی کی مرضی کے خلاف نکاح کرنے کا مُجاز تھا اسی طرح اب بھی ہے(۱)۔ اگر وہ لڑکی زید کی نہیں بلکہ اس کی بیوی کی کسی دوسرے شوہر سے ہے اور زید کا اس سے کوئی رشتۂ عصبیت کا نہیں تو زید کو اس کی ولایت نہ پہلے حاصل تھی نہ اب حاصل ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۱۷/صفر/۶۰ھ۔

بالغہ کا نکاح بغیر ولی کے، اور نابالغ کے ولی کی طلاق

سوال[۵۷۵۱]: مسماۃ رمضانوں بنت نہتو بیوہ ہوگئی تھی، عدت ختم ہونے پر اس کے والد نے اس کے دیور مسمّی جماعت علی سے نکاح کردیا اور پھر اس لڑکی سے والد نے کہہ دیا کہ تمہارا نکاح مسمّی جماعت علی سے کردیا جو کہ نابالغ تھا یعنی اس وقت جماعت علی کی عمر دس برس کی تھی اور لڑکی بالغ تھی تو لڑکی نے اس بات پر اظہار ناراضگی کیا اور انکار کیا۔ اب تین سال کے بعد لڑکی کے والد نے جماعت علی کے والد سے کہہ دیا کہ اپنی بہو کو لے جا، تو تین طلاق دیدی ہے اور پہلے بھی کہہ دیا تھا کہ اپنی لڑکی کا نکاح جہاں چاہو کردو، اب بھی کہتا ہوں کہ تم اپنی

---

(۱) "الولي في النكاح لاالمال العصبة بنفسه، وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة .... على ترتيب الإرث". (الدرالمختار). "(قوله: لاالمال) فإنه الولي فيه الأب ووصيه، والجد ووصيه، والقاضي ونائبه فقط، الخ". (ردالمحتار: ۷۶/۳، باب الولي، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲۰۸/۲، باب الأولياء والأكفاء، إمداديه، ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۵۰۳/۲، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) "ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه، فإنه لايملك تزويجهما، كذا في فتاوىٰ قاضي خان". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۸۴/۱، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

"والرجل الذي يعول الصغير أو الصغيرة، فلا ولاية له في إنكاحهما". (المحيط البرهاني: ۱۵۸/۳، الفصل التاسع في معرفة الأولياء، غفارية)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۲۲/۳، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في فتاوىٰ قاضي خان: ۳۵۶/۱، باب الأولياء، رشيديه)

لڑکی کو جہاں چاہو نکاح کردو۔ اور لڑکی خود بھی جانا نہیں چاہتی ہے اور لڑکا اب بھی نابالغ ہے یعنی تیرہ سال کی عمر ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

باپ کو جبراً بغیر اس کی مرضی کے نکاح کرنے کا حق نہیں، پس اگر نکاح کی خبر پاکر لڑکی نے اس نکاح کو رد کردیا تھا تو رد ہوگیا تھا، اب طلاق کی ضرورت نہیں، دوسری جگہ نکاح کرنا درست ہے۔ اگر اس نکاح کو رد نہیں کیا تھا بلکہ اجازت دیدی تھی تو وہ صحیح ہوگیا تھا، اب جب تک لڑکا بالغ ہوکر طلاق نہ دے دوسری جگہ نکاح درست نہیں۔ لڑکے کے باپ کو شرعاً لڑکے کی بیوی کو طلاق دینے کا حق حاصل نہیں، یہ طلاق بالکل بے کار ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ذی الحجہ/ ۵۷ھ۔

بغیر ولی کی اجازت کے بالغہ کا نکاح

سوال [۵۷۵۲]: ۱......ایک بالغ لڑکی نے اپنے کفو میں اور خاندان کے بالغ لڑکے سے بغیر اپنے ولی کی اجازت کے نکاح کرلیا ایسی صورت میں ولی کو حقِ فسخ ہے یا نہیں؟

۲......فسخ کی صورت کیا ہوگی؟ کیا قاضی یا کسی مسلمان حاکم کے یہاں دعویٰ کرکے، یا پنچایت میں معاملہ رکھ کر نکاح فسخ کرادیا جائے گا، یا خود ولی کے کہنے سے فسخ ہوسکتا ہے کہ ولی کہدے: فسخت بینکما، اور وہ فسخ ہوجائے؟

امیر علی، معرفت: حامد میاں، مدرسہ شاہی مرادآباد۔

---

(۱) "لایجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب أو سلطان بغیر إذنها بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک فالنکاح موقوفٌ علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۲۸۷، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیه)

(وکذا فی مجمع الأنهر: ۱/ ۴۹۱، باب الأولیاء والأکفاء، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی النهر الفائق: ۲/ ۲۰۴، باب الأولیاء والأکفاء، إمدادیه ملتان)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱......اگر مہرِ مثل پر نکاح کیا ہے تو ولی کو حقِ فسخ حاصل نہیں: "نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولي، وله الاعتراض في غير الكفو، وروى الحسن عن الإمام عدم جوازه، وعليه فتوى قاضي خان، وهذا أصح وأحوط، والمختار للفتوى في زماننا، الخ". مجمع الأنهر(۱)۔

۲......فسخ کا حق نہیں (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، ۱۹/ ذی قعدہ/ ۰۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم سہارنپور۔

بالغہ کا نکاح بلا اجازت کرنا

سوال [۵۷۵۳]: میرے والد حقیقی محمد اسماعیل نے میری شادی میری مرضی کے خلاف مسمی خدا بخش ولد میاں خیر الدین ساکن امرتسر کے ساتھ کردی، میں کنواری اور بالغہ ہوں، مجھے اس نکاح کے متعلق کچھ خبر نہیں دی گئی اور نہ ہی میرے والد یا کسی نے مجھ سے اجازت لی اور نہ ہی ایجاب وقبول کرایا گیا۔ چونکہ خدا بخش مذکور فاسق، فاجر، زانی، بے روزگار اور معمر ہے، نیز تا حال میں سسرال یعنی خدا بخش کے گھر بھی نہیں گئی۔ میں نہ تو رضامند تھی اور نہ ہوں، نکاح معرضِ تحریر میں آچکا ہے جو منجانبِ خدا بخش ہے، میرے مشاہدہ سے نہ نکاح نامہ گذرا اور نہ گذارا گیا، میں خواندہ بھی ہوں، ولی، وکیل، اور شاہدان امورِ متذکرہ بالا کو تسلیم کرتے ہیں۔ پس

---

(۱) (مجمع الأنهر: ۱/۴۸۸، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية، بيروت)

"فنفذ نكاح حرة مكلفة بلارضا ولي، وله: أي للولي إذا كان عصبةً الاعتراض في غير الكفو، فيفسخه القاضي، ويتجدد بتجدد النكاح". (الدر المختار: ۳/۵۶، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۹۲، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۲) "(قوله: فيفسخه القاضي)، فلا تثبت هذه الفرقة إلا بالقضاء؛ لأنه مجتهد فيه، وكل من الخصمين يتشبث بدليل، فلاينقطع النكاح إلا بفعل القاضي". (ردالمحتار: ۳/۵۶، باب الولي، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۸۹، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذافي المحيط البرهاني: ۳/۱۲۲، الفصل التاسع: في معرفة الأولياء، غفارية)

درخواست ہے کہ بوضاحت فرمادیا جائے کہ آیا نکاح درست ہے یا نہیں؟

نوٹ: عام طور پر لڑکی کی خاموشی کو اس پر دال کیا جاتا ہے کہ لڑکی رضامند ہے، مگر یہاں تو اتنی تکلیف بھی نہیں کی گئی کہ لڑکی کے پاس جائیں اور ایجاب وقبول کا تذکرہ کریں، نہ کوئی میرے پاس آیا اور نہ مجھ سے پوچھا گیا، میں کسی حالت میں بھی خدا بخش مذکور کی زوجیت قبول کرنے کو تیار نہیں۔

غلام بتول دختر محمد اسماعیل ساکن لاہور۔

تصدیق: ''میں اس بات کی بحیثیتِ ولی کے تصدیق کرتا ہوں کہ واقعی لڑکی کی اجازت نہیں طلب کی گئی''۔ العبد محمد اسماعیل ولد رحیم۔

بخدمت علمائے دین ومفتیان شرع متین!

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔

''گذارش ہے کہ بندہ درمعاملہ ودرخواست متعلقہ نکاحِ مسماۃ غلام بتول دختر محمد اسماعیل حسبِ ذیل عرض کرتا ہے: اول یہ کہ جو درخواست مسماۃ غلام بتول مذکور کی طرف سے علمائے کرام کی خدمت میں ہے کہ اس کا مضمون درست ہے، بات یہ کہ غلام بتول مذکور کے نکاح نامہ پر میرے دستخط بذریعۂ وکیل کے ہیں جو کہ میں نے بذریعہ وے والد غلام بتول یعنی محمد اسماعیل کے کہنے پر وکیل بنا کر دستخط کیے، خود میں نے غلام بتول سے اجازت حاصل نہیں کی اور نہ ہی بعد میں ایجاب وقبول کرایا گیا، لہٰذا ملتمس ہوں کہ درخواست جو کہ مسماۃ غلام بتول نے گذاری ہے وہ بالکل درست ہے''۔

العبد حاجی قادر بخش ولد میاں پیر، المرقوم، ۲۸/اکتوبر/۱۹۳۶ء۔

''جو کہ درخواست غلام بتول دختر محمد اسماعیل کی طرف سے علماء کی خدمت میں ہے اس درخواست کا مضمون درست ہے، کیونکہ میری موجودگی میں دختر محمد اسماعیل سے بذریعۂ وکیل وگواہان جن میں سے میں بھی موجود تھا، دختر محمد اسماعیل سے نہ اجازت حاصل کی گئی ہے اور نہ ایجاب وقبول کرایا گیا تھا، حالانکہ دختر محمد اسماعیل بالغہ تھی۔ میری گواہی شرعی کاغذ پر ضرور ہے، مگر وہ تکمیل حق ہی کے واسطے ہے، میرا بیان حلفیہ ہے''۔

العبد رحمت اللہ ولد میاں خیرالدین۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جوکنواری بالغہ ہواس پرکسی کو ولایتِ اِجبار حاصل نہیں، یعنی کوئی شخص باپ وغیرہ اس کا نکاح جبراً بلااس کی رضامندی نہیں کرسکتا، اگرکسی نے ایسا کیا بھی تو یہ نکاح اس بالغہ کی اجازت پرموقوف رہے گا۔ پس اگر بوقتِ نکاح اجازت نہیں لی گئی اور بلا اجازت نکاح کردیا گیا ہے تو یہ نکاح تمھاری اجازت پرموقوف ہے، اگرتم نے اجازت دے دی تو جائز ہوگا، اگراجازت نہیں دی، بلکہ ردکردیا اس طرح پرکہ''میں اس نکاح سے رضامند نہیں، میں نے اس نکاح کوردکردیا'' تو یہ نکاح رد ہوگیا۔ اب تمہارے والد کوتمھاری مرضی کے خلاف کسی جگہ نکاح کرنے کا حق نہیں:

''ولا تجبر البكر البالغة على النكاح، لانقطاع الولاية بالبلوغ، اھ''. درمختار، ص: ٤٦١ (١)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ عبداللطیف، یکم/ رمضان۔

بغیر ولی کے نکاح

سوال [۵۷۵۴]: مسماۃ ہندہ بالغہ باکرہ نے بغیر اجازتِ والد خود نکاح کرلیا، کیونکہ اس کا والد دوسری جگہ نکاح کرنا چاہتا تھا، ہندہ وہاں رضامند نہیں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا ہندہ کا نکاح ہوا یا نہیں؟ غیر مقلد کہتے ہیں کہ دوسری جگہ پڑھایا جائے، اول نکاح درست نہیں۔

پیر محمد غوث، حضرت بابا فرید گنج شکر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ بالغہ نے اپنی برادری میں مہرِ مثل پر یا اس سے زیادہ پر نکاح کیا ہے تو شرعاً یہ نکاح حنفیہ کے نزدیک صحیح ہے، اگر غیر برادری میں یعنی نیچے خاندان میں نکاح کیا ہے تو مفتی بہ قول کے موافق وہ صحیح نہیں ہوا،

---

(١) (الدر المختار: ٥٨/٣، باب الولی، سعید)

(وكذا في البحر الرائق، باب الأوليا والأكفاء: ١٩٢/٣، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في الأولياء: ٢٨٧/١، رشيديه)

دوبارہ برادری میں کرے۔ اگر مہر مثل سے کم پر کیا ہے تو ولی یعنی باپ کو اختیار ہے کہ حاکم مسلم کے یہاں درخواست دے اور حاکم شوہر کو بلا کر کہے: یا تو مہر مثل پورا کرو ورنہ ہم نکاح فسخ کردیں گے، اگر شوہر نے مہر مثل پورا کردیا تب وہ نکاح برقرار ہے، اگر پورا نہ کرے تو حاکم مسلم نکاح فسخ کردے:

"تنفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، وله إذا كان عصبةً الاعتراضُ في غير الكفوء مالم تلد منه، ويفتى في غير الكفؤ بعدم جوازه أصلاً، وهوالمختار للفتوى، اهـ".

درمختار: ۲/۴۵۸(۱)۔

"ولونكحت بأقل من مهر المثل، فللولي العصبة الاعتراضُ حتى يتم مهر مثلها أو يفرق القاضي بينهما دفعاً للعار، اهـ"۔

"(قوله: الاعتراض) أفاد أن العقد صحيح، وتقدم أنها لو تزوجت غير كفؤ، فالمختار للفتوى رواية الحسن أنه لايصح العقد، ولم أرمن ذكرمثل هذه الرواية هنا، ومقتضاه أنه لاخلاف في صحة العقد، لعل وجهه أنه يمكن الاستدراك هنابإتمام مهر المثل بخلاف عدم الكفاء ة. والله تعالىٰ أعلم، اهـ". درمختار مع ردالمحتار: ۲/۵۰۰(۲)۔

"نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولي، وقال مالك والشافعي رحمهما الله تعالىٰ: لاينفذ بعبارة النساء أصلاً؛ لقوله تعالىٰ: ﴿فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾، فلولا أن له ولاية التزويج لَمَا مُنع عن العضل. وقال الشافعي: هي أبين اية في كتاب الله تعالى على اشتراط الولي. ولقوله عليه الصلوة والسلام: "لانكاح إلابولي وشاهدى عدل". وقد رووا في كتبهم أحاديث كثيرةً ليس لها صحةٌ عند أهل النقل، حتى قال البخاري وابن معين: لم يصح في هذا الباب حديث يعنى على اشتراط الولي۔

---

(۱) (الدر المختار: ۳/۵۵، باب الولي، سعيد)

(۲) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۹۴، باب الكفاء ة، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/۲۰۲-۲۲۳، باب الأولياء والأكفاء، إمداديه ملتان)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۷-۲۹۴، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

ولنا قوله تعالى: ﴿فلا جناح عليكم فيما فعلن في أنفسهن﴾. وقوله تعالى: ﴿فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾ وقوله تعالى: ﴿حتى تنكح زوجاً غيره﴾. وقوله تعالى: ﴿فلا جناح عليهما أن يتراجعا إن ظنا أن يقيما حدود الله﴾. وهذه الآيات تصرح بأن النكاح ينعقد بعبارة النساء؛ لأن النكاح المذكور فيها منسوب إلى المرأة من قوله: ﴿أن ينكحن﴾ و﴿حتى تنكح﴾ وهذا صريح بأن النكاح صادر منها، اه". زيلعي: ۱۱۷/۲ (۱)۔

غیر مقلد اگر ذی علم ہے تو ان عبارات میں اس کے لئے دلیل موجود ہے، اگر ذی علم نہیں بلکہ عامی اور جاہل ہے تو علمی مسائل میں جاہل سے بحث فضول ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/۵/۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مظاہر علوم، صحیح: عبد اللطیف، ۱۸/ جمادی الاولیٰ/ ۵۹ھ۔

غیر ولی کا کیا ہوا نکاح

سوال [۵۷۵۵]: مسمی سلامت علی نے اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ وایک دختر حقیقی مسماۃ اختری کو مکمل قطع کر کے دوسرے موضع میں سکونت اختیار کر لی اور عرصۂ دراز تک دونوں زوجین اپنی اپنی جائے سکونت پر بالکل اجنبی کی طرح رہتے رہے۔ جب جانبین میں موافقت کی امید بالکل قطع ہو چکی تو ہندہ نے اپنا نکاحِ ثانی مسمی کرامت علی سے کر لیا اور خوب محبت و پیار سے رہتے سہتے رہے۔ نکاح کے بعد سلامت علی نے نہ دختر کو لے جانے کا قصد کیا اور نہ زوجہ کا دھیان دل پر لایا۔ ایک روز ہندہ نے اپنے خاوند کرامت علی سے کہا کہ مسماۃ اختری کا نکاح مسمی اصغر علی سے موضع ساہا میں کر دو۔ خاوند صاحب نے اختری کے بلا اجازت پوشیدہ طریقہ سے اپنے رشتہ دار کے مسمی حشمت علی سے کر دیا اور معاً رخصت بھی کر دیا۔ ان ایام میں اختری سن نابالغہ میں تھی۔

جب یہ تمام دغابازی ہندہ کو معلوم ہوئی تو وہ خاوند پر بہت خفا ہوئی اور فوراً اپنی دختر کو اپنے پاس بلوالیا، بعدہ سالہا سال تک رخصتی کا نام تک نہ لیا، یہاں تک کہ اختری جوان ہوگئی اور اختری کا والد حقیقی فوت ہو گیا۔ بعد میں ہندہ نے سینہ سپر ہو کر اپنے شوہر کی رضامندی کے خلاف اور حشمت علی کے طلاق دیئے بغیر صرف اپنی

---

(۱) (تبیین الحقائق للزیلعي: ۴۹۳/۲، باب الأولیاء والأکفاء، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا في بدائع الصنائع: ۳۷۲/۳، فصل في ولایة الندب، دار الکتب العلمیة بیروت)

واختری کی رضامندی سے اسے سابق پسند کردہ لڑکے اصغرعلی سے نکاحِ ثانی کردیا اورحشمت علی کوصاف جواب دے دیا، وہ محروم ہوکر بیٹھ گیا۔ فی الحال دونوں اختری واصغرعلی ایک مکان میں خاوند وبیوی کی طرح رہتے سہتے ہیں۔اب بعض لاعلم اشخاص یہ کہتے ہیں کہ جونکاح اول کیا تھا وہی صحیح ہوگیا تھا،نکاحِ ثانی نہیں ہوا،اور بعض کہتے ہیں کہ نکاحِ ثانی صحیح ہوا ہے، کیونکہ یہ اختری واصغری کی والدہ کی رضامندی سے ہوا ہے۔حضور والاسلیس اردو میں تحریرفرماویں کہ یہ عورت کون سے خاوند کوحلال ہے اورکس کوحرام ہے؟ بینواوتوجروا۔

مرسلہ:محمدابراہیم،متوطن قریہ ساہا،ضلع وتحصیل انبالہ،۲۱/شعبان/۵۶ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگرسلامت علی نے ہندہ کوطلاق دیدی تھی اور ہندہ نے عدت گذارکرکرامت علی سے نکاح کیا تھا تب تو یہ نکاح صحیح ہے اوراگرطلاق نہیں دی تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا(۱)،سلامت علی کے انتقال کے بعدعدتِ وفات گذار کردوبارہ نکاح کرنا چاہیئے ۔اورسلامت علی نے ہندہ کوطلاق تو دیدی تھی لیکن عدت پوری ہونے سے پہلے ہندہ نے کرامت علی سے نکاح کیا ہے تب بھی صحیح نہیں ہوا،عدتِ طلاق گذارکردوبارہ کرنا چاہیئے یہ حکم تو ہندہ کا ہے۔

اور ہندہ کی لڑکی اختری کا یہ حکم ہے کہ اس کا پہلا نکاح جوکرامت علی نے کیا تھا وہ ہندہ کے پہلے شوہر، یعنی اختری کے والدسلامت علی کی اجازت پرموقوف تھا،اگراس نے اجازت دیدی تھی تو نافذ ہوگیا تھا(۲)۔پھر اختری کوجواس کی والدہ نے بلالیا تھا اور پھر رخصت نہیں کیا بلکہ اس کے جوان ہونے پردوبارہ اصغرعلی سے نکاح کردیا یہ ناجائز رہا، یہ نکاح درست نہیں ہوا۔حشمت علی کے گھراس کوبھیجنا ضروری ہے اوراگراختری کے والد

(۱) "لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة، سواء کانت العدة عن طلاق أووفاة أودخول فی نکاح فاسد أوشبهة نکاح". (الفتاویٰ العالمکیریه: ۱/۲۸۰،القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع :۳/۴۵۱،فصل فی شرط الزوجة، دارالکتب العلمیة، بیروت)

(وکذا فی التاتارخانیة :۳/۴،فی بیان مایجوز من الأنکحة الخ، إدارة القرآن کراچی)

(۲) "فلوزوّج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته". (الدر المختار :۳/۸۱،باب الولی،سعید)

(وکذا فی المحیط البرهانی :۳/۱۵۷،الباب الرابع فی الأولیاء، غفاریه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۸۵، الباب الرابع فی الأولیاء، رشیدیه)

سلامت علی نے اس کے نکاح کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ رد کر دیا تھا تو وہ رد ہو گیا تھا، اب حشمت علی کو کوئی حق نہیں رہا۔

اختری کے بالغہ ہونے پر جو اس کی رضامندی سے اس کی والدہ نے اصغر علی سے دوبارہ نکاح کیا ہے وہ صحیح اور نافذ ہو گیا۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ۸/ ۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف ناظم مدرسہ مظاہر علوم، یکم/ رمضان/ ۵۶ھ۔

ایضاً

سوال [۵۷۵۶]: میرے چچازاد بھائی محمد عمر خان کے لڑکے کلام الدین خان جو مر چکے ہیں ان کی دو لڑکیاں اور بیوی موجود ہیں: ۱- دختر سروری جس کی عمر چار پانچ سال ہے، ۲- دختر قیصری جس کی عمر ڈھائی سال ہے۔ ان دونوں لڑکیوں کا عقدِ نکاح ہو گیا، سروری کا نکاح محمد ظہیر خان نے ولی بن کر اپنی اجازت سے کیا، قیصری کا نکاح ثناء اللہ نے ولی بن کر اپنی اجازت سے کیا۔ یہ دونوں عقد کس کی اجازت سے ہونے چاہیے تھے؟ اور ولی کون ہو سکتا تھا؟
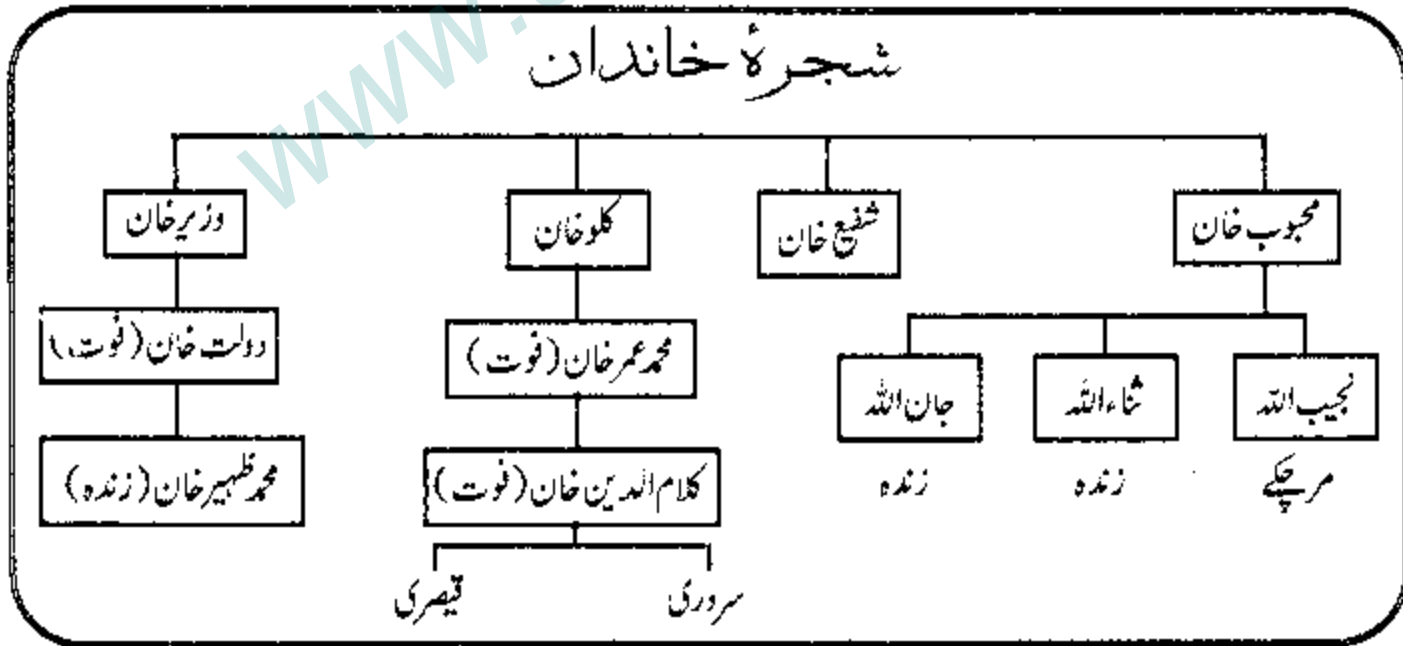
الجواب حامداً ومصلیاً:

ثناء اللہ خاں نے جو قیصری کا نکاح کیا ہے وہ صحیح ہو گیا، اس کو شرعاً ولایتِ نکاح حاصل ہے(۱)۔ محمد

---

(۱) "فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته". (الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: =

ظہیر خاں نے جو نکاح سروری کا کیا ہے، وہ ثناء اللہ اور جان اللہ کی اجازت پر موقوف ہے(۱)، اگر ان میں سے کسی نے بھی اس کو منظور کرلیا تو وہ درست ہوگیا، اگر کسی نے نامنظور کردیا تو وہ جب ہی بے کار اور ختم ہوگیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/۲/۸۸ھ۔

ولی کی اجازت کے بغیر بالغہ کا نکاح اور مبسوط کی عبارت

سوال [۵۷۵۷]: اگر کوئی عورت باکرہ عاقلہ بالغہ بغیر رضائے ولی کے خفیہ نکاح کرلیتی ہے جس سے والدین، اولیاء کی عزت پر بہت بدنما دھبہ لگ گیا ہے، کیونکہ وہ شریف خاندان میں سے نہیں اور اس نکاح کو ہرگز جائز نہیں کہتے۔ تو کیا اس صورت میں حسبِ مضمون عبارتِ ''مبسوطِ سرخسی'' بغیر رضائے ولی یہ نکاح جائز قرار دیا جاسکتا ہے:

قال العلامة السرخسي رحمه الله تعالىٰ: "ومن العلماء من يقول: إذا كانت غنيةً شريفةً، لم يجز تزوجها نفسها من غير رضاء الولي. وإن كانت فقيرةً خسيسةً، يجوز لها أن

= ۸۱/۳، سعید)

"(وإن كان المزوّج غيرهما: أي غير الأب وأبيه .... وإن كان من كفء وبمهر المثل، صح". (الدر المختار: ۶۹/۳، باب الولي، سعيد)

(۱) "الولي في النكاح العصبة بنفسه بلاتوسط أنثىٰ علىٰ ترتيب الإرث والحجب .... فلوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته". (الدر المختار).

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالىٰ تحته بعد عبارة: "فلايكون سكوته إجازةً لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالةً، تأمل". (ردالمحتار: ۷۶/۳-۸۱، باب الولي، سعيد)

"وإن زوّج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية، توقف نكاح الأبعد على إجازته". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۸۵/۱، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۲۳/۳، الفصل الحادي عشر في معرفة الأولياء، إدارة القرآن كراچی)

تزوج نفسها من غير رضا الولي". مبسوط: ۵/ ۱۰، باب النکاح (۱)۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر عاقلہ بالغہ نے اپنا نکاح کفو میں مہرِ مثل پر کیا ہے تو شرعاً نافذ اور درست ہے(۲)، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے، امام ابویوسفؒ کا قول ظاہر الروایہ میں یہی ہے اور انھوں نے قولِ اول سے رجوع کیا ہے جو یہ ہے کہ: ''بغیر ولی کے نکاح منعقد نہیں ہوتا جبکہ اس کا کوئی ولی ہو''۔ تیسرا قول یہ ہے کہ ''اگر کفو میں کیا ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں''۔ اس سے بھی رجوع کیا، اور فرمایا کہ زوج کفو ہو یا نہ ہو بہر صورت درست ہے۔ امام محمدؒ کے نزدیک یہ نکاح ولی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے، پھر ان سے بھی شیخین کے قول کی طرف جو کہ ظاہر الروایہ ہے رجوع مروی ہے، لہذا ظاہر الروایۃ میں ہمارے ائمۂ ثلاثہ کا قول متفق علیہ یہی ہے کہ نکاح درست اور نافذ ہے، پھر اس متفق علیہ قول کے خلاف فتویٰ دینا شرعاً درست نہیں۔

مبسوط میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے، معلوم نہیں کہ وہ حنفی ہیں یا غیر حنفی، جیسے کہ آئندہ قول اصحابِ ظواہر کا درجہ ہے، پھر یہ کہ اس پر نہ کسی کا فتویٰ نقل کیا ہے نہ اس کو کسی دلیل سے مبرھن کیا ہے۔ ایسے قول پر فتویٰ دینا قواعدِ افتاء کے خلاف ہے، كما صرح به ابن عابدين في عقود رسم المفتي (۳)۔

"نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولي، وهذا عند أبي حنيفة وأبي يوسف رحمهما الله تعالى في ظاهر الرواية. وكان أبويوسف أولاً يقول: إنه لاينعقد إلا بولي إذا كان لها وليّ. ثم رجع وقال: إن كان الزوج كفواً لها جاز، وإلا فلا. ثم رجع وقال: جاز سواء كان الزوج كفواً لها أو لم يكن. وعندمحمد رحمه الله تعالى: وينعقد موقوفاً على إجازة الولي، سواء كان الزوج كفواً

---

(۱) (المبسوط: ۳/ ۱۰، كتاب النكاح، باب النكاح بغير ولي، حبيبيه)

(۲) "ولاتجبر البالغة البكر على النكاح لانقطاع الولاية بالبلوغ". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/ ۵۸، سعيد)

(۳) "أن الواجب على من أراد أن يعمل لنفسه أويفتي غيره، أن يتبع القول الذي رجّحه علماء مذهبه، فلايجوز له العمل أوالإفتاء بالمرجوح". (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۳۵، مطلب: يجب اتباع الراجح ولايجوز العمل ولاالإفتاء بالمرجوح، الرشيدالوقف)

لها أولم يكن. ويروى رجوعه إلى قولهما، اهـ". تبيين الحقائق: ۲/۱۱۷(۱)۔ "فاتفق عليه أصحابنا في الروايات الظاهرة يفتى به قطعاً.......... وأن الحكم والفتيا بالقول المرجوح جهلٌ وخرق للإجماع". درمختار۔ "ومذهب الحنفية المنع عن المرجوح حتى لنفسه لكون المرجوع صار منسوخاً". شامی: ۱/۵(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

نکاحِ صغیر بغیر ولی

سوال [۵۷۵۸]: ایک نابالغ لڑکا ہے مگر عاقل ہے، اگر نکاح کے وقت اس سے ایجاب وقبول بغیر ولایتِ باپ کے کیا جائے تو نکاح منعقد ہوگا یا نہیں، ایسے کئی نکاح ہو رہے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس کا ایجاب وقبول بغیر ولی کے کافی نہیں بلکہ وہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف رہتا ہے: "الولي شرط نكاح صغير، اهـ". درمختار: ۲/۴۵۸(۳)۔

"صغيرةٌ زوّجت نفسها من كفء، ولا وليَّ لها ولا قاضي في ذلك الموضع، ينعقد ويتوقف على إجازتها بعد بلوغها. وإذا زوجت الصغيرة نفسها، فأجاز الأخ الولي، جاز، ولها الخيار إذا بلغت، اهـ". عالمگیری: ۲/۲۸۶(٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۷/صفر/۶۳ھ، الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) (تبيين الحقائق: ۲/۴۹۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار: ۱/۶۹-۷۴، مقدمه، مطلب: لايجوز العمل بالضعيف حتى لنفسه عندنا، سعيد)

(وكذا في أصول الإفتاء، لمحمد تقي العثماني، ص: ۴۹، القاعدة الحادية عشر في حكم الإفتاء بالروايات الضعيفة)

(۳) (الدر المختار: ۳/۵۵، باب الولي، سعيد)

(۴) (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۶، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه) ....

نابالغ کا نکاح غیرولی نے کیا، ولی نے طلاق دی، پھر نکاحِ ثانی ہوا

سوال [۵۷۵۹]: ۱...... زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح مسمی عمر کے نابالغ لڑکے سے کردیا، مسمی بکر نے جو عمر کا حقیقی بھائی ہے اپنے بھتیجے کے لئے قبول کیا۔ عرصہ ایک سال بعد مسمی بکر نے۔ جو ناکح نابالغ کا باپ تھا۔ اپنے لڑکے نابالغ کی جانب سے طلاقِ ثلاثہ دیدی۔ طلاق کے بعد تقریباً ۴/ سال عرصہ گذرنے کے بعد اب مسمی زید نے اپنی لڑکی نابالغہ کا نکاح کسی دوسری جگہ کردیا۔ کیا عندالشرع نکاحِ ثانی جائز ہے؟

۲...... اور طلاق مسمی عمر کی نابالغ لڑکے کی جانب سے درست ہے؟ جواب مدلل ہو۔

۳...... اگر نہیں تو مسمی زید کی نسبت عندالشرع کیا سزا ہے؟

۴...... اور جنہوں نے نکاحِ ثانی کیا ہے ان کی نسبت کیا حکم ہے؟ یہ یاد رہے کہ نکاحِ ثانی لینے والوں کو یہ تو علم تھا کہ اس لڑکی کا نکاح پہلے ہوا تھا، مگر بچپن ہی میں مطلقہ ہوگئی، وہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے طلاق کو درست اور صحیح سمجھے۔

۵...... نیز جو گواہان وغیرہ اب نکاحِ ثانی میں ہوئے ان میں سے کسی کو بھی پہلے نکاح یا طلاق کا کوئی علم نہ تھا۔ نکاح کے وقت منکوحہ کنواری لکھی گئی۔ اب نکاحِ ثانی کو بھی عرصہ سات ماہ کا ہو چکا ہے۔ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... اگر اول نکاح درست ہو چکا تھا یعنی عمر نے اس کی اجازت دے دی تھی (کیونکہ قبول عمر نے نہیں کیا جو کہ شرعی ولی ہے، بلکہ بکر نے کیا ہے، پس یہ قبول عمر کی اجازت پر موقوف ہے) تو یہ نکاح نافذ اور صحیح ہوگیا تھا(۱)۔ اور عمر نے جو طلاقِ ثلاثہ دی ہے وہ واقع نہیں ہوئی، جب طلاق واقع نہیں ہوئی تو نکاحِ ثانی درست نہیں

= "سئل القاضي بديع الدين عن صغيرةٍ تزوجت نفسهامن كفؤ ولا ولي لها ولاقاضي في ذلك الموضع؟ قال: ينعقد ويتوقف بإجازتهابعد بلوغها". (التاتارخانية: ۳/۳۴، النكاح بغير الولي، إدارة القرآن كراچی)

"(نكاح حرة) احتراز عن الأمة؛ لأن نكاحها موقوف على إذن مولاها كتوقف نكاح الصغيرة والمجنونة والمعتوهة على إذن الولي". (مجمع الأنهر: ۱/۴۸۸، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) "فلوزوّج الأبعدُ حال قيام الأقرب، توقف على إجازته". (الدر المختار: ۳/۸۱، باب الولي، سعيد)=

ہوا۔ اگر عمر نے اول نکاح کی اجازت نہیں دی تھی بلکہ اس کو رد کر دیا تھا تو وہ اول نکاح نافذ اور لازم نہیں ہوا تھا بلکہ رد ہو گیا تھا، پس نکاحِ ثانی درست ہو گیا اور طلاق بے کار گئی، اس کی ضرورت بھی نہیں:

"الولي في النكاح العصبة بنفسه بلاتوسط أنثى على ترتيب الإرث والحجب، ا هـ". درمختار وشامی(۱)۔ "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". هنديه(۲)۔

۲......نہیں، جیسا کہ جواب نمبر:۱ میں گذرا۔

۳......اس نے اگر اول نکاح صحیح اور نافذ ہوجانے کے باوجود دوسرا نکاح کر دیا ہے تو وہ دوسرا نکاح صحیح نہیں ہوا اور ایسا کرنے سے زید گناہ گار ہوا، اس کو چاہیے کہ اپنے اس فعل سے توبہ کرلے اور لڑکی کو اس کا شوہر، شوہر اول کے پاس پہنچادے۔ اگر اول صحیح اور نافذ نہیں ہوا تھا تب ایسا کیا ہے تو یہ موافق شرع ہے، اس سے گناہ گار نہیں ہوا۔

۴......اگر مسئلہ سے ناواقفیت کی بناء پر ایسا کیا ہے یعنی منکوحہ لڑکی (جس پر طلاق شرعاً نہیں واقع ہوئی) سے نکاح کرلیا تو وہ لوگ معذور ہیں، اب انہیں لڑکی کو واپس کر دینا چاہیے، اگر جان بوجھ کر ایسا کیا ہے تو سخت گناہ گار ہے۔ اگر پہلا نکاح صحیح نہیں ہوا تو دوسرا نکاح کرنے والے گناہ گار نہیں۔

۵......ایسی حالت میں ان پر گناہ نہیں، اگر جان بوجھ کر ناجائز نکاح کے گواہ بنتے تو گناہ گار ہوتے۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵۶/۱۲/۲۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۷/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

= (وكذا في المحيط البرهاني: ۱۵۷/۳، في معرفة الأولياء، غفاريه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۸۵/۱، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(۱) (الدر المختار: ۷۶/۳، باب الولي، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳۷۶/۳، فصل في شرط التقدم، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴۹۶/۱، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية، بيروت)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۸۰/۱، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴۵۱/۳، فصل في شرط الزوجة، دار الكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في التاتارخانية: ۴/۳، في بيان مايجوز من الأنكحة ومالايجوز، إدارة القرآن كراچی)

نابالغہ کا نکاح ولی نہ کرے تو کون کرے؟

سوال [۵۷۶۰]: ایک نابالغہ لڑکی کے نکاح کی چند وجوہ سے نانی کو ضرورت پیش آئی کہ ولی لڑکی کا حقیقی چچا ہے جو عرصہ دراز سے صریح دشمن ہے، جب نانی نے اجازت طلب کی تو اس نے کہا کہ ہم سے کوئی تعلق نہیں، ہم نہیں جانتے۔ علاوہ ازیں ایک اور دور کے رشتہ کے چچا ہیں اور ماں، تو ایسی صورت میں یا غیر حقیقی چچا کی طرف ولایت یا اختیار اجازت منتقل ہوگا یا نہیں؟ یا کوئی ایسی صورت نکل سکتی ہے کہ نابالغہ ہونے کی صورت میں نکاح ہو سکے جب کہ چچا کا یہ قول ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورتِ مسئولہ میں جب لڑکی کا حقیقی چچا اس لڑکی کے نکاح کرنے کا منکر ہے اور نکاح کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو اس کے نکاح کرنے کی یہ صورت ہے کہ کسی مسلمان بااختیار حاکم کے یہاں درخواست دی جاوے اور وہ حاکم اس لڑکی کا نکاح اپنی طرف سے کردے، شامی: عن المنتقیٰ:

"إذا كان للصغيرة أبٌ امتنع عن تزويجها، لاتنتقل الولاية إلى الجد، بل يزوجها القاضي .... وأما مافي الخلاصة والبزازية من أنها تنتقل إلى الأبعد بعضل الأقرب، فالمراد بالأبعد القاضي؛ لأنه اخر الأولياء، الخ": ۲/۴۳۳(۱)۔ صورتِ مذکورہ میں ماں یا غیر حقیقی چچا کو خود اس لڑکی کے نکاح کرنے کا حق شرعاً حاصل نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، ۳/۳/۵۲ھ۔

صحیح: بندہ عبدالرحمٰن غفرلہ، صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (رد المحتار: ۳/۸۲، باب الولي، سعيد)

"وأجمعوا أن الأقرب إذا عضل، تنتقل الولاية إلى الأبعد. غاب الولي أو عضل، أو كان الأب أو الجد فاسقاً، فللقاضي أن يزوجها من كفء". (الفتاویٰ العالمكيريه: ۱/۲۸۵، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۲۳، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۱/۴۹۹، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية بيروت)

ولی اقرب کی اجازت کے بغیر نکاح

سوال [۵۷۲۱]: ایک لڑکی نابالغ کے بڑے بھائی بالغ ہیں، بڑا بھائی مسافتِ منقطعہ پر نہیں تھا بلکہ اس سے دانستہ اس معاملہ کو چھپایا گیا اور چھوٹا بھائی گھر پر موجود تھا، لیکن اس نے کوئی اجازت نکاح خواں کو نہیں دی اور نہ قاضی صاحب نے چھوٹے بھائی سے طلب کی، کیونکہ ان کو بتلایا گیا ہے کہ لڑکی بالغہ ہے اور اجازت دادی صاحبہ نے دی اور یہ نکاح دادی کی رضامندی سے ہوا۔ لڑکی نابالغہ کے ہر دو بالغ بھائی بڑے باپ شریک بھائی ہیں۔ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

ضمیر حسن، سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نابالغہ ہے تو اس کا نکاح صورت مسئولہ میں بھائی کی اجازت پر موقوف ہے، خواہ کوئی بھائی اجازت دے، لڑکی یا اس کی دادی کی اجازت سے نکاح لازم نہ ہوگا اور بھائی کا سکوت معتبر نہیں یعنی جب تک صراحۃً یا دلالۃً رضا متحقق نہ ہو نکاح لازم نہ ہوگا:

في التنوير: "الولي في النكاح العصبة بنفسه بلاتوسط أنثى على ترتيب الإرث والحجب". في الدر: "فلوزوّج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته"۔

قال الشامي تحته بعد عبارة: "فلايكون سكوته إجازةً لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالةً، تأمل"(۱)۔

اگر کوئی سا بھائی بھی اجازت سے پہلے اس نکاح کو رد کردے گا تو رد ہو جائے گا۔ فقط۔

محمود، ۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۳ھ۔

الجواب صحیح: عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۳ھ۔

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۷۶-۸۱، باب الولي، سعید)

"وإن زوّج الصغير أو الصغيرة أبعد الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية، توقف نكاح الأبعد على إجازته". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۵، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في التاتارخانية: ۳/۲۳، الفصل الحادي عشر في معرفة الأولياء، إدارة القرآن كراچی)

1

ولی سے جبراً اجازتِ نکاح

سوال[۵۷۶۲]: ۱......ایک لڑکی کے نکاح کی یہ صورت ہوئی جب کہ وہ نابالغ تھی، اس کے ولی کا بائیکاٹ کیا گیا اور اس پر جھوٹے معاملہ کا دعویٰ کر دیا گیا، عدالت میں وہ بہت پریشان ہوا اور چند آدمیوں نے اس کو پکڑ کر زبردستی نکاح کی اجازت لے لی، یہ اجازت باپ سے لی۔

۲......کیا اس صورت میں لڑکی کا نکاح ہو گیا یا نہیں؟

۳......کیا یہ عورت اپنا نکاح کسی دوسرے شخص سے اپنی مرضی سے کر سکتی ہے یا نہیں؟

۴......بالغ ہونے پر لڑکی نے نکاح سے انکار کر دیا تھا۔

شہاب الدین ضلع سہارنپور۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۲،۱......صورتِ مسئولہ میں وہ نکاح صحیح ہو گیا: "زوجها أولياؤها وهم مكرهون، جاز النكاح". بدائع: ۱۸۵/۷(۱)۔

۳......جب تک شوہر اس عورت کو طلاق نہ دے یا خلع وغیرہ کے ذریعہ سے شرعی طریق سے جدائی نہ ہو جائے اس عورت کا دوسری جگہ نکاح جائز نہیں (۲)۔

---

(۱) (بدائع الصنائع: ۱۲۳/۱۰، كتاب الإكراه، فصل في حكم مايقع عليه الإكراه، دارالكتب العلمية، بيروت)

(وكذا في ردالمحتار: ۲۱/۳، كتاب النكاح، مطلب: هل ينعقد النكاح بالألفاظ المصحفة نحوتجوزت، سعيد)

(۲) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره". (الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۰/۱، كتاب النكاح، الباب السادس، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۴۵۱/۳، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لاتكون منكوحة الغير، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۶۶۴۲/۹، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأة المتزوجة، رشيديه)

۴..... جب کہ باپ نے نکاح کی اجازت دی تھی (اگرچہ جبراً ہی دی تھی) تو عورت کو بالغ ہونے پر اس کے فسخ کا کوئی اختیار حاصل نہیں (۱)۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۱۹/ ذی قعدہ/۵۳ھ۔

---

(۱) "هذه المسئلة مشتملة على الصور الثلاثة: الصورة الأولى: أن يكون الزوج كفئاً للمرأة، والمهر المسمى قدر مهرمثلها أو أكثرمنه، فالنكاح جائزٌ نافذٌ لازمٌ ولاخيارللمرأة. الثانية: فإن كان المهر المسمى أقل من مهر مثلها، فالنكاح جائز، ويقال للزوج: أن يتم مهر مثلها وإلافرق بينهما إن لم ترض بالنقصان.

الثالثة: فأما إذا أكرهت المرأة، فإن كان المسمى في النكاح قدر مهر مثل أو أكثر منه، جاز النكاح ولزم. وإن كان المسمى أقل من مهر المثل، بأن أكرهت على النكاح بألف درهم ومهر مثلها عشرة آلاف فزوجها أولياءها وهم مكرهون، جاز النكاح ...... ثم ينظر إن كان الزوج كفئاً يقال للزوج: إن شئت فكمّل لها مهر مثلها، وإلا فنفرّق بينكما، فإن فعل لزم النكاح، وإن أبى تكميلَ مهرِ المثل يفرق بينهما إن لم ترض بالنقصان؛ لأن لها في كمال مهرمثلها حقاً؛ لأنها تعير بنقصان مهر المثل فيلحقها ضرر العار". (بدائع الصنائع: ۱۰/۱۲۳، ۱۲۲، كتاب الإكراه، فصل في حكم مايقع عليه الإكراه، دارالكتب العلمية، بيروت)

"ولو أن المرأة هي التي أكرهت حتى يتزوجها الرجل على ألف درهم، ومهرمثلها عشرة آلاف درهم، فزوجها أولياؤها مكرهين، فالنكاح جائز ولاضمان على المكره. ثم هل للمرأة والأولياء حق الاعتراض على هذاالنكاح؟ فإن كان كفئاً لها وقد رضيت بالمسمى، كان للأولياء حق الاعتراض عند أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ، وعندهما: لا أصلاً...... فإن لم ترض بالمسمى، يُنظر: فإن كان الزوج كفئاً لها، فلها حق الاعتراض على هذاالنكاح بسبب نقصان المهر عندهم جميعاً، فإذا رفعت الأمر إلى القاضي يخيّر زوجها، فيقول له: أتمَ لها مهرها وإلافرّقتُ بينكما، فإن أتم نفد النكاح، وإن أبى يفرق بينهما، ولايكون لها مهر". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۵/۴۵، كتاب الإكراه، الباب الثاني فيما يحل للمكره الخ، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار: ۳/۲۱، كتاب النكاح، مطلب: هل ينعقد النكاح بالألفاظ المصحفة نحو: تجوزت؟ سعيد)

ولی سے اجازت کی ایک صورت

سوال [۵۷۶۳]: بکر نے مولوی عمر سے کچھ نا اتفاقی کی وجہ سے اپنے لڑکے سے کہا مولوی صاحب سے کہہ دو میری لڑکی کا نکاح پڑھادیں۔ یہ اجازت معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب حامداومصلیاً:

اس طرح اجازت بھی معتبر ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۲/۹۴ھ۔

ولی کی موجودگی میں غیر ولی کو حقِ نکاح

سوال [۵۷۶۴]: ایک بیوہ عورت نے اپنی لڑکی کے نکاح کا مختار اپنے بھائی کو بنایا اور اس کی معرفت

= "الثالثة: فزوجها أولياءها وهم مکرهين فالنکاح جائز .... إن لم يکن الزوج کفأً لها، فلها وللأولياء حق الاعتراض علی هذاالنکاح، عند أبي حنيفة رحمه الله تعالیٰ لعدم الکفاء ة لنقصان المهر، وعندهما لها حق الاعتراض لذلک، وللأولياء لعدم الکفاء ة لاغير". (الفتاویٰ العالمکيرية: ۴۵/۵، کتاب الإکراه، الباب الثاني فيمايحل للمکره أن يفعل ومالايحل، رشيديه)

"إن لم يکن الزوج کفئاً، فللمرأة خيار التفريق، لانعدام الکفاء ة ونقصان مهرالمثل أيضاً، وکذا الأولياء عند أبي حنيفةؒ، وعند هما: لهم خيار عدم الکفاء ة". (بدائع الصنائع: ۱۲۴/۱۰، کتاب الإکراه، فصل فيما يقع عليه الإکراه، دارالکتب العلمية، بيروت)

(۱) "(فإن وکل)الوکيل غيره (بدونهما) بدون إذن وتفويض (فَفَعَل الثاني)بحضرته أوغيبته (فأجازه) (الوکيل الأول، صح)". (الدر المختار: ۵۲۸/۵، کتاب الوکالة، فصل: لايعقد وکيل البيع والشراء والإجارة الخ، سعيد)

"(أمر) الأب (رجلاً أن يزوج صغيرته، فزوّجها عند رجل أو امرأتين، و)الحال أن (الأب حاضر صح)؛ لأنه يجعل عاقداً حکماً، وإلا لا". (الدرالمختار: ۲۴/۳ ،مطلب في عطف الخاص علی العام، سعيد)

(وکذا في الفتاویٰ العالمکيرية: ۲۶۸/۱ ،کتاب النکاح،الباب الأول، رشيديه)

(وکذا في البحر الرائق: ۱۶۰/۳ ، کتاب النکاح، سعيد)

اسی کے مکان پر نکاح ہوا۔ نکاح جس گاؤں میں ہوا وہ گاؤں بیوہ کی سکونت سے پانچ میل ہے۔ نکاح کی اطلاع دور نزدیک سب جگہ کی گئی تھی، بارات کئی سو آدمیوں کی آئی تھی جن کی موجودگی میں نکاح ہوا۔ کچھ پتہ کسی کو نہیں چلا کہ اس میں لڑکی کے تایا اور چچا کی اجازت ہے یا نہیں، کیونکہ تایا چچا کی طرف سے انکار معلوم نہیں ہوا، نہ یہ علم ہوا کہ وہ رضامند نہیں ہیں۔

لڑکی کی عمر اس وقت بارہ یا تیرہ سال تھی، بخوشی رخصت ہوکر خاوند کے یہاں گئی پندرہ روز رہی، اس کے بعد بخوشی میکے میں بھیج دی گئی، کسی کی جانب سے ناراضگی کا اظہار نہیں ہوا۔ اتفاق سے اس لڑکی کے خاوند نے ایک عورت سے نکاح کرلیا، دوسرے نکاح کی خبر پاکر لڑکی کے تایا چچا اس کے مکان پر پہنچے کہ ہم سے لڑکی اب نہیں رکھی جاتی، جوان ہوگئی ہے، تم لے آؤ اور اس عورت کو طلاق دیدو، طلاق نہ دے سکو تو ہم لڑکی کو نہیں بھیجیں گے۔ اس شخص نے طلاق نہ دی، اس پر انھوں نے اس بیوہ کی لڑکی کو دوسری جگہ بھیج دیا اور کہتے ہیں کہ ہم نے زبانی پوچھا کہ پہلا نکاح جائز نہیں ہے، مگر فتویٰ کوئی نہیں ہے۔

لہٰذا عرض ہے کہ سابق نکاح جائز ہے یا نہیں؟ تو ان لوگوں کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ فقط۔

احقر العباد: فقیر محمد، ساکن مورنہ اسکول، مظفر آباد، ضلع سہارنپور، ۳۱/۱/۴۰ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نکاح کے وقت بالغہ تھی تب تو اس نکاح میں کوئی تردد ہی نہیں، بلکہ بلا تامل صحیح ہے (۱)۔ اگر نابالغہ تھی تو اس کے ولی تایا چچا ہیں، ایسی صورت میں ماں کو یا ماموں کو ولایتِ نکاح حاصل نہیں (۲)۔ اور جب

---

(۱) "ونفذ نكاح حرة مكلفة بلا رضا ولي، الخ ...... ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، اهـ".
(الدرالمختار، باب الولي: ۳/۵۵، سعید)

"نفذ نكاح حرة مكلفة بلا ولي: لأنها تصرفت في خالص حقها، وهي من أهله لكونها عاقلةً بالغةً ...... ولا تجبر بكر بالغة على النكاح: أي لاينفذ عقد الولي عليها بغير رضاها عندنا. الخ".
(البحرالرائق: ۳/۱۹۲، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۷، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(۲) "الولي في النكاح لاالمال العصبة بنفسه، وهو من يتصل بالميت حتى المعتقة .... على ترتيب الإرث". (الدرالمختار). "(قوله: لاالمال) فإنه الولي فيه الأب ووصيه والجدووصيه والقاضي ونائبه =

کہ نکاح لڑکی کے ماموں نے کیا ہے تو وہ تایا چچا کی اجازت پر موقوف ہے، اگر وہ رد کردیتے تو رد ہوجاتا، لیکن انہوں نے رد نہیں کیا بلکہ لڑکی کے شوہر سے اس کے نکاح ثانی کر لینے سے تقاضا کیا اور کہا: ''ہم سے لڑکی اب نہیں رکھی جاتی، جوان ہوگئی ہے، تم لے آؤ''۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس نکاح سے رضامند ہیں اور لڑکی کے ماموں نے جو نکاح کردیا ہے اس سے خوش ہیں، لہذا شرعاً یہ نکاح لازم اور نافذ ہوگیا۔

اب اس لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کرکے بھیجنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، دوسری جگہ نکاح ہرگز درست نہیں ہوا۔ ان کے ذمہ واجب ہے کہ لڑکی کو اس جگہ سے بلاکر اسی شوہر کے گھر بھیجیں جس سے اولاً نکاح کیا ہے:

"فلو زوج الأبعد حال قيام الأقرب، توقف على إجازته (الدر المختار) فلايكون سكوته إجازةً لنكاح الأبعد، وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالةً، تامل، اهـ". درمختار وشامی: ۲/ ۴۸۶ (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ۱۲/ ۵۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

والدین سے چھپ کر نکاح کرنا

سوال [۵۷۲۵]: لڑکا اور لڑکی دونوں جوان ہیں، اگر اپنے ماں باپ سے چھپ کر دو انجان مسلمان گواہوں یا جاننے والے گواہوں کے سامنے اپنا نکاح کریں تو جائز ہے یا نہیں؟ پھر اس لڑکی کے ماں

= فقط، الخ". (ردالمحتار: ۳/ ۷۶، باب الولي، سعيد)

(وكذا في النهر الفائق: ۲/ ۲۰۸، باب الأولياء والأكفاء، إمداديه، ملتان)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/ ۵۰۳، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية، بيروت)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/ ۸۱، باب الولي، سعيد)

"وإن زوّج الصغير أوالصغيرةَ أبعدُ الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً، وهو من أهل الولاية، توقف نكاح الأبعد على إجازته". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۸۵، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في الدرالمنتقى على هامش مجمع الأنهر: ۱/ ۴۹۹، باب الأولياء والأكفاء، غفارية كوئته)

باپ اس کا نکاح کسی اونچے خاندان میں کرنا چاہیں، اس لئے کہ لڑکی کے ماں باپ کو معلوم نہیں ہوا کہ اس نے اپنا نکاح کرلیا ہے۔ اگر میں اس لڑکی کو طلاق دے دوں تا کہ بعد عدت اس کا نکاح دوسری جگہ ہوجائے۔ تو ایسا فعل شرعاً کرنا کیسا ہے؟

اقبال احمد سرسال اعظم گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وہ طلاق دیدے گا تو شرعاً طلاق واقع ہوجائے گی اور بعد عدت دوسری جگہ اس کا نکاح بھی درست ہوگا، مگر بلا وجہ شرعی طلاق دینا ناپسند ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

والدین کے ذمہ اولاد کا نکاح

سوال [۵۷۶۶]: والدین یا اوراعزہ کے ذمہ اولادِ صغار یا کبار کا نکاح بہرحال سنت ہے یا واجب، خواہ رسوم وبدعات کے ساتھ ہو؟ اگر نکاح بطریق سنت نہ ملے اور مفاسد مروجہ کا انسداد محال ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اولادِ صغار کا نکاح واجب یا سنت نہیں، بلکہ محض مباح ہے، اور امرِ مباح کے لئے بدعات کا ارتکاب خلافِ شرع وعقل ہے۔ اور کبار خود مکلف ہیں، بذمۂ والدین ان کا نکاح شرعاً ضروری نہیں، محض تبرع ہے۔

اگر اس درجہ غلبۂ شہوت ہے کہ بلا نکاح ابتلائے زنا کا یقین ہے اور ادائے مہر ونفقہ پر قادر ہے تو نکاح فرض ہے، اگر قادر نہیں تو فرض نہیں۔ اور اعتدالِ شہوت کے وقت سنتِ مؤکدہ ہے اور خوفِ جو ر کے وقت مکروہ ہے:

---

(۱) "وإيقاعه (أي الطلاق) مباح، و قيل: الأصح حظره (أي منعه) إلا لحاجة". (الدرالمختار). وقال ابن عابدينؒ: "أبغض الحلال إلى الله الطلاق .... وإذا وجدت الحاجة المذكورة، أبيح".

(ردالمحتار، كتاب الطلاق: ۳/۲۲۷، ۲۲۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب الرجعة، فصل فيما تحل به المطلقة: ۴/۲۱۲، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب الطلاق: ۳/۴۶۴، ۴۶۵، مصطفى البابي الحلبي مصر)

"فإن تيقن الزنا إلا به فرض، نهاية. وهذا إن ملك المهر والنفقة، وإلا فلا إثم بتركه، بدائع. ويكون سنةً موكدةً في الأصح، فيأثم بتركه، ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً حال الاعتدال .... ومكروهاً لخوف الجور" درمختار: ۲/۲۶۰(۱)۔

اگر بدعات کے چھوڑنے کا پختہ عہد کرلیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوگی اور طریقِ سنت کے موافق انشاء اللہ نکاح میسر ہوگا۔ اور جو بدعات ورسوم کہ شرعاً ناجائز ہیں، وہ برادری کے رواج کی وجہ سے جائز نہ ہوں گی بلکہ ناجائز رہیں گی، حتی الوسع محوِ رسوم کی بھی کوشش کرنی چاہئے، اگر باوجود امکانِ سعی کے پھر رسوم کی گئیں تو انشاء اللہ اس سعی کرنے والے سے مؤاخذہ نہ ہوگا: ﴿ولا تزر وازرة وزر أخرى﴾(۲)۔

فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود حسن گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین المفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۵۲/۱۲/۱۸ھ۔

صحیح: عبد اللطیف عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی الحجہ/۵۲ھ۔

تبرع کا مطلب

(ضمیمۂ سوال سابق)

سوال[۵۷۶۷]: آنجناب نے تحریر فرمایا یعنی بجواب سوال نکاح اولاد کہ: ''کبار کا نکاح والدین کے ذمہ شرعاً ضروری نہیں، محض تبرع ہے اور یہ کہ کبار اولاد خود مکلّف ہیں''۔ لہٰذا یہ عرض ہے کہ تبرع سے کیا مراد ہے، سنت مؤکدہ یا زائدہ عادیہ یا مستحب یا مندوب یا مباح یا کیا؟

نیز یہ کہ اگر والدین یا والد فقط، یا صرف والدہ، یا غیر والدین خود نکاح کا اہتمام کریں اور انجام کو پہونچائیں جیسا کہ رواج ہے، یا جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا اہتمام فرمایا تھا تو یہ لوگ متابعت سنت عامل بالسنہ ہوں گے یا نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فاطمہ رضی

---

(۱) (الدر المختار: كتاب النكاح: ۳/۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: كتاب النكاح: ۳/۱۴۰، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: كتاب النكاح: ۲/۴۴۶، دار الكتب العلميه بيروت)

(۲) (سورة الفاطر: ۱۸)

اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کا اہتمام فرمانا بطورِ سنتِ عادیہ کے تھا، یا صرف بطور مباح، یا بیانِ جواز کے لئے؟

نیز یہ کہ جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور بیانِ جواز ثابت ہو اس کو سنت کہیں گے یا مستحب یا مندوب یا مباح یا سنت کہیں گے، اور سنت کونسی؟ فقط۔

پہلا سوال وجواب آنے پر جواب دیا جائے گا۔ اس کا نمبر:۱۲/۲۹۲ ہے۔

محمود گنگوہی، ۵/صفر/۵۳ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

''نکاح اولاد کبار کا والدین کے ذمہ ضروری نہیں'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح نماز، روزہ وغیرہ عبادات فرضِ عین ہیں کہ نصِ قطعی سے ثابت ہیں ان کے منکر کی تکفیر کی جاتی ہے، ہر شخص خود ادا کرنے کا مکلّف ہے، کسی دوسرے کے ادا کرنے سے بری الذمہ نہ ہوگا، نکاح کی یہ شان نہیں، مگر نکاح میں ایک جہت عبادت کی بھی ہے جیسا کہ پہلے جواب میں تفصیلاً بیان ہو چکا ہے اس لئے عبادت میں اعانت کرنے سے ثواب یقیناً ہوتا ہے، پھر جس درجہ کی عبادت اور اعانت ہوگی اسی درجہ کا ثواب بھی ہوگا، اگر اس عبادت میں فرضیت کی شان آجائے یعنی اولاد پر نکاح کرنا فرض ہو جائے اور بغیر نکاح کے معصیت میں مبتلا ہونے کا یقین یا ظنِ غالب ہو تو اس وقت اعانت بھی ضروری ہو جائے گی، لقوله تعالیٰ : ﴿تعاونوا على البر والتقوى﴾(۱)۔

اگر نکاح ممنوع ہے تو اعانت بھی ممنوع ہوگی، جب کہ نکاح میں عبادت کی جہت موجود ہے تو اعانت کو صرف سنتِ عادیہ نہیں کہا جائے گا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کرنا محض بطورِ عادت نہیں تھا، اسی طرح صرف بیان جواز کے لئے بھی نہیں تھا بلکہ بیانِ سنیت یا استحباب کے لئے تھا۔

جو امر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محض بیانِ جواز کے لئے ثابت ہو، وہ صرف مباح ہوتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ کرنے والا ثواب اور نہ کرنے والا عقاب کا مستحق نہیں ہوتا (۲)۔ اور جس امر کا کرنے والا مستحق

(۱) (سورة المائدة: ۲)

(۲) "المباح هو ما خيّر الشرعُ المكلف بين فعله وتركه .... وحكمه: أنه لا ثواب ولا عتاب على فعله أو تركه". (الفقه الإسلامي وأدلته، المطلب الرابع: اصطلاحات الفقه والمؤلفين فيه: ۱/۶۹، رشيديه)

ثواب ہواور نہ کرنے والا مستحقِ عتاب وعقاب نہ ہووہ مستحب ہے، مندوب بھی اسی کو کہتے ہیں (۱)۔

اور جس کے نہ کرنے سے عتاب ہووہ مسنون ہے (۲) اور جس کے نہ کرنے سے عقاب ہو، وہ واجب ہے اور منکر اس کا کافر نہیں ہوتا (۳)۔ اور جس کا منکر کافر ہووہ فرض ہے (۴)، البتہ استخفاف واستہزاء اگر چہ فعلِ مندوب یا مسنون کا ہو موجبِ کفر ہے، هكذا في كتب الأصول والكلام (۵)۔

محمود گنگوہی، ۸/ ربیع الاول/ ۵۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/ ربیع الاول/ ۱۳۵۳ھ۔

---

(۱) "لافرق بين المندوب والمستحب والنفل والتطوع". (الفقه الإسلامي وأدلته، المطلب الرابع: اصطلاحات الفقه والمؤلفين فيه: ۱/ ۲۸، رشيدية)

(وكذا في رد المحتار، مطلب: لافرق بين المندوب والمستحب والنفل والتطوع: ۱/ ۱۲۳، سعيد)

"وحكمه أن يثاب على فعله ولا يلام على تركه". (المغني في أصول الفقه، باب النهي، فصل في العزيمة والرخصة: ۱/ ۸۶، مكتبة أم القرى، مكة المكرمة)

(وكذا في المذهب الحنفي، الفرع الثاني في بيان النفل وما يرادفه من الفاظ: ۱/ ۲۹۸، مكتبة الرشد الرياض، بيروت)

(۲) "وحكمها أن يطالب المرء بإقامتها من غير افتراض ولا وجوب". (المغني في أصول الفقه، باب النهي، فصل في العزيمة والرخصة: ۱/ ۸۵، أم القرى، مكة المكرمة)

(وكذا في المذهب الحنفي، المطلب الثالث: السنة والنفل، الفرع الأول: ۱/ ۲۹۶، مكتبة الرشد الرياض)

(۳) "وحكمه وجوب العمل لا الاعتقاد، حتى لايكفر جاحده، ويفسق تاركه". (المغني في أصول الفقه، باب النهي، فصل في العزيمة والرخصة: ۱/ ۸۴، ۸۵، أم القرى، مكة المكرمة)

(وكذا في المذهب الحنفي، المطلب الثالث: السنة والنفل، الفرع الثاني: ۱/ ۲۹۲، مكتبة الرشد الرياض)

(۴) "وحكمه لزوم الاعتقاد والعمل، حتى يكفر جاحده، ويفسق تاركه بلا عذر". (المغني في أصول الفقه، فصل في العزيمة والرخصة: ۱/ ۸۴، مكتبة أم القرى، مكة المكرمة)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، المطلب الرابع: اصطلاحات الفقه والمؤلفين فيه: ۱/ ۲۷، مكتبة رشيديه)

(۵) "فإن كان على وجه الاستخفاف بالدين، ينبغي أن يكون كفراً عند الكل". (التاتارخانية، كتاب=

میرا نکاح والدین ایک جگہ چاہتے ہیں، میں دوسری جگہ، کیا کرنا چاہیے؟

سوال[۵۷۶۸]: اگر میں شادی نہ کروں تو گناہ ہے، میرا یہ مقصد نہیں کہ میں گناہ کی زندگی بسر کروں یعنی میں اپنے آپ کو قابو میں رکھوں۔ کیا پھر بھی مجھے گناہ ہوگا؟

میں اپنی پسند کی شادی کرنا چاہتا ہوں، میرے والدین راضی نہیں ہوتے، وہ کسی اَور جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ اگر ان سے انکار کردوں تو میں گنہ گار ہوں گا، جبکہ اسلام میں لڑکا لڑکی کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کرنا چاہئے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اعتدال کے وقت نکاح کرنا سنت ہے، قدرت اور ضرورت کے باوجود جو شخص نکاح نہیں کرتا وہ اس سنت سے محروم ہے، غلبۂ جذبات کے وقت نکاح کرنا واجب ہے، اگر ادائے حقوق پر قدرت نہ ہو، ظلم کا خطرہ ہو تو نکاح کرنا منع ہے، اس لئے سب کا حال یکساں نہیں (۱)۔

شریعت میں ایک ہدایت تو اولاد کے لئے ہے، وہ یہ کہ والدین کی اطاعت کریں (۲)، اگر والدین کا

= أحكام المرتدين، فيما يتعلق بالصلاة والزكاة، الخ: ۲۹۶/۵، إدارة القرآن، كراتشي)

"والاستهزاء بحكم من أحكام الشرع كفر". (شرح الفقه الأكبر للملا علي القاري، فصل في العلم والعلماء، ص: ۱۷۲، قديمي)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب التاسع في أحكام المرتدين، ومنها ما يتعلق بتلقين الكفر والأمر بالارتداد، الخ: ۲۸۱/۲، رشيدية)

(۱) "(ويكون واجباً عند التوقان، وسنةً) مؤكدةً في الأصح، فيأثم بتركه، ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً (حال الاعتدال): أي القدرة على وطء ومهر ونفقة .... (ومكروهاً لخوف الجور) فإن تيقنه حرم ذلك". (الدرالمختار: ۶/۳، ۷، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۴۲/۳، كتاب النكاح، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر: ۴۶۷/۱، كتاب النكاح، غفاريه، كوئته)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه حسناً﴾. (العنكبوت: ۸)

"ولا يفرض (على صبي) وبالغ له أبوان أو أحدهما؛ لأن طاعتهما فرض عين". (الدر المختار: =

حکم ہو کہ اپنی بیوی سے الگ ہو جائے تب بھی اطاعت چاہیئے (۱)۔ ایک ہدایت والدین کے لئے ہے کہ جب اولاد بڑی ہو جائے تو اس کی طبیعت کے خلاف اس پر جبر نہ کیا جائے، ہاں! مشورہ دیدیا جائے، پس اگر اولاد اور ماں باپ اپنے اپنے متعلق ہدایات پر عمل کریں تو صحیح زندگی گذرے، کوئی خلفشار نہ ہو، مگر مشکل یہ ہے کہ اولاد نے تو وہ ہدایت یاد کی جو والدین کے حق میں تھی، اور والدین نے وہ ہدایت کہ جو اولاد کے حق میں تھی، اپنے اپنے متعلق ہدایت کو ہر ایک نے فراموش کردیا، جس کی وجہ سے سکون ختم ہو گیا۔

بہر حال! اگر آپ والدین کی رضامندی کو اپنی خواہش پر مقدم رکھیں تو بہت بڑی سعادت ہے (۲)، اس کی برکت سے زندگی بھی خوشگوار ہوگی، اگر اس پر قدرت نہ ہو تو ﴿لا یکلف اللہ نفساً إلا وسعہا﴾ (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند۔

والدین کا لڑکے کو اس کی ناپسند جگہ نکاح کے لئے مجبور کرنا

سوال [۵۷۶۹]: ا...... ہمارے ایک عزیز ہیں، وہ اپنے لڑکے کی شادی اپنی عزیزہ کے یہاں کرنا چاہتے ہیں، اور لڑکا اس جگہ شادی کرنے کو آمادہ نہیں اور کچھ عزیز بھی وہاں کرنے کو اچھا نہیں خیال کرتے، مگر والدین معلوم نہیں کہ کس دباؤ لالچ میں آکر لڑکے کو زبردستی وہاں پھنسانا چاہتے ہیں۔ اگر لڑکا وہاں شادی کرنے کو منع کردے تو لڑکے کو نافرمان تو نہیں کہا جائے گا؟ اور گنہگار ہوگا یا نہیں؟ اور لڑکا اپنی مرضی سے خود شادی کرسکتا

= ۴/۱۲۴، ۱۲۵، کتاب الجہاد، سعید)

(۱) "عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال: کانت تحتی امرأۃ أحبہا وکان عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکرہہا، فقال لی: طلقہا، فأبیت. فأتی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ، فقال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "طلقہا". (مشکوۃ المصابیح، ص: ۴۲۱، باب البر والصلۃ، الفصل الثالث، قدیمی)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً .... فلا تقل لہما أف ولا تنہرہما وقل لہما قولاً کریماً، واخفض لہما جناح الذل من الرحمۃ﴾. الآیۃ (سورۃ بنی إسرائیل: ۲۳، ۲۴)

(۳) (سورۃ البقرۃ: ۲۸۶)

ہے یانہیں، جبکہ والدین رضامند نہ ہوں؟

۲......لڑکے کواس کی مرضی پر چھوڑنا والدین نہ چاہتے ہوں اوراس کو عاق کرنے کا دباؤ ناجائز دے کر اپنی من مانی پر تلے ہوئے ہوں، لڑکے کو کیا کرنا چاہئے؟ اس کو اپنی خوشگوار زندگی گذارنے کا حق حاصل ہے یا والدین کی تقلید ضروری ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

۱......والدین کوراضی رکھنا اوران کی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھنا سعادت ہے(۱)، لیکن اگر وہ ایسی جگہ شادی کرنا چاہتے ہیں جہاں لڑکے کی طبیعت بالکل آمادہ نہیں اور وہ جانتا ہے کہ حقوقِ زوجیت ادانہیں کر سکے گا، نباہ نہیں ہوگا جو کہ والدین کے لئے بھی کوفت کا سبب بنے گا، اس مجبوری سے وہ وہاں شادی سے انکار کردے تو انشاء اللہ تعالیٰ وہ نافرمانی کا گنہگار نہیں، مگر نرمی سے والدین کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے پوری بات ان کے سامنے پیش کردے، پھر بتادے کہ فلاں جگہ شادی کرنا مناسب ہے، گوخود بھی ایجاب وقبول سے نکاح ہوجائے گا(۲)، مگر والدین کے مشورہ سے اوران کے انتظام سے ہوتو ان کے لئے زیادہ خوشی کی بات ہے۔

۲......اس کو اپنی خوشگوار زندگی کی تدبیر اختیار کرنے کا پوراحق ہے، تدبیر اس کی نمبرا میں آچکی ہے، والدین کو بھی لازم ہے کہ لڑکے کے جذبات کا خیال رکھیں، اس کی منشاء کے خلاف ضد نہ کریں۔ عاق کرنے یعنی وراثت سے محروم کرنے کا ان کو ہرگز حق نہیں، اگر وہ عاق کر بھی دیں گے تب بھی وہ محروم نہیں ہوگا(۳)۔

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً .... فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولاً كريماً، واخفض لهما جناح الذل من الرحمة﴾. الآية (سورة بنی إسرائيل: ۲۳، ۲۴)

(۲) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح: ۲/۳۰۵، شركة علمية، ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۴، رشيديه)

(۳) "وعن أنس رضي الله تعالىٰ عنه: قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "من قطع ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة". رواه ابن ماجة". (مشكوة المصابيح، باب الوصايا، الفصل الثالث: ۱/۲۶۶، قديمي)

"الإرث جبريٌّ لا يسقط بالإسقاط". (تكملة رد المحتار، كتاب الدعوى، مطلب: واقعة =

ان کو سوچنا چاہئے کہ اگر زبردستی اس کی شادی کردی گئی اور اس نے بیوی کی طرف رخ نہ کیا تو اس کو سنبھالنا کس قدر دشوار ہوگا، اور ایسی حالت میں طلاق یا خلع تک نوبت پہونچی تو پھر کیا ہوگا، دوسری شادی آسان نہیں ہوگی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

والد کا بیٹے کو فاجر شرابی کی بیٹی سے نکاح کرنے پر مجبور کرنا

سوال [۵۷۷۰]: زید کے والدین نے زید کا پیام بغیر زید کے علم واطلاع کے ایک فاجر شرابی کی لڑکی سے کردیا، یعنی ابھی شادی نہیں ہوئی، صرف ابتدائی بات چیت حسبِ رواج بالکل طے ہوگئی ہے جس کی مدت تقریباً تین سال ہوچکی ہے۔ بات چیت طے ہونے کے بعد زید کو معلوم ہوا تو زید نے ناراضگی کا اظہار کیا کہ ان کے ذرائع آمدنی حلال نہیں ہے، اس لئے اس جگہ مجھے شادی کرنے سے انکار ہے، مگر زید کے والدین وہیں پر شادی کرنے پر مجبور کررہے ہیں۔ اب زید کو کیا صورت اختیار کرنی چاہئے کہ پورا پورا شریعت پر عمل ہوسکے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

اگر والدین مجبور کررہے ہیں، کسی دوسری جگہ پر رضامند نہیں ہیں تو مجبوراً شادی کرلے (۱)، شراب کی آمدنی سے پورا پرہیز کرے، لڑکی کے والدین کو مشورہ دیا جائے کہ وہ کہیں سے حلال آمدنی قرض لے کر اس سے شادی کے مصارف پورے کریں۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۵/۸۹ھ۔

= الفتوی: ۱/۵۰۵، سعید)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب الفرائض: ۷/۴۷۱، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

(وکذا فی مجمع الأنھر، کتاب الفرائض: ۴/۴۹۴، غفاریۃ کوئٹہ)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً﴾ (بنی إسرائیل: ۲۳)

"حدثنا أبو الولید قال: حدثنا شعبۃ .... قال: سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "أیّ العمل أحب إلی اللہ؟ قال: "الصلوۃ علی وقتھا". قال: ثم أیّ؟ قال: "ثم بر الوالدین". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قولہ: ﴿ووصینا الإنسان بوالدیہ﴾: ۲/۸۸۲، قدیمی)

نکاح سے اگر تعلیم میں حرج ہو مگر والدین مجبور کریں

سوال[۵۷۷۱]: زید ابھی تعلیم حاصل کر رہا ہے اور زید عاقل بالغ ہے اور زید کے گھر والے مجبور کرتے ہیں شادی کرنے پر، اور زید ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا ہے، حتی کہ اس کے والدین اور دیگر احباب بھی زور شور کر رہے ہیں کہ زید کی شادی ہو جانی چاہیئے، لیکن زید چاہتا ہے کہ شادی مؤخر ہو جائے۔ ان حالات میں زید کیا کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر زید کو ابتلائے معصیت کا اندیشہ نہیں اور نکاح کے بعد اس کو تحصیلِ علم میں رکاوٹ کا ظنِ غالب ہے تو اس کو حق ہے کہ وہ نکاح کو مؤخر کردے (۱)۔ اگر والدین صرف نکاح پر اصرار کریں، رخصت کو مؤخر کردیں تو زید کو چاہیئے کہ اس سے انکار نہ کرے (۲)۔ اگر ابتلائے معصیت کا اندیشہ ہے تو اس کو چاہیئے کہ نکاح کرلے (۳)، پھر حسبِ موقع تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے۔ زید کے سامنے تین چیزیں ہیں: تحصیلِ علم، حفاظتِ

---

(۱) قال الإمام البخاری: "وقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ: "تفقھوا قبل أن تسودوا" .... وفسرہ شھر اللغوی بالتزوج، فإنہ إذا تزوج صار سید أھلہ، ولا سیما إن ولدلہ". (فتح الباری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ ۱/۲۱۹، ۲۲۰، قدیمی)

"قال بشر الحافی: ضاع العلم فی أفخاذ النساء". (المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع، حرف الضاد المعجمۃ، ص: ۱۲۰، (رقم: ۱۸۱)، سعید)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وقضی ربک ألا تعبدوا إلا إیاہ وبالوالدین إحساناً﴾ (بنی اسرائیل: ۲۳)

"حدثنا أبو الولید قال: حدثنا شعبۃ .... قال: سألت النبی صلی اللہ علیہ وسلم: أیّ العمل أحب إلی اللہ؟ قال: "الصلاۃ علی وقتھا". قال: ثم أیّ؟ قال: "ثم بر الوالدین". (صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب قولہ: ﴿ووصینا الإنسان بوالدیہ﴾: ۲/۸۸۲، قدیمی)

(۳) "(ویکون [أی النکاح] واجباً عند التوقان)، فإن تیقن الزنا إلا بہ فرَضَ". (الدرالمختار، کتاب النکاح: ۳/۶، سعید)

(وکذا البحر الرائق، کتاب النکاح، ۳/۱۴۳، رشیدیہ)

(وکذا فی تبیین الحقائق، کتاب النکاح: ۲/۴۴۲، سعید)

نفس، اطاعتِ والدین، ان تینوں کو جمع کرنے کی صورت تحریر کردی گئی۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۶/۱/۱۸ھ۔

والدین کے اصرار کے باوجود دینی مشغولی کی وجہ سے نکاح نہ کرنا

سوال [۵۷۷۲]: ایک شخص کی عمر اٹھائیس سال ہے اوراس کے ماں باپ نکاح کرنے پر زور دیتے ہیں، اور یہ شخص اپنے دینی کام میں مشغول رہتا ہے اور اتنا کما نہیں رہا ہے کہ بیوی بچوں کو پال سکے اور نفس پر بھی قابو ہے، شادی کرنے کے لئے تیار نہیں ہے جس سے اس کے ماں باپ ناراض ہیں۔ تو اس حالت میں مسئلہ کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ابھی شادی نہیں کی تو بچوں کی ضروریات پوری کرنے کا کیا سوال ہے؟ اگر اس شخص کی حالت شہوت کے اعتبار سے اعتدال پر ہے اوراس کو اتنی قدرت ہے کہ شادی کرکے بیوی کا نفقۂ واجبہ ادا کرسکے تو اس کو نکاح کرنا سنت ہے(۱)۔ اور جب والدین کا اصرار ہے اور نکاح نہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہیں تو اس کا نکاح کرنا اور بھی مؤکد ہوجاتا ہے، دوسرے دینی کاموں وغیرہ کی وجہ سے اس کو ترک نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳۹۰/۵/۴ھ۔

نکاح میں والدین کی اطاعت

سوال [۵۷۷۳]: لڑکا شادی شادہ ہے، مگر ایک لڑکی محبت کرتی ہے کہ مجھ سے آپ شادی کرلیں تو بہتر ہے، مگر ماں باپ ایسا نہیں کرنے دیتے لڑکی بالغ ہے جائز کام کرنے کی اجازت چاہئے۔

احمد علی، گودھنا۔

---

(۱) "ویکون سنةً مؤكدةً في الأصح، فيأثم بتركه، ويثاب إن نوى تحصيناً وولداً حال الاعتدال: أى القدرة على وطء ومهر ونفقة، الخ". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۷، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح: ۳/۳۱۵، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح: ۲/۴۲۶، دارالكتب العلمية بيروت)

الجواب حامداًومصلياً:

اس لڑکی کے کہنے سے والدین کوناخوش نہ کیاجائے (۱)۔فقط۔

نکاح میں کس کی اطاعت کی جائے باپ کی یاماں کی؟

سوال[۵۷۷۴]: ایک شخص نے اپنی زوجہ کوبالکل چھوڑ دیا،زوجہ نے اپنی لڑکی اورلڑکے کی پرورش کی، جب لڑکا جوان ہوگیا توباپ کہتا ہے کہ میں تیری اچھی جگہ شادی کروں گا۔اگرباپ کے کہنے پرلڑکا دوسری جگہ شادی کرے توماں کی جدائی کااندیشہ ہے۔اب یہاں لڑکےکوکس کی بات مانناچاہئے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

باپ نے جوحق تلفی کی ہے لڑکااس کاانتقام نہ لے، بلکہ والدکی اطاعت کرےاوروالد کے کہنے کے مطابق شادی کرلے، پھروالدہ کی بھی خدمت کرتارہے،ان کے حقوق میں کوتاہی نہ کرے،اگروالدمنع کریں تو اس میں والدکی اطاعت لازم نہیں، بلکہ والدہ کےساتھ ہمیشہ احسان وہمدردی لازم ہے(۲)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ،دارالعلوم دیوبند،۶/۱۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح :بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند،۶/۱۱/۸۸ھ۔

---

(۱)والدین کی ناراضگی سےاللہ رب العزت ناراض ہوجاتے ہیں:

"عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "رضا الرب في رضا الوالد، وسخط الرب في سخط الوالد". (جامع الترمذي، أبواب البر والصلة، باب ماجاء من الفضل في رضا الوالدين: ۲/۱۲، سعيد)

"رضا الرب في رضا الوالدين، وسخطه في سخطهما". (فيض القدير، (رقم الحديث، ۴۴۵۷): ۷/۲۴۰۱، مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً﴾. (سورة بني إسرائيل :۲۳)

"عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: جاء رجل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله! من أحق بحسن صحابتي؟ قال: "أمك". قال: ثم من؟ قال: "أمك" قال: ثم من؟ قال: "أمك" قال: ثم من؟ قال: "ثم أبوك، الخ". (كتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة: ۲/۸۸۳، قديمي)

نکاح میں والدین کی پسند کا لحاظ رکھنا

سوال[۵۷۷۵]: ایک شخص بالغ اور تعلیم یافتہ، صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے اور ملازمت پر ہے، مگر اس کے والد اپنے سالے کی لڑکی سے نہ معلوم کس دباؤ کے تحت شادی کرنا چاہتے ہیں، یہ لڑکا عاقل بالغ ہونے کے باوجود اس لڑکی سے ناراضگی ظاہر کرتا ہے، اور دیگر لوگ بھی اس رشتہ سے ناخوش ہیں، مگر لڑکے کے والدین دباؤ ڈال کر زبردستی نکاح کرانے کے درپے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری نافرمانی نہ کرو، نیز عاق کرنے کو کہتے ہیں۔ کیا ایسی حالت میں جس نکاح کو لڑکا پسند نہیں کرتا کسی دباؤ کے تحت نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

والدین کو اپنے لڑکے سے طبعی محبت ہوتی ہے، وہ فطرۃً اس کے خیر خواہ ہوتے ہیں، اپنے نزدیک بہتر جگہ شادی کرتے ہیں، اس لئے بلاوجہ ان سے گمان خراب نہ کیا جائے۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ لڑکے کی مرضی کسی دوسری جگہ ہو اور وہ اپنی پسند میں خیر سمجھتا ہو، والدین اپنے پسند میں خیر سمجھتے ہوں۔ لڑکے کی سعادت اس میں ہے کہ وہ والدین کی پسند کو اختیار کرے، لیکن اگر وہ مجبور ہو تو والدین کو اصرار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ لڑکے کی رغبت کو اختیار کرلیں، ورنہ اندیشہ ہے کہ نباہ نہ ہو اور سب ذمہ داری والدین پر عائد ہو جائے، ایسی ضد نہ کریں۔

اگر والدین نہ مانیں تو لڑکے کے لئے مناسب یہ ہے کہ ان کی اطاعت کرے(۱)، اللہ پاک اس میں خیر کریگا، پھر بھی اگر ایسی کوئی بات پیش آئے کہ دل نہ ملے اور حقوق ادا نہ ہوسکیں تو لڑکے کو شریعت نے بہت کچھ اختیار دیا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۶/۹۱ھ۔

والد کی مرضی کے بغیر بالغ لڑکے کا نکاح

سوال[۵۷۷۶]: زید (بالغ) نے بغیر والد کی رضامندی کے ہندہ (بالغہ) سے نکاح کرلیا ہے،

---

(۱) قال الله تعالىٰ: ﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحساناً﴾ (سورة بني إسرائيل: ۲۳)

"عن أبي الوليد قال: حدثنا شعبة ...... قال: سألت النبي صلى الله عليه وسلم: أيّ العمل أحب إلى الله؟ قال: "الصلوٰة على وقتها". قال: ثم أيّ؟ قال: "ثم بر الوالدين، الخ". (صحيح البخاري، كتاب الأدب، باب قوله: ﴿ووصينا الإنسان بوالديه﴾: ۲/ ۸۸۲، قديمي)

گواہان وقاضی ونکاح، رسید سب کچھ موجود ہے۔ اب چونکہ والدناراض ہیں، اس لئے مسئلہ دریافت طلب ہے۔

نوٹ: یہ سوال سائل نے ۶/۷/صفحات پر پھیلا دیا ہے، رسید نکاح بھی موجود ہے، اسی کی پشت پر مفتی صاحب نے یہ جواب لکھا ہے:

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر واقعات اسی طرح ہیں تو یہ نہایت خودغرضی، فریب دہی، جعلسازی ہے، خدائے پاک کے نزدیک مذموم وقبیح ہے، شریف معاشرہ کے نزدیک ناپسند اور موجبِ غضب ہے اور لائقِ ملامت ونفرت ہے، اور رجسٹر نکاح پر غلط اندراج پر قانونی گرفت بھی ہوسکتی ہے، لیکن لڑکا ماشاء اللہ عاقل بالغ ہے، برسرِ روزگار ہے، حالات وواقعات سے واقف ہے، اپنے والد کی اس عقد سے نارضامندی کو بھی جانتا ہے، اس سے بھی یقیناً کوتاہی ہوئی کہ اس نے بغیر والد کی موجودگی واجازت کے عقدِ نکاح کو قبول کرلیا، جب اس نے قبول کرلیا اور چند لوگوں کی موجودگی میں قبول کیا ہے جو کہ لڑکی سے بھی واقف تھے، اگرچہ معلوم نہیں تھے تو نکاح صحیح ولازم ہوگیا، والد کی عدمِ موجودگی باعثِ تنسیخ نکاح نہیں بن سکتی، هكذا في كتب الفقه: البحر(١) ورد المحتار(٢) والخانية(٣) والهندية وغيرها(٤)۔

اب مصالح کا تقاضا یہ ہے کہ تین سال سے زائد گذر چکنے کے بعد اس قصہ کو نہ اٹھایا جائے، بلکہ لڑکے کی زندگی درست وخوشگوار بنانے کی کوشش کی جائے، اس اعتراض کا موقع بھی نہ دیا جائے کہ تین سال تک اس عقد کو کیوں برداشت کیا گیا، جبکہ یہ آپ کے نزدیک ناجائز تھا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۶/۹/۹۴ھ۔

---

(١) "(وينعقد بإيجاب وقبول وضعا للمضي أو أحدهما): أي ينعقد النكاح: أي ذلك العقد الخاص ينعقد بالإيجاب والقبول، حتى يتم حقيقةً في الوجود ...... عند حرين أو حر وحرتين عاقلين بالغين مسلمين ولو فاسقين، الخ". (البحر الرائق، كتاب النكاح: ١٤٣/٣ - ١٥٥، رشيدية)

(٢) (رد المحتار، كتاب النكاح: ٩/٣ - ٢٣، سعيد)

(٣) (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، فصل في شرائط النكاح: ٣٣٢/١، رشيديه)

(٤) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول في تفسيره، الخ: ٢٦٧/١، رشيديه)

سابقہ مطلقہ سے بضرورت دوبارہ نکاح مگر والدین ناراض ہیں

سوال[۵۷۷۷]: تیرہ سال قبل میں نے اپنے بڑے والد کی لڑکی سے شادی کی تھی، دو سال تک زندگی بہت خوشگوار گذری، مگر دو سال بعد ہی خاندانی نااتفاقی کی بناء پر طلاق دینی پڑی، طلاق کے وقت وہ میرے دوسرے بچے کی ماں بننے والی تھی، اب وہ دونوں بچوں کو اپنے ہی پاس رکھ کر زندگی بسر کرنے لگی۔ اس دوران میں نے دوسری شادی کرلی، اس کے والدین نے بھی اس کی شادی دوسری جگہ پر کردی، اسے اپنے بچوں کی فکر دامن گیر ہوئی اور اس پریشانی کے تحت وہاں سے بھی طلاق ہوگئی۔ اس دوران اس کے والد کا بھی انتقال ہوگیا، وہ بے سہارا ہوگئی، والد کے انتقال کے بعد بھائیوں نے بھی ساتھ دینا بند کردیا۔ اس درمیان اس نے مجھ سے اپنا دکھ درد بیان کیا اور دوبارہ نکاح کے لئے اصرار کیا، اور اس پر میں بھی اس کی یہ مجبوری دیکھتے ہوئے تیار ہوگیا۔

میری اپنی بیوی بھی ہے، وہ بھی اس کے حالات کو دیکھتے ہوئے راضی ہوگئی ہے، مگر میرے والد ایسا نہیں چاہتے اور ان کے لئے پرانی دشمنی آڑے آرہی ہوئی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب ایک بار گھر سے نکل گئی تو دوبارہ نہیں لانا چاہئے حالانکہ وہ لڑکی ہمارے والد کی سگی بھتیجی ہے۔ اس کی والدہ نے ہمارے گھر آکر بہت منت سماجت کیا، بہت سمجھایا، لیکن والدین کسی طرح تیار نہیں ہوئے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ جب یہ رشتہ ہوجائے گا تو زندگی بھی سنور جائے گی، اور دشمنی بھی ختم ہوجائے گی۔ اب مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں؟ والدین بالکل تیار نہیں ہیں، حالانکہ میں والدین سے الگ ہوں، اپنا کاروبار ہے، مجھے یقین ہے کہ دونوں کو سکھ چین کی زندگی دے سکتا ہوں۔ ایسے حالات میں مجھے کیا کرنا چاہئے؟ جواب سے جلد نوازیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ اس غریب کا دوسرے شوہر سے بھی تعلق ختم ہوگیا اور وہ بے سہارا ہوگئی، اور آپ کے ساتھ نباہ ہوسکتا ہے، نیز دونوں کے حقوق میں آپ برابری کا ارادہ رکھتے ہیں، اور یہ بھی توقع ہے کہ اس سے نکاح ہونے پر خاندانی دشمنی ختم ہوکر میل ملاپ کی صورت پیدا ہوجائے گی تو آپ اس سے دوبارہ نکاح کرلیں (۱)، امید ہے کہ

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإن طلقها فلا جناح عليهما أن يتراجعا إن ظنا أن يقيما حدود الله، وتلك حدود الله يبينها لقوم يعلمون﴾. (سورة البقرة: ۲۳۰)

اس کے نتیجے میں والدین بھی رضامند ہوجائیں گے، اورآپ کے بچوں کی پرورش بھی آسان ہوجائے گی۔حق تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۰/۱۰/۱۳۹۴ھ۔

مغالطہ سے ناپسند لڑکی سے نکاح

سوال[۵۷۷۸]: زید کی شادی ایک شخص کے یہاں طے ہوئی، اس شخص کے یہاں اس روز دوباراتیں آئی تھیں، جب نکاح ہوچکا تب معلوم ہوا کہ زید کا نکاح اس لڑکی سے ہوگیا ہے جس کو وہ نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی اس لڑکی سے زید کا نکاح طے ہوا تھا اب زید اس غلط شادی کی وجہ سے سخت پریشان ہے، اور وہ اس لڑکی کو طلاق دینا چاہتا ہے، کیا وہ طلاق دے سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس لڑکی سے نکاح نہیں چاہتا تھا، مغالطہ میں اگر اس سے ایجاب وقبول ہوگیا تو بہتر یہ ہے کہ اس پر صبر کرے اور اس کو آباد کرے، لیکن اگر اس سے نباہ ہی دشوار ہو یا اس سے نکاح میں دوسری مصالح مانع ہوں اور حقوق ادا نہ کرسکے تو اس کو طلاق دیدے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۵/۱۲/۹۲ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۶/۱۲/۹۲ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان﴾ (سورۃ البقرۃ: ۲۲۹)

فصل فی التوکیل بالنکاح

(نکاح میں وکالت کا بیان)

نکاح میں ایک شخص کا اصیل اور وکیل ہونا

سوال[۵۷۷۹]: رشید کی عمر ۵۰/ سال اور انیسن خاتون بیوی کی عمر تقریباً ۴۵/ سال ہے، شوہر کے انتقال کو تقریباً ۲۰/ سال ہوگئے۔ رشید نے انیسن سے نکاح کرنے کو کہا، وہ راضی ہوگئی اور کہا کہ نکاح تم کرلو، زید نے نکاح پڑھایا۔ نکاح پڑھانے والا اور وکیل نمازی نہیں۔ عمر بحیثیت گواہ ہے، وہ بھی نمازی نہیں۔ نکاح انیسن کی عدم موجودگی میں ہوا۔ بعد میں رشید نے انیسن سے کہا کہ تمہارے کہنے کے مطابق ہم نے نکاح کرلیا ہے اور انیسن نے بھی قبول کرلیا۔ تو کیا یہ نکاح جائز ہوا؟ کیا اس کو بیع فضولی پر قیاس کر سکتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ انیسن نے رشید کو نکاح کی اجازت دیدی کہ تم نکاح کرلو تو رشید اس کی طرف سے وکیل اور اپنی طرف سے اصیل ہوگیا۔ زید اور عمر دونوں گواہ ہوگئے، جب رشید نے ان دونوں کے سامنے انیسن کو قبول کرلیا تو یہ نکاح منعقد ہوگیا، نفسِ توکیل بھی کافی تھی، نکاح میں شخصِ واحد اصیل اور وکیل ہوسکتا ہے، پھر انیسن نے اس کی تنفیذ بھی کردی تو بالکل ہی بلاتردد لازم ونافذ ہوگیا (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "أجمع أصحابنا أن الواحد يصلح وكيلاً في النكاح من الجانبين، ووليا من الجانبين، ووليا من جانب أصيلاً من جانب، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها: ۱/ ۲۹۹، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح: ۳/ ۹۶-۹۹، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، الفصل الثاني: ۳/ ۲۴۵، رشيديه)

نکاح پڑھانے کا مسنون طریقہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کس نے پڑھایا؟

سوال[۵۷۸۰]: نکاح پڑھانے کا جو مروجہ طریقہ ہے کہ ایک شخص لڑکی کی جانب سے وکیل ہوتا ہے جو ہر دو گواہوں کو اپنے ہمراہ لے کر لڑکی کے پاس جاتا ہے اور اس سے اس کے نفس کی بابت رضامندی اور مہر کی مقدار معلوم کر کے نکاح خواں کے پاس آتا ہے اور نکاح خواں دونوں گواہوں کی موجودگی میں وکیل سے برضا اجازتِ نفس اور مقدار مہر کا سوال کرتا ہے، جسے وکیل دو گواہوں کی شہادت کے ساتھ بیان کرتا ہے، پھر نکاح خواں نکاح پڑھاتا ہے۔

سارے ہندوستان میں یہی طریقہ جاری ہے، مگر ایک صاحب کہتے ہیں کہ یہ طریقہ غلط ہے بلکہ خلافِ سنت ہے۔ اور سنت طریقہ یہ بتلاتے ہیں کہ لڑکی خواہ بالغ ہو یا نابالغ، باپ خود اپنی وکالت سے پورے حاضرین کو گواہ بنا کر نکاح خواں کو اجازت دے، حالانکہ اس صورت میں نہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکی رضامند ہے یا نہیں، نہ ہی اس کی رضامندی پر کوئی شاہد ہوتا ہے، حالانکہ شریعت میں یہ بھی ہے کہ لڑکی سے معلوم کرو، اگر وہ ہنس پڑے یا خاموش رہے تو اجازت سمجھے، اگر رونے لگے تو اس کی ناراضگی تصور کرے۔ اور فقہ کا یہ مقولہ مشہور ہے:

"السکوت یدل علی الإیجاب"۔

اور پھر یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اسی طرح ہوا تھا کہ کوئی گواہ نہ تھا اور سنت طریقہ یہی ہے، ایسا ہی کرنا چاہیے۔

تو جواب طلب امر یہ ہے کہ نکاح خوانی کا صحیح طریقہ مسنون کیا ہے، اور طریقہ مروجہ مطابق شرع ہے یا نہیں؟ اور یہ شخص جو طریقہ نکاح خوانی کا بتلا رہا ہے وہ کس حد تک ٹھیک ہے؟ اگر اس شخص کے بتلائے ہوئے طریقہ پر نکاح ہوا جس میں نہ تو لڑکی کی طرف سے کوئی وکیل اور نہ اسکی رضامندی پر کوئی شاہد ہے تو یہ نکاح ہوا یا نہیں، نیز حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کس طرح ہوا تھا؟ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نکاح کس نے پڑھایا اور کیسے پڑھایا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی بالغہ ہو تو ولی اس سے کہہ دے کہ فلاں لڑکے سے تمہارا نکاح اتنے مہر پر کرتا ہوں، کیا تم کو منظور

ہے، انکار تو نہیں ہے؟(۱) پھر گواہوں کے سامنے خودلڑکے سے ایجاب وقبول کرادے(۲)، یا نکاح خوان کے ذریعہ ایجاب وقبول کرادے بس اس سے نکاح درست ہوجاتا ہے۔ جو طریقہ مروجہ ہے یہ رجسٹر میں اندراج کی مصلحت سے ہے کہ اگر عدالت میں معاملہ جائے تو متعینہ گواہوں کے ذریعے ثبوت آسان رہے۔ لڑکی اگر انکار کردے صراحۃً یا دلالۃً تو وہاں نکاح نہ کیا جائے (۳)، اگر لڑکی نابالغ ہو تو اس کی منظوری کی بھی ضرورت نہیں (۴)، وکیل یا گواہ نامحرم ہوں تو ان کے سامنے لڑکی کا بے پردہ ہونا منع ہے(۵)۔

---

(۱) "قال النبي صلى الله عليه وسلم: "ولا تنكح البكر حتى تستأذن" قالوا: يارسول الله! وكيف إذنها؟ قال: "أن تسكت". (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، الفصل الأول: ۲۷۰، قديمى)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳ / ۵۸، سيعد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳ / ۱۹۹، رشيديه)

(۲) "(كزوجت نفسي أو بنتي أو مؤكلتي منك (و) يقول الآخر: (تزوجت)". (الدرالمختار، كتاب النكاح، مطلب: كثيراً مايتساهل في إطلاق المستحب على السنة: ۳/۹، ۱۰، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب النكاح: ۲ / ۵، ۶، دارالمعرفة بيروت)

(۳) "ولا يجوز للولي إجبار البكر البالغة على النكاح". (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۴، شركة علمية)

(وكذا في الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۵۸، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر، كتاب النكاح، باب الأولياء والاكفاء: ۱/ ۴۹۰، غفارية)

(۴) "(وللولي إنكاح الصغير و الصغيرة) جبراً (ولوثيباً، و لزم النكاح)". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۶۵، ۶۶، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۴۹۴، غفارية)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء: ۲/۳۱۷، شركة علمية)

(۵) قال الله تعالى: ﴿و قل للمؤمنٰت يغضضن من أبصارهن﴾ الآية (سورة النور: ۳۱) وقال ﴿يا أيها النبي قل لأزواجك وبنتك ونسآء المؤمنين يُدنين عليهن من جلابيبهن﴾ (سورة الأحزاب: ۵۹)

"وعن أم سلمة رضى الله تعالى عنها أنها كانت عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وميمونة: إذ قبل ابن أم مكتوم، فدخل عليه، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "احتجبا منه". فقلت: =

حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھایا، جتنے حاضرین مجمع میں تھے، سب گواہ تھے، کذا فی الخمیس (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔

نکاح بذریعۂ وکیل یا بذریعۂ خط

سوال [۵۷۸۱]: لڑکا اور لڑکی اپنی مرضی سے خفیہ طور پر نکاح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کیا دونوں کا ایک ہی دن نکاح ہونا ضروری ہے، یا دو چار دن کا وقفہ ہو سکتا ہے، مثلاً ایک کا نکاح پیر کے دن ہوا اور دوسرے کا جمعرات کے دن ہو؟

الجواب حامداً و مصلياً:

اگر مجلس میں دونوں موجود ہوں یا ایک موجود ہو اور دوسرے کی طرف سے کوئی وکیل موجود ہو تب بھی کافی ہے، دو مجلس کی ضرورت نہیں اور یہی صورت مناسب اور بہتر ہے، یا مثلاً لڑکی اپنی طرف سے لڑکے کو وکیل بنا دے کہ میرا نکاح اپنے سے اتنے مہر پر کرلیں اور لڑکا گواہوں کے سامنے کہے کہ فلاں لڑکی نے مجھے وکیل بنایا ہے، لہٰذا اس کا نکاح اپنے سے میں نے کرلیا تب بھی صحیح ہو جائے گا (۲)۔ اگر لڑکی نے خط کے ذریعے ایجاب

= يا رسول الله! أليس هو أعمى، لا يبصرنا؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "أفعَمْياوانِ أنتما، ألستما تبصرانه"؟ (مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة، الفصل الثاني: ۲۶۹، قديمي)

(۱) "وروى أن النبي صلى الله عليه وسلم خطب حين النكاح هذه الخطبة ..... اهـ ..... زوج علي بفاطمة رضي الله تعالى عنهما". (تاريخ الخميس ۱/۳۶۲، بيروت)

(۲) "وينعقد بإيجاب من أحدهما و قبول من الآخر ..... كزوجت نفسي أو بنتي أو مؤكلتي منك". (الدر المختار) "(قوله: كزوجت نفسي أشار إلى عدم الفرق بين ألا يكون الموجب أصيلاً أو ولياً أو وكيلاً". (رد المحتار، كتاب النكاح: ۳/۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح: ۱/۲۹۴، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ركن النكاح: ۳/۳۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

کیا اور لڑکے نے خط پہونچنے پر گواہوں کے سامنے وہ خط پڑھ کر سنایا اور ان کے سامنے ہی قبول کرلیا، تب بھی صحیح ہوجائے گا(۱)۔ دونوں کا نکاح آپس میں ہوا، اور پھر دوتین دن کے وقفہ سے ہو، یہ صورت سمجھ میں نہیں آتی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۳/۹۴ھ۔

توکیل واجازتِ نکاح کے بعد دستخط سے منکر جانا

سوال[۵۷۸۲]: ہندہ نے دوشوال/۱۳۶۲ھ، کی شب کو دوشاہدوں کے روبرو رجسٹر نکاح خوانی سرکاری پر انگوٹھا اپنی رضا سے لگادیا، بعد ازاں جب ورثۂ ہندہ کو واقعہ معلوم ہوتا ہے تو حلفیہ بیان کرتی ہے کہ نہ میرا انگوٹھا ہے نہ کسی کاغذ پر دستخط کئے ہیں اور نہ نکاح کی اجازت دی ہے۔ تو کیا اس صورت میں اس کا انکار عند الاحناف معتبر ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً و مصلياً:

جب شرعی گواہ موجود ہیں کہ ہندہ نے ہمارے سامنے رجسٹر نکاح خوانی پر دستخط کئے ہیں اور اس نکاح پر رضامندی ظاہر کردی تو اب اس کا انکار شرعاً معتبر نہیں:

"امرأة وكّلت رجلاً بأن يزوّجها من نفسه، فقال: زوّجتُ فلانةً من نفسي، يجوز. وإن لم تقل: قبلت، كذا في الخلاصة". ص: ۱/۲۹۵(۲)۔ "ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد

(۱) "فإنه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، و صورته: أن يكتب إليها يخطبها، فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود و قرأته عليهم، وقالت: زوّجتُ نفسي منه. أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوّجت نفسي من فلان، لاينعقد، الخ". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بارسال كتاب: ۳/۱۲، سعيد)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح: ۱/۳۲۰، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول: ۱/۲۶۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۸، رشيديه)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها: ۱/۲۹۵، رشيديه)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل الحادى عشر في الوكالة بالنكاح: ۲/۳۰، امجد اكيڈمي لاهور) =

بالخطاب، و صورته: أن يكتب إليها يخطبها، فإذا بلغها الكتاب أحضرت الشهود و قرأته عليهم، و قالت: زوجت نفسي منه، أو تقول: إن فلاناً كتب إليّ يخطبني، فاشهدوا أني زوجت نفسي منه. أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان، لا ينعقد؛ لأن سماع الشطرين شرط صحة النكاح، و بإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين، بخلاف ما إذا انتفيا. قال في المصفى: هذا: أي الخلاف إذا كان الكتاب بلفظ التزوج، أما إذا كان بلفظ الأمر كقوله: زوِّجِي نفسكِ مني، لا يشترط إعلامها الشهود بما في الكتاب؛ لأنها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة، اهـ". رد المحتار: ۲/۱۰۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/صفر۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف، سہارنپور، ۱۴/صفر/۶۳ھ۔

اجازت ودستخط کے بعد انکار

سوال[۵۷۸۳]: ایک عاقلہ بالغہ عورت اپنے ایک رشتہ دار کو جس کو وہ چچا کہتی ہے کہ چچا جی! میرا نکاح فلاں سے کرادو، کیونکہ والدین کی طرف سے اس کے ساتھ میری نسبت کی ہوئی ہے، اب غیر جگہ جہاں میں منظور نہیں کرتی بطمع زر کرنا چاہتے ہیں۔ اس گفتگو کے تقریباً ۴/۳۰ گھنٹے بعد مسماۃ کے منسوب جس کے ساتھ وہ جہاں نکاح رکھتی ہے وہ اس کے پاس جاتا ہے اور اس حالت میں کہ وہ دونوں ہیں اور کوئی نہیں مسماۃ اس کو کہتی ہے کہ میں بخوشی اجازت دیتی ہوں کہ روبرو دو گواہوں کے نکاح کرلو اور یہی لفظ مرد تحریر کرتا ہے اور عورت دستخط

= (وكذا في المحيط البرهاني، الفصل الثامن في الوكالة بالنكاح: ۳/۱۵۰، مكتبه غفاريه كوئٹه)

(۱) (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بإرسال كتاب: ۳/۱۲، ۱۳، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل السابع عشر في النكاح بالكتاب والرسالة مع الغائب: ۲/۴۸، امجد اكيڈمى لاهور)

(وكذا في التاتارخانية، الفصل الرابع عشر في النكاح بالكتاب والرسالة: ۳/۵۴، إدارة القرآن كراچى)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۸، رشيديه)

کر دیتی ہے اور ایک پرچہ پر تحریر کرتا ہے کہ فلانی! کیا فلاں سے ۵۰/ روپے حقِ مہر میں منظور ہے تو روبرو دو گواہوں کے اپنے ساتھ نکاح کرلو، جس کے نیچے وہ تحریر کرتی ہے: فلانی دل سے راضی ہوں۔

اس کے بعد مساۃ کے چچا کو جس کو وہ چچا کہتی ہے اور ایک دوسرے شخص کے سامنے اس نے دونوں کاغذ دکھلا دیئے اور کہا: میں اپنا نکاح کرتا ہوں ۵۵/ روپے بمدِ مہر ہیں اور قبول کرتا ہوں۔ تینوں مساۃ کے گھر چلے گئے اور ناکح نے اندراج رجسٹر کرلیا اور شاہدین سے پوچھا تو اس نے کہا: ہاں میں نے اجازت دی ہے۔ مساۃ نے نشان انگوٹھا لگا دیا اور شاہدین نے دستخط کر دیئے مگر جب مساۃ کے ورثہ کو علم ہوا تو اس نے انکار کر دیا کہ میں نے ہرگز اجازت نہیں دی اور نہ دستخط کئے۔ آیا یہ انکار معتبر ہے یا نہیں؟ ناکح شرعاً کیا کرسکتا ہے؟ تھوڑی دیر کے بعد چچا اور دوسرے شخص نے پوچھا کہ نشان وغیرہ تم نے کیا، اس نے ہاں کہا۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

صورت مسئولہ میں جب کہ مساۃ نے دو گواہوں کے سامنے اجازت و رضا مندی کا اقرار کیا اور رجسٹر نکاح خوانی پر دستخط کر دیئے ہیں تو شرعاً نکاح صحیح ہوگیا، اب انکار سے کچھ نہیں ہوتا (۱)۔ البتہ دو گواہ عادل نہ ہوں

---

(۱) "فإنه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، و صورته: أن يكتب إليها يخطبها، فإذا بلغها الكتاب، أحضرت الشهود، و قرأته عليهم، و قالت: زوجت نفسي منه، أو تقول: إن فلاناً كتب إليّ يخطبني فاشهدوا أني زوجت نفسي منه. أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان، لا ينعقد؛ لأن سماع شطرين شرط صحة النكاح، وبإسماعهم الكتاب أو التعبير عنه منها قد سمعوا الشطرين، بخلاف ما إذا انتفيا. قال في المصفى: هذا: أي الخلاف إذا كان الكتاب بلفظ التزوج، أما إذا كان بلفظ الأمر كقوله: زَوِّجِيُ نفسک مني، لا يشترط إعلامها الشهود بما في الكتاب؛ لأنها تتولى طرفي العقد بحكم الوكالة، الخ". (رد المحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بإرسال كتاب: ۱۲/۳، ۱۳، سعيد)

(وكذا في خلاصة الفتاوى، الفصل السابع عشر في النكاح بالكتاب والرسالة مع الغائب: ۲۸/۲، امجد اكيڈمي لاهور)

(وكذا في التاتارخانية، الفصل الرابع عشر في النكاح بالكتاب والرسالة: ۵۴/۳، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۴۸/۳، رشيديه)

اور شرعاً مردود الشہادۃ ہوں تو ان کی گواہی سے قضاءِ نکاح کا ثبوت نہیں ہوگا اور مسماۃ کا انکار اس وقت معتبر ہوگا(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/ جمادی الثانیہ/ ۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف غفرلہ۔

وکالت نامۂ نکاح

سوال[۵۷۸۴]: ا...... (نقل وکالت نامہ) دفترِ قضاءت شریعت حیدرآباد، آندھرا پردیش میں سردار حامد حسین خاں شاکر ولد میر منور علی خاں صاحب عمر ۲۷/ سال، پیشہ طالب علم، ساکن بالٹی مور میاری لمیٹڈ اسٹیٹ، امریکہ بثبات عقل وہوش وحواس، بلا جبر واکراہ، برضا ورغبت خود لکھ دیتا ہوں، اس بات پر کہ میں بعض مجبوریات کی بناء پر حیدرآباد حاضر نہیں ہوسکتا، اور اس لئے اپنی جانب سے اپنے حقیقی والد میر منور خاں صاحب ابن میر غلام خاں صاحب مرحوم کو ولی مقرر کرتا ہوں تا کہ وہ میرے غیاب میں مراسمِ عقد انجام دے سکیں۔

میرا عقد مسماۃ ثریا نفیس بنت محمد رفیع الدین صاحب مرحوم سے بمعاوضہ گیارہ ہزار سکے ہند مہر موجل طے پایا ہے اور میرے غیاب میں سارے مراسم کی تکمیل والد انجام دیں گے جو میرے لئے منظور وقبول ہے''۔

لہٰذا یہ چند کلمے بطور امانت کے لکھ دیئے ہیں، تا کہ آئندہ سند رہے اور وقت ضرورت کام آئے۔

سردار حامد حسین خاں

دستخط سالم محبوب۔

مذکورہ وکالت نامہ یا اجازت نامہ میں حسبِ ذیل امور قابل غور ہیں:

۱- وکالت نامہ یا اجازت نامہ حکومت، امریکہ کا مصدقہ نہیں ہے۔

۲- عاقد نے اجازت نامہ کے ذریعے زرِ مہر سکہ ہند میں قبول کیا ہے، برخلاف اس کے نکاح نامہ میں

---

(۱) "و لا المحدود في القذف وإن تاب، لقوله تعالىٰ: ﴿و لا تقبلوا لهم شهادةً أبداً﴾ الخ". (الهداية، باب من يقبل شهادته و من لا يقبل: ۳/۱۶۰، إمداديه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل: ۷/۴۰۰، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في البدائع، كتاب الشهادة، فصل في شرائط الركن: ۹/۲۸، ۲۹، دار الكتب العلمية بيروت)

عاقد کی مرضی کے خلاف سکہ رائج الوقت لکھا گیا۔

۳- عقدِ نکاح کی اہم شرط دو گواہوں کے روبرو ایجاب وقبول لازمی ہے، عاقد نے ایک مرد گواہ اور ایک عورت گواہ سے مواجہ میں مہر و عاقدہ کو قبول کیا ہے، حالانکہ احکامِ ربانی کی رو سے ایک مرد اور دو عورت گواہاں کی موجودگی میں قبولیت لازمی تھی۔ براہ کرم شریعت کے احکام کی روشنی میں فتویٰ دیا جائے کہ یہ عقدِ نکاح شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

۲...... عاقدہ بغیر کسی کارروائی کے نکاحِ ثانی کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

وکالت نامہ کیلئے کیس حکومت کا مصدقہ ہونا ضروری نہیں، صرف اتنا کافی ہے (کہ) سردار حامد حسین خاں شاکر صاحب کو اس سے انکار نہ ہو۔ نکاح ہندوستان میں ہوا، وہیں پر سکہ رائج الوقت لکھا گیا، اس لئے کوئی فرق نہیں ہوا۔ وکالت نامہ پر جو گواہ ہیں وہ عقدِ نکاح کے گواہ نہیں بلکہ وکالت کے گواہ ہیں، نفسِ وکالت کیلئے گواہوں کا ہونا شرط بھی نہیں (۱)۔ نکاح کے گواہ وہ ہیں جن کی موجودگی میں میر منور علی خاں نے ایجاب وقبول کیا، اور قاری النکاح سید محبوب حسین نے جب ان سے قبول کرایا۔ دو گواہوں کے نام سوال میں بھی درج ہیں: محمد رئیس الدین صاحب، احمد محی الدین صاحب ان کی موجودگی میں نکاح پڑھا گیا، لہذا:

۱...... یہ عقد نکاح شرعاً جائز ہو گیا (۲)۔

۲...... عاقدہ کا نکاح موجودہ حالت میں کسی دوسری جگہ نہیں ہوسکتا جب تک شوہر سے طلاق حاصل نہ

---

(۱) "أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: هل ينعقد بالألفاظ المصحفة نحو: تجوزت: ۳/۲۱، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۲، رشيديه)

(۲) "النكاح ينعقد متلبساً بإيجاب من أحدهما وقبول من الآخر ..... عند حضور شاهدين حرّين أو حرّ و حرتين مكلفين سامعين قولهما معاً". (الدرالمختار، كتاب النكاح: ۳/۹، ۲۱، ۲۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق، كتاب النكاح: ۳/۱۴۴، ۱۵۵، رشيديه)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، ۲/۳۰۵، ۳۰۶، شركة علمية ملتان)

کی جائے یا شرعی قاعدہ سے تفریق نہ کرائی جائے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/۱۰/۹۵ھ۔

کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہوسکتا ہے؟

سوال [۵۷۸۵]: ہمارے اطراف میں نکاح کی مجلس اس طرح منعقد ہوتی ہے کہ لڑکی کا باپ یا چچا نانا وغیرہ میں سے کوئی ایک دوگواہوں کو لے کر لڑکی کے پاس جاتا ہے اور لڑکی سے یوں کہتا ہے کہ میں تمہارا وکیل بن کر فلاں کا لڑکا فلاں سے مبلغ اتنے مہر میں ان دوگواہوں کے روبرو نکاح کردوں، جب لڑکی ہاں کہہ دیتی ہے تو یہ وکیل اور دونوں گواہ مجلس میں آتے ہیں، بعدہ محلّہ کا پیش امام خطبۂ نکاح پڑھتا ہے اور وکیل سے کہتا ہے کہ یوں کہو کہ میں نے اپنی وکالت سے فلاں کی لڑکی فلانہ کو مبلغ اتنے مہر میں ان دوگواہوں اور حاضرین مجلس کے سامنے تمہارے عقد میں دیا، تم نے قبول کیا؟ تو وہ لڑکا کہتا ہے کہ میں نے قبول کیا۔

صورتِ بالا پیش نظر رکھتے ہوئے اگر لڑکی کا نانا قادیانی مذہب کا ہے وہ وکالت کرتا ہے اور دونوں گواہ مسلمان اہل سنت والجماعت ہیں وہ قادیانی ایجاب وقبول کرتا ہے تو ایسی صورت میں نکاح ہوگیا یا نہیں؟ واضح ہو کہ ''بہشتی زیور'' میں ہے کہ کوئی کافر کسی مسلمان کا ولی نہیں بن سکتا ہے؟ لہٰذا برائے مہربانی اس صورت پر نظر فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

ولی اور وکیل میں فرق ہے، نکاح میں وکیل کا کام صرف الفاظ کی تعبیر تک رہتا ہے، اصل ایجاب وقبول

---

(۱) "لایجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیرہ، وکذلک المعتدۃ". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الثالث فی المحرمات، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر: ۱/۲۸۰، رشیدیه)

(وکذا فی الفقه الإسلامی وأدلته، کتاب النکاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأۃ المتزوجة، ۹/۶۶۴۶، رشیدیة)

(وکذا فی بدائع الصنائع، کتاب النکاح فصل فی شرط أن لاتکون منکوحة الغیر: ۳/۴۵۱، دارالکتب العلمیة بیروت)

زوجین کا ہوتا ہے۔ بیان کردہ صورت میں نکاح منعقد ہوگیا ہے، قادیانی کی وکالت بیکار گئی۔ اگر لڑکی کی طرف سے اصالۃً یا وکالۃً یا دلالۃً کسی کا ایجاب نہ بھی تسلیم کیا جائے تب بھی اس نکاح پر لڑکی کا راضی ہونا اور اس کے لوازمات کو بجالانا یہ اجازتِ فعلی ہے جو کہ شرعاً معتبر ہے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

قادیانی کی وکالت سے نکاح

سوال [۵۷۸۶]: ایک شخص اہل سنت والجماعت میں سے ہے، اس نے اپنی لڑکی کا نکاح بھی اہل سنت والجماعت میں کیا ہے، لیکن اپنی لڑکی کے نکاح کا وکیل ایک قادیانی کو بنادیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس قادیانی کی وکالت بالنکاح صحیح ہے یا نہیں؟ بصورتِ ثانی نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نابالغہ تھی اور مجلسِ عقد میں اس کا باپ موجود ہے، اس کی موجودگی میں قادیانی نے ایجاب وقبول کرایا تو عاقد باپ ہی کو قرار دیا جائے گا (۲) اور قادیانی کی وکالت بیکار ہے اور نکاح صحیح ہوگیا۔ اور اگر لڑکی

(۱) "ومن شرائط الإيجاب والقبول .... و شرط سماع كل من العاقدين لفظ الاخر ليتحقق رضاهما". (الدرالمختار). "(قوله: ليتحقق رضاهما): أي ليصدر منهما ما من شأنه أن يدل على الرضا، الخ". (رد المحتار، كتاب النكاح: ۱۴/۳، ۲۱، سعيد)

"وينعقد نكاح الحرة العاقلة البالغة برضاها، الخ". (الهداية، باب في الأولياء والأكفاء: ۳۱۳/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، باب في الأولياء والأكفاء: ۲۵۶/۳، مطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "ومن أمر رجلاً بأن يزوج ابنته الصغيرة، فزوجها والأب حاضرٌ بشهادة رجل واحد سواهما، جاز النكاح؛ لأن الأب يجعل مباشراً لاتحاد المجلس، فيكون الوكيل سفيراً و معبّراً، الخ". (الهداية، كتاب النكاح، ۳۰۷/۲، مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في النهر الفائق، كتاب النكاح: ۱۸۴/۲، إمداديه ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح: ۲۰۶/۳، مصطفى البابي الحلبي مصر)

بالغہ تھی اور لڑکی کی رضامندی سے عقد کرایا گیا تو بھی نکاح ہوگیا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۵/ ۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۱/ ۵/ ۸۸ھ۔

نکاحِ غائب میں توکیل کی صورت

سوال [۵۷۸۷]: ۱..... زاہد امریکہ میں ہے اور زاہدہ افریقہ میں ہے، زاہد امریکہ میں رہتے ہوئے زاہدہ کی عدم موجودگی میں زاہدہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ مجلس نکاح کیسے قائم کی جائے؟ اور جواز کی کیا صورت ہے؟

۲..... دوسرا مسئلہ اس کے برعکس ہے یعنی محمودہ امریکہ میں ہے اور محمود افریقہ میں ہے، مجلسِ نکاح کہاں پر قائم ہوگی، ایجاب وقبول کی طرفین میں کیا شکل ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱..... زاہد زبانی یا تحریری کسی کو اپنا وکیل بنادے کہ وہ زاہدہ کو اس کیلئے قبول کرے، پھر ایک محفل منعقد کی جائے جس میں زاہدہ یا اس کا ولی یا وکیل موجود ہو، اس میں زاہدہ کی طرف سے ایجاب ہو اور زاہد کا وکیل زاہد کیلئے قبول کرے، پس نکاح منعقد ہو جائے گا۔ حاضرین مجلس گواہ ہوں گے۔ شامی (۲) اور خانیہ میں تفصیل مذکور ہے (۳)۔

---

(۱) (تقدم تخریجه تحت عنوان: ''کیا قادیانی نکاح کا وکیل ہوسکتا ہے؟'')

(۲) "فإنه قال: ينعقد النكاح بالكتاب كما ينعقد بالخطاب، وصورته: أن يكتب إليها يخطبها، فإذا بلغها الكتاب، أحضرت الشهود وقرأته عليهم، وقالت: زوجت نفسي منه . أما لو لم تقل بحضرتهم سوى زوجت نفسي من فلان، لا ينعقد، الخ". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب: التزوج بإرسال كتاب: ۱۲/۳، سعيد)

(۳) (فتاویٰ قاضی خان علی هامش الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الأول فيما يتعلق به انعقاد النكاح، الفصل الأول: ۱/ ۳۲۶، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح: ۱/ ۳۲۰، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذافي البحر الرائق، كتاب النكاح: ۱۴۸/۳، رشيديه)

۲.....اس کی بھی یہی صورت ہے جونمبر:ا میں ہے، خواہ [مجلس] شوہر کے مقام پر ہو اور زوجہ کی طرف سے وکیل ہو یا اس کا برعکس ہو۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۰/۳/۹۳ھ

بیرونِ ملک میں مقیم لڑکے کے نکاح کیلئے اپنے والد کو مختار بنانا

سوال [۵۷۸۸]: میں کنیڈا میں بوجہ تعلیم مقیم ہوں، میری شادی کے سلسلہ میں والد نے لکھا تو میں نے جواباً لکھا: بذریعۂ ٹیلیفون نکاح کر دو، جب کہ اور بہت سے لڑکوں کے ہوتے ہوئے ہیں۔ ایک مولوی صاحب کے بتلانے پر کہ مختار نامہ منگا لیا جائے تو میں نے ایک بیرسٹر سے مختار نامہ لے کر اور پاکستانی ہائی کمشنر سے تصدیق کرا کر والد کو بھجوا دیا، میں نے اپنے والد صاحب کو لکھا کہ: نکاح پڑھنے کے بعد جب اقرار لیویں تو آپ میری طرف سے اقرار کر لیں کہ یہ رشتہ میرے لڑکے کو منظور ہے اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں۔

مذہب اور مختار نامہ کی رو سے مولوی صاحب نے نکاح پڑھنے کے بعد چند شہادتوں کے میرے والد سے قبولیت کا اقرار لیا، اور مجھے ابا جان نے ٹیلی گرام سے مبارکباد دی اور میرے والد صاحب نے بطورِ مختاری نکاح نامہ پر دستخط کئے، میرے گھر میں سے دس ۱۰/ کو کینیڈا پہونچ رہی ہیں۔ میری بیوی کے تایا کہتے پھرتے ہیں کہ یہ نکاح جائز نہیں، کیونکہ لڑکا یہاں نہیں تھا براہ کرم بتلا دیں کہ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جبکہ آپ نے والد صاحب کو اپنی طرف سے مختار بنا دیا، انہوں نے مجلسِ نکاح میں گواہوں کے سامنے آپ کی طرف سے قبول کیا تو نکاح بلا تکلف درست ہو گیا، کوئی شبہ اور تردد نہ کریں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ثم النكاح كما ينعقد بهذه الألفاظ بطريق الإصالة ينعقد بها بطريق النيابة بالوكالة والرسالة؛ لأن تصرف الوكيل كتصرف المؤكل، وكلام الرسول كلام المرسل. والأصل في جواز الوكالة في باب النكاح ماروي: "أن النجاشي زوّج رَسولَ الله صلى الله عليه وسلم أم حبيبة رضي الله عنها". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ركن النكاح : ۳ / ۳۲۲، دار الكتب العلمية بيروت)

"(قوله: كزوجت نفسي) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلاً، أو ولياً أو وكيلاً". (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳ / ۹، سعيد) .... =

قاضی ووکیل کا الگ الگ ہونا، اور خطبہ پہلے ہو یا ایجاب وقبول؟

سوال [۵۷۸۹]: یہاں پر پہلے ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے پھر خطبہ پڑھا جاتا ہے اور وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ ایجاب وقبول واجب ہے اور خطبہ سنت ہے، اس لئے ایجاب وقبول پہلے ہونا چاہیے اور خطبہ بعد میں۔ نیت ایجاب وقبول اس طرح کرائی جاتی ہے کہ فلاں کی صاحبزادی فلاں صاحب کی وکالت اور فلاں فلاں کی شہادت میں اپنے نفس کو بعوض اتنے اتنے آپ کی زوجیت میں دیا، کیا آپ نے قبول کیا؟ (الف) سوال یہ ہے کہ سنت طریقہ کیا ہے کہ پہلے ایجاب وقبول ہو یا نہ ہو؟

(ب) کیا وکیل دوسرا ہو اور ناکح دوسرا؟ اور قاضی یہ کہے کہ فلاں کی وکالت سے اور قاضی صرف خطیب کی حیثیت رکھتا ہو، صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

(الف) پہلے خطبہ پڑھا جائے پھر ایجاب وقبول کرایا جائے (۱)۔ یہ بات کہ فرض پہلے ہو، سنت بعد میں ہو، قاعدۂ کلیہ نہیں، وضو میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے، منہ (چہرہ) دھونا فرض ہے، سنت پہلے ادا کی جاتی ہے فرض بعد میں۔ فجر کی نماز میں سنت دو رکعت پہلے پڑھتے ہیں، فرض بعد میں پڑھتے ہیں۔

(ب) یہ صورت بھی درست ہے، قاضی بھی وکیل ہوسکتا ہے (۲)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۵/۴/۹۴ھ۔

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح: ۱/۲۹۴، رشيديه)

(۱) "ويندب إعلانه و تقديم خطبة". (الدر المختار، كتاب النكاح: ۳/۸، سعيد)

(وكذا في كتاب الفقه على المذاهب الأربعة، كتاب النكاح، حكم النكاح: ۴/۱۰، دار الفكر بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي، على الدر المختار، كتاب النكاح: ۲/۵، دار المعرفة بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، المبحث الخامس: مندوبات عقد الزواج أوما يستحب له: ۹/۶۶۱۲، رشيديه)

(۲) "(ولو زوج بنته البالغة العاقلة) كونها بنته غير قيد، فإنها لو وكلت رجلاً غيره، فكذلك، كما في الهندية، =

سکران کی طرف سے اجازتِ نکاح

سوال[۵۷۹۰]: زید ایک شرابی کبابی آدمی تھا، اس کے یہاں کچھ مساکین کو کھلانے کی تقریب میں کافی چہل پہل تھی۔ اس میں زید کے بھائی عمر نے زید کو بہلا پھسلا کر الگ تھلگ لے جاکر شراب پلائی، پھر عمر کے چند ساتھی اس جگہ آئے اور ایک پڑھے لکھے شخص کو لے کر آئے، زید پی کر مست تھا تو زید سے زید کی نابالغہ لڑکی ہندہ کے نکاح کی اجازت اپنے لڑکے بکر سے مانگی۔ زید نے اجازت دی یا نہیں دی، بلکہ یوں ہی ''ہوگیا، ہوگیا''، کہا، واللہ اعلم۔ اس جگہ جہاں عمر کے چند ساتھی آئے تھے نکاح پڑھا دیا گیا۔ نکاح کے بعد زید کو ہوش آیا اور معلوم ہوا کہ اس کی لڑکی ہندہ کا نکاح عمر کے لڑکے بکر کے ساتھ ہوگیا، زید یہ سن کر بھونچکا ہوگیا اور کہا مجھے کچھ معلوم نہیں، میں نے کوئی اجازت دی یا نہیں؟

تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً جائز ہوا یا نہیں، زید نے صاف کہا اور کہتا چلا آرہا ہے کہ میں نے کوئی اجازت نہیں دی ہے، مجھے معلوم نہیں کیا کہلوایا گیا ہے؟

مذکورہ بالا منکوحہ غیر موطوءہ کا شوہر کافی عرصہ سے پاگل ہے، عام طور پر ننگا بند کمرہ میں رہتا ہے، تقریباً چار سال کی مدت اس طرح گزر گئی۔ اب طلاق دینے یا خلع کرنے کا حق اس کے باپ کو ہے یا نہیں؟ لڑکی اپنا رشتہ کسی اور سے کرسکتی ہے یا نہیں؟ لڑکی تو پہلے ہی سے حالتِ صحت میں ناراض تھی، اب کس طرح راضی ہوسکتی ہے؟ صدر شرعی پنچایت نے کہا کہ ہم کو تنسیخ نکاح کا حق نہیں ہے۔ آخر اس قسم کی منکوحہ کی زندگی کس طرح بسر ہو؟ کیا طلاق خود پڑ جائے گی؟ صاف لکھیں۔ اور جنون کی جتنی قسمیں ہوں سب کے احکام الگ

= وقيد بالبالغة؛ لأنها لو كانت صغيرةً لايكون الولي شاهداً؛ لأن العقد لايمكن نقله إليها، بحر". (الدرالمختار).

"(قوله: لأنها تجعل عاقدةً) لانتقال عبارة الوكيل إليها، وهي في المجلس، فكانت مباشرةً ضرورةً، ولأنه لايمكن جعلها شاهدةً على نفسها (قوله: وإلالا): أي وإن لم تكن حاضرةً، لايكون العقد نافذًا، بل موقوفاً على إجازتها، الخ". (ردالمحتار، كتاب النكاح، مطلب في عطف الخاص على العام: ۳/ ۲۵، سعيد)

(وكذا في حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، كتاب النكاح، ۲/ ۴۵۷، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، ۳/ ۲۰۶، مصطفى البابي الحلبي مصر)

الگ تحریر فرمائیں۔ مذکورہ شوہر کا باپ لڑکی کا کوئی بھائی نہ ہونے کی وجہ سے سب جائیداد کے بدلہ خلع چاہے تو لڑکی کی شادی کس طرح ہو؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر شراب کے نشہ میں لڑکی کے باپ سے اجازت لی اور نکاح پڑھا دیا گیا تو اس سے شرعاً وہ نکاح لازم نہیں ہوا(۱) بلکہ اگر لڑکی بالغہ ہے تو یہ نکاح شرعاً اس کی اجازت پر موقوف ہے، معلوم ہونے پر لڑکی نے اس کو نامنظور کر دیا تو وہ جب ہی ختم ہوگیا(۲)۔ اگر لڑکی نابالغہ ہے تو یہ نکاح اس کے ولی (باپ) کی اجازت پر موقوف ہے وہ نشہ ختم ہونے پر جب اپنے ہوش میں آیا اس وقت اس کو نامنظور کر دیا تو جب ہی ختم ہوگیا(۳)۔ اب لڑکی کا نکاح خود اس کی اجازت ورائے سے دوسری مناسب جگہ کر دیا جائے، فسخ کرانے کی ضرورت نہیں، لہذا جنون کی قسمیں اور سب کی علامات اور سب کے احکام کا سوال بے محل ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۲۲/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

---

(۱) "وإن عرف لا يصح النكاح اتفاقاً، وكذا لو كان سكران فزوجها من فاسق". (الدر المختار، باب الولي: ۳/ ۶۷، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، فصل في الكفاءة: ۳/ ۲۳۹، رشيديه)

(۲) "لا يجوز نكاح أحد بالغة صحيحة العقل من أب أو سلطان بغير إذنها، بكراً كانت أو ثيباً، فإن فعل ذلك فالنكاح موقوف على إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل، كذا في السراج الوهاج". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في الأولياء: ۱/ ۲۸۷، رشيديه)

"ولا تجبر البالغة البكر على النكاح، الخ". (الدرالمختار). "وإن زوجها بغير استيمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها". (ردالمحتار، باب الولي: ۳/ ۵۸، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۳/ ۱۹۴، رشيديه)

(۳) "ولو زوجها الأبعد حال قيام الأقرب حتى توقف على إجازة الأقرب، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في الأولياء: ۱/ ۲۸۵، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، باب الولي: ۳/ ۸۱، سعيد)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، باب الأولياء والأكفاء: ۱/ ۳۳۹، دار إحياء التراث العربي بيروت)

نکاحِ فضولی یمینِ طلاق کی صورت میں

سوال[۵۷۹۱]: زید نے ایک آدمی کو مندرجہ ذیل قسم کھانے پر مجبور کیا کہ میں نے قسم کھائی کہ ''میں جب بھی شادی کروں تو میری عورت پر طلاق ہوگی'' اس کے بعد زید نے وہ کام کرلیا۔ چند سال بعد اس نے شادی کرلی اور ایک بچہ بھی پیدا ہوگیا۔ اب ایک شخص کے یاددلانے پر اسے اپنی قسم یاد آئی، جب سے شادی کی ہے، اب تک اسے قسم یاد نہیں آئی تھی۔ اب وہ کیا کرے؟

۱.....عورت پر طلاق ہوئی یا نہیں؟

۲.....بچہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

۳.....پھر سے اس کے ساتھ زندگی گزارنے کی کیا صورت ہے؟

۴.....اس کے ساتھ اب تک جو میاں بیوی کے تعلقات رکھے اس میں گناہ ہوا یا نہیں؟

۵.....اگر گناہ ہوا ہو تو اس کے کفارہ کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....طلاق ہوگئی (۱)۔

۲.....شبہۃ العقد کی وجہ سے بچہ ثابت النسب ہے۔

۳.....کوئی فضولی اس کا نکاح کردے اور یہ خاموش رہے، زبان سے قبول نہ کرے، بلکہ فعل سے اجازت دیدے، مثلاً اس طرح کہ اس کی عدم موجودگی میں فضولی گواہوں کے سامنے اس عورت سے ایجاب وقبول کرلے پھر اس (قسم کھانے والے) سے کہے کہ فلاں عورت کے ساتھ میں نے تمہارا عقد کردیا ہے اور اتنی رقم مہر معجل مثلاً بیس روپے مقرر کردیا ہے وہ بیس روپے لاؤ تاکہ تمہاری عورت کو دیدوں وہ خاموشی سے بیس روپے مہر کے اس کو دیدے بس نکاح ہوگیا۔

---

(۱) "وإذا أضافه إلی الشرط، وقع عقیب الشرط اتفاقاً، مثل أن یقوله لامرأته: إن دخلت الدار فأنت طالق. الخ". (الفتاویٰ العالمکیریة، الباب الرابع فی الطلاق بالشرط، الفصل الثالث فی تعلیق الطلاق: ۱/۴۲۰، رشیدیه)

(وکذا فی الهدایة، باب الأیمان فی الطلاق: ۲/۳۸۵، مکتبه شرکت علمیه ملتان)

۴..... وہ قسم یاد نہ رہنے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے، لہٰذا توبہ واستغفار کرے، اللہ پاک معاف کرے: "ولا فرق في وجوب الكفارة بين العامد والناسي، والمكره في الحلف والحنث. اهـ".

ملتقیٰ، ص: ۵٤۹ (۱)۔

"حلف لايتزوج، فزوجه فضولي، فأجاز بالقول، حنث، وبالفعل لا يحنث، اهـ".

ص: ۵۸۳ (۲)۔

"و يثبت نسب الولد المولود في النكاح الفاسد. اهـ". هندية، ص: ۳٤٤ (۳)۔

جب تک طریقِ مذکور پر بذریعۂ فضولی دوبارہ نکاح نہ ہوجائے دونوں الگ الگ رہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

نانا کو نکاح کا وکیل بنانا

سوال [۵۷۹۲]: مجھ سائلہ کی عمر ۲۳/ سال ہے، میری کامل پرورش نانا نے کی ہے، والدہ کا انتقال ہو چکا ہے، میرے والد نے کبھی کوئی ہمدردی مجھ سے نہ کی، اب وہ مجھے بلانا چاہتے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ میری زندگی وہاں پر خوشگوار نہ رہے گی، جو شخص (والد) میری والدہ کو نہ رکھ سکے وہ مجھ سے کیا ہمدردی رکھے گا؟ اب میں سائلہ بالغہ ہوں، کیا میں اپنے نکاح کی وکالت اپنے نانا صاحب کے سپرد کر سکتی ہوں؟ میں مذہباً شافعی مسلک

(۱) (ملتقى الأبحر مع مجمع الأنهر مع سكب الأنهر شرح ملتقى الأبحر، كتاب الأيمان: ۱/ ۵۴۱، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الأيمان، مطلب: حلف لا يتزوج فزوجه فضولي: ۳/ ۸۴۶، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، الباب الرابع في الطلاق بالشرط، الفصل الثاني في تعليق الطلاق: ۱/ ۴۱۹، رشيديه)

(۳) (الفتاوى العالمكيرية، الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه: ۱/ ۳۳۰، رشيديه)

"فيثبت نسب ولد معتدة الرجعي ولو بالأشهر لإياسها، بدائع. و فاسد النكاح في ذلك كصحيحه، قهستاني". (الدر المختار، فصل في ثبوت النسب: ۳/ ۵۴۰، سعيد)

ہوں،امید ہے کہ جواب سے نوازیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نانا صاحب کو وکیل بنادیں وہ آپ کا نکاح مناسب جگہ کردیں گے جس سے آپ کی زندگی خوشگوار گذرے (۱)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ،دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح:بندہ نظام الدین عفی عنہ،دارالعلوم دیوبند۔

لڑکی کا لڑکے کو وکیلِ نکاح بنانا

سوال [۵۷۹۳]:ہندہ زید کو جو کہ عاقلہ بالغہ ہے،یہ الفاظ کہتی ہے کہ میں مسماۃ فلانی بعمر ۱۶/سال بالغہ تم مسمیٰ فلاں کو اجازت اپنی رضا وخوشی سے دیتی ہوں کہ روبرو گواہان میرا نکاح اپنے ساتھ کرلو۔زید نے بعینہ یہی الفاظ کاغذ پر تحریر کئے۔ہندہ نے جو کہ کتاب ''بہشتی زیور'' وغیرہ کی تعلیم یافتہ ہے،پڑھ کر دستخط کردیئے اور ایک پرچہ میں زید نے یہ الفاظ تحریر کئے کہ مسماۃ فلانی دختر فلاں سکنہ فلاں کیا تم کو منظور ہے کہ میں مسمیٰ فلاں بن فلاں سکنہ فلاں تیرا نکاح بعوض اتنے روپیہ مہر پر اپنے ساتھ روبرو گواہاں کرلوں تو ہندہ نے یہ الفاظ تحریر کئے:

۷۸۶

''میں دل سے راضی ہوں،فلانی بقلم خود''

اس کے بعد زید نے ہندہ کے والد والدہ وداداکے نام سے واقف اور ہندہ کے والد کے ملنے والے عاقل بالغ مردوں کے روبرو ہندہ کے زبانی کہے ہوئے الفاظ سنائے اور تحریر میں بھی دکھائے،شاہدوں نے خود پڑھا۔بعدہ زید نے کہا کہ میں نے تمہارے روبرو فلانی بنت فلاں کا نکاح اپنے ساتھ کیا اور قبول کیا۔یہ نکاح صحیح

(۱) ''(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح)لانقطاع الولاية بالبلوغ''. (الدر المختار:۳/۵۸،كتاب النكاح،باب الولي، سعيد)

(وكذا في الهداية :۲/۳۱۴،كتاب النكاح،باب في الأولياء والأكفاء، شركة علمية)

(وكذا في البحر الرائق:۳/۱۹۲،كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء،رشيديه)

ہے یانہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ نکاح شرعاً صحیح ہوگا (۱) بشرطیکہ زید ہندہ کا کفو ہو اور نکاح مہر مثل پر ہوا ہو (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۳/۲/۶۳ھ۔

صحیح: عبداللطیف سہار نپور، ۱۴/صفر/۶۳ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہار نپور، ۱۳/صفر/۶۳ھ۔

توکیلِ نکاح کے لئے شہادت کا حکم

سوال [۵۷۹۴]: کسی اجتماع میں ایک لڑکی کا ولی آکر مقرر سے کہتا ہے کہ میری لڑکی کا نکاح اس شخص سے اتنے مہر پر کردیجئے، ہینکڑوں ہزاروں کے مجمع میں واعظ صاحب لڑکے سے خطبۂ مسنونہ کے بعد کہتے ہیں بآواز بلند: فلانہ بنت فلاں کا نکاح میں نے تم سے پانچ ہزار مہر پر کیا، تم نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا؟ لڑکا اقرار کرتا ہے کہ میں نے اس کو اپنے نکاح میں قبول کیا۔ ہزاروں کا مجمع اس ایجاب وقبول کو سنتا ہے، کیا اس قدر ایجاب وقبول کافی ہے اور بغیر کراہت کے جائز ہے، یا ناکح کا ولی سے یہ پوچھنا کہ تم نے لڑکی سے اجازت لی کہ نہیں اور اس کی شرعی اجازت کے گواہ کون کون ہیں؟ اور ان گواہوں سے پوچھا جائے کہ کیا تمہارے سامنے لڑکی نے اجازت دی ہے؟ کیا گواہوں کی اس گواہی کے بغیر نکاح نہ ہوگا؟

---

(۱) "كما للوكيل الذي وكلته أن يزوجها من نفسه، فإن له ذلك، فيكون أصيلاً من جانب وكيلاً من اٰخر". (الدر المختار مع رد المحتار: ۹۸/۳، باب الأكفاء، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۹۵/۱، الباب السادس في الوكالة بالنكاح، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۲۴۰/۳، فصل: لابن العم أن يزوج بنت عمه، رشيديه)

(۲) "(قوله: في غير الكفء): أي في تزويجهانفسها من غير الكفء، وكذا له الاعتراض في تزويجها نفسها بأقل من مهر مثلها حتى يتم مهر المثل أويفرق القاضي". (ردالمحتار: ۵۶/۳، باب الولي، سعيد)

(وكذا في التاتارخانية: ۳۱/۳، ومما يتصل بهذا الفصل، مسألة النكاح بغير ولي، إدارة القرآن كراچي)

(وكذا في المحيط البرهاني: ۱۶۱/۳، الفصل التاسع: في معرفة الأولياء، غفاريه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ولی نے لڑکی سے بالغہ ہونے کی حالت میں نکاح کی اجازت لی ہے اور اس نے اجازت دیدی یا سکوت کیا، پھر ولی نے ایجاب وقبول کے لئے اپنی طرف سے مقرر صاحب کو وکیل بنادیا اور وکیل نے ایجاب وقبول کرادیا جس کے گواہ موجود ہیں تو یہ نکاح درست ہوگیا۔ اگر ولی نے پہلے اجازت نہیں لی اور نکاح کے بعد لڑکی کو خبر کردی، لڑکی نے اس کو نامنظور نہیں کیا تب بھی نکاح صحیح ہوگیا۔ ولی جب لڑکی سے اجازت لے تو اس کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں، نہ وکیل کے لئے اس کو دریافت کرنا ضروری ہے کہ تم نے کس کے سامنے اجازت لی گواہ لاؤ، کذافی ردالمحتار:

"أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته". شامی: ۲/ ۲۷۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

املاہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۷/ ۱۴۰۶ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆
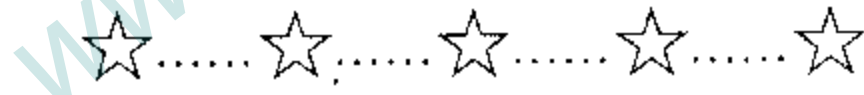
(۱) (ردالمحتار: ۳/ ۲۱ کتاب النکاح، سعید)

"لایشترط الإشهاد علی التوکیل، الخ". (البحر الرائق: ۳/ ۱۴۶، کتاب النکاح، رشیدیہ)

"ویصح التوکیل بالعبارة أو الکتابة، ولایشترط بالاتفاق الإشهاد عند صدور التوکیل، وإن کان یستحسن للوکیل أن یشهد علی التوکیل، للاحتیاط خوفاً من الإنکار عند النزاع". (الفقه الإسلامی وأدلته: ۹/ ۶۷۴۲، حکم التوکیل بالزواج، رشیدیہ)

باب استیمار المرأة للنکاح

(عورت سے اجازتِ نکاح طلب کرنے کا بیان)

نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ

سوال[۵۷۹۵] : ۱..... اصولی طریقہ دولہن سے اجازت حاصل کرنے کا کیا ہے؟

۲..... اجنبی گواہوں کا اجازت لینے کے لئے عورتوں کے مجمع میں جانا شرعاً کیسا ہے؟

۳..... یہاں پر تو نکاح سے دو گھنٹہ قبل لڑکی کا ولی یا نامزد کردہ وکیل مع دو گواہوں کے اندر جاتا ہے اور عورتیں دو گھنٹہ تک پریشان کرتی ہیں، پھر لڑکی سے کہلواتی ہیں کہ ہاں کہدو۔ اس رسم کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً و مصلیاً:

بالغہ لڑکی کا ولی (باپ) خود لڑکی کو اطلاع کردے کہ میں فلاں لڑکے سے اتنے مہر کے عوض تیرا نکاح کرتا ہوں، پھر اتنی دیر ٹھہر جائے کہ اگر لڑکی ہاں نہیں کا کوئی جواب دینا چاہے تو دے سکے، اس پر اصرار نہ کرے کہ جواب دے بلکہ خاموشی بھی کافی ہے، پھر مجمع میں چاہے خود اس کی طرف سے ایجاب وقبول کرلے یا قاضی یا نکاح خواں کو وکیل بنادے اور وہ ایجاب وقبول کرے، شرعاً تو اتنا کرلینا کافی ہے(۱) اور جو طریقہ رائج ہے وہ

---

(۱) "و ينعقد بإيجاب من أحدهما و قبول من الآخر كزوجت نفسي أو بنتي أو مؤكلتي منك". (الدرالمختار). "(قوله: كزوجت نفسي) أشار إلى عدم الفرق بين أن يكون الموجب أصيلاً أو ولياً أو وكيلاً". (ردالمحتار: ۳/ ۹، كتاب النكاح، سعيد)

"ثم النكاح كما ينعقد بهذه الألفاظ بطريق الإصالة ينعقد بها بطريق النيابة بالوكالة والرسالة؛ لأن تصرف الوكيل كتصرف المؤكل". (بدائع الصنائع، فصل في ركن النكاح: ۳/ ۳۲۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار، كتاب النكاح: ۲/ ۵، ۲، دارالمعرفة بيروت)

کچھ رسم کی پابندی ہے، کچھ قانونی رعایت ہے۔ اجنبی گواہوں کا جا کر اجازت لینا شرم وغیرت کے خلاف ہے، اس کو نیز دیگر خرافات کو حسنِ تدبیر سے روکنا چاہئے (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین، دارالعلوم دیو بند، ۲۸/۳/۸۷ھ۔

بالغہ سے نکاح کی اجازت لینے کا طریقہ

سوال[۵۷۹۶]: کیا لڑکی سے اختیارِ نفس لینے کا ضروریاتِ نکاح سے ہے؟ اگر یہ اختیار نہ لیا جائے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ یہاں پر یہ رواج ہے کہ نکاح کے وقت شاہدین اور وکیل تین مرتبہ لڑکے لڑکی کے پاس آتے جاتے ہیں، اور تعدادِ مہر میں کمی کراتے ہیں، تیسری مرتبہ میں خواہ کتنا ہی مہر ہو، اور لڑکے کی حیثیت اس قابل ہو یا نہ ہو، مہر مقرر کرکے نکاح ہو جاتا ہے، اختیارِ نفس نہیں لیا جاتا۔ ایک تعلیم یافتہ صاحب کے گھر میں نکاح میں شریک تھا لڑکی بالغ تھی، وکیل شاہدین نے جا کر لڑکی سے دریافت کیا: فلاں لڑکے سے تمہارا نکاح کر رہے ہیں، تم اپنا مہر بتلاؤ، اس کی ماں نے مہر بتلایا۔

شاہدین نے لڑکے سے مرضی طلب کی، اس نے انکار کر دیا۔ دوسری مرتبہ گئے، مہر میں نصف کمی ہوگئی، جب لڑکے سے دریافت کیا گیا تو اس نے رضامندی ظاہر کر دی، حالانکہ وہ تعدادِ رقم بھی اس کی طاقت سے باہر تھی، پس نکاح پڑھا دیا گیا۔ قاضی نے لڑکے سے نکاح قبول کرا کے خطبہ پڑھ دیا، لڑکی سے ایجاب نہیں کرایا گیا تھا، نہ اختیارِ نفس ہی لیا گیا تھا۔ کیا یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟

---

(۱) "﴿وجادلهم بالتي هي أحسن﴾: أي مَن احتاج منهم إلى مناظرة وجدال، فليكن بالوجه الحسن برفق ولين وحسن خطاب". (تفسیر ابن کثیر سورة النحل : ۲/۷۸۱، مکتبه دار الفيحاء ودار السلام)

"﴿وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ بالطريقة التي هي أحسن طرق المناظرة والمجادلة من الرفق واللين واختيار الوجه الأيسر ...... و منهم عوام أصحاب نفوس كدرة ضعيفة الاستعداد شديدة الألف بالمحسوسات قوية التعلق بالرسوم والعادات قاصرة عن درجة البرهان، لكن لاعناد عندهم، وهؤلاء يدعون بالموعظة الحسنة بالمعنى المتقدم، الخ". (روح المعاني، سورة النحل : ۱۴/۲۵۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکی اگر بالغہ ہو اور اس کا ولی اس سے کہے کہ میں تمہارا نکاح فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر کرتا ہوں، تم کو منظور ہے؟ اس کے جواب میں لڑکی اگر کہہ دے کہ منظور ہے، یا صرف ہاں کر دے، یا خاموش رہے تو اتنا ہی کافی ہے، یہی اختیارِ نفس بھی ہے، نہ وکیل کی ضرورت نہ گواہوں کی (۱)، پھر گواہوں کے سامنے ولی خود یا اس کی اجازت سے قاضی لڑکے سے کہے کہ میں نے فلاں کی فلاں لڑکی کا نکاح تم سے اتنے مہر پر کیا، تم نے اس کو قبول کیا ہے تو وہ جواب میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا، تو یہ نکاح منعقد صحیح ہو جائے گا (۲)۔

اگر ولی خود لڑکی سے اجازت طلب نہ کرے بلکہ کسی کو اپنی طرف سے اس کے پاس اجازت لینے کے لئے بھیج دے اور وہ جا کر اس طرح لڑکی سے کہے کہ تمہارے والد نے مجھے بھیجا ہے، وہ تمہارا نکاح فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر کرنا چاہتے ہیں، اس لئے میں تمہارے پاس ان کی طرف سے اجازت لینے کے لئے آیا ہوں، تم کو یہ نکاح منظور ہے؟ اس پر لڑکی منظوری کی اجازت دیدے یا خاموش رہے تب بھی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرا دینے سے نکاح منعقد ہو جائے گا (۳)۔

---

(۱) "(فإن استأذنها هو): أي الولي -وهو السنة- (أو وكيله .... فسكتت أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن إن علمت بالزوج، لا) العلم (بالمهر)، وقيل: يشترط، وهو قول المتأخرين". (الدرالمختار: ۵۸/۳-۶۱، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"وإذا قال لها الولي: أريد أن أزوجك من فلان بألف، فسكتت .... فالسكوت منها رضا". (الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۷/۱، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(۲) "(وينعقد) متلبساً (بإيجاب) من أحدهما (وقبول من الآخر)". (الدرالمختار: ۹/۳، كتاب النكاح، مطلب: كثيراً ما يتساهل في إطلاق المستحب على السنة، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار، كتاب النكاح: ۵/۲، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۱۴۴/۳، كتاب النكاح، رشيديه)

(۳) "الأول أن يقول: وكلتك تستأذن لي فلانةً في كذا، والثاني أن يقول: اذهب إلى فلانة وقل لها: إن أخاك فلاناً يستأذنك في كذا ...... لكن رسول الولي قائم مقامه، فيكون سكوتها رضا عند استئذانه، كما في الفتح، والوكيل كذلك". (ردالمحتار، ۵۹/۳، ۶۲، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد) =

جوصورت آپ نے لکھی ہے اس صورت سے بھی نکاح درست ہوگیا، کوئی فکر اور شبہ نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۵/۹۰ھ۔

بالغہ کا نکاح اس کی اجازت سے کیا جائے

سوال [۵۷۹۷]: محترم جناب شیخ الحدیث صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک عورت مسماۃ نور بیگم کا نکاح مسمی نورو کے ساتھ نور بیگم کے والدین کر دیتے ہیں، لیکن کچھ عرصہ کے بعد نورو اپنی زوجہ نور بیگم کو طلاق دے کر علیحدہ کر دیتا ہے، نور بیگم اپنے والد نھو کے یہاں آجاتی ہے۔ عدت گزارنے کے بعد نور بیگم کا والد نھو نور بیگم کا نکاح دوسری جگہ مسمی عبدل کے ساتھ کر دیتا ہے، عبدل کے ساتھ حمل قرار پاتا ہے لیکن جب کہ حمل چار ماہ کا ہو چکتا ہے تو عبدل اور نور بیگم (میاں بیوی) میں سخت تنازع ہوتا ہے اور نور بیگم اپنے والد نھو کے گھر آجاتی ہے اور نھو کے یہاں ہی نور بیگم کے لڑکی پیدا ہوجاتی ہے، جب لڑکی ڈھائی سال کی ہو چکی ہے تو نھو اپنی لڑکی نور بیگم کو اس کے پہلے خاوند نورو کے یہاں بلا نکاح بٹھا دیتا ہے۔ چونکہ نور بیگم کے دوسرے خاوند عبدل نے طلاق نہیں دی تھی، اسی طرح اسے بلا نکاح مسماۃ نور بیگم نورو کے یہاں پندرہ سولہ سال رہتی ہے اور نہ ہی نور بیگم کے دوسرے خاوند عبدل نے اب تک طلاق دی ہے۔

عرصہ پندرہ سال میں نورو سے چار بچے ہو چکے ہیں جو کہ شرعی احکام کے مطابق حرام کے ہیں اور برادری ہماری ان سے سخت خلاف ہے، لیکن اب وہ لڑکی جو کہ عبدل سے ہے سولہ سال کی ہے، نیز بالغہ ہے۔ لڑکی کا نانا نھو اب لڑکی کی شادی کرنا چاہتا ہے، لیکن لڑکی کا والد عبدل جھگڑا اڈالتا ہے کہ میری لڑکی مجھے دیدی جاوے، میں نکاح کی اجازت نہیں دیتا، لڑکی بالغ ہے، کیا لڑکی کے نکاح میں جب کہ وہ بالغ ہے اس کے والد عبدل کی اجازت واجب ہے یا نہیں؟ (لڑکی کا نانا عبدل کو لڑکی اس وجہ سے نہیں دیتا کہ کہیں وہ اس کو ویسے ہی فروخت نہ کردے)۔ دوسری بات اشد ضروری ہے کہ چوں کہ مسماۃ نور بیگم نورو کے یہاں بلا نکاح رہ رہی ہے اور نور بیگم اپنی والدہ کے مرجانے کی وجہ سے اپنے والد نھو کی روٹی پکا کر دیتی ہے، اب نھو اپنی دھیوتی کی شادی بجائے مسماۃ

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲/۲۸، كتاب النكاح، باب الولي، دار المعرفة بيروت)

نور بیگم کے یہاں ہونے کے اپنے مکان پر اپنی کمائی سے کرنا چاہتا ہے۔ چوں کہ برادری سخت خلاف ہے اس لئے شادی میں شریک ہونا نہیں چاہتی کہ یہ اپنی لڑکی جو حرام کار ہے، اس کی پکائی ہوئی روٹی کھاتا ہے۔ شرعاً کیا حکم ہے، اس کے یہاں کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

راقم: محمد صدیق، شہر انبالہ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بالغہ لڑکی اگر اپنی برادری میں اپنا نکاح مہرِ مثل پر خود کرے تو وہ صحیح اور نافذ ہو جاتا ہے، اجازتِ والد پر موقوف نہیں رہتا (۱) اور والد کو شرعاً اجازت نہیں کہ بالغ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کسی جگہ کر دے، لڑکی بالغہ کی رضامندی ہر حالت میں ضروری ہے (۲)۔

بغیر نکاح عورت کو اپنے گھر رکھنا اور عورت کو رہنا حرام ہے (۳) نتھو کے ذمہ واجب ہے کہ اپنی لڑکی کو

---

(۱) "نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولي". "(قوله: نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولي)؛ لأنها تصرفت في خالص حقها، وهي من أهله، لکونها عاقلةً بالغةً .... وروی الحسن أنه إن کان الزوج کفئاً، نفذ نکاحها، وإلا فلم ینعقد أصلاً .... والمختار للفتوی في زماننا روایة الحسن". (البحر الرائق: ۳/۱۹۲، ۱۹۴، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

(وکذا في الهدایة: ۲/۳۱۳، کتاب النکاح، باب في الأولیاء والأکفاء، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(وکذا في الدر المختار: ۳/۵۵، ۵۶، کتاب النکاح، باب الولي، سعید)

(۲) "ولا تجبر البالغة البکر علی النکاح) لانقطاع الولایة بالبلوغ". (الدر المختار، کتاب النکاح، باب الولي: ۳/۵۸، سعید)

(وکذا في الهدایة: ۲/۳۱۴، کتاب النکاح، باب في الأولیاء والأکفاء، مکتبه شرکة علمیه ملتان)

(وکذا في البحر الرائق: ۳/۱۹۲، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ولا تقربوا الزنی، إنه کان فاحشةً وساء سبیلاً﴾ (بني إسرائیل: ۳۲)

اگر نور بیگم سے نکاح کرے تب بھی جائز نہیں جب تک عبدل اسے طلاق نہ دے، اس لئے کہ منکوحۃ الغیر سے نکاح جائز نہیں ہے: "ولا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، الباب السادس، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر، رشیدیه) =

اس حرام کاری سے روکے (۱)، اگر وہ باوجود قدرت کے نہیں روکتا، یا اس کے اس فعل سے خوش ہے تو نھو سے بھی ترکِ تعلق کرنا چاہئے (۲) اور جہاں تک ہو سکے نھو اور اس کی لڑکی پر اور اس شخص پر جس کے گھر میں بغیر نکاح رہتی ہے، روک دیا جائے تا کہ حرام کاری بند ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۵/۱۰/۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۲۵/شوال/۵۷ھ۔

بالغہ کا نکاح بغیر اسکی اجازت کے

سوال [۵۷۹۸]: بخدمتِ جناب مولانا مولوی شمس العلماء صاحب سہارنپور!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین بابت مندرجہ ذیل مسائل بموجبِ فرمانِ الٰہی وارشاداتِ حدیثِ نبوی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: کسی بالغہ لڑکی کی شادی بلا رضامندی اس کے اور اس کی والدہ کے، کی جائے یعنی صرف والدہ اپنے بیٹے کی خاطر اس مذکورہ بالا لڑکی کا بٹہ دے کر اپنے لڑکے کی شادی یعنی نکاح کرے اور وہ مذکور لڑکا

= (وكذا في بدائع الصنائع: ۳/۴۵۱، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لاتكون منكوحة الغير، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۹/۶۶۴۲، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء باب المرأة المتزوجة، رشيديه)

(۱) "عن أبي سعيد الخدري رضي الله تعالىٰ عنه عن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "من رأى منكم منكراً فليغيره بيده، فإن لم يستطع فبلسانه، فإن لم يستطع فبقلبه، و ذلك أضعف الإيمان". رواه مسلم". (مشكوة المصابيح، باب الأمر بالمعروف، ص: ۴۳۶، قديمي)

(۲) "قال الخطابي: رخص للمسلم أن يغضب على أخيه ثلاث ليال لقلته، ولا يجوز فوقها، إلا إذا كان الهجران في حق من حقوق الله تعالىٰ، فيجوز فوق ذلك .... فإن هجرة أهل الأهواء والبدع واجبة على مر الأوقات ما لم يظهر منه التوبة والرجوع إلى الحق. الخ". (مرقاة المفاتيح، كتاب الآداب، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع الخ، الفصل الأول: ۸/۷۵۸، رشيديه)

(وكذا في عمدة القاري: ۲۲/۱۳۷، كتاب الأدب، باب ما ينهى من التحاسد، مطبعه خيريه بيروت)

مذکورہ والدہ کے دولڑکوں کا سوتیلا بھائی و بیٹا ہوا اور نکاح کے صرف والد ہی ذمہ دار ہوں اور لڑکی اور والدہ لڑکی کو نکاح ہونے کے وقت بالکل پوچھا نہ گیا ہو، یہاں تک کہ لڑکی اور والدہ لڑکی کو مطلق علم نہ ہو کہ نکاح کس وقت بلکہ کب ہوا اور مہر کیا مقرر ہوا ہے؟ لڑکی کو پس گھنٹہ بعد معلوم ہوا کہ میرا نکاح کردیا گیا ہے اور دو روز کے بعد یہ معلوم ہوا کہ میرا مہر اتنا مقرر ہوا ہے۔ اب چھ ماہ کے بعد لڑکی سسرال کو بھیجی گئی، وہاں لڑکی نے بائیس روز گزارے جس میں سوائے لڑائی و نااتفاقی کے ہر دو فریقین اپنی زوجہ، خاوند میں اور کچھ نہ ہوا اور خاوند کی بیوی سے زبردستی ایک دفعہ صحبت ہوئی ہے۔

سو مہربانی کرکے بموجب شرع اصولِ حقانی اس مسئلہ کا حل تحریر فرما کر مشکور فرمادیں کہ آیا یہ نکاح ہوا ہے یا نہیں؟ کیونکہ اب لڑکی ایک سال سے اپنے والدین کے گھر مقیم ہے، سسرال جانے سے قطعی انکار کرتی ہے، بلکہ یہ کہتی ہے کہ اگر زبردستی بھیجا گیا تو میں خودکشی کرلوں گی۔ فقط والسلام۔ مہربانی فرما کر اس کاغذ کی پشت پر جواب ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔

محمد شفیع۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نے والد کے کیے ہوئے نکاح کو اطلاع پانے پر رد نہیں کیا، بلکہ قبول کرلیا یا خاموش ہوگئی، مہر کی خبر پانے پر بھی رد نہیں کیا، بلکہ چپ ہوگئی اور سسرال جاتے وقت بھی نکاح سے ناراضی ظاہر نہیں کی تو شرعاً وہ نکاح لازم اور نافذ ہوگیا، اب لڑکی اس کو فسخ نہیں کرسکتی (۱)۔ اگر شوہر سے نباہ دشوار ہے، طبیعتوں میں اختلاف

---

(۱) "(أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً (أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت فهو إذن)". "(وبطل خيار البكر بالسكوت) لو مختارةً (عالمة أصل (النكاح)". (الدر المختار).

"(قوله: عن رده) قيد به إذ ليس المراد مطلق السكوت؛ لأنها لو بلغها الخبر فتكلمت بأجنبي، فهو سكوت هنا، فيكون إجازةً". (ردالمحتار: ۳/۵۹، ۷۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"وإن زوجها الولي بغير استيمار، ثم أخبرها بعد النكاح فسكتت، إن أخبرها بالنكاح ..... و إن ذكر الزوج والمهر فسكتت، كان رضا". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۸، كتاب النكاح، باب الأولياء، رشيديه) .... =

ہے، یا شوہر پریشان کرتا ہے، حقوق ادا نہیں کرتا تو چاہئے کہ کسی طرح سے شوہر سے طلاق حاصل کر لی جاوے یا خلع کر لیا جاوے(۱)، اس کے بعد عدت گزار کر دوسری جگہ نکاح درست ہوگا (۲)۔ یا حقوق ادا نہ کرنے کی صورت میں حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کیا جائے اور وہ شوہر سے کہے کہ تم اپنی زوجہ کے حقوق ادا کرو یا طلاق دے دو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے، اگر وہ کسی بات کو اختیار کر لے تو بہتر ہے ورنہ حاکم مسلم تفریق

= "وأما في حق البكر، فيبطل بمجرد السكوت". (البحر الرائق: ۲۱۵/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۱) قال الله تعالى: ﴿فإن خفتم ألاّ يقيما حدود الله، فلا جناح عليهما فيما افتدت به﴾ (البقرة: ۲۳)

"وإذا تشاق الزوجان و خافا أن لا يقيما حدود الله، فلا بأس بأن تفتدى منه بمال يخلعها به".

"(قوله : إذا تشاق الزوجان): أي تخاصما (و خافا): أي علما". (فتح القدير : ۲۱۱/۴، كتاب الطلاق باب الخلع، مصطفى البابى الحلبى مصر)

"(ولابأس به عند الحاجة) للشقاق بعدم الوفاق". (الدرالمختار). "(قوله : للشقاق): أى لوجود الشقاق و هو الاختلاف والتخاصم .... السنة إذا وقع بين الزوجين اختلاف أن يجتمع أهلهما ليصلحوا بينهما، فإن لم يصطلحا، جاز الطلاق والخلع اهـ". (ردالمحتار: ۴۴۱/۳، كتاب الطلاق، باب الخلع، سعيد)

(كذا فى الفتاوىٰ العالمكيرية : ۴۸۸/۱، كتاب الطلاق، الباب الثامن فى الخلع، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿و لا تعزموا عقدة النكاح حتى يبلغ الكتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

"أى غير الزوج فى العدة لاشتباه النسب بالعلوق، فإنه لا يوقف على حقيقته أنه من الأول أو الثانى .... ولا يجوز التزوج فى العدة لعلة أخرى هى إظهار خطر المحل أو هو حكم تعبدى".

(ردالمحتار، كتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب فى العقد على المبانة : ۴۰۹/۳، سعيد)

"لا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذا المعتدة .... سواء كانت العدة عن طلاق أو وفاة أو دخول فى نكاح فاسد، الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية : ۲۸۰/۱، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التى يتعلق بها حق الغير، رشيديه)

(وكذا فى بدائع الصنائع : ۴۵۱/۳، كتاب النكاح، دار الكتب العلمية بيروت)

کردے(۱)۔اس کے بعد عدتِ طلاق تین حیض گذار کر دوسری جگہ نکاح جائز ہوگا(۲)۔

لیکن اگر وہ پریشان نہیں کرتا اور حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا تو پھر ایسی کارروائی کرنا ناجائز ہے(۳)۔عورت کے ذمہ واجب ہے کہ شوہر کی اطاعت کرے(۴)۔اگر نکاح سے ناراضی تھی تو خبر پانے پر

---

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان﴾ أمر عزوجل بالإمساک بالمعروف، و قد عجز عن الإمساک بالمعروف؛ لأن ذلک بإیفاء حقها في الوطء والنفقة، فتعین علیه التسریح، فإن فعل، وإلا ناب القاضي منابه في التسریح و هو التفریق". (بدائع الصنائع: ۳/۲۰۳، کتاب النکاح، فصل فیما یبطل به الخیار، دار الکتب العلمیه بیروت)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿و لا تعزموا عقدة النکاح حتی یبلغ الکتاب أجله﴾ (سورة البقرة: ۲۳۵)

"أي غیر الزوج في العدة لاشتباه النسب بالعلوق، فإنه لا یوقف علی حقیقته أنه من الأول أو الثاني .... ولا یجوز التزوج في المدة لعلة أخری هي إظهار خطر المحل أو هو حکم تعبدي".

(ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب في العقد علی المبانة: ۳/۴۰۹، سعید)

"لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذا المعتدة ...... سواء کانت العدة عن طلاق أو وفاة أو دخول في نکاح فاسد، الخ". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، القسم السادس: المحرمات التي یتعلق بها حق الغیر، رشیدیه)

(وکذا في بدائع الصنائع: ۳/۴۵۱، کتاب النکاح، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) "عن معاذ بن جبل رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "لا تؤذي امرأة زوجها في الدنیا، إلا قالت زوجته من الحور العین: لا تؤذیه قاتلکِ الله، فإنما هو عندک دخیل یوشک أن یفارقک إلینا". (جامع الترمذي: ۱/۲۲۲، أبواب الرضاع والطلاق، باب إیذاء المرأة زوجها، سعید)

"عن عبد الله بن عباس رضي الله تعالیٰ عنهما أنه قال: خسفت الشمس علی عهد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم .... فقال ..... "رأیت النار فلم أرَ کالیوم منظراً قط، و رأیت أکثر أهلها النساء"، قالوا: لِمَ یا رسول الله؟ قال: "بکفرهن". قیل: یکفرن بالله؟ قال: "یکفرن العشیر". (الزوج)".

(صحیح البخاري: ۲/۷۸۳، کتاب النکاح، باب کفران العشیر، قدیمی)

(۴) "عن أبي هریرة عن النبي صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال: "إذا دعا الرجل امرأته إلی فراشه فأبت أن =

کیوں انکار نہیں کر دیا تھا(۱)، گو باپ کو چاہئے تھا کہ نکاح سے پہلے لڑکی کو اطلاع کر دیتا (۲)، لیکن اس صورت میں بھی نکاح لازم ہے(۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/ ۷/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۴/ رجب/ ۵۷ھ۔

= تجيء، لعَنَتْها الملائكة حتى تصبح".

"وعنه عن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "إذا باتت المرأة مهاجرةً فراش زوجها، لعنتها الملائكة حتى ترجع". (جامع الترمذي: ۲/ ۷۸۲، باب: إذا باتت المرأة مهاجرة فراش زوجها، سعيد)

"لما كانت المصلحة المرعية في النكاح تحصين فرجه، وجب أن تحقق تلك المصلحة .... و ذلك أن تؤمر المرأة بمطاوعته إذا أراد منها ذلك، و لو لا هذا لم يتحقق تحصين فرجه. فإن أبت فقد سعت في رد المصلحة. اهـ". (حجة الله البالغة: ۲/ ۳۶۱، حقوق الزوج، قديمي)

"وحقه عليها أن تطيعها في كل مباح يأمرها به". (الدر المختار). "ظاهره أنه عند الأمر به منه، يكون واجباً عليها كأمر السلطان الرعية به". (رد المحتار: ۳/ ۲۰۸، كتاب النكاح، باب القسم، سعيد)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/ ۶۱۳، كتاب النكاح، فصل في طاعة الزوج، دار الكتب العلمية بيروت)

(۱) "بالغة زوّجها أبوها فبلغها الخبر، فقالت: لا أريد، أو قالت: لا أريد فلاناً، فالمختار أنه يكون رداً في الوجهين". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۸۸، كتاب النكاح، باب في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع: ۳/ ۵۹۲، فصل في الخيار بين الزوجين، دار الكتب العلمية بيروت)

(۲) "(قوله: هو السنة) بأن يقول لها قبل النكاح: فلان يخطبك أو يذكرك فسكتت، الخ".

(رد المحتار: ۳/ ۵۸، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۱۹۹، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذافي حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲/ ۲۸، كتاب النكاح، باب الولي، دار المعرفة بيروت)

(۳) "(أو زوّجها) وليّها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً (أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن) .... (ويبطل خيار البكر بالسكوت) لو مختارةً (عالمة) أصل (النكاح)". (الدر المختار).

"(قوله: عن رده) قيد به إذ ليس المراد مطلق السكوت؛ لأنها لو بلغها الخبر فتكلمت =

لڑکی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح

سوال [۵۷۹۹]: زید نے اپنی بالغہ لڑکی کا نکاح لڑکی کی عدم موجودگی میں جب کہ وہ گاؤں سے سو میل دور تھی بکر سے کردیا، لڑکی کو جب اس کا علم ہوا تو اس نے برجستہ کہا کہ ''میں تو یہاں ہوں، میرا نکاح وہاں کیسے ہوگیا ہے''۔ تو نکاح ہوگیا یا نہیں؟ اگر لڑکی کے گھر پہونچنے پر اس کے والد اس سے رضامندی کی اجازت لے لیں تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر نکاح کی خبر سن کر برجستہ بطورِ فرطِ مسرت یہ کہا کہ میں تو یہاں ہوں میرا نکاح وہاں کیسے ہوگیا، یعنی اس پر خوشی کا اظہار کیا تو وہ نکاح لازم ہوگیا (۱)، اب نہ تجدید نکاح کی ضرورت ہے، نہ دوسری جگہ نکاح کرنے کی اجازت ہے (۲)، بس پہلا نکاح کافی اور صحیح ہے۔ اگر بطورِ ناراضی وغصہ کے فقرہ مذکور کہا ہے اور اس نکاح

= بأجنبي، فهو سكوت هنا، فيكون إجازةً". (ردالمحتار: ۳/۵۹، ۷۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"وإن زوجها الولي بغير استيمار، ثم أخبرها بعد النكاح فسكتت، إن أخبرها بالنكاح ..... وإن ذكر الزوج والمهر فسكتت، كان رضا". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۸، كتاب النكاح، باب الأولياء، رشيديه)

"وأما في حق البكر، فيبطل بمجرد السكوت". (البحر الرائق: ۳/۲۱۵، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۱) "(أو زوّجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) .... (أو ضحكت غير مستهزئة.....اهـ". (الدرالمختار). "لأن الضحك إنما جُعل إذناً بدلالته على الرضا". (ردالمحتار: ۳/۵۹، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۷، كتاب النكاح، باب في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۹۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۲) "ولا يجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۸۰، كتاب النكاح، القسم السادس: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير، رشيديه) =

کو نامنظور کر دیا ہے تو وہ نکاح بیکار اور کالعدم ہوگیا (۱)۔ اب اگر اس لڑکے سے عقد منظور ہے تو بھی لڑکی کی اجازت سے دوبارہ نکاح کیا جائے (۲)، دوسری جگہ منظور ہے تب بھی اجازت سے کیا جائے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/ ۷/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

= (وكذا في بدائع الصنائع: ۳/ ۴۵۱، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لاتكون منكوحة الغير، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته: ۹/ ۶۶۴۲ كتاب النكاح، باب المرأة المتزوجة، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، رشيديه)

(۱) "لأن الضحك ..... إذا لم يدل على الرضا، لم يكن إذناً". (ردالمحتار: ۳/ ۵۹، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۱۹۸، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

"وكذا لو قالت: لا أرضى، أولا أصبر، أوأنا كارهة، عن أبي يوسف: أنه ردٌّ". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۲۸۹، كتاب النكاح، باب في الأولياء، رشيديه)

(۲) "ولو زوّجها، وليّها فقالت: لا أرضى، ثم رضيت في المجلس، لم يجز". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۲۸۸، كتاب النكاح، باب في الأولياء، رشيديه)

"بخلاف مالو بلغها العقد، فردت، ثم قالت: رضيتُ، حيث لا يجوز؛ لأن العقد بطل بالرد. ولذا استحسنوا التجديد عند الزفاف فيما إذا زوج قبل الاستيذان إذ غالب حالهن إظهار النفرة عند فجاءة السماع". (البحرالرائق: ۳/ ۲۰۰، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/ ۶۰، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۳) "(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ". (الدرالمختار: ۳/ ۵۸، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۲۸۷، كتاب النكاح، باب في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق: ۳/ ۱۹۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۱۴، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، شركة علميه ملتان)

بیوہ کا نکاح بلا اذنِ صریح

سوال[۵۸۰۰]: عام طور پر بیوہ بالغہ سے نکاح کی اجازت باللسان لینے کا دستور نہیں ہے، اکثر بیوہ کی سسرال والے یعنی جیٹھ سسر وغیرہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا حق ہے، چاہے جہاں اس کا نکاح کریں یا بیٹھا رہنے دیں، چنانچہ زبانی پوچھنا تو کیا اس سے ذکر تک نہیں کیا جاتا۔ دیور، جیٹھ وغیرہ اپنی اجازت سے نکاح پڑھا دیتے ہیں، اکثر بیوہ کا دل اس جگہ نہیں چاہتا مگر انکار کی صراحت نہ ہونے کے باعث دل کی ناراضگی کے ساتھ شوہر کے یہاں رخصت کردینے پر چلی جاتی ہے۔

ایک واقعہ ایسا ہی ہوا، بالغہ بیوہ کا نکاح بغیر اجازتِ لسانی اور رضامندی کے جیٹھ نے اپنے اجازت سے نکاح پڑھوادیا، بیوہ کو جدید شوہر کے یہاں جانا پڑا، مگر عرف کے سبب وہ بیوہ اس کو نکاح سمجھتی رہی اور وہاں سے علیحدہ ہونے اور نکل بھاگنے کا موقع دیکھتی رہی۔ اب کسی بہانہ سے وہ اپنے بھائی کے یہاں چلی آئی ہے اور اپنی مرضی کے مطابق اپنے ہم کفو میں اپنی اجازت سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اور قرائن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بغیر اجازت والے جیٹھ کے کئے ہوئے نکاح سے ناراض تھی، اور اس نکاح کے گواہ بھی یہ کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے بیوہ سے نہیں پوچھا گیا، بلکہ صرف بیوہ کے جیٹھ نے یہ کہہ دیا کہ میں نے اس سے اجازت لے لی ہے، تم نکاح پڑھاؤ۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ رواج کی وجہ سے خود بیوہ کو بھی یہ نہیں معلوم کہ بغیر میری اجازتِ لسانی کے نکاح نہیں ہوتا، اور نکاح کا ذکر سن کر انکارِ لسانی بھی ممکن نہیں، البتہ ناراضگی اور بیزاری اس نکاح سے اب تک ہے۔ اگر شرعاً اس بیوہ کو اپنی مرضی کے موافق نکاح کرنے کی اجازت ہو تو جیٹھ کے کئے ہوئے نکاح پر کوئی فتنہ بھی نہیں ہے، نہ وہ درج رجسٹر ہے کہ عدالتی کارروائی کا خطرہ ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

بالغہ عورت پر کسی کو ولایتِ اجبار حاصل نہیں تھی یعنی کوئی شرعی ولی باپ بھائی وغیرہ جبراً بغیر اس کی مرضی کے نکاح نہیں کرسکتا، چہ جائے کہ جیٹھ۔ اگر کردے تو اس کی اجازت پر موقوف رہے گا۔ بیوہ کے نکاح کے لئے بھی اس کی رضامندی ضروری ہے، خواہ زبان سے رضامندی کا اظہار کرے خواہ کوئی اور فعل ایسا کرے جس سے اس کی رضامندی ظاہر ہوجائے مثلاً مہر کا مطالبہ کرے، یا قبضہ کرے، یا نفقہ کا مطالبہ کرے، یا قبول کرے، یا

مبارکباد کو قبول کرے اور فقہاء نے جماع پر قدرت دینے کو بھی علامتِ رضا لکھا ہے۔ پس اگر صورتِ مسئولہ میں بیوہ مذکورہ نے اس شوہر کو جس کے ساتھ جیٹھ نے نکاح کیا تھا اپنے اوپر جماع کی قدرت دیدی اور صحبت سے منع نہیں کیا، یا اَور کوئی چیز علامت رضامندی کی پائی گئی تو شرعاً یہ نکاح نافذ ہوگیا، اب دوسری جگہ اس کو نکاح کرنا جائز نہیں (۱)۔ اور اگر کوئی علامتِ رضامندی نہیں پائی گئی اور شوہر کو اپنے اوپر قابو نہیں دیا یعنی شوہر نے صحبت نہیں کی، یا جبراً اور زبردستی صحبت کی اور شوہر کے گھر جانے سے انکار کرتی تھی لیکن زبردستی اس کو بھیجا گیا تو شرعاً یہ نکاح لازم نہیں ہوا، اب دوسری جگہ نکاح درست ہے:

”و لا تجبر البالغة البکر علی النکاح، فإن استأذنها غیر الأقرب فلا عبرة لسکوتها، بل لا بد من القول کالثیب البالغة لا فرق بینهما إلا فی السکوت؛ لأن رضاهما یکون بالدلالة کما ذکره بقوله: أو ما هو فی معناه من فعلٍ یدل علی الرضا کطلب مهرها و نفقتها و تمکینها من الوطیء و دخوله بها برضاها و قبول التهنئة والضحک سروراً، و نحو ذلک کقبول المهر، والظاهر أنه مثله قبول النفقة، اهـ“. در مختار و شامی مختصراً : ۲/۲۶۹(۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۲/ ۵/ ۵۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۳/ جمادی الاولیٰ/ ۵۷ھ۔

---

(۱) ”لا یجوز للرجل أن یتزوج زوجة غیره، وکذلک المعتدة“. (الفتاوی العالمکیریة : ۱/۲۸۰، کتاب النکاح، الباب الثالث، القسم السادس: المحرمات التی یتعلق بها حق الغیر، رشیدیه)

(وکذا فی بدائع الصنائع : ۳/۴۵۱، کتاب النکاح، فصل فی شرط أن لاتکون منکوحة الغیر، دار الکتب العلمیة بیروت)

(وکذا فی الفقه الإسلامی وأدلته : ۹/۶۶۴۶ کتاب النکاح، باب المرأة المتزوجة، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، رشیدیه)

(وکذا فی التفسیر المظهری: ۲/۶۴، حافظ کتب خانه)

(۲) (الدر المختار مع ردالمحتار : ۳/۲۲، ۲۳، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

”لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب و سلطان بغیر إذنها بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک، فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل .... وکان تمکینها =

عورت اجازتِ نکاح کی منکر، مرد مدعی کس کے گواہ معتبر ہیں؟

سوال [۵۸۰۱]: مسماۃ حلیمہ جو کہ اس وقت بالغہ ہے اس کے چچا نے بسببِ ولایت بحالتِ صغر اس کی نسبت مسمیٰ زید سے کی، مگر بعدہ زید کو دینے سے انکاری ہوا، زید نے اس لڑکی کے چچا پر دعویٰ نکاح کر دیا اور دو شاہد پیش کر دیئے، چچا شور مچاتا ہوا پھرا کہ یہ نسبت تھی نکاح نہ تھا، کسی نے نہ سنی، قاضی نے مسمیٰ زید کے نکاح کا حکم کر دیا اور یہی کہا کہ چونکہ لڑکی نابالغہ ہے اور ولی اس کا چچا وغیرہ کو طلب کر کے بیاہ دینے کو کہا گیا، چچا وغیرہ نے شور مچایا کہ لڑکی اب تک نابالغہ ہے، ہرگز نہ دیں گے، لڑکی بھی فریاد کرتی رہی کہ مجھے یہ منظور نہیں، لڑکی کے چچا کو زیرِ حراست رکھا گیا اور لڑکی کا اقرارِ نکاح پر زبردستی انگوٹھا لگالیا گیا حالانکہ وہ انکار کرتی تھی۔

جب وہاں سے نجات پائی کچھ عرصہ بعد لڑکی نے بالغ ہوتے ہی فسخِ نکاح پر شاہد رکھے اور قاضی کے پاس جا کر فسخِ نکاح کے لئے پیش ہوگئی، چنانچہ قاضی نے حکم دیا: جا تیرا نکاح فسخ ہوگیا۔ اب زید نے دعویٰ کیا کہ بوقتِ بلوغ مسماۃ حلیمہ اقرار کرنے اور اجازت سے منکر ہے۔ دونوں کے پاس شاہد موجود ہیں، بینۂ مرد ثبوت اجازت کیلئے، اور بینۂ عورت مرد کیلئے، پس دریں صورت شرعاً کس کے بینہ اَولیٰ ارجح ہونگے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً، هوالملهم للصواب:

صورتِ مذکورہ میں حلیمہ کے شاہد معتبر ہوں گے نہ زید کے، خلاصۃ الفتاوی میں خصاف اور جامع کبیر سے منقول ہے: "في أدب القاضي للخصاف: لو أقام الزوج أو الأب البيّنة على الإجازة، والمرأة على الرد، فبيّنتها أولى. وفي بيوع الجامع الكبير في باب المرابحة: القول قولها والبينة بينتها، اهـ". خلاصة: ۲/ ٤٤(۱)۔

= إياه من الدخول بها رضا، إلا إذا دخل بها و هي مكرهة، فحينئذ لا يثبت الرضا". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، ۱/ ۲۸۷- ۲۸۹، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۱۹۲- ۲۰۵، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/ ٤۹٥- ٤۹۹، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلميه بيروت)

(۱) (خلاصة الفتاوى، كتاب النكاح، الفصل الرابع عشر في دعوى النكاح: ۲/ ٤٤، امجد اكيڈمى لاهور)

"البالغة إذا أقامت البينة على رد النكاح بعد البلوغ، والزوج أقام البينة أنها سكتت بعد =

اس نقل سے قطع نظر کرکے تمام سرگذشت پر نظر ڈالی جائے تو منصف کے لئے ماننا پڑے گا کہ سربسر قصہ سے مسماۃ حلیمہ کا انکار ٹھیک رہا ہے، مفتی کے لئے ایسے موقع پر کمالِ حزم وتدبر سے کام لینا ضروری ہے، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:" علی المفتي أن ینظر في خصوص الوقائع اهـ". ردالمحتار: ۸۵۳/۲(۱)۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:" المفتي في الوقائع لا بدله من ضرب اجتهاد و معرفة بأحوال الناس". رد المحتار: ۱۳٦/۲ (۲)۔ قاضی کے لئے تو بطریقِ اَولیٰ اس چیز کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محمد فاروق، از: اوستہ بلوچستان۔

الجواب حامداً و مصلیاً:

اگر واقعاتِ مندرجہ سوال صحیح ہیں تو روایتِ خلاصہ پر مفتی کو فتویٰ دینا درست ہے، کما أفتی به المفتي العلامة، وإن کان المذهب المشهور والروایة الظاهرة خلاف ذلك۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/صفر/ ٦۸ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۰/صفر/ ٦۸ھ۔

نکاح کی اجازت تحریراً کا شوہر مدعی ہے عورت منکر، تو کیا حکم ہے؟

سوال[۵۸۰۲]: ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے فلاں عورت نے اجازت دی ہے کہ تم جا کر مجھ سے نکاح کرلو اور میں نے جا کر دو گواہوں کے سامنے نکاح کرلیا، نیز کہتا ہے کہ اس نے مجھے اجازت کی تحریر دی ہے اور دستخط بھی کردیئے ہیں، مگر عورت ہر چیز سے انکار کرتی ہے کہ میں نے نہ اسے زبانی نکاح کرنے کی اجازت

= بلوغها، تقبل بینتها، کذا في الفصول الأسترشیة". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب الدعویٰ، الباب التاسع في دعوی الرجلین، الفصل الثاني في دعوی الملك في الأعیان: ۸۰/۴، رشیدیه)

(۱) (ردالمحتار، کتاب الطلاق، باب العدة، فصل في الحداد، مطلب: الحق أن علی المفتي أن ینظر في خصوص الوقائع: ۵۳۵/۳، سعید)

(۲) (رد المحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم و ما لا یفسده، مطلب مهم: ۳۹۸/۲، سعید)

رئی ہے اور نہ ہی کوئی تحریر لکھ کر کے دی ہے، یہ شخص جھوٹا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس شخص کے پاس گواہ موجود ہیں اور وہ شرعاً مقبول الشہادۃ ہیں، جن کے سامنے عورت نے زبانی اجازت دی ہے یا تحریر لکھی ہے تب تو ان کی گواہی معتبر ہے اور نکاح صحیح ہے۔ اگر گواہ موجود نہیں یا وہ مقبول الشہادۃ نہیں تو عورت کا قول معتبر ہوگا مگر قسم کے ساتھ، اور یہ نکاح معتبر نہیں ہوگا، هكذا يفهم عما ذكره في الدرالمختار: ٢ /٤٦٧۔

"قال الزوج للبكر البالغة: بلغك النكاح فسكت، و قالت: رددت النكاح، ولا بينة لهما عنى ذلك، ولم يكن دخل بها طوعاً في الأصح، فالقول قولها بيمينها على المفتي به، وتقبل بينته على سكوتها. (قوله: فالقول قولها)؛ لأنه يدعي لزوم العقد و ملك البضع، والمرأة تدفعه فكانت منكرةً، اه". ردالمحتار (١)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۶/۱۲/۱۳٦۲ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف۔

لڑکی کا نکاح کی اجازت دینے کے بعد انکار

سوال [۵۸۰۳]: زید کی لڑکی زینب کا نکاح عمر سے ہوا، لیکن نکاح کے وقت کسی بھی ذریعہ سے زینب کی مرضی دریافت نہیں کی گئی، بلکہ زید ہی نے مجلس نکاح میں اس کی طرف سے قبول کرلیا۔ زید کا کہنا ہے کہ ایک روز قبل میں نے اپنی بیٹی سے دریافت کیا تھا تو وہ عمر سے نکاح پر راضی تھی، لیکن زینب کا کہنا یہ ہے کہ میں نے کبھی آمادگی ظاہر نہیں کی اور زینب کو جس وقت اس نکاح کی اطلاع پہنچی، اس نے فوراً ہی اعلان کردیا کہ میں اس

(١) (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ٣ /٦٣، ٦٤، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ٢ / ٥٠١، ٥٠٢، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ٣ /٢٠٦، رشيديه)

نکاح پر راضی نہیں۔ اب یہ مسئلہ ایک مقامی عالم صاحب سے (جو قاضی بھی ہیں) دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا نکاح نہیں ہوا، لہٰذا جناب والافتویٰ صادر فرمائیں۔ واضح رہے کہ زینب کی عمر ۱۶/ سال ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی کنواری ہے اور باپ نے اس سے نکاح کے لئے کہا کہ فلاں لڑکے سے تیرا نکاح کرنا چاہتا ہوں تجھے منظور ہے؟ اس پر لڑکی نے آمادگی ظاہر نہیں کی، جیسا کہ اس کا بیان ہے، مگر انکار بھی نہیں کیا بلکہ خاموش رہی تو یہ بھی اس کی طرف سے اجازت ہے اب پھر اس کا انکار کرنا بیکار ہے (۱)۔ یہ اجازت دو روز قبل بھی لینا کافی ہے، عینِ وقت پر لینا ضروری نہیں۔

ہاں اگر اجازت لینے پر خاموش رہنے کے بعد ایجاب وقبول سے پہلے کہہ دیتی کہ میں اجازت نہیں دیتی تو باپ کو حق نہ رہتا (۲)۔ یا اگر باپ نے بالکل اس سے کہا ہی نہ اور خود ہی نکاح پڑھوا دیا ہو، تو یہ نکاح

---

(۱) "وإذا قال لها الولي: أريد أن أزوجك من فلان بألف فسكتت، ثم زوّجها، فقالت: لا أرضى، أو زوّجها ثم بلغها الخبر، فسكتت، فالسكوت منها رضا في الوجهين جميعاً إذا كان المزوّج هو الولي".

(الفتاویٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، ۱/۲۸۷، رشيديه)

"(فإذا استأذنها هو) الولي .... (أو وكيله أو رسوله أو زوّجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً .... (فهو إذن): أي توكيل في الأول". (الدرالمختار).

"أي فيما إذا استأذنها قبل العقد حتى لو قالت بعد ذلك: لا أرضى، و لم يعلم به الولي فزوّجها، صح؛ لأن التوكيل لا ينعزل حتى يعلم". (ردالمحتار: ۳/۵۸، ۵۹، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۹۶، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۲) "فللموكل العزل متى شاء ما لم يتعلق به حق الغير، بشرط علم القاضي". (تنوير الأبصار مع الدرالمختار: ۵/۶۳۶، كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل، سعيد)

(وكذافي الفتاویٰ العالمكيرية: ۳/۶۳۷، كتاب الوكالة، الباب التاسع فيما يخرج به الوكيل عن الوكالة، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير: ۸/۱۳۷، كتاب الوكالة، باب عزل الوكيل، مصطفى البابي الحلبي مصر)

لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا، خبر پانے پر لڑکی نامنظور کردے تو فوراً ختم ہو جائے گا(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۲/۱۱/۱۸ھ۔

لڑکی کے انکار کے باوجود اس کا نکاح پڑھ دینا

سوال[۵۸۰۴]: ایک لڑکی جس کی شادی ہو چکی ہے اس کی عمر ۲۲/ سال ہے، وہ اپنے ماں باپ کے یہاں تھی جب کہ اس کا شوہر انتقال کر گیا۔ اس اطلاع کے ملنے پر وہ سسرال آئی، جہاں پر اس نے اپنے شوہر کی مہر بخشی اور عدت کے دن پورے کئے۔ عدت پوری ہونے کے بعد اس لڑکی کو اس کے ایک دیور سے (جس کی عمر ۱٦/ سال ہے اور وہ شادی شدہ ہے) نکاح کرنے پر مجبور کیا، لیکن اس نے صاف انکار کر دیا۔ مجبور کرنے والے لڑکی کے سسرال والے ہی تھے۔

لڑکی کا منشاء شوہر کے چچازاد بھائی سے نکاح کرنے کا تھا، لیکن ان آدمیوں نے لڑکی کی کوئی بات نہیں سنی اور امام صاحب سے کہا کہ رجسٹر لاکر زبردستی لڑکی کا انگوٹھا لگوالو اور اسی دن رات کے نو بجے انہوں نے اور آدمیوں کو جمع کیا کہ ہمارے نکاح میں سب ہی کو جمع ہونا ہے۔ ایک وکیل دو گواہ لڑکی سے نکاح کی اجازت لینے کے لئے آئے جو کہ اس لڑکی کے جیٹھ وغیرہ گئے تھے، انہوں نے لڑکی سے اجازت مانگی، لیکن لڑکی نے صاف انکار کر دیا۔ وکیل اور گواہوں نے یہی بات آکر تمام آدمیوں میں بتلائی کہ وہ صاف انکار کرتی ہے۔ اس پر لڑکی کے سسر نے کہا کہ دوسرے آدمی کو بھیجو، یہ آدمی جھوٹ بولتے ہیں۔ تین آدمی اور بھیجے گئے، لیکن لڑکی نے صاف انکار کر دیا۔ واپسی پر ان آدمیوں نے وہی سب کے سامنے بتلا دیا۔

اس کے بعد پرانے بزرگ ۸۰، ۹۰/ سال کی عمر کے بھیجے گئے، ان کے سامنے لڑکی شرم کی وجہ سے بول

---

(۱) "لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب و سلطان بغیر إذنها بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل". (الفتاویٰ العالمکیریة، کتاب النکاح، الباب الرابع فی الأولیاء، ۱/۲۸۷، رشیدیه)

"وإن زوّجها بغیر استیمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف علی رضاها". (ردالمحتار: ۳/۵۸، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۱۹۹، کتاب النکاح باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

نہ سکی اور کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ رونے لگی۔ یہی بات انہوں نے آکر سب کے سامنے بتلائی کہ لڑکی رو رہی ہے، کچھ بول نہیں رہی ہے۔ امام صاحب نے کہا کہ چپ رہنے پر اور رونے پر نکاح جائز ہے۔

آپ یہ مسئلہ بتائیں کہ لڑکی جن آدمیوں سے بولتی تھی، ان سے اس نے کہا کہ خدا واسطے میرے باپ یا بھائی کو بلوا دو، جیسا وہ کہیں گے ویسا ہی کروں گی، کسی نے بھی اس بات پر عمل نہیں کیا اور امام صاحب نے اس لڑکی کا نکاح اس کے شادی شدہ دیور سے پڑھا دیا۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح جائز ہوا یا ناجائز؟ امام صاحب اور لڑکے والے اور صرف ۸۰، ۹۰/ سال کے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ یہ نکاح جائز ہوا۔ امام صاحب جنہوں نے یہ نکاح پڑھایا ہے تاش وشطرنج کھیلتے ہیں۔ یہ نکاح مسجد میں پڑھایا گیا ہے۔ یہ تمام حالات حلف سے کہتی ہوں۔ برائے کرم مطلع فرمائیں کہ یہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جس بالغ لڑکی ن شادی ہوگئی، شوہر کے ساتھ رہ چکی، پھر بیوہ ہوگئی تو بعد عدت اس کے نکاح کے لئے اس کی اجازت ضروری ہے، بغیر اس کی اجازت کے اس کے نکاح کا کسی کو حق حاصل نہیں (۱)۔ اگر اجازت لی جائے تو اس کے جواب میں اس کا خاموش رہنا اجازت شمار نہیں ہوگا، یعنی اس کا ولی اس کا باپ اس سے پوچھے تب بھی خاموشی کافی نہیں۔ اگر کوئی آدمی جو کہ نہ ولی ہے نہ ولی کا قائم مقام پوچھے تو کسی حال میں بھی خاموشی کو اجازت قرار نہیں دیا جائے گا (۲)۔

---

(۱) "عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لا تنكح الأيم حتى تستأمر". و عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "الثيب أحق بنفسها من وليها". (مشكوة المصابيح: ۲/۲۷۰، كتاب النكاح، باب الولي في النكاح واستيذان المرأة، قديمي)

(۲) "(فإن استأذنها غير الأقرب) كأجنبي أو ولي بعيد (فلا) عبرة لسكوتها (بل لا بد من القول كالثيب البالغة". (الدر المختار: ۳/۶۲، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۴۹۹، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية بيروت)

"ولو استأذن الثيب، فلا بد من رضاها بالقول". (الهداية: ۲/۲۱۵، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، مكتبه شركة علميه ملتان)

صورتِ مسئولہ میں دریافت کرنے والے نہ ولی ہیں، نہ ولی کے قائم مقام ہیں، بلکہ محض اجنبی ہیں، ان کے دریافت کرنے میں خاموشی کو اجازت شمار کرنا بالکل غلط اور مسئلہ سے ناواقفیت پرمبنی ہے۔ علاوہ ازیں یہاں تو لڑکی پہلے دومرتبہ صاف انکار کر چکی ہے، پھر بوڑھے آدمیوں کے دریافت کرنے پر رورہی ہے، تو اس کو اجازت کیسے قرار دیا جاسکتا ہے، یہ نکاحِ فضولی ہوا، یعنی ایجاب وقبول کے بعد لڑکی نے رضامندی ظاہر کردی تو صحیح ہوگیا، اگر چہ پہلے انکار کر چکی تھی۔ اگر رضامندی ظاہر نہیں کی بلکہ کہہ دیا کہ مجھے یہ نکاح منظور نہیں تو جب ہی ختم ہوگیا، شرعاً اس نکاح کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہی، اس لڑکی کو پورا اختیار ہے دوسری جگہ نکاح کرلے(۱)۔

اگر (نہ) رضامندی ظاہر کی نہ اس کو نامنظور کیا، بلکہ اب تک خاموش ہے تو اب بھی نامنظور کرسکتی ہے(۲)۔ جو لوگ لڑکی پر ظلم کررہے ہیں وہ سخت مجرم ہیں، ان کو خدا سے ڈرنا چاہئے، سخت وبال کی چیز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۸/۳/۹۱ھ۔

---

(۱) "لا یجوز نکاح أحد علی بالغة صحیحة العقل من أب و سلطان بغیر إذنها بکراً کانت أو ثیباً، فإن فعل ذلک فالنکاح موقوف علی إجازتها، فإن أجازته جاز، وإن ردته بطل". (الفتاوی العالمکیریة: ۱/۲۸۷، کتاب النکاح، الباب الرابع، رشیدیه)

"(و تزویج العبد والأمة بغیر إذن مولاهما موقوف) فإن أجازه المولی جاز، وإن ردّه بطل. وکذلک لو زوج رجل امرأةً بغیر رضاها، أو رجلاً بغیر رضاه) و هذا عندنا، فإن کل عقد صدر من الفضولی و له مجیزٌ، انعقد موقوفاً علی الإجازة، فإذا أجاز مَن له الإجازة، ثبت حکمه مستنداً إلی العقد". (فتح القدیر: ۳/۳۰۷، کتاب النکاح، فصل فی الوکالة بالنکاح وغیرها، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی رد المحتار: ۳/۹۷ کتاب النکاح، باب الکفاءة، مطلب فی الوکیل والفضولی فی النکاح، سعید)

(۲) "عن خنساء بنت خذام أن أباها -رضی الله تعالیٰ عنهما- زوّجها و هی ثیب، فکرهت ذلک، فأتت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فردّ نکاحها". .... و عن ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما قال: إن جاریةً بکراً [أی و هی بالغة] أتت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم، فذکرت أن أباها زوّجها وهی کارهة، فخیّرها النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم". (مشکوة المصابیح، ص: ۲۷۰، ۲۷۱، کتاب النکاح، باب الولی فی النکاح واستئذان المرأة، قدیمی)

اجازتِ نکاح میں دل کی خواہش کا اعتبار ہے یا زبان کا؟

سوال[۵۸۰۵]: ایک قوم مثلاً راجپوت رانگھڑ وغیرہ جو کہ نکاحِ بیوہ بیاہ کرنا بُرا جانتے ہیں اور بسببِ جہالت کے عورتیں بھی اپنے منہ سے نکاح کی اجازت نہیں دیتیں، بلکہ وہ وقتِ نکاح لوگوں کے سامنے انکار کردیتی ہیں، یعنی ظاہراً صاف انکار کرتی ہیں، مگر دل میں خواہش یقیناً ہوتی ہے۔ اس حالت میں کہ ظاہراً انکار کرتی ہو تو نکاح جائز ہوسکتا ہے یا نہیں؟ فقط۔

حافظ مظہر حسن۔

الجواب حامداً ومصلياً:

بیوہ کے نکاح کو عار سمجھنا سخت جہالت ہے، عورتوں کو مسائل سمجھا کر جہاں تک ہوسکے اس رواج کو توڑنا چاہیے۔ جو عورت زبان سے انکار کرتی ہے اور دل میں نکاح کی خواہش رکھتی ہے تو شرعاً اس کی زبان کا اعتبار ہوگا، پھر اگر نکاح ہونے پر اس نے زبان سے انکار کیا تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوا، اگر انکار نہیں کیا بلکہ خاموش رہی اور شوہر کیساتھ راضی ہوگئی تو نکاح صحیح ہوگیا:

"الولي إذا زوج الثيب فرضيت بقلبها و لم تظهر الرضا بلسانها، كان لها أن ترد؛ لأن المعتبر فيها الرضا باللسان أو الفعل الذي يدل على الرضا نحو التمكين من الوطىء و طلب المهر و قبول المهر، اهـ". شامي: ۲/۴٦٦(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲۲/۱/۶۱ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

---

(۱) (رد المحتار، باب الولي: ۳/۲۲، ۲۳، سعيد)

"الثيب تُشاور: أي يطلب رأيها، والمشاورة لا تكون إلا بالقول، ثم هي مفاعلة، فتقتضي وجوده من الجانبين، لكنّ حصرها في القول فيه نظر، بل قد تكون بغيره لقولهم: رضى الثيب كما يكون بالصريح كرضيت أو أوجبت، يكون بالدلالة كطلب المهر أو النفقة أو تمكينها من الوطء ...... والثيب تعرب عن لسانها. وأما الدلالة فالحق أنها من قبيل القول إلا بالتمكين، فيثبت به بدلالة إلزام القول". (النهر الفائق، باب الأولياء والأكفاء: ۲/۲۰۵، ۲۰٦، إمداديه ملتان) =

عورت کی طرف سے اجازتِ نکاح کا سننا

سوال[۵۸۰۲]: ایک بالغہ عورت کا نکاح ایک وکیل، دوشاہد کو لے کر ایک مولوی صاحب نے پڑھا دیا، نکاح کے بعد دوشاہدوں میں سے ایک سے پوچھا گیا کہ تم نے نکاح کے وقت عورت کے منہ سے اذن سنا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں نے عورت کے منہ سے کوئی لفظ اذن کا نہیں سنا۔ اس پر ایک عالم نے کہا کہ یہ نکاح شرعاً معتبر نہ ہوگا، اس پر ایک شادی شدہ شخص نے اس عالم کو گالیاں دیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ نکاح شرعاً معتبر ہوگا یا نہیں؟ جس شخص نے عالم صاحب کو گالی دی اس پر شرعاً کیا حکم وارد ہوتا ہے؟ اور اگر کوئی شخص شریعت کے کسی مسئلہ کا انکار کرے تو اس کو شرعاً کیا کہا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح کا ایجاب وقبول گواہوں کے سامنے ہوا اور عورت نے اس کو نامنظور نہیں کیا تو یہ نکاح صحیح ہوگیا اگرچہ وکیل کے دریافت کرنے پر گواہوں نے عورت سے اجازت کو نہ سنا ہو، وہ اجازت کے گواہ ہیں، ایجاب وقبول کے گواہ نہیں (۱)۔ عورت کی طرف سے جس قاضی نے ایجاب کیا اور مرد نے اس کو قبول کیا، اس کو تو سننے والے موجود ہیں، بس یہ کافی ہے (۲)۔ عالم کے علم کا احترام لازم ہے، ان کو کیا کسی معمولی انسان کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں، جس نے گالی دی ہے اس کو لازم ہے کہ وہ اپنی غلطی پر نادم ہوکر معافی طلب کرے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۶/۱۳۹۶ھ۔

= (وكذا في البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء، ۳/۲۰۲، ۲۰۳، رشيديه)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان ''بالغہ کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح''۔)

(۲) "(وينعقد) متلبساً (بإيجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر ....(و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر و حرتين (مكلفين سامعين قولهما معاً)". (الدرالمختار: ۳/۹، ۲۱، ۲۲، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۳۶-۱۵۵، كتاب النكاح، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۴۵۲، كتاب النكاح، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿و لا تلمزوا أنفسكم و لا تنابزو بالألقاب، بئس الاسم الفسوق بعد الإيمان، ومن لم يتب فأولئك هم الظالمون﴾ (الحجرات: ۱۱)

اجازتِ نکاح بالفعل

سوال[۵۸۰۷]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین مسائل ذیل میں:

۱......ایک نابالغہ لڑکی جس کے ماں، باپ دادا انتقال کر چکے ہیں، صرف ایک چچا موجود ہیں، وہ اپنے نانا کے یہاں رہتی تھی۔ بالغ ہونے کے بعد اس کے نانا نے اس کا نکاح کر دیا، لیکن لڑکی سے نکاح کرتے وقت نہ اجازت لی گئی اور نہ اسے اس کی اطلاع دی گئی اور اگر دریافت کیا بھی جاتا تو شرم وحیاء کی وجہ سے شاید اس کا جواب بھی نہ دیتی، چونکہ اس اطراف میں اس کو بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ ہاں اس کو یونہی اپنے نکاح کی اطلاع ہوگئی تھی اور وہ اس پر بالکل راضی تھی، مگر زبان سے نہ اس نے اپنی رضا کا اظہار کیا اور نہ کسی شخص نے اس سے دریافت کرنے کی زحمت گوارا کی۔

اس صورت میں اس کا نکاح منعقد ہوگیا کہ نہیں؟ اگر نہیں ہوا تو اب تک میاں بیوی کے جو تعلقات تھے وہ کیسے تھے؟ کیا اس لاعلمی کی وجہ سے وہ ناجائز تعلقات کے مواخذہ سے بچ جائیں گے؟ بینوا توجروا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر لڑکی نے نہ زبان سے اجازت دی نہ زبان سے رد کیا، بلکہ مباشرت کے وقت رضا متحقق ہوگئی تو یہ نکاح نافذ ولازم ہوگیا بشرطیکہ کوئی اور مانع موجود نہ ہو، کیونکہ رضا جس طرح قول سے ثابت ہوجاتی ہے اسی طرح فعل سے بھی: ”إذا ثبت الرضاء بالقول يثبت بالتمكين من الوطي بالأولى“. شامی(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۴/۵۴ھ۔

---

(۱) العبارة بأسرها: ”(أو ما في معناه، الخ) لكن أجاب في الفتح بأن الحق أن الكل من قبيل القول إلا التمكين، فيثبت دلالةً؛ لأنه فوق القول: أي لأنه إذا ثبت الرضا بالقول يثبت بالتمكين من الوطء بالأولى؛ لأنه أدلّ على الرضا“. (ردالمحتار، باب الولي: ۶۲/۳، سعيد)

”بل رضاها هنا يتحقق تارةً بالقول كقولها: رضيتُ ...... و تارةً بالدلالة كطلب مهرها و نفقتها أو تمكينها من الوطء ...... ان الكل من قبيل القول إلا التمكين، فيثبت بدلالة نص إلزام القول؛ لأنه فوق القول“. (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۲۰۳/۳، ۲۰۴، رشيديه)

نامحرم وکیل یا گواہوں کا اجازت کے لئے لڑکی کے پاس جانا

سوال[۵۸۰۸]: مجموعۂ ادعیۂ ماثورہ ۵۳ ازمولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی میں تحریر ہے کہ: ''نکاح کی اجازت لینے کے لئے وکیل اور اس کے گواہ کا محرم ہونا ضروری ہے اور گواہ اجازت کا درجہ استحباب کا ہے، لہٰذا اگر گواہ محرم نہ ہوں تو اذن پر گواہ بنانا ترک کرنا ضروری ہے''۔ کیا حقیقت میں لڑکی سے اجازت نکاح لینے کے لئے وکیل وگواہ کا محرم ہونا ضروری ہے اور اگر محرم گواہ نہ ہو تو لڑکی سے اجازت صرف محرم وکیل لے اور گواہ غیر محرم نہ بنائے، یہ حکم احتیاطی اور تقویٰ کے طور پر ہے یا بالکل ضروری اور لازم ہے، اگر کوئی بھی محرم نہیں تو پھر وکیل غیر محرم ہو سکے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب لڑکی بالغہ ہو اور اس کا ولی موجود ہو تو خود لڑکی سے اجازت لے لے یعنی اس سے کہہ دے کہ میں فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر تمہارا نکاح کرتا ہوں تم کو منظور ہے؟ اس پر اگر لڑکی اجازت دیدے یا خاموش رہے تو بس اتنا کافی ہے، اس کے لئے نہ گواہ کی ضرورت ہے نہ وکیل کی (۱)۔ اگر ولی موجود نہ ہو تو لڑکی اپنے کسی محرم کو

= ''إلا أن ترضى بلسانها أو يوجد ما يدل على الرضا من الوطء أو التمكين منه طوعاً''. (فتح القدير: ۲۸۳/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۴۹۹/۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلمية بيروت)

''وإنما يبطل خيارها إذا رضيت بالنكاح صريحاً، أو يوجد منها فعل يستدل به على الرضا كالتمكين من الجماع''. (الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۶/۱، كتاب النكاح، باب الأولياء، رشيديه)

''وكذا إذا أمكنت الزوج من نفسها بعد ما زوجها الولي، فهو رضا''. (الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۷/۱، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۱) ''(فإن استأذنها هو): أي الولي -وهو السنة- (أو وكيله .... فسكتت أو ضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن إن علمت بالزوج، لا) العلم (بالمهر)، وقيل: يشترط، وهو قول المتأخرين''. (الدر المختار: ۵۸/۳-۶۱، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

''وإذا قال لها الولي: أريد أن أزوجك من فلان بألف، فسكتت .... فالسكوت منها رضا''. (الفتاوى العالمكيرية: ۲۸۷/۱، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

وکیل بنادے، اس کے لئے بھی کوئی گواہ ضروری نہیں۔ اگر کوئی محرم بھی موجود نہ ہو تو وہ غیر محرم کو بھی بذریعۂ تحریر یا زبانی پسِ پردہ سے وکیل بنادے تب بھی کافی ہے، یا خود لڑکے ہی کو وکیل بنادے کہ آپ میرا نکاح اپنے سے کرلیں خواہ زبانی یا بذریعۂ تحریر، یہ سب صورتیں درست ہیں (۱)۔ قابلِ لحاظ بہر صورت یہ چیز ہے کہ نامحرم وکیل بن کر یا گواہ بن کر لڑکی کے پاس بے پردہ نہ جائے (۲)، غالباً مقصدِ کلام (ادعیہ ماثورہ کا) یہی ہے، اس میں لفظ ''ضروری ہے'' اس حکم کی وضاحت کردی کہ لازم ہے: ''أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته، اهـ''. ردالمحتار: ۲/۲۷۲ (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔

استیذان پر کسی اَور کا اقرار کرلینا اور اذن کی صورتیں

سوال [۵۸۰۹]: زید کا عقد ہندہ کے ساتھ ہوا، چند دنوں کے بعد ہندہ نے یہ اقرار کیا کہ قاضی کے پوچھنے پر میں نے ''ہاں'' نہیں کہا تھا بلکہ محلّہ کی فلاں عورت نے کہہ دیا تھا، لیکن میں اس عقد پر راضی تھی اور اب بھی ہوں، اس وقت محض شرم کی بنا پر نہیں کہا تھا، یہ واضح رہے کہ آج کل عام ابتلاء اس میں ہے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ عقد درست ہوا یا نہیں؟ اگر نہیں تو اعادہ میں کیا پھر بارِ اول کی طرح اعلان کی حاجت ہے، یا محض دو تین آدمیوں کے سامنے کردینا کافی ہے؟ اگر خلوت کے بعد اس صورت کا علم ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ اب

---

(۱) ''يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود .... امرأة قالت لرجل: زوّجني ممن شئت، .... وكلت رجلاً بأن يتصرف في أمورها .... لو وكلته بتزويجها، لا يملك أن يزوجها من نفسه .... امرأة وكلت رجلاً بأن يزوجها من نفسه، فقال: زوجت فلانةً من نفسي، يجوز وإن لم تقل قبلت''. (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۹۴، ۲۹۵، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۴۰، ۲۴۱، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وإذا سألتموهن متاعاً فاسئلوهن من ورآء حجاب﴾ (سورة الأحزاب: ۵۳)

(۳) (رد المحتار: ۳/۲۱، كتاب النكاح، مطلب: هل ينعقد النكاح بالألفاظ المصحّفة نحو تجوّزت، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۹۴، كتاب النكاح، الباب السادس، رشيديه)

تو نکاح کے علی الاعلان اعادہ میں رسوائی بھی ہے؟ اور اگر ہندہ نے ہنس دیا ہو یا رو دیا ہو تو اس کا حکم کیا ہے؟ لیکن بوجہ پردہ کے قاضی کو ان سب باتوں کا علم نہیں ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر ہندہ بوقتِ عقد نابالغہ تھی تب تو اس کی رضا وعدم رضا کا صراحۃً بھی کچھ اعتبار نہیں بلکہ اس کے عقد کا اختیار من کل الوجوہ ولی کو ہے (۱)۔ اگر وہ بوقتِ عقد بالغہ تھی تو اس کی دو صورتیں ہیں: باکرہ تھی یا ثیبہ۔ اول صورت میں اس کا سکوت، تبسم، بلا استہزاء ہنسنا، بلا صوت رونا، یہ جملہ امور صریح اذن کے حکم میں ہیں، بشرطیکہ مستاذن ولی ہو، یا اس کا وکیل ہو، یا اس کا رسول ہو۔ یہی حکم اس وقت ہے جب کہ ولی نے بغیر استیذان نکاح کر کے خود اس کو اطلاع کردی ہو یا اس کے رسول یا کسی غیر شخص نے بشرطیکہ وہ عادل ہو اطلاع کی ہو۔

اگر مستاذن ولی اقرب اور اس کے رسول کے علاوہ کوئی اور شخص ہو مثلاً ولی ابعد ہو یا اجنبی، تو سکوت کافی نہیں، بلکہ صریح قول یا کوئی ایسا فعل جو کہ رضا پر دلالت کرنے میں بمنزلہ قول کے ہو ضروری ہے جیسے مہر اور نفقہ کا طلب کرنا اور ہمبستری پر قدرت دینا۔ ثانی صورت میں یعنی جب کہ وہ ثیبہ ہو تب بھی سکوت کافی نہیں ہوتا، بلکہ قول یا بمنزلہ قول ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی وجہ سے تجدید عقد کی ضرورت پیش آئے تو دو گواہوں کی موجودگی میں کافی ہے (۲)۔

"فإن استأذنها هو: أي الولي –وهو السنة– أو وكيله أو رسوله أو زوجها وليّها، وأخبرها رسوله أو فضوليٌّ عدلٌ، فسكتت عن رده مختارةً أو ضحكت غيرمستهزئة أو تبسمت أو بكت بلا صوت، فهو إذن. فإن استأذنها غيرالأقرب كالأجنبي أو ولي بعيد، فلا عبرة لسكوتها بل لا بد من القول كالثيب البالغة أو ما هو في معناه من فعل يدل على الرضیٰ كطلب

---

(۱) (سياتي تخريجه تحت عنوان "کس کس کے استیذان پر سکوت اذن ہے؟")

(۲) "(هو ...... ينعقد) متلبساً (بإيجاب) من أحدهما (وقبول) من الآخر ..... وشرط سماع كل العاقدين لفظ الآخر) ليتحقق رضاهما (و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر و حرتين (مكلفين، الخ)". (الدر المختار: ۳/۹ - ۲۱، ۲۲، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲/۵ - ۱۱، كتاب النكاح، دار المعرفة، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۴۲، ۱۵۵، كتاب النكاح، رشيديه)

مهرها ونفقتها و تمكينها من الوطئ و دخوله بها برضاها و قبول التهنئة ......الخ". درمختار مختصراً(۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/۶/۱۳۶۰ھ۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، صحیح :عبداللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/۶/۶۰ھ۔

کس کس کے استیذان پر سکوت اذن ہے؟

سوال[۵۸۱۰]: ایک مقام پر نکاح کے وقت لڑکی کے پاس گواہ اور وکیل بن کر چند آدمی استیذان کے واسطے گئے، مگر وہ لڑکی خاموش رہی اور ان لوگوں نے اس کا نکاح پڑھوادیا، یہ سمجھتے ہوئے کہ استیذان کے وقت لڑکی کی خاموشی اجازت شمار کی جاتی ہے۔اس میں ذیل کی صورتوں کو واضح فرمایا جائے:

۱......استیذان کے وقت کونسی عورت کی خاموشی اذن قرار دیجاتی ہے، بیوہ کی یا کنواری کی؟

۲......اس معاملہ میں نابالغ لڑکی کا کیا حکم ہے؟

۳......استیذان کے وقت عورت کی خاموشی اذن سمجھی جاتی ہے وہ کن کن اولیاء کے استیذان کے وقت سمجھی جاتی ہے؟

۴......اولیاء کی تفصیل بیان فرما کر بیان فرمایا جائے کہ ولیِ اقرب کون کون ہوتے ہیں اور ولیِ ابعد کون کون ہوتے ہیں؟

۵......اگر بھائی، تایا چچا کے استیذان کے وقت عورت خاموش رہی تھی تو اس کی خاموشی رضا سمجھی جائے گی یا نہیں اور ایسا نکاح شرعاً منعقد ہوگا یا نہیں؟

۶......بعض جگہ یہ دستور ہے کہ اول لڑکے سے ایجاب وقبول کرایا جاتا ہے، اور اس کے بعد شکر پر یا کچے چاولوں پر کچھ قرآن مجید کی آیات پڑھ کر لڑکی کے پاس بھیج دیتے ہیں جس سے اس کو یہ اطلاع دینا مقصود

---

(۱) (الدرالمختار : ۵۸/۳ - ۶۳، کتاب النکاح، سعید)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار : ۲ /۲۸ - ۳۲، باب الولي، كتاب النكاح، دارالمعرفة، بيروت)

(وكذا في البحر الرائق : ۱۹۶/۲، ۲۰۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

ہوتا ہے کہ تیرا نکاح ہوگیا۔اس وقت یا اس سے قبل لڑکی سے کچھ نہیں کہا جاتا،یعنی اس سے اجازت کے واسطے اس کے پاس کوئی نہیں جاتا۔جملہ جوابات مزین بالدلائل الشرعیہ فرما کر واپس فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱.....کنواری کی (۱)۔

۲.....اقرار،انکار سب کا حکم ایک سا ہے یعنی کوئی اعتبار نہیں (۲)۔

۳.....جس کو اختیارِ اجبار ہے اس کا وکیل ہو یا رسول ہو (۳)۔

---

(۱) "(فإن استاذنها هو): أى الولي –وهو السنة– (أو وكيله أو رسوله أو زوجها) وليها وأخبر رسوله أو فضولي عدل (فسكتت) عن رده مختارةً (أوضحكت غير مستهزئة أو تبسمت أو بكت بلاصوت، فهو إذن)". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۵۸، ۵۹، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية. ۱/۲۸۷، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في البحرالرائق: ۳/۱۹۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۲) "للوليّ الصغير والصغيرة أن ينكحهما وإن لم يرضيا بذلك، سواء كانت بكراً وثيباً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۵، رشيديه)

"(وللولي إنكاح الصغير والصغيرة) جبراً (ولوثيباً ولزم النكاح)". (الدرالمختار). وقال ابن عابدين رحمه الله تعالى: "أى بلا توقف على إجازة أحد وبلا ثبوت خيار في تزويج الأب والجد". (ردالمحتار، كتاب النكاح: ۳/۶۵، ۶۶، سعيد)

(۳) "فإن استأذنها هو: أى الولي –وهو السنة– (أو وكيله أو رسوله أو زوجها) وليها وأخبرها رسوله أو فضولي عدلٌ". (الدرالمختار: ۳/۵۸، ۵۹، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"فإن استاذنها الولي فسكتت ...... فهو إذن و إن استأذنها غيرالولي فلا بد من القول".

"والمراد بالولي من له و لاية الاستحباب ... و دخل تحت غير الولي الوليُّ الأبعد مع الأقرب ... و ليس للأبعد مع وجود الأقرب ذلك فهو غير ولي". (البحر الرائق: ۳/ ۱۹۲،۱۹۶،۲۰۳، كتاب النكاح،باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

"كل هؤلاء (أى الولي العصبة بترتيب الإرث) تثبت لهم ولاية الإجبار على البنت والذكر في حال صغرهما و حال كبرهما إذا جنا". (البحر الرائق: ۳/ ۲۱۰، كتاب النكاح،باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

۴......ولی عصبہ بنفسہ ہے بترتیب میراث وحجب: "الولی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثى على ترتيب الإرث والحجب، فيقدم ابن المجنونة على أبيها؛ لأنه يحجبه حجب نقصان، هذا عندهما، خلافاً لمحمد حيث قدم الأب. وفي الهندية عن الطحاوي: أن الأفضل أن يأمر الأب الابن بالنكاح حتى يجوز بلا خلاف، اهـ. وابن الابن كالابن، ثم يقدم الأب، ثم أبوه، ثم الأخ الشقيق ثم لأب .... ثم ابن الأخ الشقيق ثم لأب، ثم العم الشقيق ثم لأب، ثم ابنه كذلك، ثم عم الأب كذلك، ثم ابنه كذلك، ثم عم الجد كذلك، ثم ابنه كذلك. كل هؤلاء لهم إجبار الصغيرين و كذا الكبيرين إذا جنا، ثم المعتق و لو انثى، ثم ابنه وإن سفل، ثم عصبته من النسب على ترتيبهم. بحر عن الفتح وغيرهم. اهـ". شامی بقدر الحاجة: ۲/۲۸۰(۱)۔

اس میں "ثم" کے ذریعہ ولی قریب وبعید کی ترتیب بھی بیان کردی۔

۵......ان سے قریب کوئی ولی موجود ہے اورانہوں نے بغیر وکالت ورسالت کے استیذان کیا ہے تو کنواری کا سکوت معتبر نہیں: "فإن استاذن غير الأقرب، فلا عبرة لسكوتها بل لا بد من القول كالثيب أو ما هو في معناه، اهـ". در مختار: ۲/۴۶۵(۲)۔

بلکہ قول یا کوئی ایسا فعل جو رضامندی پر دلالت کرے قول کے مثل فعل ہو سکے جیسے طلبِ مہر ونفقہ اور تمکینِ وطی وغیرہ ضروری ہے (۳)۔

۶......یہ محض رسم وخلافِ سنت ہے اس کو ترک کرکے سنت پر عمل کرنا چاہئے یعنی قبل از نکاح استیذان کیا جاوے:

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۷۶، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب في فرق النكاح، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۱۰، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۳، رشيديه)

(۲) (الدر المختار: ۳/۶۲، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۹۶، ۲۰۲، ۲۰۵، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۳) (راجع للتخريج رقم الحاشية: ۱)

"(قوله : وهوالسنة) بأن تقول لها قبل النكاح: فلانٌ يخطبك أو يذكرك، فسكتت. وإن زوجها بغير استشار، فقد أخطأ السنة، و توقف على رضاها. بحر عن المحيط". درمختار: ۲/۴٦۱ (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۲۱/۱۲/۵۹ھ۔

غیر ولی کے استیذ ان میں سکوت اذن نہیں

سوال[۵۸۱۱]: ہندہ بالغہ اور مطلقہ ہے، عدت گذر جانے کے بعد ایک دور کے رشتہ کے چچا سے نکاح ہوا۔ یہ بالغہ ہندہ قبل نکاح اس چچا کے ساتھ نکاح سے قبل راضی نہ تھی، ہندہ کا ولی سوا اس کی ماں اور ماموں کے کوئی نہ تھا، زید نے بغیر اجازت ہندہ کی ماں اور ماموں کے ولی ہو کر محمد سمیر کو وکیل بنایا اور دو گواہ بھیجے۔ جب وکیل سمیر نے لڑکی ہندہ سے اذن طلب کی تو اس نے سکوت اختیار کیا، تین مرتبہ پوچھا اس نے جواب نہیں دیا، ملاجی نے نکاح پڑھا دیا۔

لڑکی کہتی ہے کہ اجبار شریعت کہاں جائز رکھتی ہے؟ میں نکاح ہونے سے قبل راضی نہ تھی اور جس وقت سمیر میرے پاس آیا، میں نے اس کو اپنی طرف سے وکیل نہیں بنایا، حتی کہ اس سے بات بھی نہیں کی، پھر میرا نکاح کہاں ہوا؟ اس واقعہ کو ایک مولوی صاحب کے سامنے پیش کیا، مولوی صاحب نے رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الأبصار، ص: ۳۰۹ "مصری مطبوعہ ۱۳۲۳ء کی دلیل پر:

"فإن استأذنها غير الأقرب كأجنبي أو ولي بعيد، فلا عبرة لسكوتها بل لا بد منه القول" (۲)۔ وأيضا في الهداية، ص: ۲۹٤، في المطبع المجتبائي الواقع في الدهلي: "قال وإن

---

(۱) (ردالمحتار: ۵۸/۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۱۹۹/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲۸/۲، كتاب النكاح، باب الولي، دار المعرفة، بيروت)

(۲) (الدرالمختار: ۶۲/۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

فعل هذا غير الولي، لم يكن رضا حتى تتكلم به"(۱)۔ پہلے نکاح کو عدم الجواز کا فتویٰ دیکر ہندہ کا دوسرے کے ساتھ نکاح کرادیا۔ دونوں میں کون صحیح ہوگا؟ جلد از جلد ارسال فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

پہلا نکاح حسبِ تحریر مولوی صاحب ناجائز ہوا یعنی منعقد نہیں ہوا (۲)۔ پھر اگر دوسرا نکاح ہندہ کی اجازت سے ہوتو وہ درست ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۸/ ۶۷ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۹/صفر/ ۶۷ھ۔

استیذانِ ولی کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں

سوال [۵۸۱۲]: ہمارے یہاں شادیوں میں دولہا والے کی جانب سے دو شاہد رضامندی دولہن کی سننے کے لئے وکیل کے ساتھ عورتوں کے مجمع میں جاتے ہیں اور والدین کی جانب سے مہینوں پیشتر نسبت طے شدہ ہوتی ہے، دولہا اور دولہن کی جانب سے کبھی انکار کا موقع اب تک نہیں آیا۔ اب سوال یہ ہے کہ بذاتِ خود

---

(۱) (الهداية: ۲/۳۱۴، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، مكتبه شركة علميه)

(۲) "فإن استأذنها غير الأقرب كأجنبي أو ولي بعيد، فلا عبرة لسكوتها بل لا بد من القول كالثيب".

(الدرالمختار: ۳/۶۲، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۱۹۶، ۲۰۲ – ۲۰۵ كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲/۴۹۹، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دارالكتب العلمية بيروت)

"وإن كان لها ولي أقرب من المزوج، لايكون السكوت منهارضا، ولها الخيار إن شاءت رضيت، وإن شاءت ردت". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۷، رشيديه)

(۳) "ونفاذ عقد الفضولي بالإجازة يجعله في حكم الوكيل". (رد المحتار: ۳/۹۵، كتاب النكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح، سعيد)

"أو وكلت رجلاً بالتزويج فتزوجها، أو زوجها فضولي، فأجازت، جاز". (بدائع الصنائع، ۳/۳۶۹، كتاب النكاح، فصل في ولاية الندب، دارالكتب العلمية بيروت)

باپ لڑکی کی جانب سے وکیل رہے اور نکاح کی مجلس میں نکاح پڑھانے والے سے اپنی ایجاب پیش کردے تو اس حالت میں بغیر شاہدوں کے نکاح ہوجائے گا؟ مزید سنا گیا ہے کہ باپ بذاتِ خود وکیل ہو تو شاہدوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ لہٰذا تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

باپ اپنی لڑکی سے کہہ دے کہ فلاں لڑکے سے اتنے مہر پر میں تمہارا نکاح کرتا ہوں تم کو منظور ہے، اس پر اگر لڑکی صاف اجازت دیدے یا خاموش رہے یعنی عدمِ رضا ظاہر نہ کرے تو بس اتنی بات کافی ہے، اس کے لئے شاہدوں کی ضرورت بھی نہیں، پھر باپ جب مجمع میں ایجاب وقبول کرائے یا اس کی اجازت سے قاضی ایجاب وقبول کرائے تو نکاح بلا تکلف صحیح ہوجائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) "(قوله: أي توكيل في الأول): أي فيما إذا استأذنها قبل العقد، حتى لو قالت بعد ذلك: لا أرضى، ولم يعلم به الولي، فزوجها، صح، كما في الظهيرية؛ لأن التوكيل لا ينعزل حتى يعلم. بحر". (ردالمحتار: ۳/ ۵۹، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۱۹۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

"ولو قال لها وليها: إني أريد أن أزوجك من فلان، فقالت: يصلح، فلما خرج الولي، قالت: لا أرضى، ولم يعلم الولي بقولها حتى زوجها من فلان، صح". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۲۸۸، كتاب النكاح، باب الأولياء، رشيديه)

"أما الشهادة على التوكيل بالنكاح، فليست بشرط لصحته كما قدمنا عن البحر، وإنما فائدتها الإثبات عند جحود التوكيل". (ردالمحتار: ۳/ ۲۱، كتاب النكاح، مطلب: هل ينعقد النكاح بالألفاظ المصحفة نحو تجوّزت، سعيد)

"يصح التوكيل بالنكاح وإن لم يحضره الشهود". (الفتاویٰ العالمكيرية: ۱/ ۲۹۴، كتاب النكاح، الباب السادس في الوكالة بالنكاح وغيرها، رشيديه)

باب خیار البلوغ وحدہ

(خیارِ بلوغ اور اس کی حد کا بیان)

خیار بلوغ

سوال[۵۸۱۴]: جہاں پر حکومت غیر مسلم ہو اور شرعی با اختیار قاضی کی جگہ غیر مسلم اور غیر شرعی حاکم ہو تو حالتِ موجودہ میں کیا صورت ہوگی، یعنی زید کا نکاح بزمانۂ نابالغی ایک نابالغہ لڑکی کے ساتھ اس لڑکی کے بھائی نے باپ کے انتقال کے بعد کر دیا، لڑکی نے بوقتِ بلوغ اس نکاح سے بیزاری کا اعلان کر دیا اور اس کی اطلاع شوہر اور اس کی والدین کو کر دی گئی۔ لڑکی اس نکاح سے کسی صورت میں رضا مند نہیں، وہ بموجبِ استحقاقِ شرع شریف عقد دوسری جگہ کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا اس بارے میں کیا صورت ہوگی؟

المرسل: والسائل محمد ظفر الحق، ساکن ایٹہ خاص، دوکاندار جفت فروش۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر لڑکی نے فوراً بوقتِ بلوغ اس نکاح سے ناراضگی ظاہر کر دی اور شوہر کے یہاں جانے کے لئے رضامند نہیں تو اس کو چاہئے کہ اس مقدمہ کو کسی مسلمان حاکم عادل با اختیار کے یہاں پیش کرے اور وہ حاکم اس نکاح کو فسخ کر دے، بغیر حاکم مسلم فسخ کئے فسخ نہ ہوگا اور جب فسخ کر دے تو وہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے:

"وإن زوجها غير الأب والجد، فلكل واحد منهما الخيار إذا بلغ، إن شاء أقام على النكاح، وإن شاء فسخ، يشترط فيه القضاء". هدايه: ۲/۲۹۷(۱)۔

---

(۱)(الهداية، باب الأولياء والأكفاء، كتاب النكاح: ۲/۳۱۷ مكتبه شركة علميه ملتان)

(وكذا في البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء، كتاب النكاح: ۳/۲۱۱، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب الأولياء والأكفاء، كتاب النكاح: ۳/۲۷۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۳۳۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

اگر اس جگہ حاکم مسلم با اختیار نہ ہو تو دوسری جگہ جہاں حاکم مسلم ہو وہاں نکاح فسخ کرانا چاہیئے اور چونکہ شوہر کے ساتھ جماع یا خلوتِ صحیحہ کی نوبت نہیں آئی، اس لئے عدت واجب نہ ہوگی (۱)، فسخ کے بعد فوراً دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ صحیح: بندہ عبد الرحمٰن غفرلہ۔

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیارِ بلوغ نہیں

سوال[۵۸۱۴]: زید نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کردیا تھا، ابھی تک رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا نابالغ دوسری شادی کررہا ہے اور اس لڑکی کی رخصتی نہیں کراتا۔ کیا لڑکی بالغ ہونے پر اپنا نکاح خود فسخ کرسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ابھی لڑکا اور لڑکی دونوں نابالغ ہیں، رخصتی کی کیا ضرورت ہے۔ باپ نے جو نکاح حالتِ نابالغی میں کردیا وہ لازم اور صحیح ہوگیا اور لڑکا اور لڑکی فسخ نہیں کرسکتے۔ بالغ ہونے پر اگر لڑکا رخصتی نہ کراوے تو مسئلہ دریافت کرلیا جائے: "ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء". بحر: ۱۲۰/۳ (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۳۰/۳/۸۸ھ۔

---

(۱) "أربع من النساء لاعدة عليهن: المطلقة قبل الدخول". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۵۲۶/۱، رشيديه)

"وسبب وجوبها النكاح المتأكد بالتسليم وماجرى مجراه من الخلوة". (كتاب الطلاق، باب العدة: ۶۴/۱، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الطلاق، باب العدة: ۲۱۶/۴، رشيديه)

قال الله تعالى: ﴿ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن، فما لكم عليهن من عدة تعتدونها﴾ (سورة الأحزاب: ۴۹)

(۲) (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء، كتاب النكاح: ۲۱۱/۳، رشيديه) .... =

ڈیڑھ سال بعد خیار بلوغ

سوال[۵۸۱۵]: ا..... کیا نابالغ لڑکی بالغ ہونے کے ڈیڑھ سال بعد اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے؟ لڑکا لڑکی کو بالغ ہونے سے پہلے طلاق دینے پر رضامند تھا، اب طلاق نہیں دیتا، نہ لڑکی کو بلاتا ہے، نکاح نابالغی کی حالت میں ہوا تھا۔

۲..... کیا اس لڑکی کا نکاحِ ثانی بعد طلاق فوراً چند دن بعد ہو سکتا ہے، جبکہ شوہر کے گھر تک نہ گئی ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً:

ا..... اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے اس کا نکاح کر دیا تھا تو بالغ ہوتے ہی فوراً اس نکاح کونامنظور کرکے اور اس پر گواہ بنا کر موافقِ شرع حاکم مسلم سے فسخ کرانے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ اگر آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً نامنظور نہیں کیا بلکہ خاموشی اختیار کی تو اب ڈیڑھ سال بعد خیارِ بلوغ باقی نہیں رہا(۱)، اب اگر لڑکا رخصتی کرانا اور آباد کرانا نہیں چاہتا تو بہتر یہ ہے کہ لڑکی طلاق مہر کے عوض لے لے(۲)۔

= (وكذا في فتح القدير، باب الأولياء والأكفاء، كتاب النكاح: ٢٧٨،٢٧٧/٣ مكتبه مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ٣٣٦/١، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "وإن كان المزوج غيرهما: أي غير الأب وأبيه، لايصح النكاح من غير كفؤ أو بغبن فاحش أصلاً. وإن كان من كفو وبمهر المثل، صح، ولكن لهما: أي لصغير وصغيرة خيار الفسخ بالبلوغ أو العلم بالنكاح بعده". (الدرالمختار مع ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ٦٧/٣، ٦٩، سعيد)

(البحرالرائق، باب الأولياء والأكفاء، كتاب النكاح: ٢١١/٣، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، باب الأولياء والأكفاء، كتاب النكاح: ٢٧٨،٢٧٧/٣، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۲) "إذا تشاق الزوجان وخافا أن لايقيما حدود الله، فلابأس بأن تفتدى نفسها منه بمال يخلعها به، فإذافعل ذلك وقعت تطليقة بائنة ولزمها المال، كذافي الهداية". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، الفصل الأول: ٤٨٨/١، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الطلاق، باب الخلع: ٣٠٤/٢ مكتبه شركة علميه ملتان)

اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرے کہ فلاں شخص میرا شوہر ہے اور میرے حقوق ادا نہیں کرتا، مجھے نکاحِ ثانی کی اجازت دی جائے، اگر حاکم کے نزدیک یہ ثابت ہو جائے تو شوہر کو حاضرِ عدالت کر کے کہے کہ تم اپنی بیوی کو رخصت کراؤ، اس کے حقوق ادا کرو، یا طلاق دیدو، ورنہ ہم تفریق کر دیں گے۔ پھر اگر شوہر کوئی صورت اختیار نہ کرے تو حاکم مسلم با اختیار خود تفریق کر دے، یہ تفریق طلاق کے حکم میں ہوگی، اس کے بعد دوسری جگہ نکاح درست ہوگا۔

اگر حاکم مسلم با اختیار نہ ہو یا وہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے تو چند دیندار مسلمانوں کی ایک جماعت بھی بطورِ پنچایت یہ سب کام کر سکتی ہے اور اس جماعت میں کم از کم ایک فہیم و معاملہ شناس معتبر عالم کی شرکت بھی ضروری ہے۔ رسالہ ''الحیلۃ الناجزۃ'' کا مطالعہ بھی بغور کر لیا جائے، اس میں تفصیل مذکور ہے (۱)۔

اگر نکاح باپ نے کیا تھا، یا باپ کے نہ ہونے کی وجہ سے دادا نے کیا تھا تب بھی خیار بلوغ حاصل نہیں (۲)، لیکن ادائے حقوق نہ کرنے کی صورت میں طریقۂ مذکور پر فسخ کرانے کا حق حاصل ہے۔

۲...... جبکہ شوہر سے تنہائی نہیں ہوئی اور شوہر نے طلاق دیدی، یا خیار بلوغ کی وجہ سے فسخ کرالیا، یا حقوق ادا نہ کرنے کی وجہ سے فسخ کرالیا۔ جس کی تفصیل نمبر ۱ میں گذری۔ تو عدت واجب نہیں، طلاق یا فسخ کے

---

(۱) (حیلہ ناجزہ، باب: حکم زوجۃ متعنت ۷۳، ۷۴، دار الاشاعت، کراچی)

''﴿فإمساک بمعروف أو تسریح بإحسان﴾ أمر عزوجل بالإمساک بالمعروف، وقد عجز عن الإمساک بالمعروف؛ لأن ذلک بإیفاء حقها في الوطء والنفقة، فتعین علیه التسریح بالإحسان، فإن فعل، وإلا ناب القاضي منابه في التسریح، وهو التفریق. الخ''. (بدائع الصنائع، کتاب النکاح، فصل فیما یبطل به الخیار: ۳/۲۰۳، دار الکتب العلمیة، بیروت)

(۲) ''وإن کان المزوج غیرهما: أي غیر الأب وأبیه، لایصح النکاح من غیر کفؤ، أو بغبن فاحش أصلاً. وإن کان من کفؤ وبمهر المثل، صح، ولکن لهما: أي لصغیر وصغیرة خیار الفسخ بالبلوغ أو العلم بالنکاح بعده''. (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولي: ۳/۶۷، ۶۹، سعید)

(وکذا في البحر الرائق، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۳/۲۱۱، رشیدیه)

(وکذا في فتح القدیر، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۳/۲۷۷، ۲۷۸، مصطفی البابي الحلبي مصر)

بعد بھی دل چاہے دوسرا نکاح ہوسکتا ہے(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۵/ ۶/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۸/ ۶/ ۸۷ھ۔

نابالغہ کا نکاح ولی نے کیا، شوہر بداخلاق ہے، راہِ نجات کیا اختیار کیا جائے؟

سوال[۵۸۱۶]: محمد شفیع و مسماۃ عنایت بی کا نکاح بوجہ ان کی نابالغیت کے ان کے ولیوں نے اپنی اجازت سے تقریباً بارہ برس کا عرصہ ہوتا ہے کردیا تھا۔ وقتِ نکاح محمد شفیع کی عمر آٹھ سال اور مسماۃ کی عمر چار سال تھی، لیکن چونکہ محمد شفیع کی اخلاقی حالت اس قسم کی ہوگئی ہے جو شریعت کے بالکل متضاد ہے، مثلاً ڈاڑھی منڈانا، شراب پینا، نماز کا بالکلیہ نہ پڑھنا وغیرہ، گویا کہ محمد شفیع کا چال چلن نہایت خراب ہے جس کی وجہ سے مسماۃ عنایت بی کو اپنی جان وایمان وعصمت کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، بلکہ یقین ہے۔ بایں وجہ مسماۃ عنایت بی محمد شفیع کے یہاں جانا ہی نہیں چاہتی، بلکہ اگر اس کو زبردستی بھیج بھی دیا جائے تو اس کا خودکشی کرلینا یقینی ہے۔

اور مسماۃ عنایت بی نکاح کے وقت سے اس وقت تک غیر مدخول بہا ہے، کیونکہ محمد شفیع کے یہاں اب تک نہ گئی ہے اور نہ خلوتِ صحیحہ ثابت ہوئی۔

لہذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ شرع شریف میں مسئلہ مذکورہ کے لئے ایسی کوئی صورت ہوسکتی ہے کہ مسماۃ عنایت بی ومحمد شفیع کے درمیان تفریق کردی جائے، جبکہ محمد شفیع نہ طلاق کے لئے رضامند ہے اور نہ خلع کرنے کے لئے؟ بینوا توجروا۔

---

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿ثم طلقتموهن من قبل أن تمسوهن، فما لكم عليهن من عدة تعتدونها﴾ الآية (سورة الأحزاب: ۴۹)

"وسبب وجوبها (أي وجوب العدة) النكاح المتأكد بالتسليم وماجرى مجراه من الخلوة".

(مجمع الأنهر، كتاب الطلاق، باب العدة: ۱/ ۴۶۴، دارإحياء التراث العربي بيروت)

"أربع من النساء لاعدة عليهن: المطلقة قبل الدخول. الخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة: ۱/ ۵۲۶، رشيديه)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر نکاح مسماۃ بی کے باپ یا دادا نے کیا ہے تب تو وہ فسخ نہیں ہوسکتا بلکہ وہ لازم ہو چکا ہے(۱)، اب جب تک محمد شفیع طلاق نہ دے، دوسری جگہ ہرگز ہرگز نکاح جائز نہیں (۲)، یا اس کے یہاں جائے یا اس سے طلاق حاصل کرے خواہ سمجھا کر، یا لالچ دلا کر، یا ڈرا کر جس صورت سے بھی ہو، یا خلع کرے، اور کوئی صورت نہیں (۳)۔ اگر باپ دادا کے علاوہ کسی اور نے نکاح کیا ہے تو اس میں خیارِ بلوغ حاصل ہے، وہ یہ کہ اگر آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً اس نکاح سے عدمِ رضا کا کم از کم دو گواہوں کے سامنے اظہار کردیا ہے تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت میں مقدمہ پیش کرکے اپنا نکاح فسخ کرالے:

"للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد زُوّجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة، بخلاف ما إذا زوجها الأب والجد، فإنه لا خيار لهما بعد بلوغهما". بحر: ۳/ ۱۲۰ (٤)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۶/ ۲/ ۶۰ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔

---

(۱) (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء، كتاب النكاح: ۳/ ۲۱۱، رشيديه)

(۲) "لايجوز للرجل أن يتزوج زوجة غيره، وكذلك المعتدة". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، القسم الثاني: المحرمات التي يتعلق بها حق الغير: ۱/ ۲۸۰، رشيديه)

(وكذا في بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في شرط أن لاتكون منكوحة الغير: ۳/ ۴۵۱، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في الفقه الإسلامي وأدلته، كتاب النكاح، الفصل الثالث: المحرمات من النساء، باب المرأة المتزوجة: ۹/ ۶۶۲۴، ۶۶۲۴، رشيديه)

(۳) قال الله تعالىٰ: ﴿فإن خفتم ألا يقيما حدود الله، فلاجناح عليهما فيما افتدت به﴾ (سورة البقرة: ۲۲۹)

"إذا تشاق الزوجان وخافا أن لايقيما حدود الله، فلابأس بأن تفتدي نفسها منه بمال يخلعها به".

(الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الطلاق، الباب الثامن في الخلع وما في حكمه، الفصل الأول: ۱/ ۴۸۸، رشيديه)

(۴) (البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء، كتاب النكاح: ۳/ ۲۱۱، رشيديه)

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ

سوال[۵۸۱۷]: ہندہ کا نکاح اس کے والدین نے زید سے کردیا، ہندہ نے بالغ ہوکر زید کے یہاں جانے سے انکار کردیا، ہندہ نکاح کے بعد سے اب تک زید کے یہاں نہیں گئی اور نہ اب کسی طرح جانے پر رضامند ہے۔اب ایسی صورت میں شرع کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اس صورت میں لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل نہیں، والد کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ نہیں کرسکتی۔ جب تک زید طلاق نہ دے دوسرا نکاح نہیں ہوسکتا:"وللولی إنکاح الصغیر والصغیرة ولو ثیباً، ولزم النکاح: أی بلا توقف علیٰ إجازة أحد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد. اھ". شامی:۲/۴۶۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

باپ کے کئے ہوئے نکاح میں شرط کے خلاف ہونے پر بھی خیارِ بلوغ حاصل نہیں

سوال[۵۸۱۸]: زید نے اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح عمر کے لڑکے کے ساتھ اس شرط پر کیا کہ عمر اپنی لڑکی کا نکاح میرے لڑکے کے ساتھ کردے یا کسی اَور رشتہ دار کی لڑکی سے کرادے اور زید کی لڑکی کی عمر اس وقت تین سال کی تھی، تو زید کی لڑکی نے بالغ ہونے پر فوراً انکار کردیا اور عمر نے بھی زید کی لڑکی کی شادی کا انکار کردیا، تو آیا زید کی لڑکی کا نکاح ٹوٹ گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

باپ نے جب اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح کردیا تو وہ صحیح اور پختہ ہوگیا، بالغ ہونے پر لڑکی کو اس کے فسخ

= (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۶۷، ۶۹، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر، باب الأولیاء والأکفاء، کتاب النکاح: ۳/۲۷۷، ۲۷۸، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار، کتاب النکاح، باب الولی: ۳/۶۵، ۶۶، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۳/۲۰۸، ۲۱۱، رشیدیہ)

(وکذا فی ملتقی الأبحر علی ھامش مجمع الأنھر، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء: ۱/۳۳۵، دار إحیاء التراث العربی، بیروت)

کردینے کا اختیار نہیں (۱)۔ عمر کے شرط پورا نہ کرنے کی وجہ سے اس نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑا، یہ نکاح باطل نہیں ہوا: "وهو (أي النكاح) لا يبطل بالشرط الفاسد، بل يبطل الشرط، ويصح (النكاح)، اهـ".

شامی (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۱۲/۱۸ھ۔

چچا کے کئے ہوئے نکاح میں خیار بلوغ

سوال [۵۸۱۹]: امام الدین نے اپنی نابالغ بھتیجی کا نکاح گل احمد کے ساتھ کردیا، اس وقت منکوحہ کی عمر ساڑھے گیارہ سال کی تھی، اب جب کہ وہ ۲۱/ سال کی ہے تو اس نے تنسیخ نکاح کا دعویٰ دائر کردیا ہے کہ چچا کا نکاح کردہ چونکہ میری مرضی کے خلاف ہے، لہٰذا عدالت خیارِ بلوغ کے دفعہ کے تحت مجھے دوسری جگہ نکاح کی اجازت دے اور پہلے نکاح کو کالعدم قرار دیدے۔

لڑکی نے عدالت میں دعویٰ دائر کرنے سے پہلے کسی اجلاس یا شریعت یا قاضی کے سامنے کوئی درخواست وغیرہ نہیں دی ہے اور بلوغت کی حالت میں ۲۱/ سال تک جتنا عرصہ گزرا ہے بالکل خاموش رہی ہے۔ کیا یہ نکاح مذکورہ صورت میں قابلِ فسخ ہے یا نہیں؟

---

(۱) "وللولي إنكاح الصغير والصغيرة ولو ثيبًا، ولزم النكاح: أي بلا توقف على إجازة أحد وبلا ثبوت خيار في تزويج الأب والجد". (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۶۵، ۶۶، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۲۱۱، رشيديه)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۳۳۵، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) (الدر المختار مع رد المحتار، كتاب النكاح، باب المحرمات، مطلب فيما زوج المولى أمته: ۳/۵۳، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۲/۳۱۳، شركة علمية ملتان)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، باب المحرمات: ۳/۲۵۱، مصطفى البابي الحلبي مصر)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یتیمہ کا دادا یا بھائی موجود نہیں تو چچا کو ولایتِ نکاح حاصل تھی (۱)، چچا نے جو نکاح کیا وہ منعقد ہوگیا، یتیمہ کو خیارِ بلوغ حاصل تھا، اگر وہ آثارِ بلوغ ظاہر ہوتے ہی فوراً اس نکاح سے ناراضگی ظاہر کرکے اس پر گواہ بنالیتی تو اس کو بذریعۂ عدالتِ مسلمہ اس نکاح کو فسخ کرانے کا حق ہوتا، لیکن اگر اس نے بالغہ ہونے پر خاموشی اختیار کی، نکاح کو رد اور نامنظور نہیں کیا تو وہ نکاح پختہ اور لازم ہوگیا اور فسخ کرانے کا حق ختم اور کالعدم ہوگیا۔ اب اس کو چاہیے کہ اسی شوہر کے مکان پر آباد ہو (۲)۔ بلوغ کی علامت حیض ہے، یا پھر پوری پندرہ سال کی عمر پوری ہونے پر بلوغ کا حکم ہوجاتا ہے (۳)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین دارالعلوم دیوبند، ۲۲/۱/۸۸ھ۔

---

(۱) "والولي هو العصبة نسباً أو سبباً على ترتيب الإرث والحجب، فيقدم الفرع وإن نزل، ثم الأصل وإن علا، ثم الأخ لأبوين ثم لأب ...... ثم العم، ثم ابنه". (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۳۳۷، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۲/۵۰۴، دارالكتب العلمية بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۲۱۰، رشيديه)

(۲) "ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء: أي للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد زُوّجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۲۱۱، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۲۷۷، ۲۷۸، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۳۳۶، دارإحياء التراث العربي بيروت)

(۳) "وبلوغ الجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فإن لم يوجد فيهما شيئ حتى يتم لكل منهما خمس عشر سنةً، وبه يفتى". (الدر المختار، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام: ۶/۱۵۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ: ۵/۶۱، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في حد البلوغ: ۸/۱۵۳، رشيديه)

صغیرہ کے لئے خیارِ بلوغ

سوال[۵۸۲۰]: زید نے ایک ہندہ عورت جس کے ساتھ اس کی شیر خوار لڑکی صفیہ تھی نکاح کیا اور صفیہ شیر خوار کی پرورش بھی کرتا رہا اور پھر بصورتِ نابالغی زید نے صفیہ کا نکاح بھی کردیا۔ زید صفیہ کے خاندان سے بھی نہیں بلکہ ہندہ اپنے آپ کو نومسلم ظاہر کرتی ہے، صفیہ نابالغہ کو بھی زید نے اس کے سسرال میں بھیج دیا، وہاں فتنہ وفساد ہوتا رہا۔ صفیہ کا خاوند کبھی صفیہ کو گھر سے نکال دیتا رہا، کبھی صفیہ خود سسرال سے نکل آتی رہی۔

اب صفیہ بالغہ ہے، اس کے خاوند نے اب اس کو گھر سے نکال دیا ہے، اب صفیہ اور اس کی والدہ کے خاوند کا ارادہ کسی جگہ نکاح کردینے کا ہے، وہ کہتے ہیں کہ صفیہ نابالغہ کا نکاح اس کی والدہ کے خاوند کا کیا ہوا سرے سے صحیح ہی نہیں ہوا، عالمگیری: ۲/۱۳ کے حوالے سے یہ عبارت پیش کرتے ہیں:

"ولو كان الصغير والصغيرة في حجر رجل يعولهما كالملتقط ونحوه، فإنه لا يملك تزويجهما، كذا في فتاوى قاضي خان"(۱)۔ بينوا توجروا عندالله أجراً عظيماً۔

الجواب حامداومصلياً:

یہ نکاح فضولی کا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ ولی شرعی کی اجازت پر موقوف ہے(۲)، اگر اس لڑکی کا کوئی ولی عصبہ موجود نہیں تو اس کی ماں ولی ہے(۳)، اگر ماں نے اجازت دیدی تو جائز ہوگیا، اگر ماں نے اجازت

---

(۱) (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۴، رشيديه)

(۲) "وإن زوج الصغير أو الصغيرة أبعدُ الأولياء، فإن كان الأقرب حاضراً وهو من أهل الولاية، توقف نكاح الأبعد على إجازته، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۸۱، سعيد)

(وكذا في فتاوى قاضي خان، كتاب النكاح، فصل في الأولياء: ۱/۳۵۶، رشيديه)

(۳) "وعند عدم العصبة، كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوي الأرحام ...... الأقرب، عند أبي حنيفة رحمه الله تعالى: الأم، الخ". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۴، رشيديه)

نہیں دی بلکہ رد کر دیا تو رد ہوگیا۔ اور اس صورت میں کسی طلاق یا تفریق کی ضرورت نہیں اور پہلی صورت میں یعنی جب کہ ماں نے اجازت دے دی ہو تو لڑکی کو خیار بلوغ حاصل تھا یعنی اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً لڑکی نے اس نکاح سے ناراضی ظاہر کر دی تو حاکم مسلم با اختیار کی عدالت سے تفریق کرا سکتی ہے اور اگر بالغہ ہوتے ہی فوراً اظہار ناراضی نہیں کیا تو اب فسخ نہیں کرا سکتی تاوقتیکہ شوہر طلاق نہ دے، یا کسی دوسرے شرعی طریق پر خلع وغیرہ کے ذریعہ سے جدائی نہ ہو اور پھر عدت نہ گذر جائے تو دوسری جگہ نکاح درست نہ ہوگا:

"ولهما خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط القضاء: أي للصغير والصغيرة إذا بلغا وقد زُوّجا أن يفسخا عقد النكاح الصادر من ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة. ا هـ". بحر: ۳/ ۱۲۰(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱۱/ ۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبد اللطیف، ۹/ ذی قعدہ/ ۵۵ھ۔

نابالغہ کا جبراً نکاح اور خیارِ بلوغ کی تفصیل

سوال[۵۸۲۱]: ہندہ کا نکاح نابالغہ ہونے کی حالت میں ایسی صورت میں کیا گیا کہ اس کے ولی شرعی ناراض تھے، ہندہ کی خالہ نے ہندہ کا نکاح بلا اس کی مرضی کے جبراً کر دیا، لیکن ہندہ برابر انکار ہی کرتی رہی۔ جب رخصتی کا وقت آیا تو اس وقت بھی ہندہ نے انکار کر دیا اور ناراضگی کا اظہار کیا۔ اس کی ناراضگی کی وجہ سے ہی اس کی رخصتی ملتوی کر دی گئی، چنانچہ ہندہ آج تک یعنی عرصہ تقریباً چھ سال کا ہو چکا اور اس شخص کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے۔ عرصہ چھ سال سے وہ لوگ جہاں ہندہ کا نکاح ہوا تھا ہندہ کے طالب ہیں، چونکہ ہندہ کی خالہ اپنی طرف سے وہاں بھیجنا چاہتی تھی مگر ہندہ جانے سے انکار کرتی رہی۔

= (وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/ ۲۱۸، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/ ۷۸، سعيد)

(۱) (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/ ۲۱۱، رشيديه)

(وكذا في فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/ ۲۷۷، ۲۷۸ مصطفى البابي الحلبي مصر)

(وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/ ۳۳۶، دار إحياء التراث العربي بيروت)

سوال یہ ہے کہ ہندہ کا یہ نکاح شریعت کے مطابق ہے یا نہیں، جب کہ محض ہندہ کی خالہ نے اپنے ارادہ سے بلا اس کی مرضی کے کردیا تھا اور نہ ہی کوئی ہندہ کے نکاح کے شاہد ہیں، محض اس کی خالہ اور خالو ہی ہندہ کو اس شخص کے یہاں بھیجنا چاہتے ہیں؟ اب ایسی صورت میں ہندہ اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ نکاح کے وقت محض ہندہ کی والدہ موجود تھی، لیکن ہندہ کی والدہ کی بھی مرضی نہیں تھی کہ یہ نکاح کیا جائے۔ اب ایسی صورت ہندہ اپنا نکاح دوسری جگہ کرسکتی ہے یا نہیں؟ (نوٹ) ہندہ کے والد کا پہلے انتقال ہو چکا تھا۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر وقتِ نکاح والدہ نے اس کو منظور نہیں کیا بلکہ نامنظور کردیا تھا تو یہ نکاح اس وقت ختم ہوگیا تھا(۱)، اگر والدہ خاموش رہی اور لڑکی نے بالغہ ہونے پر اس کو نامنظور کردیا تب بھی بیکار ہوگیا (۲)، اب لڑکی کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کردیا جائے۔ یہ اس وقت ہے جب کہ لڑکی کا کوئی ولی عصبہ موجود نہ ہو، ورنہ اس کی منظوری

(۱) "(فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم) ثم لأم الأم ...... (ثم لذوى الأرحام) العمات ...... ثم الخالات ...... فلو زوج الأبعدُ حال قيام الأقرب، توقف على إجازته". (الدرالمختار). "فلا يكون سكوته (أي سكوت الأقرب) إجازةً لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالةً".

(ردالمحتار: ۳/۷۸-۸۱، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۴، ۲۸۵، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۱۸، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۲) "ولها خيار الفسخ بالبلوغ في غير الأب والجد بشرط قضاء القاضي". "أي للصغير والصغيرة إذا بلغا وقدزوجا أن يفسخا عقد النكاح الصادرمن ولي غير أب ولا جد بشرط قضاء القاضي بالفرقة".

(البحر الرائق، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۲۱۱، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار، باب الولي: ۳/۶۷-۷۰، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۵، كتاب النكاح، باب الأولياء، رشيديه)

"لأن الفرقة بالخيار فسخ للعقد، والعقد إذا انفسخ، يجعل كأنه لم يكن". (ردالمحتار: ۳/۷۰، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

اور نامنظوری پر موقوف رہے گا(۱)، البتہ بالغہ ہونے پر لڑکی کو خیارِ بلوغ حاصل ہوگا، یعنی اگر ولی عصبہ نے منظور نہیں کیا تھا تو بیکار ہوگیا تھا، اگر منظور کرلیا تھا تو درست ہوگیا تھا۔ پھر اگر آثار بلوغ ظاہر ہوتے ہی لڑکی نے فوراً دو گواہوں کے سامنے اس نکاح سے ناراضگی ظاہر کردی تھی تو حاکم مسلم یا مسلم کمیٹی کے ذریعہ سے فسخ کرانے کا اس کو اختیار حاصل ہوگا، پھر فسخ کے بعد نکاحِ ثانی کی اجازت ہے(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۴/۴/۸۰ھ۔

بلوغ کی حدِ شرعی

سوال[۵۸۲۲]: بلوغ کی حد شرعی کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

جب لڑکے کو احتلام وانزال ہونے لگے تو سمجھو کہ وہ بالغ ہوگیا، ورنہ پندرہ سال کی عمر ہوجانے پر شرعاً بالغ قرار دیا جائے گا، شامی: ۹۷/۵ (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

---

(۱) "(فإن لم يكن عصبة فالولاية للأم) ثم لأم الأم ..... (ثم لذوي الأرحام) العمات ..... ثم الخالات ..... فلو زوج الأبعدُ حال قيام الأقرب، توقف على إجازته". (الدرالمختار). "فلا يكون سكوته (أي سكوت الأقرب) إجازةً لنكاح الأبعد وإن كان حاضراً في مجلس العقد مالم يرض صريحاً أو دلالةً".

(ردالمحتار: ۳/۷۸-۸۱، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۸۴، ۲۸۵، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۱۸، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۲) "ثم إذا اختارت وأشهدت ولم تتقدم إلى القاضي ..... فهي على خيارها". (البحر الرائق: ۳/۲۱۴، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۳) "بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، والأصل هو الإنزال. والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، فإن لم يوجد فيهما شئ فحتىٰ يتم لكل منهما خمس عشرة سنةً، وبه يفتىٰ. وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنةً، ولها تسع سنين." (الدر المختار، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام: ۶/۱۵۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في البلوغ: ۸/۱۵۳، رشيديه)

حدِ بلوغ

سوال[۵۸۲۳]: مسلمانوں میں لڑکا اور لڑکی کس عمر میں بالغ سمجھے جاتے ہیں، عمر معصومیت کب ختم ہوتی ہے؟

الجواب حامداومصلیاً:

پندرہ سال پورے ہونے پر لڑکا اور لڑکی دونوں کے لئے بلوغ کا حکم شرعاً کردیا جائے گا، اگر اس سے پہلے علاماتِ بلوغ ظاہر ہوجائیں تو اسی وقت سے حکم کردیا جائے گا، پندرہ سال پورے ہوں یا نہ ہوں لڑکی میں عامۃً نو سال سے پہلے اور لڑکے میں عامۃً بارہ سال سے پہلے علاماتِ بلوغ ظاہر نہیں ہوتیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۸/ ۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۹/ ۸/ ۸۷ھ۔

ایضاً

سوال[۵۸۲۴]: لڑکا کتنے سال پر بالغ ہوجاتا ہے اور موئے زیر ناف اور داڑھی مونچھ آنا علامتِ

= (وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ: ۵/ ۶۱، رشيديه)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الحجر، فصل في بيان أحكام البلوغ: ۲/ ۴۴۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "يحكم ببلوغ الغلام بالاحتلام أو الإنزال أو الإحبال.......... وبلوغ الجارية بالحيض أو الاحتلام أو الحبل.......... فإن لم يوجد شيء من ذلك، فإذا تم له ثماني عشرة سنةً ولها سبع عشرة سنةً عنده، وعندهما إذا تم خمسة عشر سنةً فيهما، وهو رواية الإمام، وبه قالت الأئمة الثلاثة، وبه يفتى .... وأدنى مدته له ثنتا عشرة سنةً، ولها تسع سنين، الخ". (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الحجر، فصل في بيان أحكام البلوغ: ۲/ ۴۴۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في حد البلوغ: ۸/ ۱۵۳، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في حد البلوغ: ۸/ ۱۵۳، رشيديه)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ: ۵/ ۶۱، رشيدية)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام: ۶/ ۱۵۳، سعيد)

بلوغ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداومصلیاً:

ڈاڑھی مونچھ موئے زیرناف علامت بلوغ نہیں بلکہ انزال، احتلام اور احبال علامتِ بلوغ ہے، اگر یہ علامات ظاہر نہ ہوں تو پندرہ سال پورے ہونے پر بلوغ کا حکم دے دیا جائے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ مفتی مدرسہ۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/۹/۶۴ھ۔

ایضاً

سوال [۵۸۲۵]: زید کہتا ہے کہ بارہ سال کا لڑکا بالغ ہوجاتا ہے۔ شرعاً اس کا قول صحیح ہے یا نہیں، حکم شرعی اس کے بارے میں کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے کے بلوغ کی ادنیٰ مدت بارہ سال ہے، پس اگر بارہ سال کا لڑکا کہے کہ میں بالغ ہوں، شرعاً اس کا قول معتبر ہے۔ اگر لڑکا نہ کہے، نیز کوئی علامت بھی اس میں ظاہر نہ ہو تو پندرہ سال پورا ہونے پر اس کو بالغ کہہ دیا جائے گا، کذا فی الدر المختار (۲)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۳/۵۶ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ،　　صحیح: عبد اللطیف۔

---

(۱) "(بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال) والأصل هو الإنزال. (والجارية بالاحتلام و الحيض والحبل، فإن لم يوجد فيهما شيء فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنةً، به يفتى". (الدرالمختار، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام: ۶/۱۵۳، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حدالبلوغ: ۵/۶۱، رشيديه)

(وكذافي البحرالرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في حد البلوغ: ۸/۵۳، رشيديه)

(۲) "بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، والأصل هو الإنزال. والجارية بالاحتلام والحيض والحبل، =

علامتِ بلوغ اور اجازتِ نکاح

سوال[۵۸۲۶]: نابالغہ کا نکاح جس کی عمر بارہ، تیرہ برس ہو، ہوسکتا ہے یا نہیں، اور یہ عمرِ سن بلوغ ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر اس عمر میں اس کو حیض آنا شروع ہوگیا تو وہ بالغہ ہے(۱) اور خود اس کی اجازت سے اس کا نکاح درست ہے(۲)، اگر غیر خاندان میں کیا جاوے تو ولی کی اجازت بھی ضروری ہے(۳)۔ اگر ابھی اس کو حیض

= فإن لم يوجد فيهما شئ فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنةً، به يفتى. وأدنى مدته له اثنتا عشرة سنةً، ولها تسع سنين". (الدر المختار، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام بالاحتلام: ۶/۱۵۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في حد البلوغ: ۸/۱۵۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ: ۵/۶۱، رشيديه)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الحجر، فصل في بيان أحكام البلوغ: ۲/۴۴۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۱) "(بلوغ ..... الجارية بالاحتلام والحيض والحبل)". (الدر المختار: ۶/۱۵۳، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق، كتاب الحجر، فصل في بلوغ الغلام: ۶/۲۷۵، ۲۷۶، دار الكتب العلمية بيروت)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الحجر، فصل في بيان أحكام البلوغ: ۲/۴۴۴، دار إحياء التراث العربي بيروت)

(۲) "(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ". (الدر المختار: ۳/۵۸، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في الهداية: ۲/۳۱۴، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، شركة علميه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۹۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۳) "وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكفؤ، مع علمه بأنه كذلك، اهـ ..... إن الولي لو قال لها: أنا راض بما تفعلين، أو زوّجي نفسك ممن تختارين ونحوه أنه يكفي، وهو ظاهر؛ لأنه =

آنا شروع نہیں ہوا تو وہ نابالغ ہے۔ ولی کی اجازت سے اس کا نکاح درست ہے، تنہا اس لڑکی کی اجازت پر نکاح کرنے سے ولی کی اجازت پر موقوف رہے گا (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۸۷ھ۔

الجواب صحیح: سید احمد علی سعید نائب مفتی دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۲/۸۷ھ۔

علامتِ بلوغ

سوال [۵۸۲۷]: شرع میں بالغ ہونے کی کیا علامتیں مانی گئی ہیں؟

ظاہر خان نائب مدرس مدرسہ مہنوں، ڈاکخانہ سری نگر، ضلع گونڈا، ۱۲/ جولائی/ ۳۶ء۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

لڑکے میں بلوغ کی علامتیں تین ہیں: احتلام، انزال، احبال۔

= فوّض الأمر إليها، ولأنه من باب الإسقاط". (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۵۷، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"وإذا زوجت نفسها من غير كفؤ ورضي به أحد الأولياء، لم يكن لهذا الولي ولا لمن مثله أو دونه حق الفسخ". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۹۳، كتاب النكاح، الباب الخامس، رشيديه)

"لا يشترط مباشرة الولي للعقد؛ لأن رضاه بالزوج كاف". (البحر الرائق: ۳/۱۹۴، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۱) "(وهو)، أي الولي (شرط) صحة (نكاح صغير ومجنون ورقيق)". (الدر المختار: ۳/۵۵، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على هامش الدر المختار: ۲/۲۶، كتاب النكاح، باب الولي، دارالمعرفة)

"نعم لو كان لها أب أوجد وزوجت نفسها كذلك توقف". (ردالمحتار: ۳/۸۰، كتاب النكاح، باب الولي، مطلب: لايصح تولية الصغير، سعيد)

اورلڑکی میں بھی تین ہیں: حیض، احتلام، حبل۔

اگران علامات میں سے کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہردوکو پندرہ سال پورے ہونے پر بقولِ مفتیٰ بہ بالغ کہا جائے گا، كذا في تبيين الحقائق، ص: ٤٠٣(١)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۵/۵/۵۵ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، صحیح: عبداللطیف، ۶/ جمادی الاولیٰ/ ۵۵ھ۔

مدت بلوغ

سوال[۵۸۲۸]: شرع شریف میں نابالغ کس عمر تک خیال کیا جاتا ہے؟

کریم اللہ سب پوسٹ ماسٹر۔

شاہ آباد، ضلع کرنال۔

الجواب حامداً ومصلياً:

اگرعلامات بلوغ احتلام وانزال وغیرہ متحقق نہ ہوں تو پندرہ سال کالڑکا شرعاً بالغ شمار ہوگا:

قال العلامة الشامي رحمه الله تعالى: "فإن لم يوجد فيهما شيئ منها فحتى يتم لكل

---

(١) "قال رحمه الله: "بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال، وإلا فحتى يتم له ثماني عشرة سنةً= والجارية بالحيض والاحتلام والحبل، وإلا فحتى يتم لها سبع عشر سنةً، ويفتى بالبلوغ فيهما بخمس عشرة سنةً...... اهـ". (تبيين الحقائق، كتاب الحجر، فصل: بلوغ الغلام: ٢/٢٧٥، ٢٧٦، دارالكتب العلميه بيروت)

(وكذا في الدر المختار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام: ٦/١٥٣، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق للعلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في حد البلوغ: ٨/١٥٣، رشيديه)

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الحجر، فصل في بيان أحكام البلوغ: ٢/٤٤٤، دارإحياء التراث العربي بيروت)

منها خمس عشرة سنة، وبه يفتىٰ". درمختار: ۲/۱۹۹(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۷/۱/۵۴۔

صحیح: عبد اللطیف، مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۸/محرم الحرام/۵۴ھ۔

☆......☆......☆......☆......☆

---

(۱) (الدر المختار، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام بالاحتلام: ۶/۱۵۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب الإكراه، باب الحجر، فصل في حد البلوغ: ۸/۱۵۳، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب الحجر، الفصل الثاني في معرفة حد البلوغ: ۵/۶۱، رشيديه) =

(وكذا في ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر، كتاب الحجر، فصل في بيان أحكام البلوغ:

۲/۴۴۴، دارإحياء التراث العربي بيروت)

باب الکفاءة

(کفاءت کا بیان)

مسئلۂ کفاءت

سوال[۵۸۲۹]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرعِ متین مسئلہ ذیل میں کہ ''کفو'' کے بیان میں صاحبِ ہدایہ نے اپنی کتاب ص:۳۰۱ (۱) پر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ذلیل پیشوں کا کفو میں اعتبار کیا جائے گا اور ذلیل پیشوں میں ''جولاہہ، حجام، دباغ، کناس'' کو شمار کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ لوگ ''صرّاف و بزاز'' کے کفو نہیں ہوسکتے، اور حاشیۂ شرح وقایہ پر بھی یہ عبارت موجود ہے:

''الحائك ليس كفوًا لبنت الدهقان وإن كانت فقيرةً''(۲)۔

اب آپ سے پرخلوص گزارش ہے کہ شریعتِ مطہرہ میں بھی اونچ نیچ، ذات پات کا اعتبار ہے تو کیسے، جب کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادیوں کا نکاح دوسرے قبیلہ میں کیا ہے، چنانچہ علامہ شامی (۳) وابن ہمام (۴) نیز امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک روایت میں فرمایا ہے کہ ''پیشہ کا اعتبار نہیں کیا جائے گا''۔

---

(۱) (الهداية: ۲/۳۲۱، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، وتمامه في رقم الحاشية: ۴، شركة علميه ملتان)

(۲) (شرح الوقاية، كتاب النكاح، بيان الكفاءة نسباً وإسلاماً وغيرهما: ۲/۲۷، (رقم الحاشية: ۱۴)، سعيد)

(۳) ''(قوله: حرفة)، ذكر الكرخي أن الكفاءة فيها معتبرة عند أبي يوسف وأن أبا حنيفة بنى الأمر فيها على عادة العرب أن مواليهم يعملون هذه الأعمال لايقصدون بها الحرف، فلا يعيرون بها''.

(ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۳/۹۰، سعيد)

(۴) ''(قوله: وعن أبي حنيفة في ذلك روايتان) أظهرهما لاتعتبر في الصنائع حتى يكون البيطار كفئاً =

پس آج تک کتب فقہ میں یہ عبارتیں کیوں مذکور ہیں، یہ الفاظِ وحی تو نہیں کہ جن پر تنسیخ کا قلم اٹھانا خروجِ اسلام کا باعث ہو۔ لہٰذا جناب عالی سے مؤدبانہ عرض ہے کہ جواب شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں تحریر فرمائیں تاکہ اطمینان اور سکون ہوجائے۔

نوٹ: اساتذۂ کرام بھی اسباق میں بتاتے ہیں کہ یہ باتیں پہلے تھیں، اب نہیں۔ پس فی زمانہ یہ عبارتیں کیوں ہیں؟

المستفتی: عبدالصمد کریاں، اعظم گڑھ، المرقوم ۱۵/مئی/۷۱ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نفسِ کفاءت کی رعایت وحیِ خفی (حدیث شریف) میں موجود ہے جیسا کہ ترمذی (۱)، حاکم (۲)، ذہبی (۳)، سیوطی (۴)۔ ابن ماجہ (۵)، بیہقی (۶) نے نقل کیا ہے۔

= للعطار، وهو رواية عن محمد". (فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة: ۳/۳۰۱، مصطفیٰ البابي الحلبي مصر)

(۱) "عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال له: "يا عليّ! ثلثٌ لاتؤخرها: الصلوة إذا أتت، والجنازة إذا حضرت، والأيم إذا وجدتَ لها كفوءاً". (جامع الترمذي: ۱/۲۰۵، أبواب الجنائز، باب ماجاء في تعجيل الجنازة، سعيد)

(۲) "عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها: أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال. "تخيروا لنطفكم، فانكحوا الأكفاء وأنكحوا إليهم". (المستدرك للحاكم، كتاب النكاح، باب تخيروا لنطفكم فأنكحوا الأكفاء وأنكحوا إليهم: ۲/۱۶۳، دارالفكر بيروت)

(۳) (راجع تلخيص الذهبي على المستدرک، كتاب النكاح، باب تخيروا لنطفكم، فأنكحوا الأكفاء وأنكحوا إليهم: ۲/۱۶۳، دارالفكر بيروت)

(۴) "تخيروا لنطفكم فأنكحوا الأكفاء وأنكحو إليهم". (هو ک هق) عن عائشة (صح)". "فيه دليل ظاهر على اشتراط الكفاءة ورد من لم يعتبرها (ه ک) في النكاح". (فيض القدير شرح الجامع الصغير، حرف التاء: ۵/۲۶۵۹، (رقم الحديث: ۳۲۶۸)، مكتبه نزار مصطفىٰ الباز، رياض)

(۵) (سنن ابن ماجة. ۱/۱۴۱، كتاب النكاح، باب الأكفاء، قديمي)

(۶) "وكذا مع الزيادة هي: عن جابر بن عبدالله رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ =

مزید تفصیلات فقہاء کی استنباط کردہ ہیں (۱)۔ جس طرح کہ فقہاء کے استنباط کردہ دیگر مسائل قابلِ اعتماد ہیں، یہ مسئلہ بھی ایسا ہی ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی دولڑکیوں کا یکے بعد دیگرے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح کیا (۲) وہ نسباً کچھ زیادہ دور نہیں، چوتھی پانچویں پشت میں اوپر متحد ہوجاتے ہیں (۳)، نیز یہ نکاح بذریعۂ وحی ہوئے

"عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "إن اللّٰہ تعالیٰ أوحیٰ إلیّ أن أزوّج کریمتی من عثمان، اھ". المعجم الصغیر للطبرانی، ص: ۸۳(٤)۔

پس سقوطِ کفاءت کے لئے اس سے استدلال صحیح نہیں۔

= علیہ وسلم: "لاتنکحوا النساء إلا الأکفاء" .... قال عمر رضی اللہ عنہ: لاینبغی لذوات الأحساب تزوجهن إلا من الأکفاء". (السنن الکبری للبیهقی: ۱۳۳/۷، کتاب النکاح، باب اعتبار الکفاءۃ، نشر السنۃ)

(۱) "(وتعتبر) الکفاءۃ للزوم النکاح خلافاً لمالک (نسباً .... وحریۃ وإسلاماً ..... ودیانۃً ومالاً وحرفۃً)". (الدر المختار: ۸۶/۳-۹۰، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریۃ: ۲۹۰/۱، ۲۹۱، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲۲۸/۳، ۲۳۶، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءۃ، رشیدیہ)

(۲) "وزوّج النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابنتہ رقیۃ من عثمان، وماتت عندہ فی أیام بدر، فزوجہ بعدھا أختھا أم کلثوم، فلذلک کان یلقب ذاالنورین". (الإصابۃ: ۳۷۷/۴، عثمان بن عفان، (رقم الترجمۃ: ۵۴۶۴)، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(۳) "نسبُ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فھو محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی، الخ". (زاد المعاد، ص: ۲۶، فصل فی نسبہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دار الفکر بیروت)

"ھو عثمان بن عفان بن العاص بن أمیۃ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی". (تاریخ الطبری: ۴۴۴/۳، ذکر نسبہ، مؤسسۃ الأعلمی، بیروت)

(٤) (الروض الدانی إلی المعجم الصغیر للطبرانی، باب من اسمہ حباب، (رقم الحدیث: ۲۱۴): ۲۵۳/۲، المکتب الاسلامی بیروت)

سب خاندانوں کی معیشت ومعاشرت، خو، بو، طور طریقہ یکساں نہیں، اگر اس کا لحاظ نہ کیا جائے تو مصالحِ نکاح کا نظم برقرار رہنا دشوار ہوجاتا ہے، مثلاً کوئی نازپروردہ اونچے خاندان کی لڑکی ہو جس کی خوراک، پوشاک اعلیٰ قسم کی ہو، گھر کا کام کرنے کے لئے خادمہ موجود ہو، نہ کبھی اس کو خود کھانا پکانا پڑے، نہ مکان کی صفائی کرنی پڑے، نہ کپڑے دھونے کی نوبت آئے، نہ باہر سے پانی بھر کر لانے کی ضرورت ہو، بلکہ سب کام اس کے خادم وملازم کرتے ہوں، اگر اس کی شادی کاشتکار سے ہوجائے جہاں بیل، بھینس وغیرہ بھی ہیں، روزانہ ان کا گوبر صاف کرنا، ان کو وقت پر گھاس پانی دینا، ڈول رسی لے کر باہر کنویں سے پانی بھر کر سر پر رکھ کر لانا، مرد کا کھانا کھیت میں پہنچانا۔

یہ سب کام اس کے ذمہ ہوں تو اس کے لیے ظاہر ہے کہ ناقابلِ برداشت ہیں، اس کی زندگی بد سے بدتر حالت تک پہونچ جائے گی، نیز ناواقفیت کی وجہ سے کوئی کام بھی صحیح نہیں کرسکے گی جو کہ شوہر کے لئے بھی مستقل کوفت کا باعث ہے۔ اسی طرح اور دوسرے پیشوں کو قیاس کرلیا جائے۔

اس وجہ سے مسئلۂ کفاءت کو کلیۃً نظر انداز کرنا بہت سے مصالح کو فوت کرنا ہے، جس کا نتیجہ نہایت تلخ ہوگا۔ لڑکی کو برداشت کرتے کرتے ٹی، بی ہوجائے گی، لڑکا بات بات پر طلاق کے لئے آمادہ ہوگا، سخت زبان استعمال کرے گا، ہاں! بعض دفعہ لڑکے میں کوئی ایسا جوہر بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے کفاءت کو نظر انداز بھی کردیا جاتا ہے اور وہاں لڑکی کی زندگی اس جوہر کی وجہ سے خوشگوار بھی ہوجاتی ہے، پریشانی پیش نہیں آتی۔

حاکم کی روایت ہے:" عن عبد الله ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "العرب بعضهم أكفاء لبعض، والموالي أكفاء بعضهم لبعض إلاحائك أو حجام، اه". نصب الرایہ میں اس کی تخریج کرکے اس کو منقطع لکھا ہے(۱)، اعلاء السنن، ص:۵۱، میں جواب دیا ہے:" قلت: الانقطاع في القرون الفاضلة لايضرنا، لاسيما وله شواهد ذكرها الزيلعي بالبسط"(۲)۔

---

(۱) (نصب الراية: ۱۹۷/۳، كتاب النكاح، فصل في الأكفاء، مؤسسة الريان، مكتبه المكية، جده)

(۲) (إعلاء السنن: ۷۷/۱۱، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، باب مراعاة الكفاءة وجواز النكاح في غيرها، إدارة القرآن والعلوم الإسلامية كراچى)

ابوبکر بزار کے حوالہ سے "اقتضاء الصراط المستقیم" میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول نقل کیا ہے: "نفضلکم یامعشر العرب! لتفضیل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم إیاکم لاننکح نسائکم، الخ". إعلاء السنن (۱)۔

کسی مصنف نے اپنی کتاب میں ایک مسئلہ لکھا ہے، اگر وہ آپ کے نزدیک غلط ہے تو آپ کو دلائل کی روشنی میں اس کی تغلیط کا حق ہے، آپ حاشیہ بھی لکھ سکتے ہیں، شرح بھی لکھ سکتے ہیں، اس کی تردید پوری قوت کے ساتھ کر سکتے ہیں، لیکن دوسرے کی کتاب سے اس مسئلہ کو خارج کرنے کا آپ کو حق نہیں، اگر کوئی شخص ایسا کرے گا تو وہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوگا، البتہ خائن اور مفتری ضرور ہوگا (۲)۔ پھر فقہائے کرام کی سب کتابوں سے اس کو خارج کردینے کا کسی کو حق نہیں۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

ایضاً

سوال [۵۸۳۰]: ۱..... زید کا اس بات پر اصرار ہے کہ برادری کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، جبکہ سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں، پھر شیخ، سیّد، مغل، پٹھان اور انصاری کی تخصیص کے کیا معنی؟ دریافت طلب امر یہ ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم - یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین، تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کسی نے بھی اس امتیاز کو ملحوظ رکھا؟

۲..... کیا ان حضرات نے حکم دیا ہے کہ دوسری برادریوں میں رشتہ نہ کیا جائے؟ یا انھوں اشارۃً، کنایۃً

---

(۱) (إعلاء السنن: ۱۱/۷۷، کتاب النکاح، فصل فی الکفاء ۃ، باب مراعاۃ الکفاء ۃ وجواز النکاح فی غیرھا، إدارۃ القرآن والعلوم الإسلامیۃ کراچی)

(۲) "عن أبی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "آیۃ المنافق ثلاث: إذا حدّث کذب، وإذا وعد أخلف، وإذا اؤتمن خان". "وعن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما أن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال: "أربع من کن فیہ کان منافقاً خالصاً، ومن کانت فیہ خصلۃ منھن کانت فیہ خصلۃ من النفاق حتی یدعھا: إذا اؤتمن خان، وإذا حدث کذب، وإذا عاھد غدر، وإذا خاصم فجر". (صحیح البخاری، کتاب الإیمان، باب علامۃ المنافق: ۱/۱۰، قدیمی)

یہ کہا ہے کہ میں فلاں برادری سے تعلق رکھتا ہوں؟

۳..... کفو غیر کفو کا لحاظ رکھنا ضروری ہے، جبکہ اس کی بیّن شہادتیں موجود ہیں کہ مسلمان لڑکیاں غیر مسلموں سے رشتۂ ازدواج منسلک کررہی ہیں۔

۴..... تلک (۱) اور جہیز کے روز افزوں مطالبات کے باعث بہت سے مسلمان گھرانوں کی لڑکیاں اپنی زندگی یونہی گزار رہی ہیں کہ کیا والدین پر یہ فرض نہیں عائد ہوتا کہ وہ کسی دیندار مسلمان کے حبالہ عقد میں اپنی لڑکیاں دیدیں؟

۵..... وہ لوگ جو ذات پات یا برادری میں تفریق کرتے ہیں عند اللہ ماخوذ ہوں گے؟

۶..... زید اپنے احباب کے ساتھ مل کر یہ تحریک چلانا چاہتا ہے کہ اس برادری کے امتیاز کو ختم کیا جائے، کیا اس کا یہ اقدام لائقِ تحسین ہے یا قابلِ مذمت؟ براہ کرم اپنے جواب باصواب سے ممنون فرمائیں۔ فقط والسلام۔

ڈاکٹر اختر حسین، مسجد روڈ نرد کھٹیا گنج، چمپارن، بہار۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱/۲..... یہ ذات برادری کی تخصیص مدارِ نجات نہیں (۲)، نہ اس کی وجہ سے ایمانی امتیاز برتنے کی اجازت ہے: ﴿إنما المؤمنون إخوة﴾ الآية (۳)۔ اس وجہ سے نماز میں ایک صف میں کھڑے ہونے سے کسی کو منع کرنے کا حق نہیں۔ نماز، روزہ، حج سب پر یکساں طریقہ سے لازم ہیں۔ جو شخص جس منصب کا اہل ہوگا، علم وفہم، اخلاق، اعمال، تجربہ کے اعتبار سے وہ منصب اس کو دیا جائے گا، لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر برادری کا ذہن، مزاج، طور طریقہ، عادت، خصلت، رہن سہن یکساں نہیں، ان میں تفاوت یقینی اور مشاہد ہے، شادی کے لیے معاشرت میں توافق بہت قابل رعایت ہے، عمر میں بھی توافق کا لحاظ کیا جاتا ہے،

(۱) "تِلک: ماتھے کا ایک زیور، وہ روپیہ جو شادی سے پہلے دلہن کا باپ دولہا کے گھر بھیجتا ہے"۔ (فیروز اللغات، ت ل، ص: ۳۷۵، فیروز سنز، لاہور)

(۲) قال الله تعالىٰ: ﴿وجعلنكم شعوباً وقبائل لتعارفوا، إن أكرمكم عندالله أتقكم﴾ (الحجرات: ۱۳)

(۳) (الحجرات: ۱۰)

چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر میں توافق نہ ہونے کی وجہ سے عذر فرمادیا (۱)، مگر یہ شرط لازم نہیں صحت، قوت وغیرہ کی وجہ سے اس کو نظر انداز بھی کردیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لڑکی کا عقد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردیا تھا (۲)۔

مال کے اعتبار سے بھی توافق دیکھا جاتا ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک عورت نے مشورہ کیا کہ "فلاں شخص نے پیغام دیا ہے تو ارشاد فرمایا کہ: "اس کے پاس مال کم ہے" (توافق نہیں)۔ مزاج کے اعتبار سے بھی توافق کا لحاظ ہوتا ہے جیسا کہ ایک صاحب کا مزاج سخت تھا ان کے پیغام کو قبول کرنے کا مشورہ نہیں دیا گیا (۳) لون وجمال کی بھی رعایت ثابت ہے (۴)۔

---

(۱) "عن بریدة رضی اللہ تعالیٰ عنہ، قال: خطب أبوبکر وعمر –رضی اللہ تعالیٰ عنھما– فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنھا، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "لا، إنھا صغیرة".

"أو المراد أنھا صغیرة بالنسبة إلیھما، لکبر سنھما". (مرقاة المفاتیح: ۱۰/ ۴۷۶، کتاب المناقب والفضائل، (رقم الحدیث: ۶۱۰۴)، باب مناقب علی ابن أبی طالب، الفصل الثالث، رشیدیه)

(۲) "أم کلثوم بنت علی بن أبی طالب .... خطبھا عمر بن الخطاب إلی أبیھا عليّ، قال: إنھا صغیرة. فقال عمر: زوّجنیھا یاأبا الحسن! فإنی أرصد من کرامتھا مالایرصده أحدٌ. فقال له علی: إن أبعثھا إلیک، فإن رضیتھا فقد زوجتکھا فبعثھا ببرد......... فقال ..... قد رضیت.......... فتزوّجھا عليٌّ مھر أربعین ألفاً". (أسد الغابة: ۶/ ۴۰۲، ۴۰۳، النساء، دار الفکر بیروت)

(۳) "فلما حللت، ذکرت له، أن معاویة بن أبی سفیان وأبا جھم خطبانی، فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "أما أبوجھم فلا یضع عصاه عن عاتقه، وأما معاویة فصعلوک، لامال له". (سنن أبی داؤد: ۱/ ۳۱۲، کتاب الطلاق، باب فی نفقة المبتوته، سعید)

(۴) "لکن النصیحة أن یراعی الأولیاء، المجانسة فی الحسن والجمال". (ردالمحتار: ۳/ ۹۳، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۲۹۲، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیه)

(وکذا فی التاتارخانیة: ۳/ ۶۳، الفصل الخامس عشر: الکفاءة فی الحرف، إدارة القرآن کراچی)

تجارت، دباغت، زراعت، خیاطت، حجامت، حیاکت وغیرہ پیشوں اور مشاغل کے بھی خصوصی اثرات ہوتے ہیں۔ بعض قبائل کے بھی کچھ خواص بیان کئے گئے ہیں۔ کبھی لڑکے میں ایسا علم اور اخلاق کا جوہر بھی ہوتا ہے جس کی وجہ سے دیگر امور کی رعایت نہ کرنے سے مصالحِ نکاح منتظم ہوجاتے ہیں (۱) اور توافق نہ ہونے کی وجہ سے شوہر، بیوی دونوں کو ضیق ہوتی ہے، لیکن کسی جائز پیشہ اور کسب کی وجہ سے کسی کو حقیر وذلیل سمجھنا جائز نہیں اور اپنے نسب پر فخر، غرور اور گھمنڈ کرنا سخت گناہ ہے۔ خدا کی بارگاہ میں ذریعۂ قرب، ایمان اور عملِ صالح ہے (۲)۔

۳...... یہ ازدواج نہیں، یہ تو حرام کاری ہے، کیا مسئلۂ کفاءت کو ساقط کرتے ہوئے اس کی بھی اجازت مطلوب ہے؟ استغفر اللہ۔ اس حرام کاری کی وجہ مسئلۂ کفاءت نہیں بلکہ طبعی کمینگی، جہالت، عدمِ خشیت ہے، جو لوگ مسئلۂ کفاءت کو صحیح طور پر نہ سمجھیں اور اس پر عمل نہ کریں تو یہ خود ان کی کوتاہی ہے (۳)۔

۴...... ان غلط اور بیجا پابندیوں کو سب ملکر ختم کریں، ورنہ دیندار، شریف المزاج مسلمان لڑکے تلاش کر کے اپنی لڑکیاں ان کے حبالۂ عقد میں دیدیں (۴)۔

---

(۱) "لایزوج بنته من غیر کفء أو بغبن فاحش إلا لمصلحة تزید علی هذا الضرر، کعلمه بحسن العشرة معها، وقلة الأذی ونحو ذلک". (رد المحتار: ۳/ ۶۷، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۲۹۱، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/ ۲۳۷، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیه)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿إن أکرمکم عندالله أتقٰکم﴾ (سورة الحجرات: ۱۳)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿ولاتنکحوا المشرکین حتی یؤمنوا﴾. (سورة البقرة: ۲۲۱)

"(قوله: لا یصح نکاح عابدة کوکب لاکتاب لها) ..... وإن کانوا یعبدون الکواکب ولاکتاب لهم، لم تجز مناکحتهم؛ لأنهم مشرکون". (ردالمحتار: ۳/ ۴۶، کتاب النکاح، فصل فی المحرمات، سعید)

(۴) "عن أبی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال: قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم: "إذاخطب إلیکم من ترضون دینه وخلقه فزوجوه، إن لاتفعلوه تکن فتنة فی الأرض وفساد عریض". (مشکوة المصابیح، کتاب النکاح، الفصل الأول، ص: ۲۶۷ قدیمی)

۵.....اپنی طرف سے تفریق کا کسی کو حق نہیں، جو لوگ ایسا کریں گے وہ جوابدہ ہوں گے۔

۶..... جو امتیازات خلافِ شرع قائم ہوگئے ہوں ان کے ختم کرنے کی سعی مبارک اقدام ہے، مگر اس میں بڑے تدبر اور حکمت کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ اس سے بڑا فتنہ قائم ہو جائے (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۱۱/۹۲ھ۔

کفاءت کیا غیر اسلامی نظریہ ہے؟

سوال [۵۸۳۱]: ۱..... عمر اپنے لڑکے کی شادی زید کی دختر سے کرنا چاہتا ہے، عمر قاضی گھرانے کا ہے اور زید کا سلسلۂ نسب جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور عربی النسل ہے۔

۲.....زید بدایونی مسلک کا کٹر حنفی اہل سنت والجماعت ہے اور قادریہ سلسلہ میں مجازِ بیعت ہے، لیکن کسی کو شرف بیعت کا اہل نہیں سمجھتا، تاوقتیکہ وہ تائب ہو کر: ﴿إن أكرمكم عند الله أتقاكم﴾ پر ایمان نہ لائے اور ذات پات، رنگ ونسل، قوم ووطن کے جاہلی امتیازات کو برا نہ سمجھے، نیز یہ کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان جاہلی امتیازات کو مٹانے اور نوعِ انسانی کو امتِ واحدہ بنانے کے لئے تشریف لائے۔

۳..... زید مُصر ہے کہ موجودہ سائنسی دور میں خاص طور پر اسلامی ذہنیت کو فروغ دینے کی اشد ضرورت ہے جبکہ موجودہ اسلامی معاشرہ عجمی، یہودی اور آریائی ذہنیت کا شکار ہے، غیر تو غیر اپنوں میں آپسی بیاہ وشادی کے دروازے بند ہیں، قومِ مسلم کی تباہی وبربادی کے جہاں اور وجوہ ہیں ان میں ایک یہ بھی نہایت اہم ہے۔ آج مسلم سماج امتِ واحدہ ہونے کے بجائے منتشر و پراگندہ ہے۔

۴.....زید نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ترتیب دیئے ہوئے خطوط پر اسلامی معاشرہ کو لانے کی کوشش شروع کردی ہے قولاً وفعلاً دونوں طرح سے، وہ ہندوانہ ذہنیت کے تحت پیشہ کو ذات نہیں سمجھتا، ہر پیشہ جائز ہے جس کے ذریعہ اکلِ حلال حاصل ہو بشرطیکہ پیشہ حرام نہ ہو۔ اس نے بیاہ کے سلسلہ میں اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے مسلم خاندان سے بھی رشتہ ناطہ جوڑا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ مسلم قوم کو سربلند رہنے کے لئے

---

(۱) قال الله تعالى: ﴿أدع إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة، وجادلهم بالتي هي أحسن﴾ (النحل: ۱۲۵)

ضرورت ہے کہ وہ غیر مسلم امتِ دعوت کے ان گھرانوں کے افراد سے رشتہ جوڑے جو ایمان کے: ﴿إن أکرمکم عنداللہ أتقاکم﴾ کے معیار پر پورے اترتے ہوں اور دوغلہ پن کی ذہنیت کا ڈٹ کر مقابلہ کرے۔

۵.....عمر بھی زید کا ہم خیال ہے، لیکن عمر کی برادری اس کی رائے سے متفق نہیں ہے کچھ موافق بھی ہیں کچھ مخالف ہیں، برادری کے دباؤ کی وجہ سے عمر کشمکش میں مبتلا ہے۔ براہ کرم کلام پاک اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں رہنمائی فرمائیں کہ عمر کونسا راستہ اختیار کرے؟

نوٹ: زید اصولِ فقہ واصولِ دیانت کو لازم وملزوم سمجھتا ہے، کفاءت کی تمام شرائط فقہ فی الدین کے ساتھ مشروط ہے، اس طرح دونوں کا مقصد ومنشاء بنی نوعِ انسان کو امتِ واحدہ بنانا ہے۔ فقط۔

پنڈت بشیر الدین، ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر اسلامیہ اسکول، شاہجہاں پور۔

الجواب حامداً مصلیاً:

قال اللہ تبارک وتعالی: ﴿یا أیہا الذین امنوا لایسخر قوم من قوم عسی أن یکونوا خیراً منہم﴾ وقال اللہ تعالی: ﴿ولاتنابزوا بالألقاب﴾ وقال اللہ تعالی: ﴿یا أیہا الناس إناخلقناکم من ذکر وأنثی، وجعلناکم شعوباً وقبائل لتعارفوا، إن أکرمکم عند اللہ أتقاکم، إن اللہ علیم خبیر﴾ (سورۃ الحجرات) (۱)۔

ان آیات میں ہدایت کی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایمان بہت بڑی دولت ہے جس کو یہ مرحمت ہو جائے اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، اس کو ذلیل نہ کیا جائے، اس کیلئے طعن آمیز القاب نہ تجویز کئے جائیں، یہ سب احترام ایمان کا تقاضہ ہے۔ انسان کی نسل ایک مرد ایک عورت سے چلی ہے یعنی تمام نسلِ انسانی ایک باپ اور ایک ماں کی اولاد ہے، البتہ آگے چل کر ان کے مختلف شعبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں تا کہ ان میں شناخت ہو سکے، ان کے تمدن الگ الگ ہو گئے، طبائع جدا جدا ہو گئیں، رہن سہن علیحدہ علیحدہ ہو گیا، اسی مصلحت سے کفاءت کی بھی رعایت کا حکم دیا گیا۔ زوجین میں جب تمدن اور معاشرہ کا اتحاد نہ ہو تو نباہ دشوار ہوتا ہے، مصالحِ نکاح منتظم نہیں ہوتیں، زندگی تلخ ہو جاتی ہے، اولاد کی بھی صحیح تربیت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالی کی بارگاہ میں جو چیز ذریعۂ کرامت اور موجبِ قربت ہے وہ تقوی ہے، اس لئے جس کو یہ نعمت

---

(۱) (سورۃ الحجرات: ۱۱، ۱۲، ۱۳)

نصیب ہوجائے اس میں تمدن ومعاشرہ جدا ہونے کے باوجود صبر وتحمل، سخاوتِ نفس، وسعتِ حوصلہ، حسنِ تدبیر، صلاحیتِ تربیت کی بناء پر خلافِ طبع امور کے برداشت کی طاقت ہوتی ہے اور اوصافِ عالیہ کی وجہ سے کفاءت کو نظر انداز بھی کردیا جاتا ہے، اس کی نظیر خیر القرون میں بھی موجود ہے، بعد کے طبقات میں بھی اقتداء کیا گیا ہے۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ چیز عام نہیں، قلیل الوجود ہے، جہاں یہ نہ ہو وہاں کفاءت کا لحاظ کرنا چاہیے، کفاءت کا لحاظ خود حدیث شریف میں موجود ہے، ارشاد ہے: "تخیروا لنطفکم، وأنکحوا الأکفاء وأنکحوا إلیهم"(١)۔ اس میں کفاءت کی رعایت کا حکم ہے۔

نیز ارشاد ہے: "إن ربکم واحد، وأباکم واحد، فلا فضل لعربي علی عجمي، ولا لأحمر علی أسود إلا بالتقویٰ"(٢)۔ اس میں فرمادیا گیا کہ عربی کو عجمی پر تقویٰ ہی ذریعہ فضیلت ہے۔ نیز ارشاد ہے: "العرب بعضها أکفاء لبعض، والموالي بعضهم أکفاء بعض"(٣) یعنی عرب ایک دوسرے کے کفو ہیں اور موالی (غیر عرب) ایک دوسرے کے کفوء ہیں، یہ سب احادیث جمع الفوائد: ٢١٨/١ (٤) میں مذکور ہیں۔

جو پیشہ آدمی اختیار کرتا ہے جب تک شریعت کی طرف سے اس کی ممانعت نہ ہو اس کو ناجائز اور اس کی کمائی کو حرام نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن پیشوں کے خواص واثرات بھی احادیث میں موجود ہیں ان کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا، ان نامناسب اثرات سے تحفظ اور نگہداشت میں کچھ غفلت ہوجائے تو ان کا ظہور بھی ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی نفی کلیۃً کردینا بھی غلط ہے اور اس نفی کو یہودیت آرائی ذہنیت قرار دینا بھی صحیح نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ١٧/٣/١٣٩٥ھ۔

کیا کفاءت شرعی حکم نہیں؟

سوال [٥٨٣٢]: ایک عورت نے خود اپنا نکاح کرلیا ہے، اس کا کہنا ہے کہ خدا اور رسول، کلمہ، قرآن

---

(١) (جمع الفوائد، کتاب النکاح: ٢٧٨/١، رقم الحديث: ٤١٤٤، المكتبة الاسلامية سمندری)

(٢) (جمع الفوائد، المصدر السابق، رقم الحديث: ٤١٤٢)

(٣) (جمع الفوائد، رقم الحديث: ٤١٤٠)

(٤) (جمع الفوائد، المصدر السابق)

سب ایک ہیں۔ ہندوستان میں صرف ۱۷/مسلمان آئے تھے، یہاں کے پیشوں سے ذات برادری بن گئی، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، یہ سب کھانے کمانے کے لئے گروہ بنالئے ہیں، کیونکہ مرد غیر برادری ہے۔ کیا عورت کا کہنا درست ہے؟ فقط۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

عورت کا یہ کہنا تو صحیح ہے کہ مسلمانوں کا خدا اور رسول، کلمہ اور قرآن سب ایک ہے، لیکن یہ کہنا صحیح نہیں کہ برادری کس چیز کا نام ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ حدیث شریف میں نکاح کے متعلق برادری کا اعتبار کیا گیا ہے(۱)، اگر عورت اپنے سے کم درجہ کے خاندان میں اپنا نکاح بغیر ولی کی رضامندی کے کرے جس سے اس کے خاندان کو عار لاحق ہو تو وہ نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ کتب فقہ شامی (۲)، بحر (۳)، فتح القدیر (۴) وغیرہ (۵) میں اس

---

(۱) "عن علي بن أبي طالب رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال له: "ياعلي! ثلث،لاتؤخرها: الصلوة إذا أتت، والجنازة إذا حضرت، والأيم إذا وجدتَ لها كفؤاً". (جامع الترمذي أبواب الجنائز، باب ماجاء في تعجيل الجنازة: ۱/۲۰۵، سعيد)

(وكذا في إعلاء السنن: ۱۱/۷۶، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، باب مراعات الكفاءة وجواز النكاح في غيرها، إدارة القرآن كراچي)

"عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "تخيروا لنطفكم، وأنكحوا الأكفاء، وأنكحوا إليهم". (إعلاء السنن: ۱۱/ ۷۵، إدارة القرآن كراچي)

(۲) قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالىٰ: "(ويفتى) في غير الكفوء (بعدم جوازه أصلاً)، وهو المختار للفتوى لفساد الزمان". (الدر المختار).

"وهذا إذا كان لها ولي لم يرض به قبل العقد......... لأن وجه عدم الصحة على هذه الرواية دفع الضرر عن الأولياء". (ردالمحتار: ۳/۵۶،۵۷، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۳) (البحر الرائق: ۳/۱۹۴، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۹۲، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(۴) (فتح القدير: ۳/۲۹۴، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۵) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲/۲۷، كتاب النكاح، باب الولي، دار المعرفة بيروت)

کی تصریح موجود ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفی عنہ، مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ۲۹/۱۰/۸۵ھ۔

الجواب صحیح: بندہ محمد نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

ہندوستان میں کفاءت

سوال [۵۸۳۳]: ہندوستان میں بین الاقوامی شادی کے بارے میں فقہائے امت کی کیا رائے ہے؟ "لأن العجم ضیعوا أنسابهم" کے تحت مولانا عبدالحیٔ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ شرح وقایہ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں:

"لأن العجم المرادبهم من لم ینتسب إلی إحدی قبائل العرب، وعامة أهل الأمصار والقریٰ فی بلادنا فی زماننا منهم، سواء تکلموابالعربیة أوغیرها، إلا مَن کان له منهم نسب معروف کالمنتسبین إلی أحد الخلفاء أو إلی الأنصار وغیرهم"(۱)۔

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں نسب کا خیال کرنا چاہئے۔ اگر انساب کا ہندوستان میں کوئی اعتبار نہیں تو کیا بین الاقوامی شادی کی تحریک چلانے کی اجازت دی جاسکتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

جو قبائل عرب سے آکر یہاں آباد ہوئے اور انہوں نے اپنے انساب کو محفوظ رکھا تو ان میں بھی کفاءت نسباً معتبر وملحوظ ہے (۲)۔ جو قبائل ایسے نہیں، ان میں کفاءت کی دوسری صورت جہات ملحوظ ہوں گی، دیانت،

---

(۱) (عمدة الرعایة علی شرح الوقایة، کتاب النکاح، باب الولي والکفؤ: ۱/۲۶، (رقم الحاشیة: ۲)، سعید)

(۲) "(وتعتبر) الکفاءة ...... (نسباً، فقریش) بعضهم (أکفاء) بعض (و) بقیة(العرب) بعضهم (أکفاء) بعض". (الدرالمختار). "(قوله: وهذافي العرب): أي اعتبار النسب إنمایکون في العرب .... وإنما یتفاخرون بالنسب ....فعلی هذا، فالنسب معتبرفي العرب فقط". (ردالمحتار: ۳/۸۶، ۸۷، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(وکذا في البحر الرائق: ۳/۲۲۸، ۲۳۲، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، فصل في الکفاءة، رشیدیه)=

حرفت وغیرہ (۱)، حرفت میں مدار عار وعدم عار پر ہوگا، جیسا کہ شیخ ابن ہمامؒ نے فتح القدیر میں (۲) اور ابن نجیمؒ نے بحر میں (۳) اور ابن عابدینؒ نے ردالمحتار میں (۴) لکھا ہے کہ بین الاقوامی شادی کا مفہوم تو بظاہر یہ ہے کہ مذہب کی رعایت بھی ختم کردی جائے، ایسا کرنا نصوصِ قطعیہ صریحہ کے خلاف ہے: ﴿ولا تنکحوا المشرکات﴾ الخ (۵)۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

غیر کفو میں نکاح

سوال [۵۸۳۴]: ایک شخص قوم جندروں کہ اس کے والد کے عزیز اور رشتہ دار تیلی کا کام کرتے ہیں، ایک لڑکی بعمر ۱۴، ۱۵/ سال قوم سید، صحیح النسب، اہل سنت والجماعت حنفی المذہب کو چوری سے بوقتِ نیم شب نکال کر لیجاتا ہے، اگر شخصِ مذکور لڑکی مذکورہ سے نکاح کر لیوے، آیا جائز رہ سکتا ہے یا نہیں بطورِ کفوٗ کے؟ اور شخص مذکور بدچلن بدمعاش اور شراب خور ہے اور کوئی ذریعۂ معاش نہیں ہے، ویسے ہی فارغ پھرتا ہے۔

بینوا توجروا۔

= (وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/ ۲۹۰، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأکفاء، رشیدیه)

(۱) "(و) أما فی العجم، فتعتبر (حریةً وإسلاماً .... ودیانةً ومالاً وحرفة". (الدرالمختار: ۳/ ۸۷– ۹۰، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۱/ ۲۹۰، ۲۹۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الکفاءۃ، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/ ۲۲۸، ۲۳۶، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءۃ، رشیدیه)

(۲) "فإن الموجب هو استنقاص أهل العرف، فیدور معه". (فتح القدیر: ۳/ ۳۰۲، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءۃ، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۳) "لأن الناس یتفاخرون بشرف الحِرَف، ویتعیرون بدناء تها، وهی وإن أمکن ترکها یبقی عارها".

(البحر الرائق: ۳/ ۲۳۵، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءۃ، رشیدیه)

(۴) "إن الموجب هو استنقاص أهل العرف، فیدور معه". (رد المحتار: ۳/ ۹۰، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، سعید)

(۵) (البقرة: ۲۲۱)

الجواب حامداً ومصلیاً:

مفتی بہ قول کی بناء پر یہ نکاح صحیح نہیں ہوگا(۱)، البتہ اگر لڑکی کے اولیاء اس نکاح سے رضامند ہیں(۲) یا اس کے کوئی ولی نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح ہوگا(۳)۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى: "ويفتى في غير الكفو بعدم الجواز أصلاً،

(۱) "أما على رواية الحسن المختارة للفتوى من أنه لايصح .... وأن رواية الحسن أحوط .... فالمختار للفتوى رواية الحسن أنه لايصح العقد". (ردالمحتار: ٣/٨٤، ٩٤، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٢٩٢، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق: ٣/١٩٤، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۲) "وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكفء مع علمه بأنه كذلك، اهـ.......... ان الولي لوقال لها: أنا راض بما تفعلين، أو زوّجي نفسك ممن تختارين ونحوه، أنه يكفي، وهو ظاهر؛ لأنه فوض الأمر إليها، ولأنه من باب الإسقاط". (ردالمحتار، باب الولي: ٣/ ٥٧، سعيد)

"فلايثبت (حق الفسخ) حال وجود الرضاء بعدم الكفاء من وجه". (رد المحتار: ٣/٨٦، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

"لايشترط مباشرة الولي للعقد؛ لأن رضاه بالزوج كافٍ". (البحر الرائق: ٣/١٩٤، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

"وإذا زوجت نفسها من غير كفؤ ورضي به أحد الأولياء، لم يكن لهذا الولي ولالمن مثله أودونه حق الفسخ". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ١/٢٩٣، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(۳) "هذا إذا كان لها ولي، فإن لم يكن، صح النكاح اتفاقاً". (الفتاوىٰ العالمكيرية، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء: ١/٢٩٢، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ٣/١٩٤، رشيديه)

وهو المختار للفتوى، لفساد الزمان". درمختار. وقال الشامي: "وهذا إذا كان لها وليٌّ لم يرض به قبل العقد، فلا يفيد الرضا بعده، بحر. وأما إذا لم يكن لها ولي، فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً". شامی: ۲/ ۴۰۹(۱)۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ۔

اگر لڑکی نابالغہ ہے تب بھی اس کا کیا ہوا نکاح نافذ نہ ہوگا (۲)۔

صحیح: عبداللطیف، ۲۹/ ربیع الثانی۔ سعید احمد غفرلہ۔

ایضاً

سوال[۵۸۳۵]: ہندہ بالغہ لڑکی سید یا شیخ اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کسی زید جولاہے یا تیلی وغیرہ کم ذات سے نکاح کر لیتی ہے، علم ہونے پر اس نکاح پر ولی ناخوش ہے۔ آیا یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سید زادی یا کوئی عالی نسب لڑکی (اگرچہ سید نہ ہو بلکہ صدیقی، فاروقی، شیوخ میں سے ہو) جب اپنا نکاح غیر کفو میں کرلے یعنی ایسے خاندان کے لڑکے سے کرلے جو نسب کے اعتبار سے اس کے برابر نہ ہو بلکہ کم درجہ ہو تو مفتیٰ بہ قول کے مطابق اس کا نکاح جائز نہیں ہوتا: "ويفتى في غير الكفؤ بعدم جوازه أصلاً، وهو المختار للفتوى، اهـ". درمختار: ۲/ ۲۹۷(۳)۔فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۵۷، سعيد)

(۲) "وقيده بالمكلفة احترازاً عن الصغيرة والمجنونة، فإنه لاينعقد نكاحها إلا بالولي". (البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/ ۱۹۳، رشيديه)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۳/۵۳، سعيد)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار: ۲/ ۲۶، كتاب النكاح، باب الولي، دارالمعرفة، بيروت)

(۳) (الدرالمختار، باب الولي: ۳/۵۷، سعيد) .... =

غیر کفو میں نکاح اور نکاحِ فاسد میں عدت

سوال[۵۸۳۶]: غیر کفو میں نکاح بدونِ رضائے اولیاء کے ہوا۔ علمائے علاقہ سے دریافت کیا گیا کہ نکاح جائز ہے یا ناجائز؟ اس میں علماء کا آپس میں اختلاف ہے، ایک صاحب کہتے ہیں کہ زوج غیر کفو میں بدونِ رضائے اولیاء کے جس جگہ ننگ وعار موجود ہے نکاح باطل ہے، اور نکاحِ ثانی کے لئے عدت نہیں، خواہ مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ۔ اور دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ نکاح باطل ہو، یا فاسد، مدخولہ میں عدت ہے۔

اور فریقِ اول کی دلیل یہ ہے کہ نکاح فی غیر الکفوٴ میں باتفاقِ متون وشروح، روایتِ نادر حسن ابن زیاد باطل ہوا تو باتفاقِ فقہائے کرام: "فلا عدة في باطل" درمختار، عدت نہیں (۱)۔ دوسرا جب نکاح باطل ہوا تو زنا ہوا جس میں پھر بھی عدت نہیں: "ولا تجب العدة على الزانية، وهذا قول أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى، كذا في شرح الطحاوي". عالمگیری: ۲/۹۳۲(۲)۔

اور فریقِ ثانی فسخ بقضاء القاضی کی صورت مدِ نظر رکھ کر اور ظاہر الروایت پر عمل کرتے ہوئے مدخولہ میں عدت قرار دیتے ہیں، حالانکہ فسخ وجودِ نکاح کو مستلزم ہے، جب نکاح ہی باطل ہے تو پھر فسخ کیسے اور ثمرۂ فسخ یعنی عدت کیسے؟ جب کہ علامہ حمویؒ نے شرح اشباہ میں تصریح کردی ہے:

"الفرق ثلاثة عشرة فرقة، سبعةٌ منها تحتاج إلى القضاء، وستةٌ لا: الفرقة بالجب والعنة وبخيار البلوغ وبعدم الكفاءة". انتهى بقدر الحاجة. أشباه فن ثاني، كتاب النكاح، ص ۲۲۶۔

اور "قوله: بعدم الكفائة" پر علامہ حموی تحریر فرماتے ہیں کہ: "(قوله: بعدم الكفاءة) يعني على قول من يقول بصحة العقد، وأما على قول من يقول ببطلانه -وهو الصحيح- فلا يحتاج إلى حكمه بفرقته". حموی شرح أشباه، فن ثاني، كتاب النكاح، ص: ۲۲۶(۳)۔

= (وكذا في الهداية، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة: ۳/۳۱۹، ۳۲۰، شركت علميه ملتان)

(۱) (الدر المختار: ۳/۵۱۶، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، سعيد)

(۲) (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۵۲۶، كتاب الطلاق، الباب الثالث عشر في العدة، رشيديه)

(۳) (الأشباه والنظائر مع شرحه للحموي: ۲/۱۰۳، ۱۰۴، الفن الثاني، كتاب النكاح، إدارة القرآن، كراچي)

آں جناب کو تکلیف دی جاتی ہے کہ ہر دو فریق میں سے کس کا قول معتبر اور قابلِ عمل ہے؟ امید ہے کہ اول فرصت میں جواب باصواب سے مستفیض فرمائیں گے۔ بینوا توجروا۔

معرفت مولوی محمد شریف عفا اللہ عنہ بقلمہ۔

از راولپنڈی محلّہ شاہ ندار (فقط)

باسمہ تعالیٰ

الجواب وبیده أزمة التحقیق والصواب حامداًومصلیاًومسلماً:

جب حرہ بالغہ اپنا نکاح خود کرے بغیر رضامندیٔ اولیاء کے تو اس میں کفاءۃ الزوج شرط ہے، ظاہر الروایہ کے موافق تو شرطِ لزومِ نکاح ہے اور روایتِ حسن کے موافق شرط جوازِ نکاح ہے:

"الکفاءة معتبرة فی ابتداء النکاح للزومه أو لصحته من جانبه: أی الرجل، اه". در۔

"(قوله: للزومه أولصحته) الأول بناء علی ظاهر الروایة، والثانی علی روایة الحسن، اهـ". شامی: ۲/۴۹۰، باب الکفاءة(۱)۔

اگر عورت بغیر رضامندیٔ اولیاء کے غیر کفو میں (جو کہ موجبِ عار ہو) نکاح کرے تو ظاہر الروایت کے موافق نکاح منعقد ہو جاتا ہے، لیکن اولیاء کو حقِ اعتراض باقی رہتا ہے کہ قاضی کے ذریعہ سے اس کو فسخ کرادیں، بغیر قاضی کے وہ فسخ نہیں ہوسکتا، لیکن روایتِ حسن کے موافق وہ منعقد ہی نہیں ہوتا۔ ولی موجود نہ ہونے کی صورت میں باتفاق صحیح نافذ ہو جاتا ہے: "وأما إذا لم یکن لها ولی، فهو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً". درمختار، باب الولی، ص: ۴۵۹(۲)۔

---

(۱) (الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۸۴، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(وکذافی البحرالرائق: ۳/۲۲۶، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیه)

(وکذافی فتح القدیر: ۳/۲۹۴، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(۲) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۵۶، ۵۷، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۹۲، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأکفاء، رشیدیه) =

پس اس نکاح کے جواز میں اختلاف ہوا کہ ظاہر الروایت کے مطابق جائز ہوا، روایتِ حسن کے مطابق ناجائز ہوا اور جس نکاح کے جواز میں علماء کا اختلاف ہو وہ نکاحِ فاسد ہوتا ہے۔ نیز روایتِ حسن (مفتی بہا) کے موافق شرطِ صحت (کفاءۃ) مفقود ہے اور جس نکاح میں کوئی شرط مفقود ہو، وہ نکاح فاسد ہوتا ہے اور نکاح فاسد میں مدخولہ پر عدت واجب ہوتی ہے:

"ویجب مهر المثل فی نکاح فاسد، وهو الذی فقد شرطاً من شرائط الصحة، کشهود بالوطء فی القبل لابغیره کالخلوة لحرمة وطئها. وتجب العدة بعد الوطء، لاالخلوة للطلاق لاللموت، من وقت التفریق أو متارکة الزوج، اهـ". درمختار: ۲/۵٤۱، باب المهر(۱)۔

"وفی المجتبی: کل نکاح اختلف العلماء فی جوازه کالنکاح بلاشهود، فالدخول فیه یوجب العدة، اهـ". بحر، باب العدة: ٤/۱٤٤(۲)۔

جمیع علمائے حنفیہ وامام شافعی وامام احمد رحمہم اللہ تعالیٰ متفق ہیں کہ بلاشہادت نکاح صحیح نہیں ہوتا، صرف امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا اختلاف ہے کہ وہ صحت کے قائل ہیں (گو اشاعت کو وہ بھی ضروری کہتے ہیں):

"ومن ذلك قول الأئمة الثلاثة: إنه لایصح النکاح إلا بشهادة، مع قول مالك: إنه یصح من غیر شهادة، إلا أنه یعتبر فیه الإشاعة وترك التراضی بالکتمان، حتی لو عقد فی السر واشترط کتمان النکاح، فسخ عنده، وأما عند الثلاثة فلایضرّ کتمانهم مع حضور الشاهدین، اهـ". میزان شعرانی: ٤/۱۱۸(۳)۔

= (وکذا فی فتح القدیر: ۳/۲۹۴، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءۃ، مصطفی البابی مصر)

(۱) (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳/۱۳۱-۱۳۳، کتاب النکاح، باب المهر، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۳/۲۹۴، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیه)

(۲) (البحر الرائق: ۴/۲۴۲، کتاب الطلاق، باب العدة، رشیدیه)

(وکذافی رد المحتار: ۳/۱۳۲، کتاب النکاح، باب المهر، وأیضاً کتاب الطلاق، باب العدة، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل: ۳/۵۱۶، سعید)

(۳) (میزان الشعرانی، کتاب النکاح: ۲/۱۱۱، مصطفی البابی الحلبی، مصر)

لیکن اس اختلاف کا اعتبار کرتے ہوئے بھی حنفیہ عدت کو واجب کہتے ہیں، کما مر۔صورتِ مسئولہ میں تو حنفیہ کا خود اختلاف ہے تو یہاں وجوبِ عدت کا کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ فریقِ اول کا یہ کہنا کہ "باتفاقِ متون وشروح روایتِ نادر حسن بن زیاد پر فتویٰ ہے اور ظاہر الروایت متروک ہے الخ"، صحیح نہیں، کیونکہ بہت سے مشائخ نے ظاہر الروایت پر بھی فتویٰ دیا ہے اور دونوں کی تفریعات فقہاء نے علیحدہ علیحدہ بیان کی ہیں:

"فإذا فرق القاضي بينهما، فإن كان بعد الدخول، فلها المسمى، وعليها العدة، ولها النفقة فيها، والخلوة الصحيحة كالدخول. وإن كان قبلهما، فلا مهر لها؛ لأن الفرقة ليست من قِبَله، هكذا في الخانية. وهو تفريع على انعقاده. وأما على المفتى به، فينبغي أن يجب الأقل من المسمى ومن مهر المثل، وأن لا نفقة لها في هذه العدة كما لا يخفى.

وأما تمكينها من الوطء، فعلى المفتى به هو حرام، كما يحرم عليه الوطء لعدم انعقاده.

وأما على ظاهر الرواية، ففي الولوالجية: أن لها أن تمنع نفسها، اه. وفي الخلاصة: كثيرٌ من المشائخ أفتوا بظاهر الرواية: أنها ليس لها أن تمنع نفسها، اهـ. وهذا يدل على أن كثيراً من المشايخ أفتوا بانعقاده، فقد اختلف الإفتاء، اهـ". بحر بتغير، ص: ۱۲۸ (۱) وطحطاوی: ۲/ ۲۷ (۲)۔

لہٰذا اس کو نکاح باطل کہنا بھی درست نہیں، پھر اس کو زنا کہنا (جو حرامِ قطعی ہے اور اس کا اقرار موجبِ حد ہے) بالکل بدیہی البطلان ہے اور انتہائی جرأت ہے (کیونکہ مشائخ جوازِ زنا کا فتویٰ نہیں دے سکتے)۔ فریقِ ثانی کو ایجابِ عدت کے لیے ظاہر الروایت پر۔ جس کو فریقِ اول نے بالکل متروک قرار دیا ہے۔ عمل کرنے کی چنداں حاجت نہیں بلکہ روایتِ حسن بھی (جس کو فریقِ اول نے بھی تسلیم کیا ہے) کافی ہے۔ عدت صرف ثمرۂ فسخ ہی نہیں بلکہ متارکت وغیرہ کی صورت میں بھی واجب ہوتی ہے:

"ومنها الفرقة في النكاح الفاسد بتفريق القاضي أو بالمتاركة، وشرطها الدخول؛ لأن النكاح الفاسد يجعل منعقداً عند الحاجة، وهي عند استيفاء المنافع، وقد مست الحاجة إلى

(۱) (البحر الرائق: ۳/ ۲۲۶، ۲۲۷، کتاب النکاح، فصل في الکفاءۃ، رشیدیه)

(۲) (حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲/ ۲۷، کتاب النکاح، باب الولي، دار المعرفة بیروت)

الانعقاد لوجوب العدة وصيانته للماء عن الضياع بثبوت، اه". بدائع :۳/۱۹۲(۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

الجواب صحیح :سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۱۹/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

صحیح :عبداللطیف عفا اللہ عنہ، ۲۷/ ذی الحجہ/ ۵۶ھ۔

غیر سیّد کا سیّدہ سے نکاح کرنا

سوال[۵۸۳۷] : کیا سید عورتوں سے دوسرے مسلمانوں کا شادی کرنا حرام ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

حرام نہیں (۲)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، ۳۰/۳/۸۸ھ۔

---

(۱) (بدائع الصنائع : ۴/۱۱، کتاب الطلاق، فصل فيما يتعلق بتوابع الطلاق، دارالکتب العلمية، بيروت)

"(وعدة المنكوحة نكاحاً فاسداً والموطوئة بشبهة وأم ولد غير الآيسة والحامل، الحيض للموت وغيره): أي كفرقة أو متاركة .... (و) مبدؤها (في النكاح الفاسد بعد التفريق من القاضي بينهما أو) المتاركة (على ترك وطئها)". (الدرالمختار:۳/ ۵۱۶-۵۱۸-۵۲۲، كتاب الطلاق، باب العدة، مطلب في النكاح الفاسد والباطل، سعيد)

(۲) "وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكفء مع علمه بأنه كذلك، اهـ".
(ردالمحتار : ۳/۵۷، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"هذا (أي "عدم جواز نكاحها في غير الكفء) إذا كان لها ولي، فإن لم يكن صح النكاح اتفاقاً". (الفتاوى العالمكيرية : ۱/ ۲۹۲، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق : ۳/۱۹۴، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار :۳/۵۷، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

سیّدہ کا نکاح غیر کفو میں

سوال[۵۸۳۸]: غلام حسین گوجر اپنے لڑکے کا نکاح اپنے سید بہنوئی کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہے، اس کا بہنوئی بھی راضی ہے کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح اپنے سالے کے لڑکے سے کروں گا، کشمیری علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ یہ بہت بُرا کیا کہ ایک گوجر نے سید کی لڑکی سے نکاح کرنا چاہا، ترک موالاۃ اور کفر کا فتویٰ دیدیا۔ تو کیا ازروئے شرع سید سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ ان علماء کا کفر کا فتویٰ دینا کس حد تک صحیح ہے؟ اور کیا ایسا کرنے والا سخت گنہگار اور کافر ہوتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اتنی بات صحیح ہے کہ سیدہ لڑکی کا کفو گوجر نہیں ہے(۱) اور غیر کفو میں اگر لڑکی اپنا نکاح خود کرلے تو وہ صحیح نہیں ہوتا (۲)، لیکن اگر وہ غیر کفو علم واخلاق وشرافت سے نوازا گیا ہو اور لڑکی کا دل بھی اس کو پسند کرتا ہو تو شرعاً نکاح منعقد وصحیح ہوجائے گا:

"ذکر قاضی خان فی جامعه قالوا: الحسیب کفو للنسب، فالعالم العجمیّ یکون کفواً للجاهل العربی والعلویة؛ لأن شرف العلم فوق شرف النسب والحسب ومکارم الأخلاق. وفی المحیط عن صدر الإسلام: الحسیب الذی له جاه وحشمة ومنصب، اهـ". بحر: ۳/۱۳٤ (۳)۔ "ولو زوج طفله غیر کفؤ وبغبن فاحش، صح، ولم یجز ذلك لغیر الأب

---

(۱) "العجمی لایکون کفواً للعربیة". (الدرالمختار: ۳/۹۲، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(وکذافی البحرالرائق: ۳/۲۳۰، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیه)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۹۰، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیه)

(۲) "(ویفتی) فی غیر الکفوء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوی (لفساد الزمان)". (الدرالمختار). "أما علی روایة الحسن المختارة للفتوی من أنه لایصح. الخ". (ردالمحتار، کتاب النکاح، باب الولی وباب الکفاءة: ۳/۸۴، ۹۴، سعید)

(۳) (البحرالرائق: ۳/۲۳۰، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیه)

(وکذافی رد المحتار: ۳/۹۲، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید) ....

والنجد، اھ"۔ بحر: ۳/۱۳٤(۱)۔

جن حضرات نے اس پر کفر کا فتویٰ دیا ہے اس کو بغیر دیکھے کیا لکھا جائے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہٗ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۲/۲۲ھ۔

ایضاً

سوال[۵۸۳۹]: میں نے اس سے قبل ایک فتویٰ ارسال کیا تھا مگر جواب نہیں آیا، سوال یہ ہے کہ ظریفہ دختر عمر بٹ چپڑاسی جس کا اس نے پہلے نکاح کیا تھا اس سے طلاق ملی اور ایک بچہ بھی تھا، بچہ ۲،۳/سال کا ہے اور دو سال تک باپ کے پاس رہی، اس نے شادی کا کوئی بندوبست نہیں کیا، پھر ظریفہ نے اپنی پسند سے عبد الوہاب سید کے ساتھ عدالت اور شرعی نکاح باضابطہ کیا، اس کے ساتھ رہی۔ ایک ماہ بعد زید عالم کہتا ہے کہ یہ نکاح نادرست ہے اور کفو اور غیر کفو کا مسئلہ اٹھایا۔ عالم کے گھر میں بھی ایک لڑکی ہے جو کہ گوجری کی لڑکی ہے، اگر عبدالوہاب سید اور ظریفہ میں کفو و غیر کفو ہے تو ایک امام اور سید خاندان میں ایک گوجری کی لڑکی پھر کیسے؟ اس میں بھی کفو اور غیر کفو ہے۔

میں اس وقت بھی غصہ میں ہوں، جب تک کہ جواب نہ مل جائے، مجھے خطرہ ہے کہ اگر آپ جلد جواب روانہ نہ کریں گے تو میں خودکشی کرلوں گا۔ اس وقت مجھے کتابوں کی بھی ضرورت ہے، غصہ میں دکھائی نہیں دیتا کہ کیا کروں۔ برائے مہربانی جلد جواب دیں۔

پیر غلام محی الدین، اننت ناگ، کشمیر۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

آپ نے اس سے پہلے کب سوال بھیجا، میرے علم میں نہیں، اگر تاریخ، مہینہ لکھتے تو رجسٹر میں تلاش

= (وكذا في حاشية الطحطاوي على الدر المختار. ۲: ۴۴، كتاب النكاح، باب الكفاءة، دار المعرفة بيروت)

(۱) (البحر الرائق: ۳: ۲۳۷، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(وكذا في رد المحتار: ۳/ ۸۵، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(وكذا في تبيين الحقائق: ۲: ۵۲۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، دار الكتب العلميه بيروت)

کیا جاتا، آپ نے اس خط کو لکھتے وقت بھی اپنے غصہ میں ہونے کا اقرار کیا ہے اور خودکشی کی دھمکی بھی دی ہے۔ میرے محترم! بے جا غصہ اس قدر مصیبت اور خطرناک ہے کہ آدمی کی زندگی کو تباہ کر دیتا ہے، ایمان کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ غور تو کیجئے کہ اگر خودکشی کریں گے تو کسی کا کیا بگاڑیں گے، مالکِ حقیقی کی دی ہوئی امانت (جان) کو ضائع اور ہلاک کریں گے جس کی وجہ سے خود بھی سخت عذاب کے مستحق ہوں گے، دنیا بھی برباد، آخرت بھی برباد۔ إنّا للہ! آپ توبہ کریں۔

مسئلہ کا جواب یہ ہے کہ سیّد اگر کسی گوجر کی لڑکی سے نکاح کر لے تو کفاءت کی وجہ سے اس نکاح کو ناجائز نہیں کہا جائے گا (۱)، ہاں! سیّد کی لڑکی اگر بغیر ولی کی اجازت کے کسی گوجر وغیرہ سے نکاح کر لے تو اس کو ناجائز کہا جائے گا (۲)، کفاءت کی رعایت لڑکی کے حق میں ہے (۳)، یہ شریعت کا مسئلہ ہے، فقہ کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۲۳/۲/۹۴ھ۔

---

(۱) "بخلاف جانب الرجل، فإنه إذا تزوج بنفسه مكافئة له أولا، فإنه صحيح لازم". (رد المحتار: ۸۵/۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

"فإذا تزوجت المرأة رجلاً خيراً منها، فليس للولي أن يفرّق بينهما، فإن الولي لا يتعير بأن يكون تحت الرجل من لايكافؤه". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۹۰/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس، رشيديه)

(وكذافي حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۴۱/۲، كتاب النكاح، باب الكفاءة، دارالمعرفة بيروت)

(۲) قال العلامة الحصكفيّ: "(ويفتى) في غير الكفوء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوى (لفسادالزمان)". (الدرالمختار). "أما على رواية الحسن المختارة للفتوى من أنه لايصح". (ردالمحتار، باب الولي: ۵۶/۳، ۵۷، سعيد)

"فالمختار للفتوى رواية الحسن أنه لايصح العقد". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۸۴/۳، ۹۴، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۹۲/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق: ۱۹۴/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۳) "(الكفاءة معتبرة من جانبه): أي الرجل؛ لأن الشريفة تأبى أن تكون فراشاً للدنيء". (الدر المختار: =

سیّدہ کا نکاح پٹھان سے

سوال[۵۸۴۰]: میری دو خالائیں پٹھان چچا، یا تایا کی دختر ہیں: بڑی خالہ مرحومہ رفیع الدین کی بیگم اور دوسری خالہ مرحومہ نواب عبدالرزاق کی بیگم۔ رفیع الدین کی بڑی لڑکی سید متین سے بیاہی گئیں، ان کی ایک دختر نفیسہ پروین ہے۔ عبدالرزاق کی دختر ننھیال میں رحمت اللہ خاں سے بیاہی گئیں، ان کا ایک صاحبزادہ عزیز اللہ خاں ہے، کچھ رشتہ دار عزیز اللہ خاں کا رشتہ نفیسہ سے کرنا چاہتے ہیں، اور بعض کی رائے ہے کہ سید کی بیٹی پٹھانوں میں نہیں دی جاتی ہے کیونکہ سید کا مرتبہ بڑا ہے۔ آپ کی کیا رائے ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر پٹھان میں اچھی صفات، اعمالِ صالحہ، اخلاقِ فاضلہ موجود ہوں اور سید کی لڑکی اور اس کے ولی پسند کریں تو ایسے پٹھان سے شادی کرنا بھی درست ہے(۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، دار العلوم دیوبند، ۲۰/۴/۹۹ھ۔

صالح لڑکی کا نکاح فاسق وفاجر سے کرادینا

سوال[۵۸۴۱]: ایک بھائی اپنی سوتیلی بہن کو اس کی ماں کے گھر سے فریب دے کر اپنے گھر لے آیا، لڑکی کا سوتیلا بھائی فاسق فاجر قسم کا ہے اور اس کے سبھی ساتھی بھی اسی قسم کے اشخاص میں سے تھے۔ لڑکی کے بھائی نے زبردستی نشہ کی حالت میں لڑکی کو مار ڈالنے کی دھمکی دیتے ہوئے اس سے نکاح کی زبردستی اجازت لے کر ایک ایسے شخص کے ساتھ نکاح پڑھا دیا جو کہ اس وقت نشہ کی حالت میں تھا۔ لڑکی نے عدالتی طلاق حاصل کر لی ہے۔ آپ اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

= ۳/ ۸۴، کتاب النکاح، باب الکفاءۃ، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمكيرية: ۱/ ۲۹۰، کتاب النكاح، الباب الخامس، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق: ۳/ ۲۲۵، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(۱) (تقدم تخريجه تحت عنوان: ''غیر سید کا سیدہ سے نکاح''۔)

(وأيضاً تحت عنوان: ''سیدہ کا نکاح غیر کفو میں''۔)

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگرلڑکی نیک اورصالح ہے، اورجس سے اس کا نکاح کیا گیاوہ فاسق فاجرشرابی ہےتو شرعاً یہ نکاح ہی منعقدنہیں ہوا(۱)، پھرعدالت سے فسخ کرالیاتو قانونی تحفظ بھی ہوگیا۔فقط واللہ اعلم۔

املاہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۶/۹/۱۳۹۹ھ۔

شیخ اورخان باہم کفو ہیں

سوال[۵۸۴۲]: شیخ،خان کا کفو ہے یانہیں،اورخان،شیخ کا کفو ہے کہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستان کا شیخ اورخان کفو ہیں(۲)۔

حررہ العبدمحمودغفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "(و) تعتبر في العرب والعجم (ديانة): أي تقوى، فليس فاسق كفؤاً لصالحة أو فاسقة بنت صالح، معلناً كان أولا، على الظاهر". (الدرالمختار).

"والظاهر أن الصلاح منها أومن ابائها كاف لعدم كون الفاسق كفؤاً لها......... إذا كانت فاسقة بنت صالح، لايكون الفاسق كفؤاًلها؛ لأن العبرة لصلاح الأب، فلايعتبرفسقها، ويؤيده أن الكفاءة حق الأولياء إذا أسقطتها هي؛ لأن الصالح يعير بمصاهرة الفاسق.......و(قوله: بنت صالح) نعت لكل من قوله: صالحة وفاسقة، وأفرده للعطف "بأو" فرجع إلى أن المعتبر صلاح الاٰباء فقط". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۳/۸۹، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۳/۲۳۳، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(۲) "(و) أمافي العجم فتعتبر (حريةً وإسلاماً)". (الدرالمختار). "المراد بهم من لم ينتسب إلى إحدى قبائل العرب، ويسمون الموالي والعتقاء، وعامة أهل الأمصار والقرى في زماننا منهم، سواء تكلموا بالعربية أو غيرها، إلا مَن كان له منهم نسب معروف". (ردالمحتار: ۳/۸۷،كتاب النكاح، باب في الكفاءة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۲۹۰، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق: ۳/۲۳۱، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

تُرک اور انصاری کفوٴ ہیں یا نہیں؟

سوال[۵۸۴۳]: ہماری طرف ایک جھگڑا چل رہا ہے کہ ایک جولاہے انصاری کی لڑکی نے ایک دوسرے قوم کے آدمی سے نکاح کرلیا ہے، وہ آدمی قوم کا تُرک ہے۔ اب لڑکے والے کہتے ہیں کہ نکاح درست نہیں ہوا ہے، اب انصاری حضرات کہتے ہیں کہ تمہاری قومیت سے ہماری قومیت اعلیٰ ہے، اور ترکی حضرات کہتے ہیں کہ ہماری قومیت تمہاری قومیت سے اعلیٰ ہے۔ اب دونوں میں جھگڑا چل رہا ہے، ہماری طرف ترکی حضرات کھیتی یعنی کاشتکاری کرتے ہیں ان کے یہاں کاشتکاری ہی کا کام ہوا کرتا ہے، تو اس بارے میں مکمل جواب مطلوب ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

"أما في العجم فتعتبر حرية وإسلاماً .... وحرفةً، فمثل حائك غير كفؤ مثل خياط، الخ"۔ "قال في الملتقى وشرحه: فحائك أو حجام أو كناس أودباغ أو حلاق أو بيطار أو حداد أو صفار غير كفؤ لسائر الحِرَف كعطار أو بزاز أو صواغ .... وفي الفتح: أن الموجب هو استنقاص أهل العرف فيدور معه. وعلى هذا ينبغي أن يكون الحائك كفواً للعطار بالإسكندرية، لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدّها نقصاً ألبتة، اللهم! إلا أن يقترن بها خساسة غيرها، اهـ". رد المحتار: ۲/ ۴۳۲(۱)۔

---

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۳/۸۷، ۹۰، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

"والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلايعتبر في حقهم، ولذاكان بعضهم كفؤاً لبعض .... الحرية والإسلام، فهما معتبران في حق العجم: لأنهم يفتخرون بهمادون النسب .... وأما السادس فالكفاءة في الحرفة .... لأن الناس يتفاخرون بشرف الحرف. ويتعيرون بدناء تها، وهي وإن أمكن تركهايبقي عارها .... والحائک يكون كفؤاً للعطار بالإسكندرية، لماهناک من حسن اعتبارها وعدم عدّها نقصاً ألبتة، إلاأن يقترن بها خساسة غيرها، اهـ". (البحر الرائق: ۳/ ۲۳۱، ۲۳۴، ۲۳۵، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/ ۲۹۰، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر وہاں کے عرف میں یہ شادی موجبِ عیب ونقص نہیں ہے تو لڑکی کے اولیاء کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱/۷/۸۹ھ۔

برات، برادری اور کفاءت

سوال[۵۸۴۴]: قانونِ اسلام میں برات کا کیا درجہ ہے، چونکہ بعض اہل علم بھی اس میں شریک ہوتے ہیں۔ اور اسلام میں برادری کی کیا اصل ہے؟ اچھی طرح تشریح فرمائیں، چونکہ مولانا صاحب نے فرمایا کہ قرآن پاک میں ایک آیت ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "ایک گھر جنتی ہے ایک گھر دوزخی ہے" اور حضرات علماء بھی برادریوں سے ہوتے ہیں، لہذا بیاہ شادی بھی برادری کے طریقہ پر کرتے ہیں اور برادری کے رواج کو ادا کرتے ہیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

نکاح ایک عبادت ہے اس کو سنت طریقہ پر ادا کرنا چاہئے، اس کا طریقہ یہ ہے کہ چند متعارف ومخصوص لوگوں کو بُلا کر ان کے مجمع میں ایجاب وقبول کرادیا جائے، مسجد میں ہو تو اور اچھا ہے (۱)، پھر لڑکی کو دولہا کے مکان پر پہونچادیا جائے، اگر دوسرے بستی میں پہنچانا ہو تو حفاظت کی خاطر حسبِ موقع دولہا اور دلہن کی طرف سے لوگ بھی ہمراہ ہوں تو مناسب ہے، پہلے عامۃً بیل گاڑی کا سفر ہوتا تھا اور سامانِ جہیز کے متعلق چور ڈاکوؤں کا خطرہ ہوتا تھا، اس لئے اس وقت کے مدبّرین نے تجویز کیا تھا کہ ہر گھر سے ایک آدمی ساتھ جائے تاکہ کسی گھر کے مصالح فوت نہ ہوں اور سامان وغیرہ کی حفاظت بھی ہوجائے اور سہولت سے سفر پورا ہوجائے، اس مجمع کا نام برات تھا۔

---

(۱) "لیس لنا عبادة شرعت من عهد آدم إلى الآن، ثم تستمر في الجنة إلا النكاح والإيمان .... (ويكون واجباً عند التوقان، وسنةً حال الاعتدال) .... ويندب إعلانه .... وكونه في مسجد .... وشهود عدول .... (وينعقد بإيجاب وقبول) ......(و) شرط (حضور) شاهدين (حرين) أو حر وحرتين (مكلفين سامعين قولهما معاً)". (الدر المختار: ۳/۳، ۲۱،۹ - ۲۱، كتاب النكاح، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۱۳۶، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۵۵، كتاب النكاح، رشيديه)

جب وہ لڑکی کے مکان پر آتے تھے اور شادی کے مصالح کے لئے آتے تھے تو ان کو کھانا بھی کھلایا جاتا تھا۔ مستقلاً لڑکی والے کے مکان پر کھانا لازم کرنا جیسا کہ آج کل عام دستور ہو گیا ہے، یہ ثابت نہیں کہ جس شان سے لڑکے والے کھانا کھلاتے ہیں اسی شان سے لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھایا جائے۔ اس طریقہ کو ترک کرنا چاہیے (۱)۔

نسبی حیثیت سے جدِ اعلیٰ کی اولاد برادری کہلاتی ہے اور نجات کا دارومدار اس پر نہیں ہے:

﴿وجعلناكم شعوباً وقبائل لتعارفوا، إنّ أكرمكم عندالله أتقاكم﴾ (۲)۔

جس آیت کا ترجمہ آپ نے لکھا ہے اس سے برادری مراد نہیں ہے، بلکہ مقصود اس سے یہ ہے کہ عقائد و اعمال و اخلاق کی حیثیت سے ایک گروہ جنتی ہے اور ایک گروہ جہنمی، کسی بھی برادری سے اس کا تعلق نسبی ہو، کسی نسبی برادری کو نہ جنتی فرمایا گیا نہ جہنمی، بلکہ جس برادری کا بھی عمل اہلِ جنت کے مثل ہو گا وہ جنت میں جائے گا اور جس کا عمل اہلِ جہنم کی طرح ہو گا وہ دوزخ میں جائے گا، أعاذنا الله منه (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔

---

(۱) "ومن الأعذار (المسقطة للوجوب أو الندب أن يكون في الطعام شبهة .... أو لاتليق به مجالسة أو يدعى لدفع شره ...... أو ليعاونه على باطل ونحو ذلک". (مرقاة المفاتيح: ۶/۲۵۳، كتاب النكاح، باب الوليمة، رشيديه)

"من أصر على أمر مندوب وجعله عزماً ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال". (مرقاة المفاتيح: ۲/۳۵۳، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رشيديه)

(۲) (سورة الحجرات: ۱۳)

(۳) قال الله تعالیٰ: ﴿فريق في الجنة وفريق في السعير﴾ (الشورى: ۷)

"قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "سددوا و قاربوا، فإن صاحب الجنة يُختم له بعمل أهل الجنة، وإن عمل أيّ عمل. وإن صاحب النار يُختم له بعمل أهل النار وإن عمل أيّ عمل". ثم قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ...... ثم قال باليمنى فنبذبها فقال: "فريق في الجنة" ونبذ باليسرى، وقال: "فريق في السعير". (تفسير ابن كثير: ۴/۱۰۷، سهيل اكيڈمى لاهور)

حرفت میں کفاءت

سوال[۵۸۴۵]: ایک شخص کا پیشہ درودگری کا ہے(۱) اور سہ پشت سے درودگری کے ہمراہ زراعت اور کھیتی کا کام بھی ان کی پشت میں چلا آتا ہے، قانونِ رائج میں چونکہ کمی ہیں، وہ اراضیات خرید نہیں سکتا، مگر وہ اپنے ہاتھ سے کرتا ہے۔ وہ شخص بغیر اجازتِ ولی جائز ایک عورت ردانی کو نکاح کرتا ہے جو کہ علاقۂ پنجاب میں شریف قوم سمجھی جاتی ہے اور مالک اراضیات کے اور زراعت کا کام بھی کرتے ہیں۔

اب قابلِ دریافت یہ امر ہے کہ ناکح قوم کا درودگری غیر زراعت پیشہ ہے، درودگری کا کام بھی کرتا ہے اور زراعت کا کام بھی کرتا ہے اور عورت منکوحہ ردانی قوم کی جو کہ زراعت پیشہ ہے اور اس کے اولیاء بھی زراعت کا کام کرتے ہیں، کیا ناکح بغیر رضامندیٔ ولی اس کے ساتھ نکاح کرسکتا ہے، حرفت درودگری قلبہ رانی ہے۔ بینوا توجروا۔

غلام حیدر، مدرس القرآن مظہر العلوم، واقع جامع مسجد میانوالی، پنجاب، ۲۳/ ذی الحجہ/ ۵۸ھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

صورت مسئولہ میں عورت مرد ہر دو پیشہ زراعت میں مشترک ہیں، مرد پیشۂ درودگری بھی کرتا ہے، عورت اس سے خالی ہے، پس اگر دونوں عجمی ہیں کہ کسی قبیلۂ عرب کی طرف منسوب نہیں تو بظاہر ایک دوسرے کے کفو ہیں کیونکہ عجم میں کفاءت حرفت کے اعتبار سے ملحوظ ہوتی ہے، اگر دونوں یا ایک کسی قبیلۂ عرب کی طرف منسوب ہیں تو اس کے معلوم ہونے پر حکم تحریر کیا جاسکتا ہے:

"وأما في العجم فتعتبر حريةً وإسلاماً ومالاً وحرفةً، فمثل حائك غير كفؤ لمثل خياط، الخ". درمختار ملخصاً(۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، یکم/ محرم/ ۵۹ھ۔

الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ، مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ محرم/ ۵۹ھ۔

صحیح: عبد اللطیف، ۲/ محرم/ ۵۹ھ۔

---

(۱) "درودگر: بڑھئی"۔ (نور اللغات ۳/ ۳۰، سنگ میل پبلی کیشنز، لاھور)

(۲) العبارة بأسرها: "أما في العجم فتعتبر حريةً وإسلاماً .... وحرفةً، فمثل حائك غير كفؤ مثل خياط، الخ". "قال =

گوت میں نکاح کرنا

سوال[۵۸۴۶] : ا...... یہاں کے کچھ مسلمانوں میں زمانۂ قدیم سے یہ رواج ہے کہ لڑکے لڑکی کے نکاح باپ کے خاندان یعنی گوت وقبیلہ میں نہیں کرتے، اپنے ہم گوت (۱) وخاندانی لڑکا لڑکی، بہن بھائی مانتے ہوئے نکاح کرنا بُرا وناجائز جانتے ہیں، خواہ تایا وچچازاد لڑکا حافظ قرآن ہی کیوں نہ ہو، دوسرے گوت وقبیلہ میں ناخواندہ کو اچھا وجائز سمجھ کر کرتے ہیں۔ آیا ایسی صورت میں غیر کفو میں یعنی گوت میں نکاح کرنا درست ہے یانہیں؟ جبکہ بموجب ارشاد واجب العمل والاعتقاد نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "من تشبہ بقوم، الخ" (۲) غیر گوت میں کرنا ہندووانہ رسم ہو۔

= في الملتقى وشرحه: فحائك أوحجام أو كناس أودباغ أو حلاق أو بيطار أو حداد أو صفار غير كفؤ لسائر الحِرَف كعطار أو بزاز أو صواغ .... وفي الفتح: أن الموجب هواستنقاص أهل العرف، فيدور معه. وعلى هذاينبغي أن يكون الحائك كفؤاً للعطار بالإسكندرية، لما هناك من حسن اعتبارها وعدم عدّهانقصاً ألبتة، اللهم! إلا أن يقترن بها خساسة غيرها، اهـ". (الدرالمختار مع ردالمحتار: ۸۷/۳، ۹۰، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

"والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلايعتبر في حقهم، ولذاكان بعضهم كفؤاً لبعض .... الحرية والإسلام، فهما معتبران في حق العجم؛ لأنهم يفتخرون بهما دون النسب .... وأما السادس فالكفاءة في الحرفة .... لأن الناس يتفاخرون بشرف الحِرَف، ويتعيرون بدناء تها، وهي وإن أمكن تركهايبقى عارها.......... والحائك يكون كفؤاً للعطار بالإسكندرية، لماهناك من حسن اعتبارها وعدم عدّهانقصاً ألبتة، إلاأن يقترن بها خساسة غيرها، اهـ". (البحر الرائق: ۲۳۱/۳، ۲۳۴، ۲۳۵، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۹۰/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(۱) "گوت: خاندان، گھرانا، حسب نسب، فرقہ قوم"۔ (فیروز اللغات، ص:۱۱۱۱، فیرز سنز، لاہور)

(۲) (سنن أبي داؤد: ۲۰۳/۲، كتاب اللباس، باب ماجاء في الأقبية، إمداديه ملتان)

(ومشكوة المصابيح، ص: ۳۷۵، كتاب اللباس، الفصل الأول، قديمي)

(وفيض القدير: ۵۷۴۳/۱۱، نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

گوت نہ ملنے پر داماد سے ملازموں کی طرح خدمت لینا

سوال[۵۸۴۷]: ۲...... اپنے قبیلہ وگوت کو چھوڑ کر غیر قبیلہ میں نکاح کرتے ہیں۔ یہ صورت کہ لڑکی کے بدلہ میں لڑکی بمحاورۂ دیہات ''آٹا ساٹا کرنے'' کو لازم بلکہ اَلزم سمجھ کر کرنا، اگر ایک طرف لڑکے والے کے یہاں لڑکی نہ ہو تو دس ہزار سے بیس بائیس ہزار روپے تک حسبِ عمر وحسن وجمال نقد لینا ضروری سمجھتے ہیں، یہ امر بوقتِ خطبہ ہے، بروقتِ نکاح برادری کے حسبِ دستور مہر معجّل علیحدہ ہے، جو لڑکی کا حصہ ہے۔

مہر کے علاوہ رقمِ مقررہ مذکورہ بالا بھی اگر کسی کے پاس دینے کو نہیں ہے تو آخری درجہ یہ ہے کہ لڑکے یعنی داماد کو آٹھ دس سال تک سسرال رہ کر خسر کے گھر کا کام نوکروں اور مزدوروں کی طرح کرنا ہوگا، صرف شبانہ روز کھانا اور ششماہی یا سالانہ پوشش کپڑا، اس کے علاوہ کچھ روپے نہیں دیتے۔ اگر کسی لحاظ سے رعایتاً ادھار ہو جائے تو آئندہ نسل میں لین دین کی وصولیابی بذریعۂ پنچایت ضروری ہے (بطور یاددہانی مستثنیٰ ہے جو اپنی جگہ میں ہے۔

مذکورہ بالا سے کچھ علاقہ نہیں)۔ کیا یہ مذکورہ شکلیں بیع وشراء نہیں بنتیں، جبکہ بیوہ مطلقہ کے بالعوض بھی دس بیس ہزار روپے جبراً لیا جاتا ہے؟ پنچایتیں ہوتی ہیں، وصولیابی ضروری ہے۔ کیا اس صورت میں نکاح کرنا درست ہے؟

ایسی تقریبات میں میانجی ومعلم کی شرکت

سوال[۵۸۴۸]: ۳...... جو میاں جی ومعلم ان کے یہاں رہتے ہوئے پند ونصیحت کرتے ہوں ان کی بات نہ ماننے پر بموجب قولہ سبحانہ تعالیٰ ﴿فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین﴾ (۱)، ایسی تقریبات میں شرکت اور نکاح خوانی سے اجتناب ضروری ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ مقتدا اور امام کی حیثیت سے فہم ناقص کے سبب غلطی وخامی سے متنبہ کیا جائے: ﴿إن أرید إلا الإصلاح﴾ (۲) الخ۔ امید ہے کہ جلد از جلد جواب سے نوازیں گے۔

---

(۱) (سورۃ الأنعام: ۶۸)

(۲) (سورۃ ھود: ۸۸)

الجواب حامداً ومصلیاً:

۱...... یہ رسم ورواج غلط اور غیر اسلامی ہے اس کو توڑنا واجب ہے(۱)۔ خدائے پاک کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام سمجھنا بہت بڑی جہالت ہے، مگر اس کے باوجود جو نکاح دوسرے خاندان میں شرعی طریقہ پر ہوگا اس کو ناجائز اور حرام نہیں کہا جائیگا(۲)۔ ورنہ دوسری جہالت ہوگی۔

۲...... آٹا ساٹا تو ناجائز نہیں ہے جبکہ دونوں طرف مہر مستقل ہو(۳)، لیکن اس کو لازم سمجھنا غلط ہے اور

---

(۱) "من أحدث في أمرنا هذامالیس منه فهو رد". "(مالیس منه): أی رأیاً لیس له في الکتاب أو السنة عاضد ظاهر أوخفي، ملفوظ أومستنبط (فهورد): أی مردود علی فاعله لبطلانه ..... وکلما کان کذلک فهورد بهذا العمل رد". (فیض القدیر: ۵۵۹۴/۱۱، نزار مصطفی الباز مکة المکرمة)

(وکذا في مرقاة المفاتیح: ۳۰۱/۳، کتاب الصلوة، باب الدعاء في التشهد، (رقم الحدیث: ۹۴۲)، رشیدیه)

(۲) "وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضاالولي بغیر الکفوء مع علمه بأنه کذلک اهـ .... إن الولي لوقال لها: أناراض بماتفعلین، أو زوّجي نفسک ممن تختارین ونحوه أنه یکفي، وهو ظاهر؛ لأنه فوّض الأمر إلیها، ولأنه من باب الإسقاط .... فلایثبت حق الفسخ حال وجود الرضا بعدم الکفء من وجه". (رد المحتار: ۸۶/۳، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

"هذا (أي عدم جواز النکاح في غیر الکفء) إذا کان لهاولیّ ولم یرض به قبل العقد...... وأما إذا لم یکن لهاولي، فهو صحیح نافذ مطلقاً اتفاقاً". (ردالمحتار: ۵۷/۳، کتاب النکاح، باب الولي، سعید)

(وکذافي الفتاوی العالمکیریة: ۲۹۲/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس في الأکفاء، رشیدیه)

(وکذافي البحر: ۱۹۴/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیة)

(۳) "إنما نهی عنه لخلوه عن المهر، وقد أوجبنا فیه مهر المثل، فلم یبق شغاراً. قید بالشغار؛ لأنه لوزوج بنته من رجل علی مهر مسمی علی أن یزوجه الآخر بنته علی مهر مسمی، فإن زوّجه، فلکل واحد منهماماسمی لهامن المهر". (البحر الرائق: ۲۷۳/۳، کتاب النکاح، باب المهر، رشیدیه)

(وکذافي الدر المختار مع ردالمحتار: ۱۰۶/۳، کتاب النکاح، باب المهر، مطلب: نکاح الشغار، سعید)

اَلزم سمجھنا اَغلط ہے (۱)۔ اگر بدلہ میں لڑکی نہ ملے تو روپیہ لینا رشوت ہے (۲) جو کہ حرام ہے، جس پر جہنم کی وعید ہے (۳)، پھر روپیہ نہ ہونے کی صورت میں داماد سے مزدوروں کی طرح مدتِ متعینہ تک کام لینا انتہائی تحقیر و تذلیل ہے (۴)۔ ادھار ہونے کی صورت میں آئندہ نسلوں سے وصول کرنا بڑا ظلم ہے، بیعِ حر باطل ہے (۵)، مسئولہ رواج صریح بیع تو نہیں ہے، ہاں صورۃً بیع کے مشابہ ہے اور بے شمار مفاسد پر مشتمل ہے، اجتماعی

---

(۱) "وكل جائز أدّى إلى اعتقاده ذلك، كره". (رد المحتار: ۱/۳۷۱، كتاب الصلوٰة، مطلب: يشترط العلم بدخول الوقت، سعيد)

"من أصر على أمر مندوب، وجعله عزماً، ولم يعمل بالرخصة، فقد أصاب منه الشيطان من الإضلال". (مرقاة المفاتيح: ۳/۳۱، باب الدعاء في التشهد، الفصل الأول، رشيديه)

(۲) "(أخذ أهل المرأة شيئاً عند التسليم، فللزوج أن يسترده)؛ لأنه رشوة". (الدر المختار). "أي بأن أبىٰ أن يسلمها أخوها أو نحوه حتى يأخذ شيئاً. وكذا لو أبى أن يزوجها، فللزوج الاسترداد قائماً أو هالكاً؛ لأنه رشوة". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر مطلب: أنفق على معتدة الغير: ۳/۱۵٦، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۱/۳۲۷، كتاب النكاح، الباب السابع في المهر، الفصل السادس عشر في جهاز البنت، رشيديه)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۳۲۴، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(۳) "عن عبد الله بن عمرو رضي الله تعالىٰ عنه، قال: لعن رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الراشي والمرتشي" الحديث. (سنن أبي داؤد، كتاب القضاء، باب في كراهة الرشوة: ۲/۵۰۴، دارالحديث ملتان)

(وجامع الترمذي: ۱/۲۴۸، باب ماجاء في الراشي والمرتشي، سعيد)

"الراشي والمرتشي كلاهما في النار". (فيض القدير: ۷/۳۴۲۰، نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة)

(۴) "(و) في (خدمة زوج حر) سَنةً (للإمهار) لحرة أو أمة؛ لأن فيه قلب الموضوع". (الدرالمختار). "لأن موضوع الزوجية أن تكون هي خادمةً له، لابالعكس، فإنه حرام، لمافيه من الإهانة والإذلال". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: نكاح الشغار، سعيد)

(وكذافي البحر الرائق: ۳/۲۷۳، ۲۷۴، كتاب النكاح، باب المهر، رشيديه)

(وكذا في حاشية الطحطاوي على الدرالمختار: ۲/۵۱، كتاب النكاح، باب المهر، دارالمعرفة بيروت)

(۵) "(بطل بيع ماليس بمال) ....(كالدم والميتة والحر والبيع به)". (تنوير الأبصار مع ردالمحتار =

حیثیت سے سب قوم کومل کر اس کی اصلاح لازم ہے۔

۳......میاں جی اور معلم بھی ایک درجہ کا مصلح ومقتدا ہے، اس کو بھی اصلاح کی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہے، ان کے ساتھ رل مل کر غلط اور خلافِ شرع رسم ورواج میں شرکت کرنا ان کی تقویت وتائید ہے جس کی وجہ سے وبال میں شریک شمار ہوگا اور وبال سے نہیں بچ سکے گا، وہاں کے مطابق جو تدابیر اصلاح کی مناسب ہوں اس کو اختیار کیا جائے (۱)۔ فقط واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۲۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۱/۶/۲۳ھ۔

اپنے خاندان میں نکاح نہ کرنا (گوت بچانا)

سوال[۵۸۴۹]: ایک خاندان کے لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ان کے اندر اگر آپس میں لڑکے اور لڑکی

= ۵/ ۵۱، ۵۲، کتاب البیع، باب البیع الفاسد، مطلب فی تعریف المال، سعید)

(وکذا فی فتح القدیر: ۶/ ۴۰۳، کتاب البیوع، باب بیع الفاسد، مصطفی البابی الحلبی مصر)

(وکذا فی حاشیة الطحطاوی علی الدرالمختار: ۳/ ۶۳، ۶۴، کتاب البیوع، باب البیع الفاسد، دارالمعرفة، بیروت)

(۱) "نهى الله تعالى لاتقعد مع الظالمين، وذلك عموم في النهي عن مجالسة سائر الظالمين من أهل الشرك وأهل الملة، لوقوع الاسم عليهم جميعاً. وذلك إذاكان في تقية من تغيره بيده أوبلسانه بعد قيام الحجة على الظالمين بقبح ماهم عليه، فغير جائز......... لأن النهي عام عن مجالسة الظالمين؛ لأن في مجالستهم مختار امع ترك النكير دلالةً على الرضا بفعلهم". (أحكام القرآن للجصاص: ۳/ ۲، سورة الأنعام، باب النهي عن مجالسة الظالمين، دارالكتب العربي، بيروت)

﴿فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين﴾ وهذه الآية هي المشار إليها في قوله: ﴿وقدنزل عليكم في الكتاب أن إذا سمعتم ايات الله يكفر بها......... إنكم إذاً مثلهم﴾ الآية، إنكم إذا جلستم معهم وأقررتموهم على ذلك فقد ساويتموهم فيماهم فيه، وقوله: ﴿وماعلى الذين يتقون من حسابهم من شئي﴾: أي إذا تجنبوهم فلم يجلسوا معهم في ذلك، فقد برؤا من عهدتهم وتخلصوا من إثمهم".

(تفسير ابن كثير: ۲/ ۱۴۴، سورة الأنعام، الجزء: ۷، سهيل اكيڈمی لاهور)

کا رشتہ کرتے ہیں تو وہ راس نہیں آتا ہے اور یہ عمل پہلے سے چلا آرہا ہے، اس کی وجہ سے سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، بعض وقت باہر سے لڑکیاں اپنے خاندان کے لڑکوں کے لیے نہیں ملتیں، اگر ملتی ہیں تو دوسرے خاندان کی لڑکیاں اس خاندان کے موافق تربیت یافتہ نہیں ہوتیں، جس کی وجہ سے اختلافات جھگڑے اکثر ہوتے ہیں، اورلڑکے اورلڑکیاں دوسرے خاندان میں جانانہیں چاہتی ہیں، لیکن والدین مجبوراً شادیاں کردیتے ہیں۔

اسی طرح لڑکیوں کا حال ہے کہ ان کی شادی دوسری جگہ کرنے میں وہ کیونکہ راضی نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے شریف لڑکیاں اس قلبی تکلیف کو تمام عمر کے لئے برداشت کرنے کے لئے تیار ہوجاتی ہیں اور جس کی وجہ سے ان کی زندگی مایوس کن اور زندگی کی تمام تمناؤں کا خون پہلے ہی ہوجاتا ہے، مگر عقیدہ یہی ہے کہ اپنے رشتے راس نہیں آتے۔ اگر اس بارے میں خاندان کے بزرگوں سے دلیل پوچھی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ چند واقعات مثلاً یہ کہ فلاں رشتہ ہوتے ہی فلاں تکلیف اس گھر کے اندر شروع ہوگئی، فلاں رشتہ سے فلاں جھگڑا شروع ہوا، ان کے دو جوڑے میں لڑکیاں ہی پیدا ہوئیں، یا فلاں آدمی کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔

اس قسم کے واقعات کو پیش کرکے دلیل بتاتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ کسی بزرگ نے ہمارے خاندان کو بددعاء دی تھی جس کی وجہ سے رشتے راس نہیں آتے، جس کی وجہ سے خاندان میں مزید یقین بڑھ گیا اور اب تو اس کے خلاف کوئی بھی تعلیم نہیں کرتا ہے۔

چنانچہ ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا رشتہ ایسے لڑکے سے کردیا کہ لڑکی سخت مجبور ہے اور گوارہ کررہی ہے، اسی طرح خاندان میں پڑھا لکھا لڑکا بھی راضی ہے، لیکن والدین اسی وجہ سے راضی نہیں ہیں۔ آپ فرمائیں کہ ایسا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ اور رکھنے والے کے متعلق کیا حکم ہے، اس پر عمل کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ اوہام تعلیماتِ اسلام کے خلاف ہیں، ان کو ترک کرنا واجب ہے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی اپنے ہی خاندان میں کی ہے (۱) اور تمام امتِ مسلمہ کا

---

(۱) "عن عمران بن حصين رضي الله تعالىٰ عنه أن النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال: "إن علياً مني وأنا منه): أي في النسب" الخ .... "وعن بريدة رضي الله تعالىٰ عنه قال: "خطب أبوبكر وعمر =

تعامل بھی یہی چلا آرہا ہے، لیکن ہندوستان کی بعض اقوام نے قبولِ اسلام کے بعد بھی اپنی خاندانی گزشتہ رسوم کو جہالت کی بناء پر باقی رکھا، ان میں سے یہ بھی ایک چیز ہے۔ مسلمانوں کے لیے کسی رملی وغیرہ کا قول ہرگز قابلِ التفات نہیں، وہ اپنی اس جہالت سے توبہ کریں۔ دینی کسی منفعت کے فوت ہوجانے پر ایسی بددعا دینا جس کا پشتہا پشت تک اثر باقی رہے اور سنت پر عمل کرنے سے خاندان کے خاندان محروم ہوجائیں، بزرگوں کی شان نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر خاندان میں جائز ومسنون طریقہ پر شادی کرنا شروع کریں، راس آنے نہ آنے کا فکر نہ کریں۔ موت ومرض ونقصان سب کچھ پہلے سے مقدر میں لکھا ہوا ہے وہ ہوکر رہے گا (۱)، لڑکا اور لڑکی بالغ ہوکر اپنا نکاح مہرمثل پر اپنے خاندان میں گواہوں کے سامنے خود کرلیں تب بھی درست ہے (۲)، ان کی مرضی کے خلاف غیرخاندان میں زبردستی ان کا نکاح کرنا بڑا ظلم ہے (۳)، خاص کر غیرکفو میں جس سے

= رضی اللہ تعالیٰ عنہما– فاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: "إنها صغيرة". ثم خطبها عليّ، فزوجها منه". (مرقاة المفاتيح: ۱۰/ ۴۲۱، ۴۲۲، كتاب المناقب والفضائل، باب مناقب علي بن أبي طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، الفصل الثاني والثالث، رشيديه)

(وسنن النسائي: ۲/ ۶۹، كتاب النكاح، تزوج المرأة مثلها في السن، قديمي)

(۱) قال اللہ تعالیٰ: ﴿وكان أمر الله قدراً مقدوراً﴾ (سورة الأحزاب: ۳۸)

(۲) "(نفذ نكاح حرة مكلفة بلاولي)؛ لأنها تصرفت في خالص حقها، وهي من أهله، لكونها عاقلةً بالغةً .... وروى الحسن: إن كان الزوج كفوًا، نفذ نكاحها". (البحرالرائق: ۳/ ۱۹۲، ۱۹۴، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في الهداية: ۲/ ۳۱۱، كتاب النكاح، باب في الأولياء، شركة علمية ملتان)

(وكذا في الدرالمختار: ۳/ ۵۵، ۵۶، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(۳) "(ولا تجبر البالغة البكر على النكاح) لانقطاع الولاية بالبلوغ". (الدرالمختار: ۳/ ۵۸، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/ ۱۹۲، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(وكذا في الهدايه: ۲/ ۱۹۴، كتاب النكاح، باب في الأولياء والأكفاء، شركة علمية)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۸۷، كتاب النكاح، الباب الرابع في الأولياء، رشيديه)

بسااوقات پوری زندگی برباد ہوتی ہے اور مصالحِ نکاح حاصل نہیں ہوتے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، یکم/محرم الحرام/۸۹ھ۔

باپ کا اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کرنا

سوال[۵۸۵۰]: نحمده ونصلي على رسوله الكريم! ایک شخص مسمّی زید اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں کرتا ہے محض لالچِ دنیوی پر، ان سے مال لینا چاہتا ہے، لڑکی کی صلاح کی بابت کچھ نہیں اور اس کے نشیب وفراز کی طرف خیال نہیں کرتا۔ اب لڑکی بعد بلوغیت اس نکاح اپنے والد کے کئے ہوئے سے متنفر ہے اور اپنے کفو میں خیال رکھتی ہے۔ ازدریں صورت علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اگر باپ سئی الاخلاق ہونے کے ساتھ مشہور ہے، مثلاً لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ بہت کم عقل اور بیوقوف ہے کہ اپنے نفع ونقصان کو نہیں سوچتا، یا اس قدر لالچی ہے کہ روپیہ کے مقابلہ میں عزت کی بھی پرواہ نہیں کرتا، پھر اس نے اس بات کو جانتے ہوئے نکاح کیا ہے کہ یہ غیر کفو ہے تو ایسی صورت میں لڑکی کو اختیار حاصل ہے (۱) کہ حاکمِ مسلم کے ذریعے سے اس نکاح کو فسخ کرادے (۲)۔ اگر باپ کا سئی الاخلاق، سئی الاختیار

---

(۱) "حتیٰ لو عرف من الأب سوء الاختيار لسفهه أو لطمعه، لايجوز عقده.........ثم اعلم أن مامر عن النوازل: أن النكاح باطل، معناه أنه سيبطل كمافي الذخيرة؛ لأن المسألة مفروضة فيما إذا لم ترض البنت بعد ماكبرت". (ردالمحتار: ۳/۶۶، ۶۷، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"وقيده الشارحون وغيرهم بأن لايكون معروفاً بسوء الاختيار، حتى لو كان معروفاً بذلك مجانةً وفسقاً، فالعقد باطل، الخ ....وفي الظهيرية: يفرق بينهما، ولم يقل: إنه باطل، وهو الحق. ولذا قال في الذخيرة في قولهم: فالنكاح باطل: أي يبطل". (البحر الرائق). "(قوله: إن النكاح باطل) لايخفى أن قولهم: "النكاح باطل" إنما هو بعد ردها، وذلك لايفيد بطلانه من أصله ....وقد رأيته كذلك في الخانية، والذخيرة، والولوالجية والتجنيس، والبزازية، فكلهم ذكروا البطلان بعد الرد". (البحر الرائق مع منحة الخالق: ۳/۲۳۷، ۲۳۸، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(۲) "ويشترط فيه (أي في خيار البلوغ) القضاء، بخلاف خيار العتق". (الفتاوى العالمكيرية، كتاب النكاح =

ہونا مشہور نہیں تو پھر نکاح درست ولازم ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ باپ کے ذہن میں لڑکی کی کوئی ایسی مصلحت ہو جو اس کفاءت سے بڑھ کر ہو، هکذا فی رد المحتار (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ۔

بالغہ کو بہکا کر لے جا کر اس سے نکاح کرنا

سوال[۵۸۵۱]: آج کل پنجاب میں یہ مرض عام پھیل گیا ہے کہ عموماً کنواری لڑکیاں محض فساق سے خفیہ ناجائز تعلقات پیدا کر لیتی ہیں، کئی دنوں کے بعد وہ فساق ان کو والدین کے گھر سے کوئی موقع پا کر لے بھاگتے ہیں، اور کسی اَور علاقہ میں جا کے نکاح کر لیتے ہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک باکرہ (بالغہ) کا نکاح بغیر اجازتِ ولی جائز ہے جس سے فساق نے ناجائز نفع اٹھانا شروع کر دیا ہے جس کی وجہ سے فساد برپا ہو رہا ہے۔ کیا آج کل انسدادِ فتنہ کے واسطے امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول عدمِ جوازِ نکاحِ باکرہ بغیر رضائے ولی پر فتویٰ نہیں دیا جا سکتا، اور اس پر عمل جائز نہیں، جبکہ دیگر ائمہ بھی امام شافعی کے متفق ہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً:

اس مرض کا علاج یہ نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے مذہب کو ترک کر دیا جائے، بلکہ یہ ہے

= الباب الرابع في الأولياء: ۱/۲۸۵، رشيديه)

(وكذا في الدر المختار مع ردالمحتار: ۳/۱۷۸، كتاب النكاح، باب نكاح الرقيق، مطلب في حكم إسقاط الحمل، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق: ۳/۲۱۱، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۱) "ولزم النكاح إن كان الولي أباً أوجداً لم يُعرف منهما سوء الاختيار، وإن عرف لايصح". (ردالمحتار: ۳/۶۷، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"(ولو زوج طفله من غير كفء أو بغبن فاحش، صح، ولم يجز ذلك لغير الأب والجد) ..... وأطلق في الأب والجد، وقيده الشارحون وغيرهم بأن لايكون معروفاً بسوء الاختيار ..... إذا كان عالماً بأنه ليس بكفء، علم أنه تأمل غاية التأمل وعرف هذا العقد مصلحة في حقها". (البحر الرائق: ۳/۲۳۷، ۲۳۸، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(وكذا في الفتاوى العالمكيرية: ۱/۲۹۱، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(کہ) بعد بلوغ لڑکیوں کی شادی میں اپنے رواج، یا قومی مصالح، یا ذاتی منافع کی بناء پر تاخیر نہ کی جائے، نیز شادی سے قبل لڑکی سے استیذان کیا جاوے تاکہ اس کی رضا وعدم رضا کا بھی اندازہ ہوجائے۔ یہ علاج مذہبِ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے موافق اور احادیث سے ثابت ہے، دیگر ائمہ بھی اسی میں متفق ہیں۔ جبکہ متفق علیہ اور مسنون طریقہ موجود ہے پھر مذہب کو چھوڑنے کی اجازت کیسے ہوسکتی ہے (۱)، دوسرے امام کے قول پر فتویٰ دینا اس مسئلہ میں درست نہیں (۲)۔

نوٹ: اگر بالغہ لڑکی غیر کفو میں اپنا نکاح خود کرے تو امام صاحبؒ کے ایک قول کے مطابق اس کا نکاح ہی درست نہیں ہوتا، اور یہی قول مفتی بہ بھی ہے (۳)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح: سعید احمد، عبد اللطیف، ۲۶/۱۱/۱۳۶۲ھ۔

---

(۱) "وعن عمر بن الخطاب وأنس بن مالك رضي الله تعالىٰ عنهم عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: "في التوراة مكتوبٌ: من بلغت ابنته اثنتي عشرة سنةً، ولم يزوجها، فأصابت إثماً، فإثم ذلك عليه".
(مشكوة المصابيح، كتاب النكاح، باب الولي في النكاح، الفصل الثالث، ص: ۲۷۱، قديمي)

"وقال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "ولا تنكح البكر حتى تستأذن". (مشكوة المصابيح، المصدر السابق، الفصل الأول، ص: ۲۷۰، قديمي)

"(قوله: وهو السنة) بأن قال لها: فلان يخطب أو يذكرك فسكتت، وإن زوجها بغير استيمار، فقد أخطأ السنة، وتوقف على رضاها". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۸/۳، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱۹۹/۳، رشيديه)

(۲) "وفي الفتح: قالوا: المنتقل من مذهب إلى مذهب باجتهاد وبرهان اثم يستوجب التعزير. فبلا اجتهاد وبرهان أولى". (الحموي شرح الأشباه، كتاب الحدود والتعزير، الفن الثاني، الفوائد: ۱۷۱/۳، إدارة القران كراچي)

(وكذا في ردالمحتار، كتاب الحدود، باب التعزير، مطلب فيما إذا ارتحل إلى غير مذهبه: ۸۰/۴، سعيد)

(۳) "(ويفتى) في غير الكفء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوى ... (لفساد الزمان)".
(الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۶/۳، ۵۷، سعيد)

(وكذا في الهداية، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳۱۴/۲، شركة علمية)

(وكذا في ملتقى الأبحر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۴۸۸/۱-۴۹۰، غفارية)

بالغہ لڑکی کا نکاح غیر کفو میں

سوال [۵۸۵۲]: ایک لڑکی آگرہ ہوسٹل میں نرس کی ٹریننگ کررہی تھی، دوران ٹریننگ ایک لڑکا ملا جس نے اپنے آپ کو سی آئی ڈی انسپکٹر بتایا، ذات سیّد بتائی اور بغیر شادی شدہ بتایا، لڑکی بھی سیّد کی تھی، پھر اسی دوران نکاح ہوگیا، آگرہ میں لڑکی کے والدین کو کوئی اطلاع نہیں۔ پھر لڑکی کا کہنا ہے کہ مجھے وکیل گواہ بھی معلوم نہیں کہ کون بنا، صرف ایک جگہ دستخط کرائے گئے، نکاح لڑکے نے کسی غیر آدمی کے گھر پر کرایا۔ لڑکا میرٹھ کا رہنے والا ہے۔

جب لڑکی چھٹی لیکر لڑکے کے گھر پر آئی تب لڑکی کو سب حقیقت معلوم ہوئی کہ دھوکہ ہوا ہے، لڑکا بلیک کا کام کرتا ہے، ذات جولاہا، شادی شدہ ہے، دو بیویاں ہیں: ایک چھوڑ رکھی ہے، ایک گھر پر موجود ہے۔ پھر لڑکی لڑکے کو چھوڑ کر مظفر نگر اپنے باپ کے پاس آئی، پھر لڑکا مظفر نگر آیا اور لڑکی کے والدین سے کہا کہ لڑکی میرے نکاح میں ہے، میرے ساتھ شادی ہوئی ہے۔ لڑکی کے والدین نے کہا کہ بغیر ہماری اجازت نکاح کیسے ہوا؟ وکیل کون بنا؟ نکاح کا کاغذ دکھاؤ، ہم تصدیق کریں گے کہ کس نے بغیر ہماری اجازت کے نکاح پڑھایا ہے؟ ابھی تک کاغذ نہیں دکھایا گیا۔ ایسا دھوکہ دے کر بغیر ماں باپ کی اجازت کے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ دوسرا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

سیّد کی لڑکی کا جولاہا کفو نہیں (۱)، بالغہ لڑکی غیر کفو میں نکاح کرے تو بغیر ولی کی اجازت کے مفتیٰ بہ قول

---

(۱) "(و) أما في العجم فتعتبر (حريةً وإسلاماً)". (الدرالمختار). "المراد بهم من لم ينتسب إلى إحدى قبائل العرب، ويسمون الموالي والعتقاء، وعامة أهل الأمصار والقرى في زماننا منهم، سواء تكلموا بالعربية أو غيرها، إلا مَن كان له منهم نسب معروف". (ردالمحتار: ۸۷/۳، كتاب النكاح، باب في الكفاءة، سعيد)

(وكذا في الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۹۰/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق: ۲۳۱/۳، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

"(العجمي لايكون كفئاً للعربية)". (الدرالمختار: ۹۲/۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد) =

پر منعقد نہیں ہوتا، لہٰذا یہ نکاح شرعاً منعقد نہیں ہوا (۱)، طلاق کی بھی ضرورت نہیں، کسی مناسب جگہ لڑکی کا نکاح کردیا جائے (۲)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۲/۱۰/۹۴ھ۔

لڑکی اور ولی کی رضامندی سے غیر کفو میں نکاح ہوا تو برادری کو ترکِ تعلق کا حق نہیں

سوال [۵۸۵۳]: زید ایک دیندار اور مالدار شخص ہے، اس نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنی اور لڑکی کی رضامندی سے غیر کفو میں کردیا، لڑکا جس سے نکاح کیا وہ بھی دیندار باحیثیت ہے۔ تو کیا غیر کفو میں نکاح کردینے سے زید کی برادری کو یہ حق ہے کہ وہ زید سے ترکِ تعلقات کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کفاءت لڑکی اور اس کے ولی کا حق ہے (۳)، جب دونوں اپنے اس حق کو ختم کرنے پر رضامند ہوں تو

= (وکذا في البحر الرائق: ۳/۲۳۰، کتاب النکاح، فصل في الکفاءۃ، رشیدیہ)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۲۹۰، کتاب النکاح، الباب الخامس، رشیدیہ)

(۱) قال العلامۃ الحصکفي: "(ویفتی) في غیر الکفوء (بعدم جوازہ أصلاً) وھو المختار للفتوی (لفساد الزمان)". (الدرالمختار). "أما علی روایۃ الحسن المختارۃ للفتوی من أنہ لایصح". (ردالمحتار، باب الولي: ۳/۵۶، ۵۷، سعید)

"فالمختار للفتوی روایۃ الحسن أنہ لایصح العقد". (ردالمحتار: کتاب النکاح، باب الکفاءۃ: ۳/۸۴، ۹۴، سعید)

(وکذا في الفتاوی العالمکیریۃ: ۱/۲۹۲، کتاب النکاح، الباب الخامس في الأکفاء، رشیدیہ)

(وکذا في البحر الرائق: ۳/۱۹۴، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیہ)

(۲) "فلایتحقق الطلاق في النکاح الفاسد (ففي الباطل بالطریق الأولی)". (ردالمحتار: ۳/۲۸۴، سعید)

"وقدمر قبلہ أن (محلہ المنکوحۃ): أي ولو معتدۃً عن طلاق رجعي، الخ ...... بخلاف عدۃ الفسخ بحرمۃ مؤبدۃ ......أوغیر مؤبدۃ کالفسخ بخیار ... .عدم کفاءۃ ...... فلایقع الطلاق فیھا". (رد المحتار: ۳/۲۲۷، کتاب الطلاق، مطلب: طلاق الدور، ۳/۲۳۰، سعید)

(۳) "وظاھر قولہ: کحق الکفاءۃ، الاتفاق علی أنہ حق لکل منھما". (ردالمحتار: ۳/۸۵، کتاب النکاح =

برادری کو ترکِ تعلقات کرنے کا حق نہیں، بلکہ یہ ترکِ تعلق کی سزا غلط ہے، ظلم ہے(۱)۔ مسئلہ کی تفصیل کتبِ فقہ بحر(۲) عالمگیری(۳) خانیہ(۴) ردالمحتار(۵) وغیرہ میں ہے۔ لڑکے میں بعض دفعہ ایسا جوہر ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے حقِ کفاءت کو ختم کردینا لڑکی کے حق میں انفع ہوتا ہے(۶)، اس کے نظائر سلفِ صالحین میں موجود ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۱۰/۱۳۹۷ھ۔

کفاءت زائل ہوجانے کے بعد نکاح کا فسخ کرنا

سوال[۵۸۵۴]: ایک عالم فاضل اجل کی دختر صغیرہ کا نکاح ہوا ایک صغیر السن لڑکے سے جو اچھے

= النکاح، باب الکفاءۃ، سعید)

(۱) "عن أبي أيوب الأنصاري رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "لايحل للرجل أن يهجر أخاه فوق ثلاث ليال". الحديث. (مرقاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح: ۷۵۸/۸، باب ماينهى عنه من التهاجر والتقاطع، رشيديه)

(۲) "وإن زوجها الأولياء برضاها، ولم يعلموا أنه عبد أو حر، ثم علموا، لاخيار لأحدهم". (البحر الرائق: ۲۲۵/۳، الكتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

(۳) "وإن كان الأولياء هُمُ الذين باشروا عقد النكاح برضاها، ولم يعلموا أنه كفء أو غير كفء، فلاخيار لواحد منهما". (الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۹۳/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس، رشيديه)

(۴) (فتاوىٰ قاضي خان على هامش الهندية: ۳۵۳/۱، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(۵) (رد المحتار: ۸۵/۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

(۶) "(أنه لِوُفُور شفقته بالأبوة لايزوّج بنته من غير كفء أو بغبن فاحش، إلا لمصلحةٍ تزيد على هذا الضرر كعلمه بحسن العشرة معها وقلة الأذى ونحو ذلك". (رد المحتار: ۶۷/۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۹۱/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق: ۲۳۷/۳، ۲۳۸، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيدية)

حال وذات کا تھا اور جس میں امید تھی کہ یہ علم پڑھے گا اور صالح ہوگا اور فسق وفجور سے مجتنب رہے گا، مگر سنِ شعور سے لیکر اب تک چوبیس، پچیس سال کی عمر کو پہونچ چکا ہے، فسق وفجور میں رہا، ترکِ صلوۃ عمداً، حقہ نوشی، دنگل وتماشابینی وغیرہ میں منہمک ہے۔ کیا شرعاً ایسے نکاح کے متعلق تنسیخ وفسخ کی صورت ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

بوقتِ نکاح لڑکا صغیر السن تھا، عیوبِ مذکورہ اس وقت تو موجود نہیں تھے، بلکہ بعد میں پیدا ہوئے ہیں، پس ایسے عیوبِ مذکورہ کی بناء پر شوہر فاسق وفاجر تو ہوگیا جس سے کفاءت زائل ہوگئی، مگر اس کفائت کے زائل ہونے سے فسخ نکاح کا اختیار نہیں، کیونکہ کفائت بوقتِ نکاح معتبر ہے بعد میں زائل ہونے سے کچھ نہیں ہوتا، اگر بوقتِ نکاح فسق وفجور لڑکے میں موجود ہوتا تو وہ کفو نہیں تھا اور خیارِ کفاءت حاصل ہوتا اب حاصل نہیں:

”والكفاءة اعتبارها عند ابتداء العقد، فلا يضرّ زوالها بعده، فلو كان وقته كفواً ثم فجر، لم يفسخ، الخ“. درمختار۔ ”(قوله: ثم فجر) الأولى أن يقول: ثم زالت كفاء ته؛ لأن الفجور يقابل الديانة، وهي إحدى مايعتبر في الكفاءة، الخ“. رد المحتار: ۴۹۸/۲ باب الكفاءة (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور، ۵۹/۱۰/۳ھ۔

لڑکی کا نکاح غیر برادری میں

سوال[۵۸۵۵]: ۱......زید چھپائی کا کام کرنے والے چھپا برادری سے تعلق رکھتا ہے، یہ برادری عموماً شادی بیاہ رشتہ داری برادری کے لوگوں ہی تک محدود رکھتا ہے، مگر اس کے علاوہ بھی خاص مثالیں موجود ہیں۔ زید کی ایک لڑکی بیوہ مطلقہ ہے، زید نے اپنی برادری میں دو سال تک بڑی سرگرمی کے ساتھ اس کے لیے رشتہ کی تلاش کی مگر ناکامی ہونے پر ایک دوسری برادری کے مفتی، پرہیز گار، عالم دین لڑکے کے ساتھ رشتہ کرنے کی بات سوچی، چند احباب سے مشورہ وذکر کیا، حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب نے بھی معاملات کی

(۱) (الدر المختار مع رد المحتار: ۹۲/۳، کتاب النکاح، باب الکفاء، سعید)

(وکذا فی الفتاوی العالمکیریة: ۲۹۱/۱، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الأكفاء، رشیدیه)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲۲۸/۳، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیه)

نزاکت کو سمجھتے ہوئے اجازت دے دی۔ مگر ابھی رشتہ پختہ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ برادری کے چند لوگوں نے شدید رخنہ اندازی اور فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی، انہوں نے سرراہ زید کی لڑکی اور ہونے والے داماد اور اس کی برادری کی تحقیر اور تضحیک کرنا شروع کر دیا، اور جب بھی انہیں یہ بتلایا گیا کہ شریعت نے دوسری برادری میں نکاح کرنے سے منع نہیں کیا ہے، تو کھل کر گالیوں اور بدتمیزی کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس پر بھی بس نہیں کیا گیا اور ایک تحریر جمعیت چھپائی کے نام لکھی گئی جس پر لوگوں کو ورغلا کر اس بات کے انفرادی دستخط کرائے گئے کہ یہ شادی غلط ہو رہی ہے اسے روکنا ضروری ہے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر اگر زید اپنی لڑکی کا نکاح دوسری برادری کے لڑکے سے کر دے تو یہ فعل جائز ہوگا یا ناجائز؟

۲..... برادری میں رشتہ نہ ملنے پر لڑکی کا نکاح دوسری برادری کے اور دیندار شخص سے محض برادری کے اختلاف کی وجہ سے نہ کرنے دینا اور لڑکی کو مجبوراً بیٹھائے رکھنے پر مجبور کرنا شرعاً کیسا ہے؟

۳..... برادری کے غیر متعلق اشخاص کا اس رشتہ کے بارے میں دوسرے لوگوں کو مخالفت پر ابھارنا اس فعل کو ناجائز اور غلط بتلانا، ورغلا کر تحریر میں دستخط کروانا اور جو لوگ ان کا ساتھ نہ دیں، انہیں گالیوں سے نوازنا اور برادری سے خارج کر دینے کی دھمکی دینا، زید اور زید کی لڑکی اور ہونے والے رشتہ دار اور اس کی برادری کی تحقیر و تضحیک کرنا شریعت کی نگاہ میں کیسا ہے؟

۴..... مندرجہ بالا حرکتیں شرعاً کس زمرہ میں آتی ہیں؟ کیا ایسے لوگوں کو نماز میں امامت کیلئے کھڑا کیا جا سکتا ہے؟ کیا ان لوگوں کے پیچھے پڑھی گئی نماز درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً:

۱..... لڑکی بھی رضامند ہو، لڑکی کا والد بھی رضامند ہو تو مصلحت کے پیش نظر اس میں مضائقہ نہیں، بلکہ جائز اور درست ہے(۱)۔

---

(۱) "وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكفء مع علمه بأنه كذلك، اهـ".
(ردالمحتار: ۳/۵۷، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

"هذا (أي عدم جواز نكاحها في غير الكفء) إذا كان لها ولي، فإن لم يكن صح النكاح اتفاقاً". (الفتاوى العالمكيرية: ۱/ ۲۹۲، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه) =

۲...... یہ ظلم ہے، اس میں مفاسد ہیں (۱)۔

۳...... یہ غلط کام ہے، غلط کام کی اعانت ہے شرعاً جائز نہیں، اس کا انجام دنیا وآخرت میں بُرا ہے (۲)۔

۴...... مقتدی بھی ایسے ہی ہوں، امام بھی ایسے ہی ہوں تو پھر کیا پوچھنا؟ اللہ تعالیٰ سب کو صحیح راستہ پر چلائے، غلط راستہ سے بچائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۱۳۹۶ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۳/۶/۱۳۹۶ھ۔

نداف کی لڑکی کو پٹھان لیکر بھاگ گیا، ان کا نکاح

سوال[۵۸۵۲]: رشید احمد نداف کی لڑکی شفیعہ بیگم بالغہ کو سلیمان خان پٹھان لیکر بھاگ گیا اور کہیں جاکر شفیعہ بیگم کی مرضی سے سلیمان خان نے نکاح کرلیا بغیر والدین کی مرضی کے، اور ایک ماہ کے بعد رشید احمد نے بذریعۂ پولیس لڑکی کو گرفتار کرا کرا اپنی ضمانت پر لے کر اپنے گھر لے آیا۔ بہت آدمی کہتے ہیں کہ نداف (۳) کی لڑکی کا نکاح سلیمان سے جائز نہیں ہوا، کیونکہ غیر برادری ہے اور بغیر ولی کی اجازت نکاح ہوا، غیر برادری ہونے کی وجہ سے نکاح جائز نہیں، اس وقت عدالت میں مقدمہ چل رہا ہے، سلیمان بھی ضمانت پر ہے اور طلاق دینے کو تیار نہیں۔ ان حالات میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

ہندوستانی نسلوں میں نسب کے اعتبار سے کفاءت معتبر نہیں (۴)، لہذا اس نکاح کو غیر معتبر قرار دینے

= (وکذا في البحر الرائق: ۱۹۴/۳، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

(وکذا في رد المحتار: ۵۷/۳، کتاب النکاح، باب الولي، سعید)

(۱) قال الله تعالیٰ: ﴿وإذا طلقتم النساء فبلغن أجلهن، فلا تعضلوهن أن ینکحن أزواجهن إذا تراضوا بینهم بالمعروف﴾ الآیة (سورة البقرة: ۲۳۲)

(۲) قال الله تعالیٰ: ﴿ولاتعاونوا علی الإثم والعدوان، واتقوا الله، إن الله شدید العقاب﴾ (المائدة: ۲)

(۳) "نداف: روئی دھنکنے والا، دھنیا"۔ (فیروز اللغات، ص: ۱۳۵۴، فیروز سنز، لاهور)

(۴) " والحاصل أن النسب المعتبر هنا خاص بالعرب، وأما العجم فلا یعتبر في حقهم، ولذا کان بعضهم=

یا فسخ کرانے کے لئے یہ وجہ کافی نہیں، لیکن اگر لڑکی کا والد بہت صالح اور متبعِ سنت ہے اور جو پٹھان اس لڑکی کو بھگا کر لے گیا وہ آوارہ، بدچلن، فواحش میں مبتلا ہے، اور اس کی یہ بدچلنی مشہور و معروف ہے اور اس نکاح سے لڑکی کے خاندان کو عار لاحق ہوتی ہے (۱) اور لڑکی نے بغیر والد سے مشورہ کئے یہ نکاح بہت ہی غلط طریقہ پر بھاگ کر کیا ہے، اور والد اس کو منظور کرنے کے لئے تیار نہیں ہے تو یہ نکاح صحیح نہیں ہوا (۲)، طلاق کی بھی

= كفؤاً لبعض". (البحر الرائق: ۲۳۱/۳، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(وكذافي ردالمحتار: ۸۷/۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

"والموالي وهم غير العرب .... بعضهم أكفاء لبعض .... لأنهم يتفاخرون بهما (أي الحرية والإسلام) دون النسب". (الفتاوى العالمكيرية: ۲۹۰/۱، ۲۹۱، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(۱) "(و) تعتبر في العرب والعجم (ديانة): أي تقوى، فليس فاسق كفؤاً لصالحة أو فاسقة بنت صالح، معلناً كان أولا، على الظاهر". (الدرالمختار).

"والظاهر أن الصلاح منها أومن آبائها كاف لعدم كون الفاسق كفؤاً لها .... إذا كانت فاسقةً بنت صالح، لايكون الفاسق كفؤاً لها؛ لأن العبرة لصلاح الأب، فلايعتبر فسقها، ويؤيده أن الكفاءة حق الأولياء إذا أسقطتها هي؛ لأن الصالح يعير بمصاهرة الفاسق .... و (قوله: بنت صالح) نعت لكل من قوله: صالحة وفاسقة، وأفرده للعطف "بأو" فرجع إلى أن المعتبر صلاح الأباء فقط". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۸۹/۳، سعيد)

(وكذا في البحرالرائق: ۲۳۳/۳، كتاب النكاح، فصل في الكفاءة، رشيديه)

(۲) قال العلامة الحصكفيؒ: "(ويفتى) في غير الكفوء (بعدم جوازه أصلاً) وهو المختار للفتوى (لفسادالزمان)". (الدرالمختار). "أما على رواية الحسن المختارة للفتوى من أنه لايصح". (ردالمحتار، باب الولي: ۵۶/۳، ۵۷، سعيد)

"فالمختار للفتوى رواية الحسن أنه لايصح العقد". (ردالمحتار: كتاب النكاح، باب الكفاءة: ۸۴/۳، ۹۴، سعيد)

(وكذافي الفتاوى العالمكيرية: ۲۹۲/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق: ۱۹۴/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيديه)

ضرورت نہیں (۱)، لڑکی کو جب ایک حیض آجائے (۲) تو اس کی اجازت سے دوسری جگہ نکاح کردینا درست ہوگا (۳)، البتہ قانونی تحفظ پہلے کرلیا جائے۔ اور احوط یہی ہے کہ اس نکاح کو باقاعدہ عدالتِ مسلمہ سے فسخ کرالیا جائے (۴)۔ لیکن اگر وہ شخص جس سے لڑکی نے نکاح کرلیا ہے ایسا باوجاہت ہے کہ اس سے نکاح کرنا باعثِ عار شمار نہیں ہوتا تو یہ نکاح درست ہوگیا اور اس کو فسخ کرانے کا اختیار نہیں (۵)۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۳/ ۷/ ۸۹ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند، ۱۴/ ۷/ ۸۹ھ۔

---

(۱) "فلایتحقق الطلاق فی النکاح الفاسد (ففی الباطل بالطریق الأولیٰ)". (ردالمحتار: ۳/۴۸۴، سعید)

"وقدمر قبله أن (محله المنکوحة): أی ولو معتدةً عن طلاق رجعی الخ .... بخلاف عدة الفسخ بحرمة مؤبدة .... أوغیر مؤبدة کالفسخ بخیار .... عدم کفاءة .... فلایقع الطلاق فیها". (رد المحتار: ۳/۲۲۷، کتاب الطلاق، ومطلب طلاق الدور، ۳/۲۳۰، سعید)

(۲) "(وعدة .... الموطوءة بشبهة الحیض للموت وغیره): أی کفرقة أو متارکة؛ لأن عدة هولاء لتعرف براءة الرحم وهو بالحیض". (الدرالمختار). "أی لأجل أن یعرف أن الرحم غیر مشغول، لالقضاء حق النکاح، إذ النکاح صحیح والحیض هو المعرف". (ردالمحتار: ۳/۵۱۷، ۵۱۸، کتاب الطلاق، مطلب فی النکاح الفاسد والباطل، سعید)

(۳) "إذا زوج الثیب فرضیت بقلبها، ولم تظهر الرضا بلسانها، کان لها أن ترد؛ لأن المعتبر الرضاباللسان أو الفعل الذی یدل علی الرضا". (رد المحتار: ۳/۶۲، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(۴) "ولایکون التفریق بذلک إلاعند القاضی، أما بدون فسخ القاضی فلاینفسخ النکاح بینهما، وتکون هذه الفرقة بغیر طلاق". (الفتاویٰ العالمکیریة: ۱/۲۹۲، کتاب النکاح، الباب الخامس فی الکفاءة، رشیدیه)

(وکذا فی فتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة: ۱/۳۵۱، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیه)

(۵) "نفذ نکاح حرة مکلفة بلاولی .... روی الحسن: إن کان الزوج کفئاً نفذ نکاحها، وإلا فلم ینعقد أصلاً". (البحر الرائق: ۳/۱۹۴، کتاب النکاح، باب الأولیاء والأکفاء، رشیدیه)

(وکذافی الدرالمختار: ۳/۵۵، ۵۶، کتاب النکاح، باب الولی، سعید)

(وکذا فی الهدایة، کتاب النکاح، باب فی الأولیاء والأکفاء: ۲/۳۱۳، شرکة علمیة)

بنجارے اور رنگریز ایک دوسرے کے کفو ہیں یا نہیں؟

سوال [۵۸۵۷]: بنجارے اور رنگریز باہم کفو ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

اگر یہ عرفاً برابر کے سمجھے جاتے ہوں تو کفو ہیں (۱)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹/۷/۱۳۹۶ھ۔

نومسلم کی کفاءت

سوال [۵۸۵۸]: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل صورت مسئلہ میں:

ایک غیر مسلم مسلمان ہوا، اس نے ترجمہ ومطلب کے ساتھ پورا کلمہ "لا إله إلا الله محمد رسول الله" پڑھا۔ اس کے بارے میں ہمارے یہاں اختلاف پیدا ہو گیا ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہے، ہم اس کو اپنی سوسائٹی کا فرد تصور کریں گے اور اسے وہ سب حقوق دیں گے جو اسلام نے مسلم کو دیا ہے۔ دوسرا گروہ جو اکثریت میں ہے اس کا کہنا ہے کہ جب تک وہ پورا مسلمان نہ ہولے، نماز، روزہ وغیرہ سیکھ کر عمل کرنے نہ لگے تب تک ہم اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ نہ کریں گے، ہم اسے اپنی بیٹی اس وقت نہ دیں گے، نہ حقہ پانی میں شریک کریں گے۔

سوال یہ ہے کہ یہ شخص مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں اور یہ کہ اسے مسلم سوسائٹی کا فرد جان کر حقوق دیئے جائیں گے یا نہیں؟ ممکن ہو تو مختصراً دلائل بھی پیش کر دیئے جائیں۔

المستفتی: بشیر احمد بستوی، بتوسط جناب صدر دارالمعلومات سرائے میر اعظم گڑھ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

یہ شخص شرعاً مسلمان ہے، اس کے جان مال کی اسی طرح حفاظت کی جائے گی جس طرح قدیم الاسلام اور پورے دین پر عمل کرنے والے کے جان مال کی حفاظت کا حکم ہے، اسلام کی وجہ سے گذشتہ معاصی

---

(۱) "إن الموجب هو استنقاص أهل العرف، فيدور معه". (ردالمحتار: ۳/۹۰، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(وكذا في فتح القدير: ۳/۳۰۲، کتاب النکاح، فصل في الكفاءة، مصطفى البابي الحلبي مصر)

معاف ہوگئے:

"عن أبي هريرة رضي الله تعالى عنه قال: قال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم: "أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا: لا إله إلا الله، فمن قال: لا إله إلا الله، فقد عصم مني نفسه و ماله إلا بحقه، وحسابه على الله، اهـ". كذا في البخاري في كتاب الجهاد(۱)۔

محض کلمہ پڑھنے والے کو اگر کسی شخص نے عینِ جہاد میں قتل کردیا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس پر عتاب فرمایا ہے(۲) اور معاوضہ قتل کا حکم فرمایا ہے۔ رہا بیٹی دینا تو شرعاً اس کی ممانعت نہیں، جو شخص مسلمان ہوا اور وہ پورے دین پر عمل کرتا ہو، اس کا وہ شخص برضائے اولیاء کفو بن سکتا ہے جو کہ آج ہی اسلام لایا ہے اور بجز شہادتین کے اس کو دین کا کوئی علم حاصل نہیں، فقہاء نے باب الکفاءت میں اس کو ذکر کیا ہے(۳)۔

---

(۱) (الصحيح للبخاري: ۱/۴۱۴، باب دعاء النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى الإسلام، قديمي)

"عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله، ويقيموا الصلوة، ويؤتوا الزكوة، فإذا فعلوه عصموا مني دمائهم وأموالهم، وحسابهم على الله".

"عن أبي مالك عن أبيه رضي الله تعالىٰ عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول: "من قال: لا إله إلا الله، وكفر مما يعبد من دون الله، حرم ماله و دمه، وحسابه على الله".

(الصحيح لمسلم: ۱/۳۷، كتاب الإيمان، باب الأمر بقتال الناس، قديمي)

(وسنن ابن ماجة، ص: ۲۸۱، أبواب الفتن، باب الكفّ عمن قال: لا إله إلا الله، قديمي)

(۲) "عن أسامة بن زيد بن حارثة يحدّث قال: بعثنا رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم إلى الحرقة من جهينة، فصبحنا القوم، فهزمناهم. قال: ولحقتُ أنا و رجل من الأنصار رجلاً منهم، فلما غشيناه، قال: لاإله إلا الله. قال فكف عنه الأنصاري، وطعنتُه برمحي حتى قتلتُه. قال: فلما قدمنا، بلغ ذلك النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقال لي: "يا أسامة! أقتلته بعد ماقال: لا إله إلا الله"؟ قال: قلت: يا رسول الله! إنما كان متعوذاً قال: قال: "أقتلته بعد ما قال: لا إله إلا الله"؟ قال: فمازال يكررها عليّ حتى تمنّيت أني لم أكن أسلمت قبل ذلك اليوم". (الصحيح للمسلم: ۱/۶۸، باب تحريم قتل الكافر بعد قول: لا إله إلا الله، قديمي)

(۳) جدید الاسلام شخص قدیم الاسلام عورت کا کفو نہیں ہوتا: "ومن أسلم بنفسه لا يكون كفواً لمن له أب واحد =

ایسے شخص کے متعلق یہ رائے قائم کرنا کہ وہ مسلم سوسائٹی کا فرد نہیں ہے، غلط ہے اور تعلیماتِ اسلام کے خلاف ہے۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور، ۲/ ربیع الاول/ ۷۱ھ۔

والدین کی چوری سے بالغ لڑکے لڑکی کا کفو میں نکاح

سوال [۵۸۵۹]: جوان لڑکی اور لڑکا اپنی مرضی کامل اور والدین کی چوری سے کیا ایک دوسرے کو باعتبار شریعت قبول کر سکتے ہیں؟ فریقین ایک ہی حسب ونسب سے تعلق رکھتے ہیں اور حنفی العقائد بھی ہیں۔

الجواب حامداً ومصلياً:

نکاح کرلیں گے تو شرعاً درست ہوجائے گا (۱)، لیکن بڑے سرپرست موجود ہوں تو بغیر ان کے مشورہ

= في الإسلام". (الهداية: ۳۲۰/۲، فصل في الكفاءة، إمداديه ملتان)

البتہ عورت کے اولیاء کی رضامندی سے نکاح درست ہوگا کیونکہ رضامندیٔ اولیاء کی صورت میں کفاءت معتبر نہیں:

"وإنما تحل في الصورة الرابعة، وهي رضا الولي بغير الكفوء مع علمه بأنه كذلك، اهـ .... إن الولي لوقال لها: أناراض بماتفعلين، أو زوّجي نفسك ممن تختارين ونحوه أنه يكفي، وهو ظاهر؛ لأنه فوّض الأمر إليها، ولأنه من باب الإسقاط ...... فلايثبت حق الفسخ حال وجود الرضا بعدم الكفء من وجه". (رد المحتار: ۸٦/۳، كتاب النكاح، باب الكفاءة، سعيد)

"هذا (أي عدم جواز النكاح في غير الكفء) إذا كان لهاوليّ ولم يرض به قبل العقد......... وأما إذا لم يكن لهاولي، فهو صحيح نافذ مطلقاً اتفاقاً". (ردالمحتار: ۵۷/۳، كتاب النكاح، باب الولي، سعيد)

(وكذافي الفتاوىٰ العالمكيرية: ۲۹۲/۱، كتاب النكاح، الباب الخامس في الأكفاء، رشيديه)

(وكذافي البحر الرائق: ۱۹۴/۳، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء، رشيدية)

(۱) "وإذا أذنت المرأة للرجل أن يزوّجها من نفسه، فعقد بحضرة شاهدين، جاز". (الهداية، كتاب النكاح، باب في الأولياء، فصل في الوكالة بالنكاح، ۳۲۲/۲، شركة علميه)

"(فنفذ نكاح حرة مكلفة بلا) رضا (ولي)". (الدرالمختار، كتاب النكاح، باب الولي: ۵۵/۳، ۵٦، سعيد) .... =

کے خود اقدام کرنا ان کی ناقدری اور غیر مناسب ہے، خاص کر لڑکی کے حق میں (۱)۔ فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند، ۹۴/۳/۲۳ھ۔

عورت کا اپنا نکاح خود کرنا

سوال[۵۸۶۰]: ایک بالغہ عاقلہ حنفیہ نے کفو میں بلا رضامندیٔ ولی کے شادی کی۔ نکاح ہوا یا نہیں؟ زید یوں کہتا ہے کہ نکاح نہیں ہوا اصلاً، اور یوں تاویل کرتے ہیں کہ اگرچہ امام صاحب کا اصول یہ ہے کہ عاقلہ بالغہ خود مختار ہے، لہٰذا پورا حق ہوگا۔ اور اگر نابالغہ ہو تو اجازتِ ولی پر موقوف ہوگا:

"لا نکاح إلا بولی" یا "فنکاحها باطل باطل باطل" کی رو سے جو کہ امام شافعی کا استدلال ہے، امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں پر عمل کیا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کو چھوڑ دیا۔ اور امامین میں جو اختلاف ہے وہ ایک دوسرے کی تردید میں ہے ورنہ دونوں ہیں۔ اور حدیث: "أی امرأۃ نکحت بنفسها فنکاحها باطل باطل باطل"۔ میں "امرأۃ" کہتے ہیں باندی کو، چھوٹی بچی کو تو "امرأۃ" نہیں کہتے۔ اس لیے اس حدیث کی رو سے تاویل کی گنجائش ہے اور سو فیصد نکاح نہیں ہوا۔

دریافت امر یہ ہے کہ تاویل درست ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس حدیث کا کیا جواب ہوگا؟ جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا اصل اصول ہے؟ نیز کیا اس کی اجازت کلی نہیں ملتی جو احناف کے یہاں عمل کرنا دشوار ہو اور دوسرے مذاہب میں سہولت ہو تو اس پر عمل کیا جائے، اس لئے کہ حدیث سب صحیح ہیں۔

سلیمان محمد قاسم ابودی، ٹرانسوال، ساؤتھ افریقہ۔

= (وكذا في مجمع الأنهر، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۱/۴۸۸، مكتبة غفاريه كوئٹه)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۹۲، ۱۹۳، رشيديه)

(۱) "يستحب للمرأة تفويض أمرها إلى وليها كي لاتنسب إلى الوقاحة". (ردالمحتار، كتاب النكاح، باب الولي. ۳/۵۵، سعيد)

(وكذا في البحر الرائق، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/۱۹۳، رشيديه)

(وحاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۲/۲۶، دارالمعرفة، بيروت)

الجواب حامداًومصلیاً:

حنفیہ کے نزدیک بلاشبہ نکاح درست ہوگیا: ﴿فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾(۱)۔ عورت اگر اپنا نکاح کرنا چاہے تو ولی کو روکنے کا حق نہیں، البتہ اگر غیر کفو میں کرے تو اس کا حکم دوسرا ہے، اس پر "فنكاحها باطل" محمول ہے(۲)۔ سہولت مذہب حنفی میں موجود ہے، کہیں اور تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ فتح القدیر،(۳) احکام القرآن(۴) بدائع الصنائع(۵) وغیرہ میں موجود ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

نانی کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے نواسہ کفو ہے یا نہیں؟

سوال[۵۸۶۱]: ایک عورت ہے- ماشاءاللہ- دیندار ہے، اس کا شوہر بھی دیندار ہے، مگر لوگ بچوں کو اور بچوں کی ماں کو حرام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچوں کی نانی فاحشہ تھی، اس وجہ سے لوگ عورت کا جو لڑکا ہے اس کے ساتھ شادی کرنے کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ حرامی کے ساتھ شادی کرنا حرام ہے۔ آیا اس

---

(۱) (سورة البقرة: ۲۳۲)

(۲) قال العلامة الكاساني رحمه الله تعالىٰ: "إنه عليه السلام قال: " أيما امرأة تزوجت بغير إذن وليها، فنكاحها باطل .... اهـ". وقد بطل هذا لمعنى بالتزويج من كفؤ، الخ". (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل في ولاية الندب: ۳/ ۳۷۱، ۳۷۲، دارالكتب العلمية بيروت)

(۳) "فلايعتبر بالعارض من لحوق العارللأولياء، فإن قيل. هذا استدلال بالرأي في مقابلة الكتاب والسنة ومثله فاسد، أما الكتاب فقوله تعالى: ﴿فلا تعضلوهن أن ينكحن أزواجهن﴾ نهى الولي عن العضل وهو المنع، وإنما يتحقق منه المنع إذا كان الممنوع في يده. وأما السنة فما روى في السنن عن ابن جريج عن سليمان ابن موسى عن الزهري عن عروة عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم: "أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها، فنكاحها باطل باطل باطل". فالجواب أن الآية مشتركة الإلزام؛ لأنه نهاهم عن منعهن عن النكاح فدل على أنهن يملكنه، و أن قوله تعالىٰ: ﴿فلاجناح عليهن فيما فعلن في أنفسهن﴾ الخ". (فتح القدير، كتاب النكاح، باب الأولياء والأكفاء: ۳/ ۲۵۷، مصطفى البابي الحلبي مصر)

(۴) (أحكام القرآن، للجصاص، البقرة، باب النكاح بغيرولي: ۱/ ۵۴۴، ۵۴۵، قديمي)

(۵) (بدائع الصنائع، كتاب النكاح، فصل: ولاية الندب: ۳/ ۳۷۳، دارالكتب العلميه بيروت)

حال میں شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر حرامی لڑکا ہے اور-ماشاء اللہ- دیندار ہے تو اس کے ساتھ شادی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً:

کسی بچہ کو اس کی نانی کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے حرامی کہنا حرام اور کبیرہ گناہ ہے، اگر قرآن کریم کے مطابق حکومت ہو تو ایسا کہنے والوں کو عبرت ناک سزا دی جائے (۱)، ایسے بچوں کی شادی بالکل درست ہے۔ اگر بالفرض کوئی حرامی ہو بھی تو اس کی بھی شادی جائز ہے (۲)، خاص کر جب کہ وہ صالح دیندار ہو، البتہ صالحہ لڑکی کی شادی فاسق لڑکے سے نہ کی جائے (۳)۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۰/۱۱/۹۵ھ۔

---

(۱) "یعزّر من قذف مملوکاً بالزنا أو مسلماً بیافاسق .... یا ابن القحبة، یا ابن الفاجرة، الخ". (ملتقی الأبحر، کتاب الحدود، فصل فی التعزیر: ۳۷۲/۲، ۳۷۳، غفاریہ کوئٹہ)

(وکذا فی الدر المختار، کتاب الحدود، باب التعزیر: ۷۰/۴، سعید)

(وکذا فی الفتاویٰ العالمکیریة، الباب السابع فی حد القذف والتعزیر: ۱۶۲/۲، رشیدیہ)

(وکذا فی البحر الرائق، کتاب الحدود، باب حد القذف فی التعزیر: ۷۸/۵، رشیدیہ)

(۲) قال اللہ تعالیٰ: ﴿و أحل لکم ما وراء ذلکم﴾ (سورة النساء: ۲۴)

(قال الحافظ ابن کثیر تحت هذه الآیة: "أی ماعدا مَن ذُکرن من المحارم هنّ لکم حلال". (تفسیر ابن کثیر: ۴۷۴/۱، سهیل اکیڈمی لاهور)

(وکذا فی التفسیر المنیر: ۶/۵، دار الفکر بیروت)

(وکذا فی التفسیر المظهری: ۶۶/۲، حافظ کتب خانه کوئٹه)

(وکذا فی بدائع الصنائع، فصل فی المحرمات بالقرابة: ۴۱۱/۳، دار الکتب العلمیة بیروت)

(۳) "(و) تعتبر فی العرب والعجم (دیانةً): أی تقوی، فلیس فاسق کفواً لصالحة أو فاسقة بنت صالح، معلناً کان أولا، علی الظاهر". (الدر المختار). "والظاهر أن الصلاح منها أو من آبائها کافٍ، لعدم کون الفاسق کفواً لها". (رد المحتار: ۸۹/۳، کتاب النکاح، باب الکفاءة، سعید)

(وکذا فی البحر الرائق: ۲۳۳/۳، کتاب النکاح، فصل فی الکفاءة، رشیدیه)